ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سوانح عمری مولانا سیّد محمّد نذیر حسین علیہ الرحمہ

محدث دہلوی

معروف بہ

الحیاۃ بعد المماۃ

از خاکسار فضل حسین۔ مظفرپور۔ صوبہ بہار

۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء

مطبع اکبری آگرہ میں مجید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی

غلط نامہ کتاب الحیاۃ بعد المماۃ

اِس کتاب کے ناظرین اگر قبل مطالعہ اِس غلط نامہ کے مطابق اپنی پیش نظر کتاب کی تصحیح کرلیں تو بہت مناسب ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۵	قضاہ	قضاۃ
۲۵	۱۲	ضیائیٔ	خیالی
۳۵	۱۸	جنبلی	حنبلی
۸۶	۲۱	جنزیر	خنزیر
۹۹	۲	ھاتو	ھاتوا
۹۹	۲۰	محمدبن حنیفہ	حنفیہ
۱۰۰	۱۴	گورنمنٹ	گورنر
۱۱۱	۱۹	سمع	سماع
۱۲۱	۱۰	یورپ اور	یورپ سے اور
۱۲۹	۱۷	القاکم	اتقاکم
۱۴۱	۲۶	اورتابعین	اورنہ تابعین
۱۴۴	۱۱	من اصحابہ	من اصحابہ
		من اصحابہ	بایعولی
		بایعولی	
۱۴۴	۲۵	مایقیتا	مابقینا
۱۴۸	۳	سرسٹینس	سرکمسٹینس
۱۵۳	۲۳	من ذی رحم محترم	من ذی رحم محرم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۳	قبل القضاء	قبل القضاء
۱۶۴	۱۶	معمور	مغمور
۱۷۷	۱۰	عن الزین	عن الرین
〃	۱۷	لغماً	نعیماً
۱۷۹	۱۵	خجستہ	خستہ
۱۸۰	۲۰	مبار	مباد
۱۸۲	۱۱	علی ازغم	علی رغم
۱۸۵	۱۹	بھی	یہی
۱۹۸	۱۷	پڑھاتے اور وعظ کہتے	پڑھانے اور وعظ کہنے
۲۰۰	۱۹	حوالہ دیتے	حوالہ دینے
〃	۲۵	اِس	اُس
۲۱۱	۱	علی من مذھب	علی مذھب
۲۲۵	۲	فی الترب	فی التراب
〃	۱۲	بعد شبتھۃ	بعد شبھۃ
۲۳۱	۲	بتا دینے	پتہ دینے
۲۳۴	۱۴	کڑھٹیا	کرھٹیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۰	۴	بزار	بزاز
۲۴۳	۶	تغیت	تعنیبّت
۲۴۵	۱۳	نور وصفا	نور خدا
۲۴۷	۱۱	بے انقضاے	بے اقتضاے
"	۱۴	انتشار	انتشا
"	۲۴	بصر کبیر وستودہ را	جبر کبیر وستودہ را
۲۵۱	۱	لبانی بدع	لبانی بدعٔ
"	۱۱	بیروی	نروی
"	"	للقرآن	والقرآن
۲۵۷	۲۲	مارواة	ما رواہ
۲۵۸	۲۲	خدا لمود	جدا لمود
۲۶۸	۱	شهوداً	شهوداً
"	"	حتیما	حثیما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۱	نصب	نصیب
۲۸۱	۱۱	توثیق عبادہ بن صامت	توثیق حدیث عبادہ بن صامت
۲۹۴	۱۷	لبستہ	بستہ
۲۹۶	۴ و ۵	المعقول المنقول	المعقول والمنقول
۳۱۶	۲۰	قلذ	قلد
۳۴۵	۱۳	فہمیدہ ہے	فہمیدہ ہیں
۳۴۷	نمبر ۳۴ ۱۲۶	اکلام المتکفل	الکلام المتکفل
۳۴۸	۳۵	ضلع رام پور لولیہ	ضلع رام پور بولیہ
۳۵۸	۴۰ و ۴۲	مولوی محمد اعظم	مولوی محمد اعظم
۳۶۵	۱۹	بہت ہیں	بہت ہیں
۰	۰	۰	۰

فہرست کتاب الحیاۃ بعد المماۃ

بقید صفحہ

الحیاۃ بعد المماۃ

معروف بہ مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کی

سوانح عمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اُنیسویں صدی کی اخیر چوتھائی صدی سے ہندوستان میں چند سوانح عمری کی اشاعت سے اتنا پتا تو ضرور چلتا ہے کہ ملک میں سوانح کے لکھنے، اُس کے پڑھنے اور دیکھنے کا مذاق فی الجملہ پیدا ہوگیا ہے۔

سوانح نگار کا یہ فرض ہے کہ وہ جس طرح اپنے ہیروؔ کے اخلاق حمیدہ، صفات فاضلہ، ملکۂ راسخہ اور کمالات کو بیان کرے اسی طرح اُس کی کمزوریوں، فروگذاشتوں، لغزشوں اور نقصانات کو بھی ظاہر کرے۔

تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے سوانح عمری **قطب نما** کا کام دے سکے اور ہیرو کی سچی تصویر ثابت ہو نہ کہ اُس مرقعہ میں ایسی رنگ آمیزی کی جائے جس سے اصلی چہرہ تک نظر نہ آسکے اس فرض کو تسلیم کر لینے کے بعد نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک ایک لائف بھی اُردو کی اس فرض کو پورا نہیں کرسکی۔

ہرچند عام طبیعت انسانی کا شاید مقتضا ہی یہ ہے کہ جب آدمی (چاہے وہ یورپ کا رہنے والا ہو یا ایشیا کا، افریقہ کا باشندہ ہو یا امریکہ کا) کسی کی لائف لکھنے بیٹھتا ہے تو اُس کی طبیعت میں خود بخود اپنے ہیرو کی وکالت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے

؎ وہ ذات جو موضوع کتاب ہے ۱۲ منہ

جس سے وہ لغزشوں اور فروگذاشتوں کے بیان سے گریز کرتا ہے اور اگر گریز کا موقع نہیں ملتا تو پہلے نہایت آزادہ روی دکھاتا ہے۔ جرح کے الفاظ بھی شاندار اُس کے قلم سے نکلتے ہیں مگر نتیجہ نکالنے کے وقت بہت ہی خوبصورتی سے اپنی وکالت کا فرض پورا کرتا ہے اور مدحیہ ہی نتیجے نکالتا ہے مصرع بگڑنے پر بھی زلف اُس کی بنا کی ٭

اور مورخین کا ڈھنگ تو اور ہی نرالا ہے کہ وہ پہلے سے جس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اُس کے واقعات سے مدحیہ نتائج نکالنے کے درپے رہتے ہیں اور جس کے ساتھ پہلے ہی سے سوء ظن رکھتے ہیں اُس کے واقعات سے نتائج بھی ویسے ہی نکالتے ہیں جس پر شاہد ہیں مختلف فرق اسلامی وغیر اسلامی کی تاریخیں۔

نیز اپنے نتائج کے دلائل میں رطب ویابس سے احتراز نہیں کرتے ایسی تاریخ نویسی و سوانح نگاری کو قصیدہ سرائی یا ہجوگوئی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

تقریباً ساری دنیا کے مورخین اور سوانح نگاروں میں یہ باتیں کم و بیش پائی جاتی ہیں الا ماشاء اللہ۔

جس مشہور شخص مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمہ محدث دہلوی کی لائف ہم لکھ رہے ہیں اور جن کو فی الحقیقت فاتح حصار تقلید کہنا بے جا نہیں ہے جن کے تلامذہ اقطاع عالم . . . .

(حجاز، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، نجد، شام، حبش، افریقہ، ٹیونس، الجزائر، کابل، غزنی، قندھار، پشاور، سمرقند، بلخ، بخارا، داغستان، ایشیا، کوچک، ایران، خراسان، مشہد، ہرات، چین، کوچین اور ہندوستان کے تقریباً ہر شہر، ہر ضلع اور بیشتر قصبے، قریئے اور دیہاتوں) میں شرقاً وغرباً جنوباً وشمالاً پھیلے ہوئے ہیں۔

جو علم حدیث کے نہایت زبردست امام تھے اور اُن کی زندگی میں پبلک اُن کو محدث عالم یا کم سے کم نہایت ہی جلیل القدر محدث مانتی تھی۔

مناسب تو یہ تھا کہ اُن کے سوانح عمری میں بہ نسبت دوسری لائفوں کے بہت زیادہ نکتہ چینی کا ارادہ کیا جاتا۔

کیوں کہ ترجمہ میں اس فن نکتہ چینی کے موجد حضرات محدثین ہی ہیں شکر اللہ سعیھم اور جس آزادی سے اس فرض کو اُن لوگوں نے پورا کیا ہے اِس وقت

بااین ہمہ تہذیب یورپ بھی اُس طرح ادا نہیں کرسکا۔

مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ہماری قوم اور ہمارا ملک ابھی اس کے لئے بالکل تیار نہیں ہے اور یہاں کی آنکھیں اس قسم کی لائف کے دیکھنے کی عادی نہیں ہیں اس لئے تصویر کا دوسرا رُخ دکھانے سے ہر بایو گرفر (سوانح نگار) معذور ہے۔

اور اگر کوئی منچلا ایسا کر گذرے بھی، تو اُس کی کتاب کی قدر سودا کی ہجویات سے زیادہ نہیں ہوسکتی اور مصنّف بادی النظر میں معاند خیال کیا جائے گا اور اس طرح کے سوانح سے کوئی عمدہ اور مفید اخلاقی سبق بھی حاصل نہیں ہوگا۔

بااین ہمہ میرے نزدیک سوانح نگار کے لئے ضرورت ہے ایک ایسے انصاف پسند دماغ اور آزاد قلم کی جو بلا طرفداری اور بلا لحاظ اپنے کسی عقیدۂ سابقہ و لاحقہ کے محض بے لاگ صرف واقعات کی بنا پر فیصلہ کرسکے مگر مجھ کو ایسا دعویٰ یا وعدہ کرنا چھوٹا مُنہ اور بڑی بات ہے خصوصاً جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے ایسے مشہور سوانح نگار نے بھی جس کو اولیت کا تمغہ حاصل ہے (اور فی الواقع ہندوستان کے میسن اور گارڈنز خیال کئے جاسکتے ہیں) اس موقع پر چشم پوشی ہی سے کام لیا تو میں کیا اور میرا دعویٰ کیا

اِس کتاب کی غائت اور ضرورت

غایت اِس کی ہے بعض قوی العزم حکما کے اُس قول کی تصدیق کہ ناممکن ایک لفظ ہے جو پایا جاتا ہے بے وقوفوں کی لغات (ڈکشنری) میں اس کتاب کا ہیرو قرون اولٰے سے بارہ سو[۱۲۰۰] برس بعد پیدا ہوا، مگر اُس نے نہایت ہی استقلال کے ساتھ اپنی طول طویل صدسالہ زندگی کو باوجود بے انتہا مخالفتوں، مزاحمتوں، کشمکشوں اور مشکلات کے علما مجتہدین، تبع تابعین، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا نمونہ بنا کر اہل عالم کو دکھا دیا کہ ہوا کا رُخ اگرچہ کیسا ہی مخالف کیوں نہ ہو مگر ایک ہوشیار، تجربہ کار، ماہر فن اور مستقل مزاج ناخدا کامیابی کے ساتھ اپنے بیڑے کو منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

مغربی علوم و فنون اور دہریت کا جو سیلاب کہ ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامی میں آگیا اور آرہا ہے اور انگریزی تعلیم جس تیزی سے ترقی کررہی ہے اس سے اب اُمید

نہیں کہ اس لائف کے بعد موجودہ زمانہ کے لوگوں میں سے کسی کی لائف بھی ایسی ہو سکے گی جو گذشتہ بارہ سو برس سے اُدھر کا فوٹو سامنے رکھ دے، اِس لئے بھی اِس زندہ نظیر کی پاکباز مسلمانوں کو بہت ضرورت ہے۔

البتہ جدید تعلیم یافتہ (ایجوکیٹڈ) حضرات سے امید نہیں کہ وہ اس کی جانب توجہ کریں، مگر اُن کی تعداد ہی کتنی ہے کیوں کہ ہندوستان میں جہاں چھ کروڑ مسلمان بستے ہیں مغربی تعلیم خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرجائے وہ سو میں تو کیا ہزار میں بھی ایک ایجوکیٹڈ پیدا نہیں کرسکتی، اور دنیا کے کسی دوسرے حصّہ میں بھی وہاں کی آبادی کے عشر عشیر بھی ایجوکیٹڈ نہ پہلے ہوئے ہیں اور نہ اس وقت ہیں۔

بااین ہمہ میری رائے میں جب تک اسلام باقی ہے اسلام میں جوش باقی ہے مسلمانوں کو مسلمان رکھنے کے لئے اُن کے نبیؐ کا طریقہ اور اتباع نبیؐ کا چال چلن ایک موثر ذریعہ ہے اگر ایسا ہے اور ضرور ہے تو یہ لائف تمام مسلمانوں کے لئے یقیناً مفید ثابت ہوگی۔

اور یہ تو کسی زمانہ میں نہ ہوا ہے نہ ہوگا کہ پبلک خاص ملت جیسی زندگی اختیار کرے مگر ہاں ایسی نظیروں سے دل میں اُمنگ اور جوش تو ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور بہ مصداق **مالا یدرک کلہ لایترک کلہ** کے کچھ نہ کچھ فائدہ بھی ان نظائر سے حاصل ہی ہو جاتا ہے علاوہ بریں یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ ترقی کرکے خاص ملت کے درجہ تک پہنچنے کے لئے سیدھا اور محفوظ زینہ اگلوں ہی کے کارناموں کا مطالعہ ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ طبیعت انسانی کا مقتضا ہی یہ ہے کہ وہ حرکت کامل کے بعد ایک حد پر پہنچ کر ٹھیر جاتی ہے اور سکون درمیانی کے بعد دوسری جانب حرکت کرتی ہے انگریزی تعلیم کا ہندوستان میں ابھی زمانۂ نمو ہے اس لئے اِس وقت ایجوکیٹڈس طبیعتیں چاہے دہریت کی طرف مائل ہوں یا نیچریت کی جانب مگر اس کے بعد ہی کے وقفہ میں کہولت اور شیخوخت کا زمانہ آنے والا ہے جس سے یہ قویٰ کمزور ہو کر بالآخر ایک ایسے عالم کی جانب (جو ابدی ہے) رُخ کرنے والے ہیں۔ ایسی حالت میں اُن کی دستگیری کا ضامن صرف مذہب ہی ہو سکتا ہے۔ اور چوں کہ اسلام ہی

ایک حکیمانہ سادہ اور سچا مذہب دنیا میں ہے (جس میں نہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید یا کفارہ کی بھول بھلیاں ہیں، نہ عُزَیر خدا کا بیٹا، نہ کواکب پرستی کا مادہ، نہ لاکھوں معبود کروڑوں دیوتا، نہ جوگ کا کرشمہ، نہ مسمریزم کا تماشا، نہ تھیاسوفیکل سوسائٹی کی سرپرستی اور نہ خلاف عقل و فطرت کوئی انوکھا مضمون ہے) ضرور ہے کہ یہی ایجوکیٹڈ حضرات محققانہ طور پر بالمقطع پکے مسلمان بنیں گے اور اپنے بزرگان اسلام کے چال چلن کی تفتیش کے درپے اور اپنے عقلی مذہب (اسلام) کے انتصار میں سرگرم ہوں گے اِس لئے میں بطور پیشین گوئی کہتا ہوں کہ آج نہیں تو اُس وقت اِس قسم کی کتابیں اُن کو بہت مدد دیں گی اور خدا جانے کتنی زبانوں میں ترجمہ ہو کر رہیں گی۔

دیکھو انگلستان اور یورپ کو جہاں تعلیم انتہا درجہ پر پہنچ گئی ہے کیا عیسائیت وہاں سے جاتی رہی؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایجوکیٹڈ حضرات اپنے مذہب میں زیادہ سرگرم ہو گئے ہندوستان میں بھی جو قومیں تعلیمی ریس کورس (گھوڑ دوڑ) میں بازی لے گئی ہیں اپنے مذہب اور اہل مذہب کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں پھر کیا ایک عاقلانہ مذہب دنیا کو کسی زمانہ میں بھی خیرباد کہہ سکتا ہے؟ ممکن نہیں۔

مجھ کو جب اِس سوانح عمری کے لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو میں سوچنے لگا کہ کن کن حضرات سے اِس خصوص میں مدد مل سکتی ہے۔

جن جن صاحبوں کی طرف میرا ذہن منتقل ہوتا گیا اُن کو خط لکھ کر اپنے ارادے سے مطلع کیا اور مٹیریل (مواد) سے امداد چاہی۔

میری کافی مدد اس خصوص میں مولانا مولوی ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ رئیس موضع ڈیانواں ضلع پٹنہ مؤلف غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد نے کی کہ اپنا اُنتیس ۲۹ برس کا جمع کیا ہوا سرمایہ میرے پاس نہایت ہی خوشی سے بھیج دیا اور میری ہمت بڑھانے میں اس طرح کوشش بلیغ کی کہ ہندوستان کے مختلف حصص ملک میں خط لکھا اور بہتیرے اخباروں میں اشتہار دیا کہ "مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کے سوانح زندگی لکھے جاتے ہیں جن حضرات کے پاس جو کچھ مواد اِس کے متعلق کتابتًا یا روایتًا موجود ہو بذریعہ تحریر کے میرے پاس

بھیج دیں"

نتیجہ اس کوشش کا یہ ہوا کہ مختلف حصص ملک سے دونوں قسم کے مواد (مکتوبہ و مرویہ) اُن کے پاس لگاتار پہنچتے رہے اور وہ میرے پاس وقتاً فوقتاً بھیجتے اور حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ممدوح کو اس سوانح عمری کے ساتھ ایک خاص دلچسپی ہے اور اُن کی کوشش کی بدولت اِس وقت میرے پاس مٹیریل کا معتدبہ ذخیرہ موجود ہے

دوسرے بزرگ مولوی سید عزیز احمد المعروف بہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالےٰ تحصیلدار متھرا ساکن موضع صمدن ضلع فرخ آباد ہیں جنھوں نے نہایت ہی گراں قدر مواد سے میری امداد کی اور اُن کو بھی اس کتاب کے ساتھ پورا انٹرسٹ ہے۔

تیسرے قابل قدر بزرگ جناب مولانا حافظ عبداللہ صاحب مدظلہٗ غازی پوری ہیں جو بعد نظم و ترتیب کتاب کے میری درخواست پر (باوجود اشغال کثیرہ رکھنے کے سب کاموں کو چھوڑکر) تشریف لائے اور نو روز مظفرپور میں قیام فرماکر نماز صبح کے بعد سے نماز عشا (۹ بجے رات) تک کتاب کو بہ نظر غائر و عمیق مرۃً بعد اخریٰ من اولہ الیٰ آخرہ پڑھا اور دوبارہ دیکھتے وقت اصل کاغذات منقول عنہ سے عبارت کتاب کے ایک ایک لفظ کو مقابلہ کیا کہ کہیں نقل میں کوئی غلطی نہ رہ گئی ہو سچ تو یہ ہے کہ ایسا دیکھنا کون دیکھ سکتا ہے۔

چوتھے صاحب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ رحیم آبادی ہیں جنھوں نے مفید مشورے سے برابر میری امداد کی۔

اور پانچویں اہل نظر برادر عزیز مولوی حکیم لطیف حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ عظیم آبادی ہیں۔ جنھوں نے تین چار مہینوں تک اس کتاب کو اپنے پاس رکھ کر اور بغور و فکر پڑھ کر حسب ضرورت یادداشتوں کے ساتھ بھیجا اور لکھا کہ "جہاں اختلاف رائے ہے اُس کو علٰحدہ لکھ کر ہر جز میں رکھ دیا ہے میں نے رائے لکھنے میں سچی آزادی سے کام لیا ہے اگرچہ ادب کا اقتضا یہ نہ تھا مگر الامر فوق الادب کسی حکیم ہی کا قول ہے۔

اس کی تو کوئی وجہ نہیں کہ موقع اختلاف میں میری رائے کو ترجیح ہو مگر یہ ضرور ہے کہ آپ کا حکم میں پورا بجا لایا ہوں میرے دل کو اس کی مسرت ہے آپ کی محنت

کی داد دیتا ہوں اس قدر مختلف واقعات کو منتظم کرنا کچھ آسان نہ تھا" حق تو یہ ہے کہ برادر موصوف نے جیسا اس فرض کو پورا کیا ہے اُس کی خوشی خود میرے دل کو ہے آفریں صد آفریں صد آفریں۔

ایک ضروری سوال

ہمارے ہیرو کو اپنے سوانح عمری کے لکھنے
یا لکھوانے کا خیال تھا یا نہیں ؟

جہاں تک مجھ کو معلوم ہے ہمارے ہیرو کو اس کی نہ خواہش تھی نہ نفرت۔ کیوں کہ مولوی ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب کے نام ایک خط میرے ہیرو کے دست خاص کا لکھا ہوا اس وقت میرے سامنے موجود ہے۔

جس میں یہ لکھتے ہیں "آنچہ استفسار احوال من خستہ حال کردند کہ در تاریخ درج کنم مشفقا ایں امر بہ نسبت من نالائق خوب نیست چرا کہ من نہ عالم نہ فاضل نہ متقی ام کہ حالات من قابل بیان نزد اہل وجاہت وکرامت باشد لیکن حسب استدعاے شما کہ رنجیدہ نشوند کل حال خود نگاشتہ می فرستم بملاحظہ سامی خواہد گذشت ہر چہ خواہند بہ عمل آرند"

مولوی سید عزیز احمد موصوف جب بھوگنی پور میں تحصیلدار تھے تو وہاں قلعہ کے اندر خواجہ پھول کے مزار کے قریب والی مسجد کی دیوار جانب جنوب کی جھنجھریوں پر زمانہ سفر طالب علمی کی ایک یادداشت ہمارے ہیرو کے دست خاص کی لکھی ہوئی دیکھی جس کی خبر ایک خط میں انہوں نے آپ کو دی، آپ نے اُس کے جواب میں لکھا کہ "میں بھی ایام طالب علمی میں کوڑا ہو کر تمہارے اسی علاقہ سے گذرا تھا تم نے لکھا ہے کہ موضع خواجہ پھول کے قلعہ کی مسجد میں کوئی یادداشت ورود فقیر کی بقلم فقیر تحریر ہے، بے شک ہوگی ذرا اس کو کسی وقت پڑھ کر نقل لے لینا جس سے ماہ وسن دریافت کر لینے سے تم کو انتباہ ہوگا"

اِن دونوں تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوانح عمری لکھوانے کی نہ آپ کو خواہش تھی اور نہ اُس سے نفرت تھی۔

خاکسار
فضل حسین
مظفرپور ترہت
صوبہ بہار
احاطہ بنگال

ابواب کتاب

اس کتاب میں سات باب اور دو ضمیمے ہیں

باب اول سنہ ولادت سے لے کر دہلی پہنچنے تک کا بیان یعنی ۱۲۲۰ہجری مطابق ۱۸۰۵ء سے ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۲۸ء تیئیس برس تک کے حالات۔

نام، لقب، وطن، سنہ ولادت، نسب، شجرہ، خاندان کا حال، پڑھنے کی جانب میلان کی وجہ، وطن سے روانگی، رستے کے واقعات، دہلی پہنچنا،

باب دوم۔ ۱۳ رجب ۱۲۴۳ہجری مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۲۸ء سے یکم شوال ۱۲۵۸ہجری مطابق ۵ نومبر ۱۸۴۲ء پندرہ برسوں تک کے واقعات۔

تحصیل علوم، شادی، مولانا سید شریف حسین کی ولادت، مولانا شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت، سند، طالب علمی کے احباب اور ہم سبق طلبہ۔

باب سوم یکم محرم ۱۲۵۹ھ مطابق ۲ فروری ۱۸۴۳ء سے ذی الحجہ ۱۳۰۴ہجری مطابق ستمبر ۱۸۸۷ء (چھیالیس برس) تک کے واقعات۔

مسند درس پر متمکن ہونا، تفسیر حدیث فقہ پر عبور، مطالعہ اور وسعت نظر، درس، وعظ، اراکین قلعہ سے تعلق، گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری، راولپنڈی کی نظر بندی، اہلیہ کی وفات، شمس العلما کا خطاب، سفر حج، مختلف اقطار عالم پر اقتدار، مولانا سید شریف حسین صاحب کی وفات،

باب چہارم مجددیت، تصوف اور بیعت کا بیان،

باب پنجم اخلاق و عادات، مہمانداری، بے غرضی، فتوے نویسی، دیانت داری، امانت داری، دوستی، آزادی، حق گوئی، بے تعصبی، ہمت، راست بازی، محنت و جفاکشی، اسلامی حمیت، عورتوں پر شفقت، بچوں پر شفقت، شرفاء دہلی کے ساتھ برتاؤ، خاندان کی محبت، وطن کی محبت، اساتذہ کا ادب، مناظرات تلامذہ پر افسوس، انتقام کا خیال نہ ہونا، چشم پوشی، سازو سامان دنیا سے بے تعلقی۔ مخالفین کا اعتراف، دشمنوں کا اعتراف، خط اور

خطوں کا جواب لکھنا، طرز تحریر آداب و القاب، کام کرنے کی ہدایت، شکریہ کے خطوط، مناسب مذاق صلاح، حسن اخلاق کی تاکید، پند و نصائح، اخلاص، تشفی طلبہ وغیرہ وغیرہ مضامین کے خطوط، طلبہ کا خط لکھوانا، طلبہ کے ساتھ شفقت وہم دردی، درس میں مذاق، لڑکوں کا امتحان، علما کا امتحان، مستقل مزاجی، پیشین گوئی، زندہ دلی، خوش طبعی، شاعری کا مذاق، مختلف فنوں کے ساتھ مناسبت، تبحر، وضع بود و باش،

باب ششم پابندی اوقات، شکل و شمائل، لباس، تن درستی، وفات اور تاریخ وفات ۱۰ رجب روز دوشنبہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء، اظہار افسوس، اخباروں میں وفات کی اشاعت، قطعات تاریخ۔

باب ہفتم اہل علم شعرا کے قصائد، معاصرین علما، معتبرین اور شیوخ کی رائیں، اولاد و احفاد، برادران، فدائی۔

ضمیمجات

ضمیمہ اوّل تصنیف و تالیف، اسلام میں اختلاف، تقلید کی مختصر تاریخ، اہل حدیث اور اصحاب الرائے، ہندوستان میں حدیث کا رواج، کتاب معیار الحق پر ریویو،

ضمیمہ دوم مختصر فہرست تلامذہ،

الحیاۃ بعد المماۃ

معروف بہ سوانح عمری مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمۃ محدث دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

سنہ ولادت سے لے کر دہلی پہنچنے تک کا بیان۔ یعنی ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء سے ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۲۸ء (تیئیس برس) تک کے حالات نام، لقب، وطن، سنہ ولادت، نسب اور شجرہ، خاندان کا حال، پڑھنے کی جانب میلان کی وجہ، وطن سے روانگی، رستے کے واقعات، دہلی پہنچنا،

نام — ہمارے ہیرو کا نام ہے سید محمد نذیر حسین ذال منقوطہ سے۔

باپ ماں دونوں کی جانب سے سید نقوی — وہ سلسلہ پدری و مادری دونوں ہی جانب سے نقوی سید ہیں۔

لقب — لقب ہے میاں صاحب

لقب کی وجہ — اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ العزیز محدث دہلوی کے خاندان کے سردار کو دلّی والے میاں صاحب کہتے تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا لقب بھی میاں صاحب تھا اور جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ جب اپنے نانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے مسند خلافت پر اُن کے بعد جلوہ افروز ہوئے تو لوگ اُن کو بھی میاں صاحب ہی کہتے تھے۔

مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ جب ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور اُن کی جگہ اُن کے روحانی بیٹے مولانا سید محمد نذیر حسین علیہ الرحمۃ نے لی اور مسند درس وارشاد پر متمکن ہوئے تو ان کو بھی لوگوں نے میاں صاحب ہی کے نام

سے پکارا۔ کیوں کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی اولاد صلبی میں کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

سنہ ۱۳۰۰ہجری میں جب **میاں صاحب** حج کو گئے اور دوسرے ملکوں کے لوگوں نے **آپ** سے حدیث کی سند لی تو بعض منتھلی (ماہوار) رسالہ میں آپ کو **شیخ الکل فی الکل** کا خطاب دیا گیا مگر **فی الکل** کا لفظ چوں کہ زبان پر کسی قدر ثقیل معلوم ہوتا ہے اور عبارت بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے **آپ** کے اکثر تلامذہ نے اپنی تحریروں میں **شیخ الکل** استعمال کیا۔

شیخ الکل

میری رائے میں لقب اور خطاب کی تین ہی معتبر صورتیں ہیں (۱) پبلک (عوام) کوئی لقب دے یا کسی لقب سے پکارنے لگے اور وہ لقب عالمگیر شہرت پکڑلے مخالف اور موافق دونوں ہی کی زبان پر چڑھ جاہے۔

لقب کے اقسام

(۲) وہ لقب خاندانی ہو جیسے **سید، شیخ، خان، مولوی، شاہ، میر، مرزا، چودھری** اور **بابو** وغیرہ وغیرہ

(۳) ذاتی یا خاندانی خطاب کسی بادشاہ ماسبق نے دیا ہو۔ یا کسی گورنمنٹ سے ملا ہو۔

میاں صاحب کے لقب میں یہ سب مفصلہ ذیل باتیں موجود ہیں پبلک نے دیا، پبلک نے پکارا، اس لقب نے عالمگیر شہرت بھی پائی اور مخالف وموافق دونوں ہی کی زبانوں پر بھی چڑھ گیا۔

اس کے علاوہ دوسری قسم میں بھی **میاں صاحب** کا لقب داخل ہے، کیوں کہ جس خاندان کے وہ روحانی فرزند اور جانشین تھے اُس کا لقب **میاں صاحب** ہی تھا اور سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ بات ہے کہ ہمارے **ہیرو** کو خود بھی **میاں صاحب** ہی کا لقب پسند تھا چنانچہ جب **شمس العلما** کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ سے **آپ** کو ملا اور اس کا تذکرہ کوئی **آپ** کے سامنے کرتا تو فرماتے کہ "میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے ہمارے لئے خطاب پورا قرآن مجید میں حنیف مسلم موجود ہے دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے یہ گویا اُن کی خوشنودی کا اظہار ہے مجھے تو کوئی **نذیر** کہے تو کیا اور **شمس العلما** کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں

میاں صاحب کو خود بھی میاں صاحب ہی کا لقب پسند تھا

کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اِس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔

اُستاد، پیر، ماہر فن اور معمر آدمی کو شیخ بھی کہتے ہیں اور ہمارے ہیرو میں بھی یہ سب باتیں جمع ہو گئی تھیں۔

اِس لیئے اب آیندہ سے ہم اِس کتاب میں یا تو میاں صاحب لکھیں گے یا شیخ۔

وطن

وطن

صوبہ بہار ضلع مُنگیر

ہندوستان کا وہ مشہور، سرسبز، شاداب اور مردم خیز خطہ جس کو صوبہ بہار کہتے ہیں، اُس کا ایک ضلع ہے مُنگیر

ضلع پٹنہ سے پورب، ضلع بھاگل پور سے پچھم، ترہت سے دکھن اور ہزاری باغ یارانچی سے اُتر جو گنگا کے جنوباً وشمالاً واقع ہے اور ایک خاص قسم کے بانس کی پیداوار میں مشہور ہے اُس کا ہڈکوارٹر ہے قصبہ مُنگیر جس نے اِس زمانہ میں بھی آبنوسی اشیا کی صنعت اور بندوق سازی میں بڑا نام حاصل کیا ہے۔

قصبہ مُنگیر

یہ قصبہ شہر عظیم آباد پٹنہ سے پورب تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے، اِس کے جانب شمال گنگا بہتی ہے۔

سورج گڈھ

اِسی ضلع مُنگیر میں ایک بڑا قصبہ تھا سورج گڈھ برلب گنگ جو اَب ایک بستی رہ گئی ہے۔ اور اسی قصبہ کے نام پر پرگنہ کا بھی نام تھا اور ہے یعنی پرگنہ سورج گڈھ[ع] یہ قصبہ قصبہ مُنگیر سے تقریباً بیس[۲۰] میل پچھم اور بلدہ عظیم آباد پٹنہ سے انسی میل پورب ہے، سادات بنی فاطمہ کی سکونت مدت مدید سے یہاں چلی آتی ہے یہی میاں صاحب کا وطن ہے۔

میاں صاحب کے والد کا نام

آپ کے والد بزرگوار سید جواد علی مرحوم موضع بلتھوا میں تشریف رکھتے

[ع] آئین اکبری میں ابوالفضل نے بھی اس پرگنہ کو پرگنات سرکار مُنگیر ہی میں لکھا ہے اُس وقت اِس پرگنہ کی آمدنی دو لاکھ ننانوے ہزار چار سو پینتالیس دام نقدی تھی ۱۲

تھے جو سورج گڈھ سے پانچ چھ میل جانب جنوب ہے۔

میاں صاحب کے اجداد سورج گڈھ وغیرہ مقامات میں کیوں کر آئے اور خاندان کا مختصر حال

راجہ اندردون کا حال سلطان قطب الدین ایبک مولانا نورالدین سپہ سالار

راجہ[عہ] اندردون والی اورین نے بجرم گاؤ کشی چند مسلمانوں کو قتل کرا دیا۔ سلطان قطب الدین ایبک[سہ] کو جب دہلی میں یہ خبر ملی تو بعد صلاح و مشورہ کے اُس نے مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کو سپہ سالار بنا کر ساٹھ ہزار افواج قاہرہ کی جمعیت کے ساتھ راجہ مذکور سے جہاد کے لئے اورین کی جانب روانہ کیا۔

سپہ سالار ممدوح نے اُولوالعزم مشائخان کرام اور سادات عظام میں سے ساٹھ افسر منتخب کر ایک ایک ہزار فوج پر ایک ایک جنرل مقرر کر کے اور سب کو ہمراہ لے کر ایک فاتح کمانڈر انچیف کی طرح دہلی سے روانہ ہوئے۔

سید احمد جاجنیری میاں صاحب کے جد اعلیٰ گڑھ اورین لکھی سرائے کھکڑاتال

انہیں جنرلوں میں میاں صاحب کے جد اعلیٰ مولانا سید احمد[للعہ] شاہ جاجنیری[صہ] بھی تھے بعد فتح قلعجات مفصلہ ذیل۔

(۱) گڑھ اورین

(۲) لکھی سرائے

(۳) کھکڑاتال

جب راجہ اندردون شکست فاش کھا کر فرار ہو گیا اور فیروزمندی[ہ] نے عساکر

[عہ] دیکھو تاریخ صوبہ بہار عہد سلاطین اسلامیہ میں اس واقعہ کو جس کا ایک فارسی نسخہ سرکاری لائبریری میں مُنگیر کے موجود ہے اور دوسرا قلمی فارسی نسخہ مولوی لیاقت حسین صاحب وکیل مُنگیر کے پاس موضع اورین میں ہے ۱۲

[سہ] چھنگلیا (انگشت خنصر) ٹوٹی ہوئی تھی اس لئے ایبک کہتے تھے ۱۲ [عہ] آپ کی قبر لکھی سرائے میں موجود ہے ۱۲

[للعہ] آپ کا مزار ہے موضع ندیانواں میں ۱۲ [صہ] جاجنیر ترمذ یا بخارا میں ہے اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد میں ایک محلہ تھا ۱۲ [ہ] مخدوم الملک شیخ شرف الدین علیہ الرحمۃ منیری بہاری کے بعض ملفوظات "خوان نعمت" "تاریخ صلحیٰ" میں مذکور ہے کہ جس وقت یہ لشکر ظفر پیکر جہاد کے لئے اورین جاتا تھا اُس زمانہ میں حضرت مخدوم الملک راج گیر میں چلہ کش تھے اور وہی گذرگاہ فوج تھا۔ مجاہدین کا لشکر جب اُدھر سے گذرنے لگا تو آپ سر راہ آ کر اپنا سینہ مبارک کھولے ہوئے برابر کھڑے رہے تاکہ مجاہدین کے گھوڑوں کی ٹاپ کی گرد سینہ پر پڑے اور آپ نے اُس گرد کو خوب اچھی طرح سے سینہ پر ملا راقم کے نزدیک تو یہ واقعہ بھی فتح مندی کا پیش خیمہ تھا ۱۲

اسلامیہ کے قدم چومے تو افسران فوج کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو ممالک مفتوحہ میں اپنی مرضی کے مطابق سکونت اختیار کر سکتے ہیں **سید احمد جاجنیری** نے موضع ایکساری میں سکونت اختیار کی۔

آپ کے چار بیٹے تھے اور سب کثیر الاولاد۔ اُن میں سے ایک تو ایکساری میں رہے جن کی اولاد میں **میاں صاحب** تھے اور بقیہ تین صاحبوں نے قریب ہی قریب مختلف مقامات اور بستیوں میں توطّن اختیار کیا۔ کوئی تو گنگا پار چلا گیا کوئی اورین میں رہا اور کسی کی اولاد نے بارہ گیان میں اقامت اختیار کی جس میں داخل ہیں مفصلہ ذیل بارہ بستیاں؎۔

(۱) ایکساری (۲) مُٹینڈا (۳) مانے (۴) چوارہ

(۵) حسین آباد (۶) کٹنی کول (۷) جمواڑہ (۸) پتھر ہٹا؎۲

(۹) کونڈا (۱۰) نبجے پور (۱۱) بروئی (۱۲) جنڈھاری (جڑھیاری)

سید جان محمد غازی جو اورین میں رہتے تھے اُن کی اولاد میں سے کوئی تو بلتھوا میں جا بسا، کوئی اجھرہ میں، کوئی علی نگر میں، کوئی مولانگر میں اور کوئی سورج گڈھ میں

میاں صاحب کے چچاؤں کا ذکر

میاں صاحب کے والد ماجد سید جواد علی کئی پشتوں سے موضع **بلتھوا**؎۳ میں رہتے تھے اور ان کے تین حقیقی بھائی بھی تھے ایک کا نام تھا سید چندو دوسرے کا نام سید عیدو اور تیسرے کا نام سید کلب علی مگر لکھنے پڑھنے میں قابل **میاں صاحب** کے والد ہی تھے اور فارسی دانی میں ممتاز بین الاقران۔

؎ یہی وجہ تسمیہ ہے بارہ گیان کی ۱۲ ؎ میاں صاحب کی بڑی بہن کی شادی اسی موضع میں ہوئی تھی، میاں صاحب صرف انہیں سے چھوٹے تھے اور سب بھائی بہنوں میں سب سے بڑے ۱۲

۳؎ سید احمد جاجنیری کی اولاد نے بیشتر یہیں سکونت اختیار کی اور وہ سیدوں کی بستی خیال کی جاتی تھی یہ علی نگر اور اورین کے درمیان واقع ہے، مگر افسوس کہ اب ایک سید کا گھر بھی وہاں نہیں ہے بلکہ صرف جلاہوں کے چند گھر ہیں میاں صاحب کے والد کا انتقال بھی اسی موضع میں ہوا اس وقت تک میاں صاحب دلّی سے وطن کی طرف کبھی واپس آئے ہی نہ تھے آپ کے دونوں چھوٹے بھائی مولوی سید سجاد حسین اور مولوی سید توسل حسین بعد وفات اپنے والد ماجد کے سورج گڈھ چلے آئے، میاں صاحب نے اپنے والد کی موت کی خبر جب دہلی میں پائی تو فوراً وہاں سے معاودت کی اور وطن پہنچے بلتھوا میں کوئی رہتا ہی نہ تھا اس سبب سے سورج گڈھ ہی میں ٹھیرے مگر اپنے والد کے مزار کی زیارت اور دعاء مغفرت کے لئے بلتھوا گئے اس کے بعد اکثر تشریف لائے اور جب آئے تو سورج گڈھ میں ٹھیرے ۱۲

سنہ ولادت کی تحقیق اور تطبیق

سنہ ولادت

ولادت کی تاریخ اور مہینہ تو کسی طرح معلوم ہی نہ ہو سکا، مگر سنہ معلوم ہوا وہ بھی اختلاف روایت کے ساتھ۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو دس برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اس حساب سے سنہ ولادت ہوتا ہے بارہ سو گیارہ ہجری۔ ایک دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے سنہ ۱۲۱۲ ہجری۔

ایک تیسری تحریر سے معلوم ہوتا ہے سنہ ۱۲۰۹ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۶ ہجری مگر میرے پاس کافی وجوہ[ع] اس کے موجود ہیں کہ **میاں صاحب** کا صحیح **سنہ ولادت** سنہ ۱۲۱۲ فصلی مطابق سنہ ۱۲۲۰ ہجری موافق سنہ ۱۸۰۵ عیسوی ہے۔

نسب

نسب

آپ دادہال اور ننہیال دونوں ہی جانب سے نقوی حسینی ہیں کیوں کہ دونوں نسب نامے **سید احمد جاجنیری** سے ملتے ہیں **میاں صاحب** چونتیسویں پشت میں جناب **امیر علیہ السلام** کے ہیں اور **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** سے پینتیسویں، حسن اتفاق یہ ہے کہ حضرت امام حسن رض اور امام مہدی آخر الزماں علیہما السلام کے سوا اس سلسلۂ نسب میں دس امام موجود ہیں۔

ع منجملہ اُن وجوہ کے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ نے سفر شروع کیا سترہ برس کی عمر میں یعنی سنہ ۱۲۳۷ ہجری میں جیسا کہ خود ایک تحریر میں لکھتے ہیں "منت مرخدائے را کہ بہ توفیقہ ایں عاجز بے نوا بہ عمر شانزدہ سالگی یا ہفتدہ سالگی کہ ازیں کم وبیش نہ بود بہ قصد تحصیل علوم رہگرائے سفر بود" اور سید احمد صاحب اور مولانا شہید سے پہلی ملاقات اسی سنہ ۱۲۳۷ھ میں ہوئی پٹنہ میں جس کا مفصل بیان آیندہ آئے گا اور آپ موضع خواجہ پھول میں پہنچے ۵ رجب سنہ ۱۲۳۷ھ میں جہاں تاریخ ورود آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی ابھی تک موجود ہے سنہ ۱۲۳۷ میں سے سترہ برس نکال دیئے جائیں تو بلا اختلاف روایت سنہ ۱۲۲۰ رہتے ہیں ۱۲ منہ

شجرہ

شجرہ

۱ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء — امیر المومنین علی بن ابی طالب زوج بتول

۳ امام حسین علیہ السلام

۴ امام زین العابدین

۵ امام محمد باقر

۶ امام جعفر صادق

۷ امام موسیٰ کاظم

۸ امام موسیٰ رضا

۹ امام محمد تقی

۱۰ امام محمد نقی

۱۱ امام حسن عسکری

۱۲ سید ابوالفرح

۱۳ سید فُضیل

۱۴ سید افضل

۱۵ سید داؤد

۱۶ سید محمود

۱۷ سید محمد

۱۸ سید احمد جاجنیری

	دادہال	ننہیال	
۱۹	سید جمال الدین	سید حیدر باکھ	۱۹
۲۰	سید رکن الدین	سید حاتم	۲۰
۲۱	سید زیرک	سید محمود	۲۱
۲۲	سید بزرگ	سید محمد	۲۲

نمبر			نمبر
۲۳	سید یونس الحاج	سید خداوند	۲۳
۲۴	سید بدھن	سید منجھن	۲۴
۲۵	سید معروف	سید الہ داد	۲۵
۲۶	سید چاند	سید جان	۲۶
۲۷	سید ہاشم	سید سفونی	۲۷
۲۸	سید قطب الدین	سید بایزید	۲۸
۲۹	سید محبوب	سید نصیبو	۲۹
۳۰	سید ماہرو	سید زین الدین	۳۰
۳۱	سید محمد	سید غلام محی الدین	۳۱
۳۲	سید الہ بخش	سید سیف الدین	۳۲
۳۳	سید عظمت اللہ	سید کلیم اللہ	۳۳
۳۴	سید جواد علی	بی بی شاکرہ	۳۴
		بی بی نصیحن	۳۵

سید محمد نذیر حسین

خاندان کا حال

میاں صاحب کا خاندان علم و فضل دولت اور وجاہت میں پہلے سے ممتاز تھا۔

آپ سے کئی پشت اُوپر کا حال جہاں تک معلوم ہوا ہے اُس سے اچھی طرح پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ تاریخی آدمی تھے اور اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے عہد سے خدمت قضا پر مامور تھے جو ایک روشن دلیل ہے علم کے ساتھ عالی خاندانی کی۔

عہدہ قضا

یوں تو دادہال اور ننہیال دونوں کے نسب نامے سید احمد جاجنیری سے ایک ہو جاتے ہیں، اور وہ تھے کون؟ اوپر اس کا بیان گذر ہی چکا کہ ایک ہزار سپاہ کے کمانڈر اور جنرل تھے۔

اس کے بعد یہ قیاس نہایت ہی صحیح ہے کہ اُن کے بعد پشتوں تک اُن کی اولاد بحیثیت ایک فاتح جنرل کی اولاد ہونے کی نہایت ہی معزز اور محترم

سمجھی جاتی ہوگی۔
مگر عہدۂ قضا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے غالباً سید بایزید سے جو آپ کے اجداد مادری میں ہیں اور جن کے اور آپ کے درمیان سات واسطے اور ہیں۔
عالمگیر کے وقت سے اس وقت تک اسی خاندان میں کابراً عن کابرٍ یہ عہدہ چلا آتا ہے انہیں قضاۃ میں ہیں قاضی سید وجیہہ الدین، قاضی سید جمال، قاضی سید عبد النبی، قاضی مولوی سید عنایت اللہ عے مدرس مدرسہ شاہی دہلی، مولوی محمد اعظم، قاضی مولوی محمد سالم، قاضی سید امام علی اور قاضی سید محمد اکبر غازی جن کے نواسے ہیں قاضی سید حفیظ الرحیم جو آج کل رولر سب رجسٹرار عے ہیں محمد آپر گنہ سورج گڈھ میں۔
عہدۂ قضا کی دو سندیں ایک اورنگ زیب عالمگیر اور دوسری شاہ عالم بادشاہ کی درج ذیل ہیں۔

نقل فرمان عہدۂ قضا عطیہ ابو المظفر محمد محی الدین عالمگیر بادشاہ غازی مسجل بہ طغرا و مہر

عے ان کو بادشاہ دہلی کی طرف سے پرگنہ سورج گڈھ میں بائیس موضع جاگیر میں ملے تھے جس کے ایک آنے کی آمدنی آغاز تیرھویں صدی ہجری میں پانسو روپیہ سالانہ تھی باوجودیکہ اُس وقت لگان بہ نسبت اِس زمانہ کے بہت ہی کم تھی۔
عے گورنمنٹ انگلشیہ کے زمانہ میں جن کا لقب قاضی اور قاضی القضاۃ تھا اُن کے متعلق کام سپرد ہوا یعنی رولر سب رجسٹرار، اور اسپیشل سب رجسٹرار یا رجسٹرار کا اسی لئے غدر ۱۸۵۷ء سے چند برسوں بعد قاضی وغیرہ کی جگہ رولر سب رجسٹرار وغیرہ ہی کا لقب قائم کیا گیا۔ مگر سلاطین اسلامیہ کے زمانہ میں قاضی کا عہدہ مماثل تھا ڈسٹرکٹ اور سیشن جج کے عہدہ کے ۱۲۔

نقل مہر شاہی
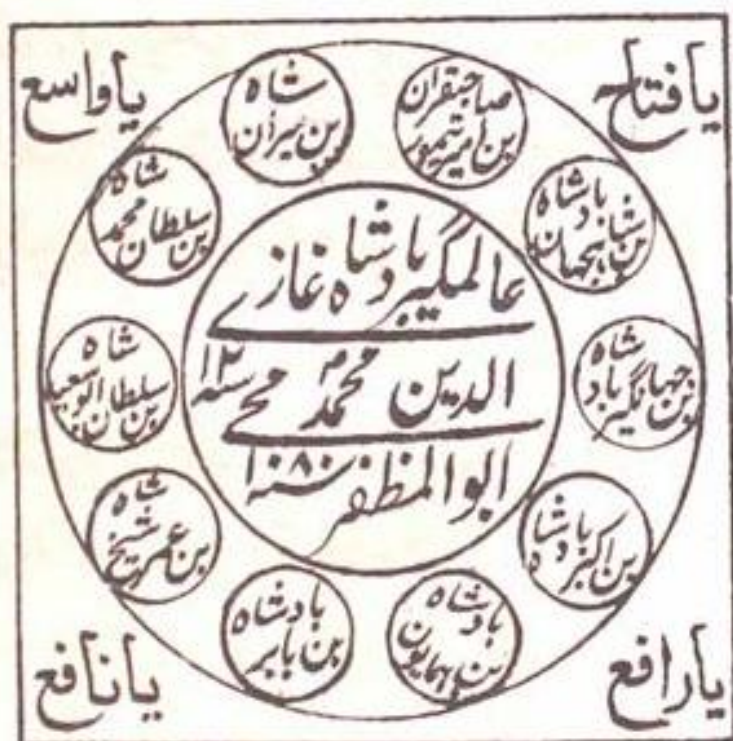
دریں وقت فرمان والاشان صادر شد کہ خدمت قضایا پرگنہ سورج گڈھ و کجرہ تابع سرکار مونگیر متعلق صوبہ بہار از انتقال عبد النبی بہ سید عنایت اللہ پسرش و موازی چہل بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ سنگھول تابع سرکار مذبور بشرط خدمت و عدم اخذ مہرانہ و نکاحانہ در وجہ مدد معاش او حسب الضمن

مقرر باشند کہ بلوازم و مراسم آں کما ینبغی پردازد و در نشر شرعیات و قطع و فصل قضایا و معاملات و رفع و دفع دعاوی و خصومات و عقود انکحہ بلاولی و قسمت ترکات و کتابت صکوک و سجلات و تحریص و ترغیب مردم بہ طاعات و عبادات و اجراے حدود و تعزیرات و اقامۂ جمعہ و جماعات و تحقیق اموال غیب و ایتام و تعین اوصیا و نصب قوام مقرر نمودن نائب متدین طالب العلم مساعی موفورہ بتقدیم رساند باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریاں حال و استقبال اورا قاضی آں محالات دانند و زمین مذبور را پیمودہ و چک بستہ بہ تصرف او بازگذارند و اصلاً و مطلقاً تغیر و تبدیل بداں راہ نہ دہند۔ و بعلت مال و جہات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیکارو شکار و مقدمے و قانون گوئی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکسیر زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالباب سلطانی مزاحم نہ شود و دریں باب ہر سال سند مجدد نہ طلبند و اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشند آں را اعتبار نہ کنند طریق جمہور سکنہ و متوطنین پرگنات مسطور آنکہ خطوط و قبالات و صکوک و سجلات را بخط و مہر او معتبر شمرند غرہ شعبان سال سی و یکم جلوس والا قلمی شد

واضح ہو کہ یہ عبارت اس سند کی پشت پر بعینہٖ مرقوم تھی اور مزین بہ مہر مگر بسبب اس کے کہ مہر نہیں پڑھی جاسکی اس لئے اُس کی نقل نہیں کی گئی

شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز چہار شنبہ بست و ششم شہر جمادی الآخر ۳۱ جلوس والا موافق ۱۰۹۹ سنہ ہجری مطابق ہشتم اُردی بہشت ماہ رسالہ صدارت و مشیخت پناہ فضیلت و کمالات دستگاہ سزاوار مرحمت و احسان صدر منیع القدر فاضل خان و نوبت واقعہ نگاری کمترین بندہ درگاہ خلائق آرامگاہ محمد ساقی قلمی می گردد سید عنایت اللہ ولد سید عبدالنبی از نظر اقدس اعلیٰ گذشت و بعرض مقدس معلی رسید کہ پروانگی بہ مہر و دستخط مشیخت و فضیلت پناہ فضائل خاں رسیدہ کہ بموجب التماس محمد شفیع وغیرہ سکنہ پرگنہ سورج گڈھ و پرگنہ گجرہ سرکار مونگیر صوبہ بہار بعرض والا رسید کہ از مدتے عبدالنبی قاضی پرگنات مسطور فوت شدہ و بدون قاضی معاملات شرعیہ فیصل نمی یابد حکم والا اشرف نفاذ یافت کہ بندہ بر تقدیر وقوع قاضی دیگر بعرض مقدس رسانیدہ مقرر نماید حقیقت بدیں منوال ست کہ در پرگنہ سورج گڈھ و پرگنہ گجرہ

سرکار مونگیر مذکور قاضی از حضور پرنور تعین نشدہ و محضر بمہر مردم رسیدہ کہ سید عبدالنبی قاضی سوروتی پرگنات مسطورہ رو بتعین حیات سپرد و سید عنایت اللہ پسر متوفی بحضور پرنور رسیدہ طالب علم ست ہر چہ فرمان شود حکم جہان متاع عالم مطیع صادر شد کہ خدمت قضا پرگنات مرقومہ مع سواد قصبات و قریات متعلقہ آں از انتقال سید عبدالنبی متوفی مشار الیہ و موازی چہل بیگہہ زمین اُفتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ سنگھول سرکار مونگیر مذکور مادامیکہ قاضی باشد بشرط عدم اخذ مہرانہ و نکاحانہ در وجہ مدد معاش او مرحمت فرمودیم و نیز حکم شد در جائیکہ خود نرسد نائب متدین طالب علم تعین می کردہ باشد و اگر در محال دیگر چیزے داشتہ باشد آں را اعتبار نکنند واقعہ ۸ ر جمادی الآخرہ سنہ ۳۱ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد شرح خط معتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنت السنیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار اوصاف رحمت خان شجاعت نشان جملۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعہ نماید۔ شرح خط صدارت و مشیخت و فضیلت و کمالات دستگاہ سزاوار مرحمت و احسان صدر منبع القدر فاضل خان آنکہ داخل واقعہ نماید شرح خط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح خط عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان جملۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند شرح خط سیادت و فضیلت پناہ قابل احسان سعادت خان آنکہ دوازدہم شہر رجب سنہ ۳۱ جلوس والا مکرر بعرض مقدس رسید شرح خط خان شجاعت نشان جملۃ الملک مدار المہام آنکہ فرمان عالی شان قلمی نماید۔

نقل فرمان عہدۂ قضا عطیہ شاہ عالم بادشاہ غازی

فرمان عہدۂ قضا عطیۂ شاہ عالم بادشاہ غازی

۱۱۷۵ شاہ عالم
بادشاہ غازی
فدوی
منجم خان صدر

گماشتہاے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ سورج گڈھ سرکار

فرخ آباد و صوبہ بہار آنکہ چون بموجب پروانہ حسب الحکم الاعلیٰ بمہر امارت و سیادت مرتبت
صدر الصدور عبد اللہ خان بہادر مرخان مرقوم دوازدہم شہر صفر ۲ جلوس منصب
قضاے پرگنہ مسطور مع سواد و قصبہ و قریات متعلقہ از تغیر سید مصاحب علی بسید
محمد سالم ولد سید وجیہ الدین مقررست چنانچہ اسناد اکبر علی خان وغیرہ صدور سابق
بدست دارد و دریں ولا از تصدیق معتبر معلوم شد کہ مشار الیہ حی و قائم بنا بر آں
بہ تصحیح رسانید کہ کما ینبغی بلوازم آن قیام نمودہ در فصل قضایا و خصومات و اجراے
حدود و تعزیرات و اقامت جمعہ و جماعات و ترغیب مردم بہ طاعات و انکاح من لا
ولی لہ و قسمت ترکات و حفظ اموال غیب و ایتام و تعین اوصیا، نصب قوام مساعی
موفور بہ تقدیم رساند باید کہ مشار الیہ را قاضی پرگنہ مسطور مستقل دانستہ دست
تصدی اورا در امور متعلقہ آن خدمت مستقل دانند و دیگرے را سہیم و شریک او
نگردانند و صکوک سجلات را بمہر او معتبر شمارند دریں باب قدغن لازم دانستہ
تخلف نورزند تحریر بتاریخ شانزدہم ربیع الاول ۲ مطابق ۱۱۳۵ھ

طفولیت

طفولیت

بچپن کے زمانہ کا کوئی واقعہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر معلوم نہیں ہوتا
سوائے اس کے کہ کھیلنے کا شوق حد سے زیادہ تھا۔ تیرنے دوڑنے گھوڑا چڑھنے
میں مشاق تھے اور پڑھنے لکھنے کی طرف سے سخت بدشوق عجب نہیں کہ عنفوان
شباب تک اسی آزادی کے کھیل اور جمناسٹک کی مشق نے میاں صاحب
کی صحت پر اچھا اثر کیا ہو جس سے قویٰ شگفتہ ہو گئے۔
کیوں کہ آخر آخر تک وہ نہایت ہی جفاکش، صابر، محنتی اور زندہ دل
رہے۔

پڑھنے کی جانب میلان

پڑھنے کی جانب کیوں کر میلان ہوا؟

اور ابتدائی تعلیم

میاں صاحب کے والد ماجد کے پاس اکثر ایک برہمن آتا جاتا تھا ایک

روز اُس نے میاں صاحب سے کہا کہ "میاں تم اِتنے بڑے ہوگئے اور کچھ پڑھا نہیں دیکھو تمہارے خاندان میں سب لوگ مولوی ہیں اور تم جاہل ہو"
آپ کی سیدھی سادھی طبیعت پر یہ جملہ نشتر یا جادو کا کام کرگیا جس سے طبیعت پڑھنے کی طرف دفعتاً مائل ہوگئی۔
آپ کے والد ماجد کو فارسی میں اچھی دستگاہ تھی اس لئے فارسی اُنہوں نے پڑھائی اور جب فارسی کی درسی کتابیں نکل گئیں تو عربی کی ابتدائی کتاب بھی شروع کرادی۔

وطن چھوڑ کر باہر جانے کی وجہ

وطن چھوڑ کر باہر جانے کی کیا وجہ ہوئی اور کس عمر میں وطن چھوڑا

اِس وقت ہمارا ہیرو اپنی عمر کی سولھویں سالانہ منزل طے کرکے سترھویں میں قدم رکھ رہا ہے اور پڑھنے کے شوق میں طبیعت بے چین ہورہی ہے چاہتا ہے کہ علم کو کس طرح گھول کر پی جائے، دنیا کے تعلقات سے بالکل آزاد ہے، مختلف طرح کے منصوبے ذہن میں آرہے ہیں جس سے کبھی تو اُس کی ہمت بڑھتی ہے کبھی پست ہو جاتی ہے، کبھی سفر کا ارادہ کرتا ہے مگر تہیدستی اور ناداری مایوسی کی تصویر بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے پھر دل کو مضبوط کرتا اور ہمت باندھ کر دل ہی دل میں پڑھتا ہے ؎

کیا پڑا ہے دیر کے ٹکڑوں پہ میر	اُٹھ کے کعبہ چل خدا رزّاق ہے

اب اُس کی حالت ایسی ہورہی ہے کہ یقدم رجلا ویوخر اُخرے سخت حیص بیص میں ہے نہ تو اپنے راز کو ظاہر کرسکتا ہے نہ چپ رہ سکتا ہے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد	وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اسی خلجان میں وہ اپنے ایک ہم عمر طالب العلم مولوی بشیر الدین عرف مولوی امداد علی سے مشورہ کرنا چاہتا ہے باتوں ہی باتوں میں ملاتا ہے اور امتحان کرنا چاہتا ہے کہ اس میں راز داری کا مادہ ہے یا نہیں، دو چار دن جب اس پر

گذرتے ہیں تو امید بندھتی ہے کہ یہ رازداری کرے گا اب اُس کو تخلیہ میں لے جا کر کہتا ہے کہ یار ہم تم سے ایک بات کہنا چاہتے ہیں بشرطیکہ اُس کو ظاہر نہ کرو اور میرا ساتھ دو وہ اس کو منظور کرتا ہے اور مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہے اب اس پیمان کو وہ قسم سے موثق کراتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائی میرا دل پڑھنے کے لئے بے چین ہو رہا ہے ہم یہاں سے بھاگنا چاہتے ہیں، ایک منٹ بھی اب میرا دل یہاں نہیں لگتا گھر کاٹے کھاتا ہے۔

طبیعت میں اُلجھن اور جی میں سخت وحشت ہو رہی ہے، اِس بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ ان باتوں کو سننے کے ساتھ ہاتھ بڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یار یہ تو میرے دل ہی کی بات کہی میں بھی اسی فکر میں پریشان ہو رہا ہوں، چاہتا تھا کہ تم سے مشورہ کروں مگر پھر ہمت نہ ہوئی دل میں خیال آیا کہ کہیں بات کھُل گئی تو بہت پٹیں گے، لو خدا حافظ اب دیر کیا ہے، کھانا کھا کر جب سب سو جائیں گے میں اپنی گٹھری بغل تلے دابے نکل کھڑا ہوں گا، تم بھی چلے آنا مگر دیکھنا کتاب کی گٹھری نہ چھوٹنا اور یار جو پہلے گھر سے نکلے وہ گانوں کے پچھم پیپل والے پیڑ کے نیچے انتظار کرے دونوں جب وہاں پہنچ جائیں تب ساتھ چلیں، خوش قسمتی سے رات بھی اندھیری ہے کسی کو پتہ بھی نہ لگے گا اور رستہ ادھر کا دیکھا ہوا ہے صبح ہوتے ہوتے پانچ چھ کوس نکل جائیں گے پھر پکڑتا کون ہے اور پتہ کس کو لگتا ہے۔ قصہ مختصر حسب قرارداد مذکورہ دونوں اُسی رات گھر سے چل نکلتے ہیں۔

وطن سے روانگی

صوبہ بہار کا مدینۃ العلم اُس وقت سمجھا جاتا تھا عظیم آباد پٹنہ اور طلبہ کی بھاگ دوڑ وہیں تک محدود تھی، دونوں آدمی ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں موضع بلتھوا سے بھاگ کر پٹنہ صادق پور پہنچے اور محلہ نمو ہیا ان میں شاہ محمد حسین صاحب مرحوم کے مکان پر ٹھہرے یہاں اکثر طلبہ کی جاگیریں بھی تھیں اور نو وارد طلبہ کے لئے جاگیروں کا بندوبست بھی فوراً کر دیا جاتا تھا اور درس بھی دیا جاتا تھا۔

عظیم آباد پٹنہ پہنچنا شاہ محمد حسین مرحوم کے مکان میں ٹھہرنا

میاں صاحب تقریباً چھ مہینے یہاں ٹھیرے اور غالباً ترجمہ قرآن اور مشکوٰۃ پڑھا۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی کا پٹنہ پہنچنا

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا وعظ بانکی پور میں سننا اور دہلی جانے کا خیال پیدا ہونا

سید احمد علیہ الرحمہ بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید رح وغیرہ تین سو سے زیادہ آدمیوں کے قافلے کے ساتھ یکم شوال ۱۲۳۶ھ کو بعد نماز عید الفطر سفر حج کے ارادے سے بریلی سے روانہ ہوئے وہاں سے دلمئو، الہ آباد، مرزا پور، ہوتے ہوے اور ہر جگہ کئی کئی ہفتے قیام کرتے بنارس پہنچے۔ عید الضحیٰ کی نماز بنارس میں پڑھی اور ایک مہینہ بنارس میں ٹھیرے۔

محرم ۱۲۳۷ھ میں بنارس سے روانہ ہوئے غازی پور، زمانیہ، داناپور وغیرہ ہوتے ہوے اور ان شہروں میں ہر جگہ کہیں ہفتہ کہیں دس روز اور کہیں دو ہفتہ قیام کرتے ہوئے کئی مہینوں کے بعد عظیم آباد پٹنہ پہنچے اور پندرہ روز یہاں بھی ٹھیرے یہی زمانہ تھا میاں صاحب[ے] کے پٹنہ آنے کا، سید صاحب کا قافلہ گول گھر کے سامنے ٹھیرا تھا اور لین کے میدان میں جمعہ کی نماز ہوئی تھی اور مولانا شہیدؒ نے وعظ فرمایا تھا۔

مولانا شہید رح کا وعظ

میاں صاحب فرماتے تھے کہ "ہم اُس وعظ و نماز میں شریک تھے سارا میدان لین کا آدمیوں سے بھرا ہوا تھا، پہلی ملاقات سید صاحب اور مولانا شہیدؒ سے یہیں پٹنہ میں ہوئی"

معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب اور مولانا شہیدؒ کی پانزدہ روزہ صحبت اور وعظ کی برکت سے **میاں صاحب** کو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔

کیوں کہ اُس وقت دہلی میں جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز (مولانا شہیدؒ کے خاندان کے افسر اعلیٰ، سید احمد صاحب کے پیر اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک اسلامی کے زبردست امام) بھی زندہ اور موجود تھے

[ے] تخمیناً معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت سید صاحب سفر حج کے لئے بریلی سے روانہ ہوے اتفاقاً اُسی زمانہ میں میاں صاحب بھی سورج گڈھ سے چلے ۱۲

دہلی کی روانگی

سید صاحب اپنے قافلے سمیت بعد دو ہفتہ کے پٹنہ سے لبسواری کشتی سورج گڈھ مونگیر، بھاگل پور اور مرشد آباد ہوتے ہوئے کلکتہ روانہ ہوگئے اور میاں صاحب غالباً اُسی کے تھوڑے ہی دنوں بعد بہ قصد دہلی عظیم آباد سے پچھم روانہ ہوئے۔

سیّد احمد صاحب اور میاں صاحب سے سورج گڈھ میں ملاقات کا نہ ہونا

سید احمد صاحب اور میاں صاحب سے سورج گڈھ میں ملاقات کا نہ ہونا

سید صاحب کی دعوت حج کو جاتے وقت بھی سادات سورج گڈھ نے کی تھی اور پندرہ روز وہاں قافلہ ٹھیرا تھا اور حج سے لوٹتے وقت بھی سورج گڈھ میں ٹھیرے تھے، اسی بنا پر بعض لوگوں نے یہ قیاس کیا ہے کہ مولانا شہید اور سید صاحب سے میاں صاحب کی ملاقات سورج گڈھ میں ہوئی ہوگی۔ مگر تاریخی شہادت اس قیاس کی مخالف ہے کیوں کہ ۱۲۳۷ھ کی پہلی ہی سہ ماہی میں سید صاحب پٹنہ پہنچے اور میاں صاحب شریک نماز و وعظ رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب سورج گڈھ چھوڑ چکے تھے اور اُس وقت پٹنہ میں تھے۔

اور یہ گمان تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ پہلی ملاقات میاں صاحب کی سید صاحب سے سورج گڈھ میں ہوئی ہو جب وہ حج کو جا رہے تھے اور دوسری ملاقات پٹنہ میں ہوئی ہو جب سید صاحب حج سے واپس آرہے تھے کیوں کہ ۵ رجب ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۸۲۳ء بدھ کے دن میاں صاحب اثناء سفر دہلی میں تحصیل بھوگنی پور موضع خواجہ پھول کی مسجد میں فرود ہوئے تھے جہاں اُن کے ورود کی تاریخ اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس وقت تک موجود ہے، اور سید صاحب نے سفر حج شروع کیا یکم شوال ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۔ جولائی ۱۸۲۱ء روز دوشنبہ کو اور بریلی واپس پہنچے ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ مطابق ۳۰۔ اپریل ۱۸۲۴ء روز جمعہ کو دو برس گیارہ مہینوں کے بعد۔

اب یہ بات صاف ہوگئی کہ سید صاحب کے سورج گڈھ پہنچنے کے دونوں ہی وقتوں میں میاں صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ جاتے وقت تو پٹنہ میں تھے

جہاں وعظ سنا اور دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا اور حج سے لوٹتے وقت میاں صاحب اثنار راہ دہلی میں تھے۔

پٹنہ سے دہلی روانہ ہونا، رستہ میں مختلف مقامات میں ٹھیرنا، راہ کے دل چسپ واقعات دہلی پہنچنا، چند روز تک ایک ہم وطن کے ساتھ رہنا اور پھر پنجابی کٹرے کی مسجد اورنگ آبادی میں مستقل قیام

۱۲۳۶ھ میں میاں صاحب پٹنہ سے دہلی کی جانب اپنے ہم سفر رفیق مولوی امداد علی[1] سورج گڈھی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

غازی پور پہنچنا

غازی پور پہنچ کر چندے قیام کیا اور کچھ ابتدائی کتابیں مولوی احمد علی صاحب مرحوم چریا کوٹی سے پڑھیں جو اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء سے تھے وہاں سے بنارس پہنچے اور وہاں بھی قیام کیا بنارس میں ایک کتاب نو روپیے میں بیچ کر ایک چھوٹا ٹٹو خرید کیا اور وہاں سے الہ آباد روانہ ہوئے۔

بنارس پہنچنا

الہ آباد پہنچ کر قیام کرنا اور پڑھنا

الہ آباد میں پہنچ کر اس مسجد میں جو جمنا کے کنارے واقع تھی چندے قیام کیا اور پھر شاہ اجمل کے دائرہ میں فروکش ہوئے۔

ابتدائی کتابیں صرف و نحو کی مثل مراح الارواح، زنجانی، نقود الصرف، جزولی، شرح مائۃ عامل، مصباح، ضریری اور ہدایۃ النحو وغیرہ علماء الہ آباد

[1] یہ حضرت راہ میں کہاں سے جدا ہوئے اور کب دہلی پہنچے اس کا پتہ نہیں چلتا مگر دہلی میں میاں صاحب سے غالباً پہلے پہنچے اور میاں صاحب دہلی پہنچ کر کچھ دنوں انھیں کے ساتھ رہے اور یہ بزرگ بعد فراغ اپنے گھر سورج گڈھ واپس چلے آئے ۱۲

سے پڑھیں اور سات عہ آٹھ مہینے وہاں ٹھیرے۔

اِس کے بعد قدرتی طور پر یہ خیال آیا ہوگا کہ ہنوز دہلی دور ست جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے اگر ملاقات نہ ہوئی تو سخت افسوس ہوگا آپ وہاں سے کوڑا من اعمال ضلع فتح پور پہنچے اور آہستہ آہستہ چلتے پھرتے ٹھیرتے ضلع کان پور میں وارد ہوئے پھر ضلع فرخ آباد کی طرف چلے گئے، غرض اسی طرح راہ بے راہ سفر ہو رہا تھا کہ ضلع کان پور میں مکرر پہنچے اور موضع خواجہ پھول تھانہ سکندرہ تحصیل بھوگنی پور کے قلعہ کے اندر جہاں آبادی ہے قیام فرمایا۔

موضع خواجہ پھول میں وردد ۵ ر رجب ۱۲۳۶ھ کو

خواجہ پھول کا وہاں مزار ہے اُس کے پاس والی مسجد میں ٹھیرے اور بدستخط خاص دیوار جانب جنوب کی جھنجریوں پر لکھ دیا۔

بندہ فقیر امروز وارد مسجد ہذا شد عبدہ سید محمد نذیر حسین سورج گڈھی
المرقوم فی التاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۳۶ھ ہجری

عہ مولوی سید عبدالعزیز ساکن صمدن ضلع فرخ آباد کو میاں صاحب اپنے ایک خط میں اپنے زمانہ طالب علمی الہ آباد کی کیفیت لکھتے ہیں "بخدمت عبدالعزیز سلمہ، السلام علیکم از تحریر ایشاں بوضوح پیوست کہ بہ ضلع الہ آباد رسیدند خوب شد لب جمن مسجدے ست کہ بہ ایام طلب علم چندے بسر کردہ ام در آں جا از مولوی زین العابدین صاحب مرحوم مغفور صحبت درس و تدریس گرم می بود و از چند اصحاب دوا ز ہم جلسہ مذاکرہ باہنما کشیدہ بود وقتیکہ ازاں سو در گذرند ضرور بینند کہ حال مسجد چیست شنیدہ ام کہ در ایام بلوہ از بیخ و بن برکندیدند یا کہ از توپ پرانیدند در دائرہ شاہ محمد اجمل مفتی اسد اللہ تشریف می دارند یا کہ بہ جون پور مقیم شدند موسی الیہ قاضی عدالت نصرانیہ بودند و حالا علوفہ از سرکار می یابند شاہ فخرالدین راہم دیدہ بودم طبیب کہنہ مشق و بسیار زیرک و فرزانہ بودند بزنگارند کہ کجا ہستند ڈاکٹر مولوی سید محمد عسکری ڈپٹی بسیار مرد با خدا و متبع کتاب و سنت ہستند ازیں پیش بہ تقریبات ڈپٹی صاحب در کٹرہ رفتہ ام ایشاں حافظ ولایت حسین را دیدہ اند فرزانہ جوان صالح ست بالضرور از مولوی صاحب موصوف ملاقات نمایند و طریقہ اخوت اسلامی جاری کردن منتج نتائج احسن ست وقتے کہ بہ نیت روانگی رحیم آباد عہ بہ الہ آباد خواہم رسید ایشاں را اطلاع خواہم داد۔ والسلام مع الاکرام

الراقم العاجز
سید محمد نذیر حسین عفی عنہ"

عہ رحیم آباد ضلع دربھنگہ سب ڈویژن سمستی پور میں ایک چھوٹی سی بستی ہے مظفر پور سے چھبیس ۲۶ میل پورب اور دکھن کی جانب اس وقت وہاں کے رئیس امام المناظرین مولانا مولوی عبدالعزیز سلمہ خلف الصدق شیخ احمد اللہ صاحب مرحوم ہیں ۱۲

سید عبدالعزیز جب بھوگنی پور کے تحصیل دار ہوکر وہاں گئے تو اس یادداشت کی خبر میاں صاحب کو دی، اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ "میں بھی ایام طلب علم میں کوڑا ہوکر تمہارے اسی علاقہ سے گذرا تھا تم نے لکھا ہے کہ "موضع خواجہ پھول کے قلعہ کی مسجد میں کوئی یادداشت ورود فقیر کی بقلم فقیر تحریر ہے" بے شک ہوگی ذرا اس کو کسی وقت پڑھ کر نقل کرلینا جس سے ماہ وسن وغیرہ دریافت کرلینے سے تم کو انتباہ ہوگا۔ میں ایک ٹٹو پر تھا ایک طالب علم[a] بھی میرے ساتھ تھے شوق کتاب بینی[b] اس وقت زیادہ تھا اور تمہاری طرح غصہ وری اور جلد بازی بھی مجھے زیادہ تھی اب کیا ہے فقیر ٹھنڈا ہوگیا تم بھی زیادہ عمر پاؤ گے عیال کا بوجھ زیادہ ہوگا سب این وآں طاق پر رکھی رہ جائے گی"

کتاب بینی، غصہ وری، جلد بازی،

المختصر اس علاقہ سے بھی آپ رخصت ہوئے۔

اور آہستہ آہستہ راہ بنے راہ سفر کرتے ٹھیرتے ۱۳ رجب[c] ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۳۰۔ جنوری ۱۸۲۸ء بدھ کے دن دہلی پہنچے مگر ایک مدت مدید میں پہنچے

---

[a] غالباً یہ وہی ہم سفر بزرگ مولوی امداد علی صاحب سورج گڈھی تھے۔ یہاں تک تو برابر ان کا ساتھ رہنا پایا جاتا ہے ۱۲

[b] اس تحریر اور نیز بعض اَور تحریروں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کتب بینی کا شوق بہت تھا مگر عربی کی استعداد جہاں تک تھی اُس کا حال تو معلوم ہی ہوچکا پھر وہ کتابیں دیکھتے تھے کس قسم کی اس کا کچھ ذکر نہیں اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ فارسی میں گھر ہی سے اچھی مہارت تھی اس لئے قیاس اسی کا مقتضی ہے کہ وہ فارسی ہی کتابیں مطالعہ کرتے ہوں گے اور چونکہ تمذہب کا رنگ چڑھ چکا تھا وہ کتابیں بھی مسئلہ مسائل یا سیر کی مثل مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، روضۃ الصفا وغیرہ کی ہوں گی کیوں کہ ان کتابوں پر بھی میاں صاحب کی نظر نہایت ہی وسیع تھی اور ہر کتاب کے جزئیات اور اُن کے مصنفین پر پوری طرح ریمارک کرنے کی قدرت حاصل تھی۔ علاوہ اس کے عربی فارسی کے ماسوا ہزاروں اشعار اُردو کے اُن کو یاد تھے اور اُردو شاعری کے نکات، غواصی، بندش، قوافی اور شاعروں کی نسبت اُن کی رائے قابل وزن سمجھی جاتی تھی الہ آباد میں شیخ امام بخش ناسخ سے بھی میاں صاحب کی ملاقات رہی تھی عجب نہیں کہ اُردو شاعری کے ساتھ دل چسپی اُسی وقت سے ہوئی ہو ۱۲

امام بخش ناسخ سے ملاقات

[c] ایک دوسری یادداشت میں ہے ۱۲۴۲ھ میں دہلی پہنچے اور جس یادداشت سے ہم نے ۱۲۴۳ھ نقل کیا ہے اس میں ۱۳ رجب روز چہارشنبہ ہے چنانچہ اس کی عبارت فارسی بجنسہ آگے آتی ہے اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے کیوں کہ ۱۳ رجب ۱۲۴۲ھ شنبہ یا یکشنبہ کو واقع ہوئی تھی مطابق ۱۰ یا ۱۱ فروری ۱۸۲۷ء اور ۱۳۔ رجب ۱۲۴۳ھ ہوئی تھی پنج شنبہ ۳۱۔ جنوری ۱۸۲۸ء کو اس لئے صحیح تحقیق جنتری کے مطابق یہ ہے کہ آپ دہلی پہنچے ہیں ۱۲ رجب روز چہارشنبہ ۱۲۴۳ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۸۲۸ء کو، کیوں کہ ۱۲ اور ۱۳ کا فرق کچھ بھی قابل لحاظ نہیں ہے بمقابلہ شنبہ یکشنبہ اور چہارشنبہ کے اور یہ بھی ممکن بلکہ اکثری ہے کہ (دیکھو صفحہ ۳۱)

تاریخ ورود دہلی کی تحقیق

کیوں کہ وطن کو آپ نے خیر باد کہا ۱۲۳۷ھ میں اور دہلی پہنچے ۱۲۴۳ھ میں چھ برسوں کے بعد کوئی صحیح وجہ اس کی معلوم نہیں ہوتی کہ اس قدر دیر کیوں ہوئی، مگر قیاس اسی کا مقتضی ہے کہ قلت زادراہ اور بے سروسامانی کے سبب سے ایسا غیر معمولی وقفہ سفر میں ہوا ہوگا۔

ایک دوسری بات اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے کہ موضع خواجہ پھول میں **میاں صاحب** ۵ رجب ۱۲۳۸ھ کو پہنچے اور دہلی پہنچے ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ کو ٹھیک پانچ برسوں کے بعد، یہ زمانہ کہاں گذرا اور کیوں کر گذرا؟ بالکل تاریکی میں ہے، جس پر کسی طرح روشنی نہیں پڑتی۔

ایک تیسرا امر عجیب اور بھی ہے کہ اس پانچ برس کی معتد بہ مدت میں الہ آباد کے بعد پڑھنا بھی کہیں ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ الہ آباد میں **هدایة النحو** پڑھتے تھے اور دہلی پہنچ کر کافیہ شروع کی۔ المختصر خوش و ناخوش کسی طرح **آپ** دہلی پہنچ گئے اور مولوی محمد شجاع الدین مرحوم مفتی اوّل کے مکان پر اولاً اس سبب سے فروکش ہوئے کہ ایک ہم وطن[ع] **آپ** کے وہاں پہلے سے اقامت گزین تھے، چنانچہ حضرت خود اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں "منت مر خدائے را کہ ایں عاجز بے نوا بہ توفیق حضرت خداوند جل وعلا در ۱۲۴۳ھ یک ہزار و دو صد و چہل و سہ ہجری بروز چہار شنبہ تاریخ سیزدہم ماہ رجب در شاہ جہان آباد بر مکان مولوی شجاع الدین مرحوم مفتی اول

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) دونوں چاند جمادی الثانی اور رجب کے اُنتیس ۲۹ کے ہوئے ہوں یعنی ۲۹ جمادی الاولی کو ہوا جمادی الثانی کا چاند اور ۲۹ جمادی الثانی کو ہوا ہو رجب کا اس صورت میں ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ واقع ہوئی چہار شنبہ کو یہی تطبیق میرے نزدیک صحیح اور قرین عقل ہے ۱۲

ع یہ ہم وطن ہونہ ہو وہی مولوی امداد علی مرحوم سورج گڈھی آپ کے ہم سفر تھے جو بعد تحصیل علوم دہلی سے سورج گڈھ واپس آگئے اور مدت العمر وہیں رہے ۱۲

معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضع خواجہ پھول یا اُس کے بعد کسی دوسرے مقام سے جدا ہوئے اور دہلی پہلے پہنچے مگر کیوں مفارقت ہوئی قیاساً اس کی وجہ سوائے سوء مزاج کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس کا ثبوت ملتا ہے میاں صاحب کے اُس گذشتہ خط سے جو سید عبدالعزیز تحصیل دار بھوگنی پور کو لکھا ہے "وہیں ایک ٹٹو پر تھا ایک طالب علم بھی میرے ساتھ تھے شوق کتاب بینی اُس وقت زیادہ تھا اور تمھاری طرح غصہ وری اور جلد بازی بھی مجھے زیادہ تھی اب کیا ہے فقیر ٹھنڈا ہوگیا" ۱۲

مولانا عبدالخالق مرحوم کے پاس پہنچنا

ہم وطنے خود حاضر بود اقامت گزین شدہ و بعد دہ پانزدہ روز در کٹرہ پنجابیاں مسجد اورنگ آبادی بخدمت مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم حاضر بودہ طرح تحصیل علوم درسیہ انداختم"

المختصر دس پندرہ روز کے بعد مفتی صاحب کے مکان سے اُٹھ کر پنجابی کٹرہ کی مسجد اورنگ آبادی میں مولانا عبدالخالق دہلوی المتوفی ۱۲۶۱ھ کے پاس جا ٹھیرے۔

یہ مسجد[۵] اُس وقت ایک نہایت ہی عالی شان اور مساجد دہلی میں ممتاز تھی جو مسجد فتح پوری کی مدمقابل سمجھی جاتی تھی اور وہ بفضلہ تعالیٰ اس وقت تک موجود ہے مگر مسجد اورنگ آبادی ریلوے اسٹیشن کے احاطہ میں آجانے کے سبب سے مسمار کردی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باب دوم

۱۳- رجب ۱۲۴۳ہجری مطابق ۳۱- جنوری ۱۸۲۸ء سے یکم شوال ۱۲۵۸ہجری مطابق ۵- نومبر ۱۸۴۲ء پندرہ برسوں کے واقعات تحصیل علوم، شادی، مولانا سید شریف حسین صاحب کی ولادت، مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ کی ہجرت، سند، طالب علمی کے احباب، ہم سبق طلبہ،

---

[۵] سرسید احمد خان مرحوم اپنی کتاب آثار الصنادید میں مسجد اورنگ آبادی واقع پنجابی کٹرہ کی نسبت لکھتے ہیں "پنجابی کٹرہ ایک مکان تھا مسکن سوداگروں کا اور اُس میں اکثر پنجابی سوداگر اُترا کرتے تھے اس سبب سے پنجابی کٹرہ مشہور ہوگیا ہے اُس کٹرہ میں یہ مسجد ہے مصفا اور دلربا نری سنگ سرخ کی کہ اُس کی خوبی اور خوش نمائی بیان سے باہر ہے اور ایسی نیک نیت بیگم نے بنائی ہے کہ اب تک آباد ہے اور مولوی عبدالخالق صاحب اور مولوی محمد نذیر حسین صاحب اسی مسجد میں درس و تدریس فرماتے ہیں اور دن رات قال اللہ وقال الرسول کا ذکر رہتا ہے" ۱۲

میاں صاحب نے کتب درسیہ کس کس سے پڑھیں اور کتنی مدت میں فارغ التحصیل ہوگئے

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ ۷ رشوال روز شنبہ ۱۲۳۹ھ عــہ میں انتقال فرما چکے تھے جب کہ میاں صاحب رستہ ہی میں تھے۔ جناب شاہ صاحب کی وفات کے تین برس ۹ مہینے ۵ دن کے بعد دہلی پہنچے۔ دہلی میں اُس وقت جتنے ممتاز عالم تھے اُن میں بعض تو براہ راست شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے اور بعض اُن کے شاگرد کے شاگرد یا اُن کے خاندان والوں میں سے کسی کے شاگرد تھے مگر سب سے بڑھ کر مشہور حلقۂ درس جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ کا تھا جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے بھی تھے اور جانشین بھی۔

(مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کی تاریخ)

(مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کا حلقہ درس)

میاں صاحب کی استعداد عربی ھدایۃ النحو تک محدود تھی۔

اور اِس وجہ سے وہ جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کی اُس وقت قابلیت نہیں رکھتے تھے۔ اِس بات کو سمجھ کر وہ پنجابی کٹرہ کی مسجد اورنگ آبادی میں ٹھیرے اُس مسجد کے متولی مولانا عبدالخالق مرحوم شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ محمد اسحٰق عــہ صاحب علیہما الرحمۃ کے ایک شاگرد رشید تھے اور یہاں

(شاہ عبدالخالق صاحب شاگرد رشید تھے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے)

(مولانا شیخ محمد تھانوی کا خط بنام مولوی محمد حسین صاحب)

عــہ مومن خاں نے قطعہ تاریخ وفات جو لکھا ہے اِس کا تاریخی شعریہ ہے ؎

دست بے داد اجل سے بے سروپا ہوگئے
فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل
۱۲۳۹ھ

اور سید احمد خاں نے جو قطعہ تاریخ وفات آثار الصنادید میں نقل کیا ہے اُس کا تاریخی شعریہ ہے

از سر لطف و حلم تاریخش
رضی اللہ عنہ گفت حسن
۱۲۴۰ھ

لفظ اللہ کے دوسرے الف کا عدد اگر شمار میں نہ لیا جائے تو ۱۲۳۹ھ ہی ہوتے ہیں اور یہی صحیح ہے ۱۲

عــہ جناب مولانا شیخ محمد تھانوی اپنے ایک مکتوب مرقومہ ۱۲۹۲ھ میں لکھتے ہیں:-

"بسملاً حامداً و مصلیاً از جانب ابو محمود محمد بن محمد اللہ احقر العباد شیخ محمد فاروقی تھانوی عفی عنہ۔ بعد سلام وتمنائے مواصل مالا کلام بخدمت جامع کمالات مشفقی مخلصی محبت عنوان عوالی مراتب مولوی محمد حسین صاحب زاد مجدہم موضوح شود کہ الطاف نامہ مشتمل بر دریافت حال سند علم حدیث شریف جامع علوم و فہوم جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مشہوم موصول مسطلحہ مخلص گردید مسرتہائے فراواں بخشید مخلص بخوبی آشنائے دیرینہ آں شفیق ست احتیاج یاد دہانیدن سامی ضروری نبود اکثر اوقات پرس وجو احوال سامی (دیکھو صفحہ ۴۴)

بہ نسبت دیگر علوم درسیہ کے دینیات کی طرف توجہ زیادہ تھی۔

میاں صاحب نے پٹنہ میں ترجمہ قرآن اور ترجمہ مشکوٰۃ پڑھ لیا تھا اس لئے علم دین کا خیال زیادہ تھا مگر ترجمہ سے تو کام چل نہیں سکتا تھا جب تک عربی زبان پر پورا تبحّر نہ ہو اس لئے **آپ** نے مولانا عبدالخالق سے کافیہ کا سبق شروع کیا اور قطبی، مختصر معانی، شرح وقایہ، نورالانوار، حسامی یہ کتابیں **آپ** نے مولانا مغفور سے پڑھیں۔

اور شافیہ اصول اکبری شرح کافیہ ملّا جامی مع حاشیہ عبدالغفور زواہد ثلاثہ ۔صدرا

پٹنہ میں ترجمہ قرآن و ترجمہ مشکوٰۃ پڑھنا

مولانا عبدالخالق صاحب سے کافیہ شروع کرنا اور حسامی تک پڑھنا

دوسرے اُستاد آخوند شیر محمدؒ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) حسب وتیرہ خود کہ بہ نسبت احباب می دارم می کردہ باشم الحاصل در ۱۲۴۸ھ ہجری قدسی اتفاق مخلص حاضری خدمت جناب اُستاذی اُستاذ الآفاق مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی قدس سرہ جہت تحصیل وحصول سند گردیدہ دراں زماں جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مصدر المناقب تحصیل علوم از جناب مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم ومغفور می کردند وہر روز الّا نادراً حاضر خدمت عالی حضرت اُستاذی مولانا ممدوح می شدند وحل [۵] مشکلات فن حدیث شریف وتفسیر وفقہ وغیرہ بخوبی می کردند مگر بچشم خود نہ دیدم کہ بدرس قرأۃً یا سماعتاً دراں زماں بوقوع در آمدہ باشند مگر مرا بخوبی مسموع ست کہ ہمپائے معائنہ است کہ سند اوشاں بہ مولانا بودہ است مگر اکثر اکتساب فن حدیث شریف در پیش خدمت مولوی عبدالخالق صاحب خسر خود کہ از اخص تلامذہ مولانا حضرت شاہ عبدالقادر برادر خورد مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اند ونیز سند جدید از پیش گاہ حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہٗ می دارند وتوجہ خاطر اقدس حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہ جانب مولوی نذیر حسین صاحب از بس بودہ است ووقت رونق افروزی حرمین شریفین بہ تقریب ہجرت مسموع ست کہ براں یقین ست سند حوالہ مولوی سید نذیر حسین صاحب عطا فرمودہ اند ومجاز گردانیدہ فقط بہ جہت ولا تکتموا الشہادۃ ہرچہ معلوم مخلص بود بے کم وکاست والمود آن مکرم ہیچک واہم از جانب جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب اندریں باب سند نیارند مارا ہم ہمیں قدر اعتماد نسبت اوشان ست بے دغدغہ سند تلامذہ اوشاں یعنی مولوی سید نذیر حسین صاحب پایۂ اعتبار بخوبی می دارد بر قول اہل خیال وعناد گوش نباید نہاد سد راہ فیض ست کہ از اوشاں جاری ست ہر قدر کہ نوآموزاں براں ناز می کنند زیادہ ازاں مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فراموش کردہ باشند والسلام مع الاکرام۔ بعندیہ من دہلی امروز از ہماں کس عبارت ست دعائے سلامتی اوشاں ضرور ست دہلی دو چشم می داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب مرحوم وجناب موصوف بالفعل یک چشم ماندہ کہ آں عبارت ست از جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب فقط بیوستہ بامور لائقہ یاد فرمایند۔ راقم احقر العباد شیخ محمد فاروقی تھانوی عفی عنہ

۱۲ ۱۲۹۲ھ ہجری

میاں صاحب روزانہ بلاناغہ شاہ اسحٰق صاحبؒ کی جناب میں حاضر ہو کر حل مشکلات فن حدیث و تفسیر وفقہ وغیرہ کرتے تھے

میاں صاحب کی جانب شاہ اسحٰق صاحبؒ کی خاص توجہ

چشم دہلی

[۵] اِس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے جس تحقیق کے ساتھ مولانا شاہ اسحٰق علیہ الرحمۃ سے حدیث تفسیر اور فقہ پڑھی شاید ہی کسی دوسرے شاگرد نے اس تحقیقات سے پڑھی ہو کیوں کہ اصل چیز تو حل مشکلات ہے جس کے لئے اِس سے بہتر کوئی طریقہ ہو نہیں سکتا جو میاں صاحب نے اختیار کیا تھا ۱۲

شمس بازغہ، مولانا آخوند شیر محمد قندھاری متوفی ۱۲۵۷ھ کی خدمت میں حاصل کی۔
آخوند صاحب مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۳۶ھ کے شاگرد تھے اور صحیح بخاری و تفسیر بیضاوی میں مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کے ہم سبق تھے جب کہ مولانا شہید اپنے چچا شاہ عبدالقادر صاحب موصوف سے پڑھتے تھے اٹھاسی برس کی عمر پائی۔ مفتی سعداللہ صاحب المتوفی ۱۲۹۴ھ ان سے کافیہ شرح ملا شرح شمسیہ قطب الدین رازی کی پڑھ کر لکھنؤ چلے گئے۔

تیسرے اُستاد جلال الدین ہروی

جلال الدین ہروی ایک معقولی بزرگ تھے جو کہ کتب درسیہ پنجاب و پشاور میں تمام کر کے فارغ التحصیل ہو کر دہلی آئے تھے اور مولوی فضل امام خیرآبادی متوفی ۵ ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ سے تھوڑا حصہ افق المبین کا پڑھا تھا **میاں صاحب** نے شرح سلم، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح مطالع اُن کی خدمت میں پڑھی۔

انہیں کے مدمقابل مولوی سعد اللہ کابلی تھے جن سے مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی المتوفی ۱۲۸۲ھ شرح عقائد او خیالی تک پڑھ کر رام پور چلے گئے ۷۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔
جیدی

چوتھے اُستاد مولوی کرامت علی اسرائیلی

مطوّل، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف سورہ نساء تک مولوی کرامت علی اسرائیلی مؤلف سیرۃ احمدیہ سے پڑھی۔ یہ بزرگ فنون درسیہ میں مولوی فضل امام خیرآبادی اور مولانا شاہ رفیع الدین متوفی ۱۲۳۳ھ ابن مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ کے شاگرد تھے اور علم حدیث میں مولانا شاہ محمد اسحٰق و مولانا اسمٰعیل علیہما الرحمۃ کے تلمیذ۔
مذہب شافعی رکھتے تھے اور اُن کے والد حنبلی المذہب تھے۔ امام نووی شارح صحیح مسلم کی تحقیقات کے مطابق مذہب شافعی میں مہارت حاصل کی تھی سلسلۂ نسب بنی اسرائیل تک پہنچتا ہے اور یہی وجہ اسرائیلی کہلانے کی ہے شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے مدرسہ کے قریب رہتے تھے۔

پانچویں اُستاد تربیت خان

مولوی محمد بخش عرف تربیت خاں اُس عصر کے مشہور مہندس تھے کتب ریاضیہ خلاصۃ الحساب، قوشجی، تشریح الافلاک، شرح چغمنی اُن سے تحصیل کی۔ مولوی محمد بخش خاندانی عالم اور مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ کے شاگرد تھے۔ اور علوم ریاضیہ و فلسفہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے کتب متقدمین پر نہایت وسیع نظر تھی اور اُن کا خاندان خلفاً

عن سلفٍ مشغلہ علمی میں ممتاز چلا آتا تھا چوں کہ ہر مسئلہ میں علت کی تلاش کرتے اِس لئے مولانا شاہ رفیع الدین علیہ الرحمۃ نے اُن کا نام ہی معلل رکھ دیا تھا- ان کے پردادا حضرت مجدد الف ثانی کے اُستاد تھے اور شاہزادہ سلیم بن اکبر (جو آگے چل کر بہ لقب جہاں گیر مشہور ہوا) کی تعلیم و تربیت بھی اِنہیں کے سپرد تھی اور اسی مناسبت سے دربار اکبری سے اُن کو تربیت خاں خطاب ملا تھا جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا ہوا مولوی محمد بخش تک پہنچا تھا-

تربیت خاں خطاب کی وجہ

جناب **میاں صاحب** اپنی ایک تحریر میں اُن کے اعزاز کی نسبت لکھتے ہیں

"من دیدہ ام کہ ہرگاہ در خانقاہ شاہ غلام علی مرحوم می رفتند شاہ ابوسعید صاحب والد ماجد شاہ احمد سعید و شاہ عبد الغنی تعظیم و توقیر اُستادانہ می کردند بسبب شاگردی حضرت مجدد از خاندان شاں عمر ہشتاد سالہ بود و سکونت شاں در دہلی قریب اسٹیشن پنجاب بود از قوم سادات بودند"

شاہ ابوسعید صاحب تربیت خاں کی تعظیم کرتے تھے اور تعظیم کی وجہ

مقامات حریری، حمیدی اور کسی قدر دیوان متنبی مولانا عبد القادر رام پوری سے پڑھا اور بہت کچھ احادیث متفرقہ کا استفادہ بھی اُن سے کیا-

چھٹے اُستاد مولانا عبد القادر رام پوری

ایک اَور اُستاد **میاں صاحب** کے ملا محمد سعید پشاوری تھے مگر اُن سے کیا پڑھا اِس کی تفصیل نہیں معلوم ہوئی-

ساتویں اُستاد ملا محمد سعید پشاوری

مولوی حکیم نیاز احمد صاحب سہسوانی (جو بڑے عالم اور عامل بالحدیث تھے اور مولوی محمد بشیر صاحب مدظلہ کے چچا) سے علم طب میں نفیسی اور معقول میں ملا حسن پڑھا تھا- ۱۳- رجب کو **آپ** وارد دہلی ہوئے تھے اور آخر ۱۲۴۶ھ تقریباً ساڑھے تین برس کے عرصہ میں تمام علوم رسمیہ سے فارغ ہو کر فاتحہ فراغ کے بعد ہمہ تن تفسیر و حدیث و فقہ کی تحصیل میں مصروف ہوگئے-

آٹھویں اُستاد حکیم نیاز احمد سہسوانی

ساڑھے تین برس میں کتب درسیہ ختم ہوئی

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ **میاں صاحب** نے دہلی کا سفر شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے کیا تھا مگر قبل اس کے کہ **میاں صاحب** دہلی پہنچیں اُن کا انتقال ہو چکا تھا- اور اُن کے سجادہ نشین مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ تھے- مولانا محمد اسحٰق صاحب کا حلقۂ درس علم حدیث کے لئے تمام ہندوستان کا مرکز تھا-

شاہ اسحٰق صاحب سے تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھنا

میاں صاحب نے بھی علوم رسمیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد تحصیل تفسیر، حدیث اور فقہ کے لئے اُسی درس گاہ کا رُخ کیا اور صحاح ستہ، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، کنز العمال، جامع صغیر حافظ سیوطی یہ کتابیں مولانا ممدوح سے پڑھنے کے علاوہ تیرہ (۱۳) برس کی مدت مدید تک شب و روز جناب مولانا کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہوتے رہے

صحیح بخاری و صحیح مسلم کو مکرر پڑھنا

صحیح بخاری و صحیح مسلم پڑھنے کا یہ دستور تھا کہ ایک دن پہلے شام کو مولوی رحمت اللہ بیگ کے ساتھ مولانا عبد الخالق سے وہی[۵] سبق پڑھ لیتے تھے جو کل مولانا محمد اسحٰق کے درس میں آئے گا اور صبح کو مولانا محمد اسحٰق صاحب کے درس میں شریک ہوتے صرف سماعت کرتے اور اگر کوئی شبہ باقی رہ جاتا تو اُس کو حل کرتے اِسی لئے شاہ محمد اسحٰق صاحب کے حلقہ میں اُن کو قرأت کا اتفاق کم ہوا اور سماعت کا زیادہ اور اسی کی طرف شاہ صاحب نے اُن کی سند میں اشارہ کیا ہے۔ حیث قال۔ سمع منی الاحادیث الکثیرۃ

شادی کا حال

اسی زمانہ میں جب کہ آپ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب سے کسب فیض کر رہے تھے دہلی پہنچنے کے چھٹے سال ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں اپنے نہایت شفیق اُستاد مولانا سید عبد الخالق متولی مسجد اورنگ آبادی کی صاحبزادی سے عقد نکاح کیا اس شادی کے کفیل و مہتمم خود مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ اور اُن کے برادر خورد مولانا محمد یعقوبؒ

شادی کا اہتمام

تھے شب عقد میں دونوں حضرات مع جماعت طلبۂ علم مسجد اورنگ آبادی میں تشریف لاکے تمام رات قرآن مجید و ابو داؤد کا درس فرماتے رہے صبح کو نکاح ہوا۔ اور بعد فراغ دعوت ولیمہ تناول فرماکر دولت خانہ تشریف لے گئے۔

مولانا علی احمد صاحب اپنے ایک مطول خط میں (جس کی نقل آیندہ بجنسہ کی جائے گی) لکھتے ہیں "آنانکہ در شادی کتخدائی مولوی صاحب ممدوح با صبیہ عفیفہ حضرت مولوی صاحب مخدومی مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم و مغفور شریک بودند اظہر من الشمس ست کہ حضرت مولانا مبرور (شاہ محمد اسحٰق صاحب) از نماز عشا تا نماز صبح مع جماعت کثیرہ از علما و اہل مدرسہ در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند و مجلسے عجیب بابرکت و میمنت ترتیب یافتہ بود کاتب حروف نیز دراں مجلس حاضر بود"

---

۵ مولانا شیخ محمد تھانوی کے خط (جس کی بجنسہ نقل حاشیہ میں منقول ہو چکی ہے) سے مفصل کیفیت آپ کی مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب سے تحقیق کرنے کی معلوم ہو جاتی ہے ۱۲

اساتذہ کی رضامندی

اساتذہ کی رضامندی، عنایت و مہربانی، حسن ظن اور اعتماد ثابت کرنے کے لئے آپ کا مولوی عبدالخالق رحمہ کی لڑکی سے نکاح کرنا، مولانا اسحٰق رحمہ کا اس خلوص و خصوصیت

مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کا ترجمہ

ترجمہ مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ

آپ کی کنیت ہے ابوسلیمان آپ کے والد بزرگوار کا نام تھا محمد افضل فاروقی جو رہنے والے تھے لاہور کے اور آپ نواسے تھے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے آپ کی ولادت تقریباً ۱۱۹۶ھ میں ہوئی۔

آپ نے تحصیل علم کی مولانا شاہ عبدالقادر مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہم العزیز اپنے تینوں نانا سے اور چونکہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے آپ ہی بعد اُن کے مالک مسند خلافت ہوئے۔ فریضہ حج ادا کرنے کے لئے آپ ۱۲۴۰ھ میں مکہ معظمہ گئے وہاں ۱۲۴۱ھ میں شیخ عمر بن عبدالکریم مکی المتوفی ۱۲۴۷ھ نے بھی آپ کو روایت حدیث کی اجازت اپنے طریقہ کی دی سولہ برس کے بعد ۱۲۵۸ھ میں آپ نے ہجرت کی اور دہلی سے مکہ میں جا بسے۔

شیخ عمر بن عبدالکریم مکی ممدوح آپ کی شان میں اکثر فرماتے کہ اُن میں حلول کر گئی ہے برکت اُن کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کی اُن کے الفاظ یہ ہیں۔ قد حلت فیہ برکۃ جدہ الشیخ عبدالعزیز الدھلوی شیخ موصوف علم حدیث اور رجال میں قائل تھے آپ کے کمال کے۔

آپ نے ستر برس کے سن میں وفات پائی مکہ معظمہ میں ماہ رجب ۱۲۶۲ھ میں اور مدفون ہوئے معلی میں قریب مزار مبارک ام المومنین حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شیخ عبداللہ سراج مکی المتوفی ۱۲۶۴ھ نے آپ کے غسل جنازہ پر فرمایا واللہ انہ لو عاش وقرأت علیہ الحدیث طول عمری ما نلت ما نالہ

مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اکثر فرماتے کہ میری تقریر تو لی اسمٰعیل نے تحریر رشید الدین نے اور تقوی اسحٰق نے۔ میاں صاحب فرماتے تھے کہ امامت نماز پنجگانہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے وقت میں مولانا شاہ اسحٰق صاحب ہی کرتے تھے۔ ایک روز ایک ولایتی ملا نماز میں جو شریک ہوا تو دیکھا کہ امام صاحب صرف ٹوپی اوڑھے بغیر عمامہ کے نماز پڑھاتے ہیں۔ اُس نے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ امام صاحب عمامہ نہیں باندھتا۔ امام کے لئے عمامہ باندھنا ضرور ہے۔ آپ نے شاہ اسحٰق صاحب سے فرمایا کہ دیکھو ملا صاحب کیا کہتے ہیں عمامہ کیوں نہیں باندھتے۔ شاہ اسحٰق صاحب نے بسبب اپنے فطرتی حلم و متانت کے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے وقت بھی صرف ٹوپی ہی کے ساتھ نماز پڑھائی تو وہ ملا نماز کے بعد بگڑا اور جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہنے لگا کہ آپ کا پیش امام عمامہ نہیں باندھتا ہم لوگ عمامہ والوں کی نماز اُن کے پیچھے مکروہ ہوتی ہے۔ تب جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی جلال آگیا۔ جواب میں فرمایا کہ ابھی تو اسحٰق ٹوپی سر پر رکھ کر امامت کرتا ہے آیندہ سے کہہ دوں گا کہ ننگے سر نماز پڑھاوے اور ساری دنیا کو اُس کی اقتدا کرنی ہوگی۔

سرسید احمد خاں مرحوم آثار الصنادید میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے حدیث اور علم حدیث کا (دیکھو صفحہ ۳۹)

اور مزید اہتمام کے ساتھ شریک ہونا ایسی کافی شہادت ہے کہ اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی۔

ورود دہلی سے یہاں تک کے واقعات کے متعلق خود میاں صاحب کی اپنی لکھی ہوئی ایک یادداشت مورخہ ۱۱ر محرم ۱۲۹۲ھ میرے پاس موجود ہے جو بعینہ نقل کر دی جاتی ہے اس سے تحصیل علم کے متعلق واقعات کسی قدر تفصیل سے معلوم ہوں گے

وھو ھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیدہ ام در غنچگی چندیں جفائے باغباں	بعد گل گشتن نمی دانم چہ گل خواہد شگفت

میاں صاحب کے دست خاص کی لکھی ہوئی یادداشت

منت مر خدائے را کہ ایں عاجز بے نوا بہ توفیق حضرت خداوند جل و علی در ۱۲۴۳ھ یک ہزار و دو صد و چہل و سہ ہجری بروز چہارشنبہ تاریخ سیزدہم رجب در شاہ جہاں آباد بر مکان مولوی شجاع الدین مفتی اوّل ہم وطنے خود حاضر بودہ اقامت گزین شدہ بعد دہ یازدہ روز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) درس بیس برس تک جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے سامنے بیٹھ کر طلبہ کو دیا۔ اتباع سنت سے کوئی کام آپ سے سرزد نہ ہوتا کہ وہ فعل رسول مختار نہ ہوتا۔ چونکہ حق جل وعلا نے صورت اور سیرت دونوں عطا کی تھیں اُن کی صورت سے آثار صحابیت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ حضرت سید الثقلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وآلہ کی صحبت کا فیض جنھوں نے پایا ہوگا اُن کی یہی صورت وسیرت ہوگی مصرع زہے امتِ خاتم المرسلیں۔

جامع اوراق کہتا ہے کہ تدریس اور فتاویٰ نگاری سے چونکہ آپ کو فرصت نہ تھی اس لئے سوائے مسائل اربعین، مائۃ مسائل اور تذکرۃ الصیام کے آپ سے کوئی کتاب یادگار نہیں پائی جاتی۔ میاں صاحب مولانا شہید اور مولانا شاہ اسحٰق کی نسبت اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎ برائے رہبری قوم فساق + دوبارہ آمد اسمٰعیل و اسحٰق + آپ کے مشاہیر تلامذہ کی فہرست درج ذیل ہے:۔

فہرست مشاہیر تلامذہ مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہ

مولانا محمد یعقوب۔ مولوی محمد عمر بن مولانا شہید۔ مولوی کرامت علی اسرائیلی۔ شیخ محمد انصاری سہارن پوری مکی۔ مولوی عبدالخالق دہلوی میاں صاحب کے خسر۔ مولوی صفت اللہ والد ماجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی۔ مولانا سید محمد نذیر حسین موضوع سوانح عمری ہذا۔ مولوی یار علی بارو تر ہٹ۔ مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی عظیم آبادی۔ شیخ محمد تھانوی۔ شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر۔ مولوی علی احمد نزیل ٹونک۔ نواب قطب الدین خان دہلوی۔ مولوی عالم علی مراد آبادی۔ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی۔ مفتی عنایت احمد۔ مولانا محمد حازمی عربی۔ مولوی سبحان بخش شکارپوری۔ مولوی عبداللہ سندھی۔ مولوی گل کابلی۔ مولوی نور علی خسر اردن۔ حافظ محمد فاضل سورتی۔ حافظ حاجی محمد مرحوم جون پوری دہلوی۔ مولوی بہاء الدین دکھنی۔ مولوی قاری حافظ کرم اللہ دہلوی۔ مولوی نور الحسن کاندھلی۔ مولوی نصیر الدین۔ مولوی عبدالقیوم بھوپالی نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ مولوی نوازش علی دہلوی۔ مولوی رستم علی خان دہلوی۔ حافظ احمد علی سہارن پوری۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی۔

در کٹرہ پنجابیاں مسجد اورنگ آبادی بخدمت مولانا عبد الخالق صاحب مرحوم حاضر بودہ طرح تحصیل علوم رسمیہ انداختم و بہ عرصہ سہ و نیم سال علوم رسمیہ را از مولوی جلال الدین صاحب مرحوم و مولوی شیر محمد قندھاری مرحوم و از محمد سعید پشاوری مرحوم و مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم حاصل کردہ و فراغت نمودہ بقصد تحصیل علم حدیث و فقہ بہمہ تن متوجہ شدم و در سن ششم از وقت اقامت دہلی عقد مناکحت بستم و بشب عقد جناب فیض مآب برکت انتساب مولانا محمد اسحق و مولوی محمد یعقوب رحمہما اللہ تعالےٰ و دیگر طلبہ وغیرہ تمام شب باستماع قرآن مجید و ابو داؤد بیدار ماندند و علی الصباح دعوت ولیمہ نوش فرمودہ بجاے خود تشریف فرما شدند و در ہماں سال ہمراہ مولوی عبد اللہ سندھی و مولوی محمد گل کابلی و مولوی نور علی متوطن سسراون و حافظ محمد فاضل سورتی و حافظ حاجی محمد مرحوم در صحیح بخاری بوقت صبح از جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم شریک شدم و اکثر سامع بودم و کمتر قاری و از جناب مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم مع مولوی رحمت اللہ بیگ نیز صحیح بخاری آغاز کردم و جائے کہ شک و شبہ دریں جا می ماند علی الصباح در سبق آں نزد مولانا ممدوح مغفور[۵] حل آں می کردم آخر الامر در ہفت ماہ نزد مولوی صاحب مرحوم و در عرصہ نہ ماہ از مولانا مغفور و مرحوم کتاب مذکور باختتام رسید و در صحیح مسلم ہمیں معاملہ رو داد لیکن دریں کتاب مولوی عبد اللہ موصوف شریک نشدند صرف صحیح بخاری خواندہ رہ گراے وطن خود شدند و باقی طلبہ بدستور صحیح مسلم را تمام کردند و وقت معتاد و معہود من بخدمت مولانا صبح گاہ بود و مولوی یار علی صاحب ہموطن من و مولوی قطب الدین خاں صاحب مرحوم و مولوی علی احمد صاحب ہموطنے کہ در ٹونک بہ دربار نواب وزیر الدولہ مرحوم بر عہدہ میر منشی ممتاز اند بعد نماز ظہر صحیح بخاری می خواندند

[۵] جناب مولانا شیخ محمد تھانوی اپنے مکتوب مرقومہ ۱۲۹۲ھ (جس کی نقل بعینہ صفحہ ۳۳ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے) میں لکھتے ہیں "الحاصل در ۱۲۴۸ ہجری قدسی اتفاق مخلص حاضری خدمت اُستاذی اُستاذ الآفاق مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی قدس سرہ جہت تحصیل و حصول سند گردید دراں زماں جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مصدر المناقب تحصیل علوم از جناب مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم مغفور می کردند و ہر روز الآنا دراً حاضر خدمت عالی حضرت اُستاذی مولانا ممدوح می شدند و حل مشکلات فن حدیث شریف و تفسیر و فقہ وغیرہ بخوبی می کردند"

ف و درس ابو داؤد تمام شب گذشت بوقت صبح وظیفہ معتاد شد

ومن دراں وقت یعنی بوقت ظہر حاضر نمی شدم وشریک شاں نہ بودم ودرآں زماں از نواب قطب الدین خاں صاحب مرحوم چنداں تعارف وارتباط نبود وہرگاہ نزد مولانا مرحوم ہدایہ شروع شد پس دریں کتاب نواب صاحب مرحوم ومولوی بہاؤالدین دکھنی ووالد ماجد قاضی محفوظ اللہ صاحب پانی پتی ومولوی قاری حافظ کرم اللہ مرحوم کہ مع پدر وچہار برادر خود بہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ مشرف باسلام شدہ بودند شریک ہدایہ شدند وایں عاجز ہم در ہدایہ شریک ایشاں بود بعد نصفے ہدایہ در جامع صغیر شریک شاں شدم ولیکن جامع صغیر پنج وشش جز خواندہ شد واین عاجز کنز العمال علی متقی تن تنہا دو سہ جز از مولانا مرحوم خواندہ[1] واز شریک شدن در ہدایہ از جناب مولوی صاحب مرحوم سلسلہ محبت والفت وارتباط وانبساط روز بروز دراز گردید۔ درزمانیکہ مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی کہ بعد قریب حادثہ گذشتن نواب شمس الدین خان مرحوم از فراغ تحصیل علوم رسمیہ رام پور بہ دہلی آمدہ قدرے تفسیر بیضاوی وصحیح بخاری از مولانا مرحوم خواندند وزود از زود درسہ چہار ماہ صحیح بخاری تمام نمودند من ہم شریک سماعت شاں شدہ بودم وتمام وکمال آں شنیدم ولہذا مولانا مرحوم در سند من ارقام فرمودہ اند کہ سمع منی الاحادیث الکثیرہ

نواب قطب الدین خاں سے ارتباط

تیسری بار صحیح بخاری پڑھنا

مولانا سید شریف حسین کی ولادت

مولانا سید شریف حسین کی ولادت

معلوم ہوتا ہے کہ آغاز ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں میاں صاحب کی شادی ہوئی اور اسی سال کے اخیر میں نو دس مہینوں کے بعد مولوی سید شریف حسین کی ولادت ہوئی تھی۔

افسوس ہے کہ زمانہ تحصیل کے زیادہ تفصیلی حالات دریافت کرنے کا کوئی معتبر ذریعہ موجود نہیں ہے نہ تو شیخ کو کبھی اپنے سوانح عمری کے لکھوانے کا خود خیال

[1] ایک دوسری یادداشت میں میاں صاحب لکھتے ہیں "واحادیث بسیارے نیز از مولانا حاصل نمودم و دوازدہ سیزدہ سال بہ صحبت مولانا فیض یاب شدم وصحبت ازمنہ کثیرہ کسے را بجز من عاجز از شاگردان مولانا سرور میسر نشد ودریں ازمنہ کثیرہ صدہا فتویٰ اتفاق تحریر رودادہ و خود مولانا مرحوم بنابر امتحان ونیز کارگذاری مستفتیاں سوالہا بہ من سپرد می فرمودند برائے تحریر جوابات ۱۲

ہوا اور نہ شاگردوں نے اُس زمانہ کے واقعات کو قلمبند کرنے کا ارادہ کیا کہ مختلف اوقات میں **شیخ** کی زبان سے سُن سُن کر اور پوچھ پوچھ کر اُن جزئی واقعات کو ضبط کر لیتے اور ہنگام طالب العلمی میں کسی کو کیوں خیال ہوتا۔ کہ یہ غریب پوربی طالب علم جو نہ تو کسی مشہور و معروف خاندان علما سے ہے نہ کسی ممتاز قریہ مشاہیر کا باشندہ ہے نہ دولت و ثروت پاس رکھتا ہے۔ نہ کسی قسم کی دنیاوی وجاہت ایک دن ایسا ہوگا کہ ہندوستان کے پایۂ تخت میں بیٹھ کر نہ صرف صدر نشین علما ہوگا بلکہ دنیائے اسلام میں علم حدیث کا روشن آفتاب ہو کر چمکے گا اور صحیح معنی میں بغیر کسی مبالغہ کے **مجدد** کہلانے کا مستحق ہوگا۔

مجدد

لیکن اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کے مہتم بالشان واقعات دفعتاً نہیں پیدا ہو جاتے بلکہ سنّت اللہ کے مطابق بہ تدریج اور رفتہ رفتہ اُن کے اسباب جمع ہوتے جاتے ہیں اور پھر وقت آجانے پر واقعات کا ظہور ہوتا ہے تو اس بات کے یقین کرنے کی قطعی وجہ موجود ہے کہ زمانۂ تحصیل میں **میاں صاحب** کا مطالعہ نہایت غائر اور استعداد نہایت جید ہوگی۔ مشرقی طریقہ تعلیم میں ایک رواج یہ بھی ہے کہ ہر منتہی طالب العلم کے ساتھ کچھ مبتدی طلبہ ضرور رہتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ترقی استعداد کے واسطے یہ طریقہ نہایت مفید ہے۔

مطالعہ غائر اور استعداد جید

ضرور ہے کہ اس قسم کے متعدد پڑھنے والے ابتدا ہی سے **میاں صاحب** کے ساتھ بھی ہوں گے اور اس ذریعہ سے استحضار مسائل کے ساتھ ساتھ قوت مطالعہ اور ملکۂ تقریر میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہوگی جو ایک مدرّس کے لئے ضروری ہے۔

میاں صاحب نے ایک موقع پر اپنی زبان سے فرمایا تھا کہ "ابتدا میں سات آٹھ برس صرف صرف و نحو و معانی کا درس دیا ہے"۔ غالباً یہ وہی زمانہ ہے جب کہ آپ مولانا شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس کے ایک مستعد طالب العلم ہوں گے یا مختلف اساتذہ مذکورین سے تحصیل میں مصروف ہوں گے۔

صرف و نحو و معانی کا درس سات آٹھ برس تک دیا

علوم دین کی مشہور درس گاہوں میں جواب استفتا لکھنے کا یہ طریقہ مروج ہے کہ استفتا جواب لکھنے کے واسطے ممتاز طالب العلموں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور ضرورت ہوتی ہے تو **شیخ** مواد کا پتہ دیدیتا ہے کہ فلاں کتاب یا کتابوں کے فلاں

فصل و باب سے مدد لینی چاہیئے میاں صاحب کی وسعت نظر کو اس طریقہ سے بھی بڑی مدد پہنچی تھی۔ جیسا کہ آپ نے خود اپنی ایک یادداشت میں لکھا ہے جس کی نقل حاشیہ صفحہ ۱۴ میں بھی گذر چکی "واحادیث بسیارے نیز از مولانا حاصل نمودم و دوازدہ و سیزدہ سال بہ صحبت مولانا فیض یاب شدم و صحبت ازمنہ کثیرہ کسے راعجز من عاجز از شاگردان مولانا مبرور میسر نشد و دریں ازمنہ مذکورہ صدہا فتوے الاتفاق تحریر رو دادہ و خود مولانا مرحوم بنابر امتحان و نیز کار گذاری مستفتیان سوالہا بہ من سپرد می فرمودند برائے تحریر جوابات"

جواب استفتا لکھنا

معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کی طبیعت میں تقلید کی ناجائز بندش کو توڑنے اور علم دین کے اصلی سرچشمے کتاب و سنّت سے براہ راست سیراب ہونے کا میلان ابتدا ہی سے تھا اور بقول مشہور "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" اکثر موقعوں پر طبیعت کا یہ اصلی رنگ باوجود خارجی مزاحمتوں کے پھوٹ نکلتا تھا۔ مولانا محمد اسحٰق کی تجربہ کار نگاہ اس رنگ کو تاڑ جاتی اور مولانا خوشی اور رضامندی کے لہجہ میں ہونہار شاگرد کو داد دیتے اور ہمت بڑھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جناب مولانا کی خدمت میں ایک استفتا اولاد ناجائز کے متعلق آیا۔ مولانا نے سب شاگردوں کو اُس کا جواب لکھنے کے لئے ارشاد فرمایا مگر میاں صاحب کے سوا اَور کسی نے جواب پر (غالباً بسبب اشکال مسئلہ) قلم نہ اُٹھایا۔ جواب کو دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے بڑا تیز ہے۔

تحقیق کی جانب ابتدا ہی سے میلان

اُستاد کی داد

کوتاہ بیں نگاہیں شاید اس جملہ کے الفاظ کو تعریض پر محمول کریں اور اس مدح کو قدح سمجھیں مگر اہل ذوق سمجھتے ہیں کہ مولانا نے مولوی نذیر حسین کی جو قدر افزائی اِس بدنام مگر معنی خیز لفظ واحد (وہابیت) سے کی اور جس موثر مگر مخفی طریقہ سے ترک تقلید اور اعتصام بالکتب والسنۃ پر ہمت دلائی۔ وہ بات گھنٹوں کی مدحیہ تقریر سے نہیں حاصل ہوسکتی تھی۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ تھوڑے دنوں پیشتر سارے ہندوستان میں توحید خالص اور اتباع سنت کا بیج بو چکے تھے اور اس کے صلہ میں وہ اور اُن کی جماعت قوم کی طرف سے (حسب رواج قدیم مقلدین) وہابی کا خطاب پا چکے تھے مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مولانا شہید کے نہ صرف قرابت مند قریب تھے

بلکہ اُن کے ساتھ عقیدت وارادت بھی رکھتے تھے۔

میاں صاحب خود مولانا شہید رح کے وعظ میں شریک ہو کر اور اُن کی ارادت کو دل میں لے کر دہلی پہنچے تھے اور یہ حال مولانا محمد اسحٰق رح پر مخفی نہ ہو گا۔ پس مولانا کا سعادت مند شاگرد کو تعریفاً وہابی کہنا نہ صرف لیاقت و قابلیت کی لاجواب سند تھی بلکہ دین کی عظیم الشان خدمت کو انجام دینے اور اس ذریعہ سے لازوال شہرت اور بقار دوام حاصل کرنے کے متعلق ایک قطعی پیشین گوئی تھی جو پوری ہو کر رہی وذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ بالجملہ **میاں صاحب** نے علوم رسمیہ سے فراغ حاصل کرنے کے بعد ہمہ تن مولانا کے حلقہ درس کو لازم پکڑا اور بارہ تیرہ برس مسلسل مولانا کے حلقہ درس میں شریک رہ کر علوم دین میں مہارت تامہ حاصل کرتے رہے۔ ہر چند اس عرصہ میں مسجد اورنگ آبادی میں بطور خود درس بھی دیتے تھے مگر مستقل طور پر مسند درس وارشاد پر متمکن ہونے کا زمانہ مولانا شاہ محمد اسحٰق رح کی ہجرت کے بعد سے آغاز ہوتا ہے۔

پیشین گوئی

بارہ تیرہ برس مسلسل شاہ اسحٰق کے حلقہ درس میں رہنا

مولانا محمد اسحٰق رح نے ۱۲۵۸ھ ہجری میں ہجرت کی اور اُسی سنہ میں بہ وقت رخصت **میاں صاحب** کو اُن سے سند واجازت تحریری حاصل ہوئی جس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ مولانا شاہ محمد اسحٰق رح بقصد ہجرت جب دہلی سے چلے تو پہلی منزل آپ نے نظام الدین میں کی اور تین روز وہاں قیام فرمایا مشایعت کے لئے سیکڑوں آدمی دلی سے وہاں تک گئے مفتی صدر الدین خاں صاحب حضرات ثلثہ جناب شاہ عبد العزیز، جناب شاہ عبد القادر، اور جناب شاہ رفیع الدین قدس سرہم کے شاگرد تھے اور مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے بھی۔

شاہ اسحٰق صاحب کی ہجرت

نظام الدین میں اُنھوں نے سند کے لئے عرض کی جناب شاہ محمد اسحٰق رح نے کچھ جواب نہ دیا تب مفتی صاحب نے **میاں صاحب** سے اس واقعہ کو کہا اور کہا کہ تم شوخ ہو تم کہو۔ بعد نماز ظہر کے **میاں صاحب** نے عرض کی کہ حضور مفتی صاحب کو سند دے دیں پھر بھی مولانا نے کچھ جواب نہ دیا دوسرے روز صبح کے بعد پھر **میاں صاحب** نے عرض کی مفتی صاحب کی کم نصیبی ہے کہ حضرات ثلثہ سے سند نہ لی اب حضور بھی تشریف لے چلے اور سند نہ ملی اس پر مولانا رح نے

مفتی صدرالدین خاں کی سند

مفتی صاحب کی سند لکھ دی اور میاں صاحب سے فرمایا کہ تم نے بھی تو سند نہیں لی ہے تم بھی لے لو میاں صاحب نے عرض کی کہ حضور دعا کریں کہ مجھ کو آجائے آجانے پر کسی سند کی ضرورت نہیں اور نہ آنے پر سند مفید نہیں - معہذا مولانا شاہ محمد اسحٰق رحمہ نے از خود سند لکھ کر آپ کے حوالہ کر دی اور مولانا کی تشریف لے جانے کے بعد مستقل مگر لامعلوم طور پر اُس کام میں مشغول ہو گئے جس کے واسطے خدا نے اُن کو پیدا کیا تھا۔

سند جو مولانا نے عنایت فرمائی اُس کے الفاظ نقل کر دئے جاتے ہیں وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سند

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین - اما بعد فیقول العبد الضعیف محمد اسحٰق ان السید النجیب المولوی محمد نذیر حسین قد قراء علی اطرافاً من الصحاح الستۃ البخاری ومسلم وابی داؤد والجامع الترمذی والنسائی وابن ماجہ وشیئاً من کنز العمال والجامع الصغیر وغیرھا وسمع منی الاحادیث الکثیرۃ فعلیہ ان یشتغل بقرأۃ ھذہ الکتب ویدرس بھا لانہ اھلھا بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث وانی حصلت القرأۃ والسماعۃ والاجازۃ لھذہ الکتب من الشیخ الاجل الشیخ عبد العزیز المحدث الدھلوی وھو حصل القرأۃ والاجازۃ عن الشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیھما وباقی سندہ مکتوب عندہ - حرر فی ثانی شھر شوال ۱۲۵۸ھ سنہ الھجریۃ الحمد للہ اولاً واخراً

محمد اسحاق ۱۲۵۲

شاہ اسحٰق صاحب کی شاگردی کا ثبوت اور معاندین کے انکار کی تردید

یہاں پر اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاندین نے میاں صاحب کے مولانا محمد اسحٰق رحمہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے[۱] اور یہ غلط فہمی تو اکثر

---

[۱] مولانا علی احمد صاحب کا خط بنام مولانا حفیظ اللہ خاں صاحب دہلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً از نیاز مند وفقیر درگاہ ایزد صمد علی احمد عفی عنہ سیاۃ وزیدت

لوگوں کو ہے کہ میاں صاحب نے بالاستیعاب متون ستہ کی تحصیل مولانا مرحوم سے
نہیں کی سند کے الفاظ قرء علی اطرافا من الصحاح سے بھی بہ ظاہر اس خیال کی تائید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) حسناتہ - مولوی صاحب مستجمع محاسن ومحامد مولوی حافظ حفیظ اللہ خاں صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس ووفقہ لما یحب ویرضیٰ بعد سلام مسنون وشوق ملاقات فرحت آیات مطالعہ فرمایند الحمد للہ تعالیٰ علی افضالہ کہ خیریت طرفین حاصل ست دریں ولا دریں جا زبانی آیندگاں از بلدہ لاہور کہ ہمراہ نواب معلی القاب نواب محمد علی خاں صاحب بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ وادصلہ غایۃ ما یتمنی بذریعہ نوکری بآں طرف رفتہ بودند بہ دریافت رسیدہ ونیز از تحریر بعض محبان معلوم شدہ کہ بعض اہل علم وطلبہ را اشتباہے پیدا شدہ است دریں باب کہ مولوی صاحب مستجمع محامد وحمائد معدن علوم نافعہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ راسند کتب احادیث شریفہ از مولانا اُستاذنا جامع مناقب والمفاخر حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ حاصل ست یا نہ بلکہ مولوی صاحب ممدوح سلمہ اللہ تعالیٰ بزیارت وخدمت وصحبت حضرت مولانا مبرور نیز مشرف شدہ اندیا نہ چوں رفع ایں ہر دو شبہ مستحسن وموجب رفع خلجان مسلمانان است لہٰذا نوشتہ می شود کہ سند کتب احادیث شریفہ عطا فرمودہ حضرت مولانا مغفور طاب مثواہ بدست مولوی صاحب ممدوح موجود است وحال زیارت وخدمت وصحبت بر اہل شاہ جہان آباد خصوصاً آنانکہ در مجلس شادی کتخدائی مولوی صاحب ممدوح با صبیہ عفیفہ حضرت مولوی صاحب مخدومی مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم ومغفور شریک بودند اظہر من الشمس ست کہ حضرت مولانا مبرور از نماز عشا تا نماز صبح مع جماعت کثیرہ از علما واہل مدرسہ در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند ومجلسے عجیب بابرکت ومیمنت ترتیب یافتہ بود وکاتب حروف نیز در آں مجلس حاضر بود بالجملہ در آخر سنہ ۱۲۴۳ ہجری کاتب ایں حروف بدہلی رسیدہ بہ مسجد پنجابی کٹرہ مقیم شدہ بود ومولوی سید محمد نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ بعد یک سال یا چند ماہ زیادہ ازاں بہ شاہ جہان آباد تشریف آوردہ بمکان مفتی شجاع الدین علی خاں صاحب بہ محلہ پایہ گراں بجانب شمالی مسجد جامع شاہ جہانی مقیم شدند بعد چند روز بہ محلہ پنجابی کٹرہ بہ خدمت حضرت اُستاذی مولوی عبدالخالق صاحب طاب مثواہ مقیم شدند وتقریب شادی نکاح درآں جا گردیدہ وحاضر باشی مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بخدمت حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سقی اللہ ثراہ بچشم خود دیدہ ام بلکہ مرا خوب یاد است کہ مولوی صاحب ممدوح وحاجی مزمل صاحب مرحوم کہ یکے از علمار دیندار بودند وایں فقیر در یک مسئلہ روبروے حضرت مولانا مبرور مباحثہ می کردیم وحضرت مولانا استماع می فرمودند - وازاں وقت یعنی سنہ ۱۲۴۷ ہجری غیبت مولوی صاحب موصوف تا الی الآن از دہلی صورت نہ گرفتہ مگر یک دو بار کہ بوطن مالوف خود تشریف بردہ بودند وحضرت مولانا مغفور در سنہ ۱۲۵۸ ہجری بہ طرف حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً ہجرت فرمودند ودراں وقت ایں فقیر بہ ملک سندھ مقیم بود پس قریب پانزدہ سال حضرت مولانا مولوی صاحب ممدوح در دہلی بودند پس شبہ عدم رویت وزیارت وہم محض ست ومردم دہلی بخوبی ازیں حال آگاہ اند والسلام - مکرر آنکہ تا آخر سنہ ۱۲۵۸ ہجری ایں جانب نیز بہ شاہ جہاں آباد بود وحاضر باشی مولوی صاحب بخدمت مولانا صاحب می دید وبماہ ذی الحجہ سنہ مذکور روانہ ملک سندھ گردیدہ والسلام۔

جناب موصوف کی طرف سے ایک اعلان آپ کے

ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے (جیسا کہ میاں صاحب نے خود اپنی یادداشت سابق الذکر میں تصریح کی ہے) کہ آپ کو مولانا کے حضور میں قرأت کا اتفاق کم ہوا لیکن سماعت حدیث اور حل رموز و نکات وغیرہ کا سلسلہ مولانا کے دہلی میں موجود رہتے تک برابر جاری رہا سند کے الفاظ و سمع منی الاحادیث الکثیرہ اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور سچ پوچھو تو قدماء محدثین کا طریقہ تدریس بھی یہی تھا کہ اُستاد کسی بلند مقام ممبر وغیرہ پر بیٹھ کر زبانی یا تحریری یادداشت سے روایت کرنا شروع کرتا اور حاضرین

قدماء محدثین کا طریقہ تعلیم و تدریس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴)

دست خاص کا لکھا ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد می گوید افقر عباد اللہ الصمد علی احمد عفی عنہ سیاتہ وزیدت حسناتہ کہ دریں ولا زبانی آیندگان از بلدہ لاہور بدریافت رسیدہ کہ در آں بلدہ و اطراف و قرب و جوار آں بعضے مسلماناں را اشتباہے پیدا شدہ است کہ مولوی صاحب مستجمع محاسن و فضائل و مستتبع محامد و فواضل مولوی سید نذیر حسین صاحب متوطن حال بلدہ دہلی را شرف صحبت و دیدار و زیارت و سند کتب احادیث شریفہ از مولانا و مخدومنا حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب طاب مثواہ حاصل ست یا نہ نظر بر ضرورت و استحسان رفع ایں اشتباہ موافق علم خود می نویسم کہ صحبت و زیارت و حاضرباشی مولوی صاحب ممدوح بحضرت مولانا مبرور نور اللہ مرقدہ چوں شمس نصف النہار ظاہر و ہویدا است کاتب الحروف با مولوی صاحب در بعض از اوقات روبروے مولانا مبرور در بعض از مسائل مباحثہ نمودہ است و بروز نکاح مولوی صاحب موصوف حضرت مولانا ممدوح مع دیگر علما دہلی از نماز عشا تا نماز صبح در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند و کاتب الحروف نیز حاضر بود ازیں حال اکثرے از سکنائے محلہ مذکور واقف و آگاہ خواہند بود۔ وعلاوہ بریں تخمیناً پانزدہ سال مولوی صاحب موصوف و حضرت مولانا در شہر دہلی بودند زیراکہ در آخر ۱۲۴۲ھ ہجری قدسی راقم الحروف بہ دہلی آمدہ و بعد ازاں تخمیناً یک نیم سال مولوی صاحب موصوف وارد دہلی شدند و در ۱۲۵۰ھ ہجری کاتب الحروف روانہ ملک سندھ گردیدہ و مولوی صاحب موصوف را در دہلی گذاشت و در ۱۲۵۸ھ ہجری حضرت مولانا مرحوم بہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تبجیلاً ہجرت فرمودند و مولوی صاحب ممدوح ہنوز در دہلی اند پس اشتباہ عدم صحبت و زیارت بے اصل محض است واما اشتباہ اسناد کتب احادیث پس چوں اسناد دستخطی حضرت مولانا ممدوح بدست مولوی صاحب موجود است محل اشتباہ دریں امر نیز باقی نماندہ اللہ تعالیٰ مسلماناں را از جملہ بلاہا محفوظ دارد۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ؎ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ہ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اللھم احفظنا من کل بلاء اللھم اغفرلی وللمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات والف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا وانصرنا علی عدوک وعدونا یا ارحم الراحمین یا خیر الناصرین

محررہ پانزدہم ربیع الاول ۱۲۹۲ھ ہجری قدسی

۱۲۶۱
علی احمد

استاد کے بیان کو ساتھ ساتھ قلمبند کرتے جاتے اور آئندہ اسی یادداشت سے حفظ روایت کرتے پس میاں صاحب کا اپنے شیخ کی مجلس درس میں حاضر رہ کر بذریعہ سماعت کے علم حاصل کرنا ٹھیک ٹھیک طریقہ محدثین کے موافق تھا۔

اگرچہ یہ جواب مخالفین کے مقابلہ میں بالکل کافی اور مُسکت ہے مگر میاں صاحب کے سامنے جب اہل عناد کی اس جرح کا تذکرہ آتا تو وہ بجائے سند کے الفاظ کی تشریح کرنے یا سند کو بہ حیثیت دلیل تلمذ پیش کرنے کے یہ فرماتے "سنو صاحب میں سند وند نہیں جانتا یہ دیکھو کہ مجھے پڑھانا آتا ہے یا نہیں" ایک روز مولوی احمد علی صاحب مرحوم سہارن پوری کو میاں صاحب نے خطاب کر کے فرمایا میں چپڑاس نہیں دکھاتا ہوں تم بیٹھو میں صحاح پڑھاتا ہوں دیکھو روش محدثانہ رکھتا ہوں یا نہیں۔ اکثر ایسے موقع پر شوخی طبع سے سند کو چپڑاس کے لفظ سے تعبیر کرتے اور اپنے حق میں مشہور مصرع ضرب المثل ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند، سے تمثیل کرتے۔

مولوی احمد علی صاحب سہارن پوری کا واقعہ

بہ ظاہر میاں صاحب کا یہ جواب معمولی اور عامیانہ جواب معلوم ہوتا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو اِن سادے لفظوں میں بھی طبیعت کا اصلی رنگ اپنا جوہر دکھا رہا ہے۔

مولوی احمد علی صاحب سے سوال و جواب

دوسرا واقعہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم کے ساتھ یہ ہوا کہ وہ ایک دن درس کے وقت پہنچے میاں صاحب نے مولوی شریف حسین مرحوم کو کنایۃً کہا کہ جا کر اُن کی سند لے آئیں اور شاگردوں سے کہا چلو صاحب چلو میں بکریاں نہیں چراتا اونٹ چراتا ہوں۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ میں نے مولوی محمد اسحٰق صاحب سے نہیں پڑھا ہے؟ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ میں جب پہلی بار اپنے والد کے ساتھ دہلی آیا تھا اُس وقت آپ نے شرح ملا شروع کی تھی جس کی مٹھائی میں نے بھی کھائی تھی۔ میاں صاحب نے پوچھا پھر تم کتنے دنوں بعد دلی آئے؟ مولوی صاحب نے کہا بارہ برس بعد میاں صاحب نے فرمایا کہ تب تم مجھ کو پڑھتے ہوئے کیا دیکھتے ہیں تو اُس وقت صحاح کا درس دے چکا تھا پھر کہا اچھا یہ تو بتاؤ؟ تم کو

مولانا محمد اسحٰق صاحب کا شاگرد کس نے بنوایا مولوی صاحب نے کہا آپ نے (بات یہ تھی کہ مولوی احمد علی صاحب دہلی حدیث پڑھنے کو آئے اُس وقت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب بقصد ہجرت روانہ ہونے والے تھے تب مولوی احمد علی صاحب نے چاہا کہ مولوی کرم اللہ صاحب سے صحاح پڑھیں **میاں صاحب** نے اُن کو مشورہ دیا کہ اگر صحاح پڑھنا ہے تو مولانا محمد اسحٰق صاحب کے ساتھ مکّہ چلے جاؤ حج بھی کرلوگے اور صحاح بھی ایک اُستاد کامل سے ہو جائیگی چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے ایسا ہی کیا) **میاں صاحب** نے کہا پھر یہ بات کیا قرین عقل ہے؟ کہ میں تم کو تو مشورہ دے کر شاگرد بنواؤں اور خود اُن سے نہ پڑھوں۔ اس کے بعد **میاں صاحب** نے پوچھا کہ تم شاہ محمد اسحٰق صاحب کا حرف پہچانتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ خوب پہچانتا ہوں **میاں صاحب** نے اپنی سند سامنے رکھ دی اور کہا کہ کہو یہ کس کا حرف ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ شاہ محمد اسحٰق صاحب کا پھر پوچھا کہ مہر کس کی ہے مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے کہا شاہ محمد اسحٰق صاحب کی۔

سند پر مدار علم نہیں۔

بات یہ ہے کہ جب تک علم حدیث کا مدار زبانی روایت پر تھا اس بات کی ضرورت تھی کہ روایت کرنے والا اپنے اُستاد سے راوی اوّل تک سلسلہ وار درمیانی راویوں کا نام بتا دے تاکہ اصول جرح و تعدیل کے موافق ہر راوی کی جانچ کرنے کے بعد روایت قابل قبول یا رد قرار دی جائے۔ اور اسی سلسلہ روایت کا نام سند ہے مگر اب کہ محدثین اولین شکر اللہ مساعیہم کی محنت و کوشش سے تمام زبانی اور منتشر روائتیں صحاح و سنن و معاجم و مسانید وغیرہ دواوین اسلام میں جمع و محفوظ اور باعتبار مختلف مدارج صحت و ضعف وغیرہ کے ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز کردی گئیں

فن اسماء الرجال

بلکہ محققین و مجتہدین کے لئے حدیث کے حالات میں اسماء الرجال کا ایک خاص فن ہی مدون ہو گیا اور متاخرین نے شروح و حواشی اور تعلیقات کے ذریعہ سے ایک ایک مبہم اور مجمل لفظ اور مشتبہ و مختلف فیہ یا متناقض روایتوں کے متعلق معلومات کا

علم حدیث کے متعلق معلومات کا ذخیرہ

بے انتہا ذخیرہ مہیا کر کے علم حدیث کو اس قدر سہل اور آسان کر دیا ہے کہ ایک ذہین اور با استعداد شخص اپنی قابلیت و محنت سے صرف کتابوں کے ذریعہ اس علم میں مہارت تامہ حاصل کر لے سکتا ہے اِس صورت میں سند اور اجازت کو علم کا معیار ٹھیرانا بڑی غلطی ہے۔

میاں صاحب کے جواب مذکورہ بالا میں اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے اور راقم کے نزدیک یہی خیال ہے جس نے میاں صاحب کو صرف ایک شیخ الحدیث پر قانع اور تعدد شیوخ کی ہوس سے بے پروا رکھا۔

تعدد شیوخ کی ہوس نہ تھی

طالب علمی کے احباب، زمانہ تحصیل کے ہم سبق طلبہ اور اُن کے ساتھ باہمی برتاؤ

مولوی امداد علی مرحوم سورج گڈھی تو آپ کے رفیق وطن ہی سے تھے ان کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ الہ آباد میں مولوی زین العابدین سے بڑی دوستی تھی کیوں کہ مولوی سید عبدالعزیز صمدنی کو ایک خط میں لکھتے ہیں "از تحریر ایشاں بوضوح پیوست کہ بہ ضلع الہ آباد رسیدند خوب شد لب جمن مسجدے ست کہ بہ ایام طلب علم چندے بسر کردہ ام دراں جا از مولوی زین العابدین صاحب مرحوم و مغفور صحبت درس و تدریس گرم می بود و از چند اصحاب دوائرہم جلسہ مذاکرہ بانتہا کشیدہ بود"

مولوی امداد علی سورج گڈھی مولوی زین العابدین

اسی خط میں مفتی اسد اللہ کے حالات بھی دریافت فرمائے ہیں کہ وہ کہاں ہیں یہی مولوی سید عبدالعزیز اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ "میں جب دہلی جاتا اور الہ آباد کے ضلع میں تحصیلدار تھا تو ہمیشہ یہ فرماتے کہ "بھئی تمھارے آنے سے مولوی زین العابدین مرحوم یاد آجاتے ہیں اور اپنی طالب علمی کے مزے اُس وقت سب سامنے ہو جاتے ہیں۔ جس کو ساٹھ ستر برس کا زمانہ ہوا"

مفتی اسد اللہ

دہلی میں مولانا عبدالخالق صاحب اور مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے تحصیل علم کے وقت مولوی رحمت اللہ بیگ، مولوی عبداللہ سندھی، مولوی محمد گل کابلی، مولوی نور علی متوطن سسراون، حافظ محمد فاضل سورتی، حافظ حاجی محمد مرحوم صحیح بخاری و مسلم میں ہم سبق تھے۔

مولوی رحمۃ اللہ بیگ مولوی عبداللہ سندھی وغیرہ دہلی کے ہم سبق طلبہ

ہدایہ کے سبق میں نواب قطب الدین خان مرحوم، مولوی بہار الدین دکھنی، مولوی صفۃ اللہ والد ماجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی مولوی قاری حافظ کرم اللہ شریک تھے اور نواب صاحب مرحوم سے دوستی بہت بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ میاں صاحب

خود اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں "واز شریک شدن در ھدایہ از جناب مولوی صاحب مرحوم (نواب قطب الدین خاں) سلسلہ محبت وارتباط و انبساط روز بروز دراز گردید"

مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی

مولوی محمدؒ ابراہیم مرحوم نگرنہسوی عظیم آبادی کے ساتھ بھی دوسری بار آپ نے پوری صحیح بخاری سماعتاً پڑھی اور کسی قدر تفسیر بیضاوی بھی قاری عبدالرحمن صاحب مرحوم پانی پتی بھی بعض موقع کے ساتھی تھے اور باہم ربط تھا ایک دن کسی موقع پر شاہ محمدؒ اسحق صاحب نے پوچھا کہ اذا مفاجات کے لئے آتا ہے یا نہیں ؟ کسی طالب علم نے جواب دیا کہ نہیں ناگاہ قاری صاحب بول اُٹھے اذ مفاجات کے لئے آتا ہے کہ میاں صاحب نے بے ساختہ مذاقاً کہہ دیا۔ یک نہ شد دو شد۔ قاری صاحب شدید الغیظ آدمی تو تھے ہی اُس وقت سے جو میاں صاحب سے کشیدہ ہوئے تو مدتوں صاف نہ ہوے۔ قرینہ ہے کہ قاری صاحب کے ساتھ اس قسم کا مذاق طلبہ عمداً بھی کرتے ہونگے جس طرح چڑنے والوں کو لوگ اسی لئے چڑاتے ہیں کہ وہ گالی دے۔

تیسری بار صحیح بخاری پڑھنا ایک بار مولانا عبدالخالق سے اور دوبار مولانا شاہ اسحق صاحب سے

قاری عبدالرحمن پانی پتی کے ساتھ مذاق

ہم سبق لوگوں میں کیا درجہ تھا

مولانا شاہ محمدؒ اسحق صاحب رح جب استفتا کا جواب تحریر فرماتے تو لکھ کر طلبہ کے حوالہ کردیتے جس سے شاگردوں کی تعلیم مقصود ہوتی۔

استفتا

ایک استفتا کا سوال یہ تھا کہ کسی نے چار آنے پیسے کسی سے قرض لئے اُس وقت نرخ پیسے کا بیس گنڈہ تھا چار آنے کے بیس پیسے ملے اب ادائے قرض کے وقت پیسے کا نرخ پچیس گنڈہ ہے دائن کو بیس پیسے دئے جائیں گے کہ پچیس۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جواب لکھا کہ جتنے پیسے لئے تھے اُتنے ہی ادا کئے جائیں گے یعنی بیس پیسے۔

جواب

جواب پر نظر

شاگردوں نے فتوی کو پڑھ لیا جب میاں صاحب نے پڑھا تو عرض کیا کہ حضور پچیس پیسے ادا کئے جائیں گے جو نرخ پیسے کا ادا کے وقت ہے پوچھا کیوں ؟ عرض کیا پیسوں کی ثمنیت خلقی نہیں ہے بلکہ جبلی ہے مگر جناب شاہ صاحب

نے اِس پر خیال نہیں فرمایا **میاں صاحب** نے بھی اُس فتوے پر دستخط نہیں کیا۔ اُستاد کی مخالفت پر لوگ متحیر ہوئے اور چھ مہینے تک اِس مخالفت کا چرچا دہلی میں ہوتا رہا چھ مہینے کے بعد جب کتاب طوالع الانوار مکّہ معظمہ سے آئی تو **میاں صاحب** یہ جزئی اُس کتاب میں نکالکر شاہ صاحب کے حضور میں لے گئے اور پیش کرکے عرض کیا کہ اب حضور اُس فتوے کو منگاکر قلم زد کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

چھ مہینے کے بعد فیصلہ

میاں صاحب فرماتے تھے کہ جب تک طوالع الانوار آئی نہیں تھی میں دہلی میں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں تھا جدھر نکلتا اُنگلیاں اُٹھتیں کہ یہی ہے۔

شاہ محمّد اسحٰق صاحب کا اقتدا

ایک روز مولانا شاہ محمّد اسحٰق رح کے حلقہ درس میں ترمذی کا سبق ہو رہا تھا اِس سبق میں ایک جگہ لفظ **کان** محذوف تھا شاہ محمّد اسحٰق رح نے شاگردوں سے پوچھا کہ **کان** کہاں کہاں حذف ہوتا ہے۔

حذف کان کی تحقیق

میاں صاحب نے بجاے اُن چار جگھوں کے جہاں نحوی لوگ عموماً حذف **کان** کا بیان کرتے ہیں۔ اور معمولی درسی کتب متون و شروح میں اُنہیں مواضع اربعہ پر کفایت کرتے ہیں چھ مواضع میں **کان** کا حذف ہونا بیان کیا اور گِن کر بتا دیا کہ فلاں محل میں بھی **کان** محذوف ہوتا ہے اور فلاں مقام میں بھی مگر نُحاۃ اُن دو کا ذکر نہیں کرتے چنانچہ جناب شاہ محمّد اسحٰق علیہ الرحمۃ نے بھی اِس کی تصویب اور تصدیق کی۔

باب سوم

یکم محرم ۱۲۵۹ھ مطابق ۲- فروری ۱۸۴۳ع سے ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ مطابق ستمبر ۱۸۸۷ع (چھیالیس ۴۶ برس) کے واقعات

مسند درس پر متمکن ہونا، تفسیر حدیث فقہ پر عبور، مطالعہ اور وسعت نظر، درس، وعظ، اراکین قلعہ سے تعلق، گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری، راولپنڈی کی نظربندی، اہلیہ کی وفات، شمس العلما کا خطاب، سفرحج، مختلف اقطار عالم میں اقتدار، مولانا سید

شریف حسین صاحب مرحوم کی وفات،

جس وقت جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے شوال ۱۲۵۸ھ ہجری میں ہندوستان سے ہجرت کی۔ دہلی میں متعدد نامور علما (جس میں سے اکثر جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح کے نہ صرف تلمیذ و تربیت یافتہ بلکہ درس و تدریس میں مشغول تھے اور باوجود اعلیٰ درجہ کا فضل و کمال رکھنے کے غایت عقیدت مندی کے ساتھ جناب شاہ صاحب کی خدمت کے ہمہ آن ملازم اور سالہائے دراز تک اُن کے کلمات طیبات سے استفادہ کرنے والے اور اُن کے خرمن فیض کے خوشہ چیں رہ چکے تھے) موجود تھے خود جناب شاہ صاحب کے بھتیجے مولوی مخصوص اللہ مرحوم (مولانا شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے) جو پچیس برس تک اپنے حقیقی چچا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے حلقہ درس میں شریک اور عرصہ دراز تک خود بھی درس دیتے رہے تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی مولوی محمد موسیٰ اُس وقت تک حی القائم موجود تھے علاوہ اُن کے مولانا شاہ عبدالعزیز اور نیز مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہما الرحمۃ کے مشاہیر تلامذہ دہلی اور مختلف بلاد اطراف ہند میں پھیلے ہوے وعظ و ارشاد و درس و افتاء وغیرہ خدمات دین کو انجام دے رہے تھے۔ بلکہ بعض بعض صاحب سجادہ و طریقہ بھی تھے جس کی وجہ سے اُن کا مرجع خلایق ہو جانا زیادہ قرین قیاس تھا مگر یہ بات کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ مولانا کا واقعی اور حقیقی جانشین اور مولانا شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز علیہما الرحمۃ کے مسند درس کا مالک باوجود بے انتہا مخالفت اور مزاحمت کے مولوی سید محمد نذیر حسین کے سوا اَور کوئی نہ ہو سکا یہاں تک کہ **میاں صاحب** کا لقب جو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے واسطے مخصوص تھا اور بسلسلۂ جانشینی منتقل ہوتا ہوا مولانا شاہ محمد اسحٰق رح تک پہنچا تھا وہ مولانا کے بعد **مولوی نذیر حسین** کے ساتھ اس طرح چسپاں ہوا کہ اب **میاں صاحب** اور مولوی **نذیر حسین** گویا دو مترادف لفظ ہو گئے۔

علم حدیث تو **میاں صاحب** کا خاص فن تھا جس کو ہندوستان میں شایع کرنا حکیم مطلق نے **آپ** کی ذات بابرکات کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔ اور فی الواقع اس علم شریف کی ترویج چار دانگ ہندوستان میں جیسی کچھ **آپ** کے ذریعہ سے

شاہ اسحٰق صاحب کی ہجرت کے وقت بڑے بڑے با اثر تلامذہ دہلی اور ہندوستان میں موجود تھے

مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد موسیٰ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجوں کا ذکر۔

مولانا شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز کا جانشین میاں صاحب کے سوا کوئی نہ ہو سکا۔

میاں صاحب کا لقب

علم حدیث آپ کا خاص فن تھا

ہوئی فرد واحد کی کوشش اس سے زیادہ نہیں کر سکتی چنانچہ کبھی کبھی جوش میں آکر خود بھی فرما دیا کرتے تھے کہ میں نے صحاح ستہ کو گلستاں بوستاں کر دیا۔ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ اس مقدس علم کا شیوع جیسا کہ **میاں صاحب** کی ذات سے ہوا اُس کی نظیر قرون ماسبق میں بھی آسانی سے نہیں مل سکتی۔ مولوی عزیز احمد صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں "میں نے خود کئی بار **حضرت** سے پوچھا کہ صحاح اور خصوصاً صحیح بخاری **حضور** نے کے مرتبے درس دی ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ کیا شمار بتاؤں اللہ کو علم ہے۔ میری یاد صحیح ہے تو کوئی سو بار پڑھائی ہوگی۔ مگر اسی کے ساتھ جو لوگ تھوڑے دن بھی **آپ** کی خدمت میں حاضر اور **آپ** کے درس و ارشاد سے بلا واسطہ فیض یاب ہوئے ہیں اُن پر پوشیدہ نہیں ہے کہ فنون متداولہ درسیہ میں کوئی فن ایسا نہیں تھا جس میں **آپ** استعداد کامل نہ رکھتے ہوں خصوصاً فقہ حنفی پر اس قدر کامل عبور تھا کہ اُس زمانہ میں بھی جب کہ خود جوان تھے اور مدینۃ العلم دہلی میں ایک سے ایک بڑھ کر کامل الفن موجود تھے۔ علم فقہ میں عدیم النظیر سمجھے جاتے تھے جیسا کہ سید احمد خان مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں **میاں صاحب** کا تذکرہ کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ اس کی تصریح کی ہے۔

صحاح ستہ اور خصوصاً صحیح بخاری کئی سو بار پڑھائی

فنون متداولہ میں استعداد کامل

فقہ حنفی پر عبور

خود **میاں صاحب** فرماتے تھے کہ فتاوی عالمگیری جیسی ضخیم اور مبسوط کتاب تین مرتبہ من اولہ الی آخرہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً مطالعہ سے گذری ہے۔ اور مختلف مقامات سے بلا ترتیب دیکھنے پڑھنے کا تو کوئی شمار نہیں کثرت مزاولت کی وجہ سے کتاب مذکور کے جزئیات پر اس قدر احاطہ ہو گیا تھا کہ گویا ساری کتاب از بر محفوظ تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی شرف الدین مرحوم مفتی ریاست رام پور (جو کہ مرد ذی علم اور سن رسیدہ تھے اور غایت بد دماغی سے مولانا شاہ عبد العزیز رح کے ساتھ دعوی ہم عصری رکھتے تھے) دہلی آئے اور اولاً صدر بازار میں پنجابیوں کے مہمان ہوئے شہرہ تو تھا ہی **میاں صاحب** بھی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ عند التذکرہ **میاں صاحب** نے پوچھا کہ جناب کو آج کل کیا شغل ہے کہنے لگے کہ نواب نے تفسیر جلالین کے ترجمہ کی فرمائش کی ہے وہی لکھ رہا ہوں مگر بے چارے دونوں جلالو تو بالکل بھولے بھالے تھے اُن کو کچھ آتا جاتا نہیں۔

جزئیات فتاوائے عالمگیری پر حافظہ کی قدرت

مفتی شرف الدین صاحب سے ملاقات اور سوال و جواب

میاں صاحب کا سوال

مفتی صاحب کا سکوت

اِس لیے مجھ کو بہت بنانا پڑتا ہے میاں صاحب نے پوچھا کہ یورث کلالہ میں یورث ورث یرث سے مشتق ہے یا اورث یورث سے [ع۱]۔ مفتی صاحب ساکت رہے میاں صاحب نے اسی سے اندازہ کر لیا بعدہ مفتی صدر الدین خاں مرحوم کے ہاں مہمان ہوئے شہر میں مفتی رام پور کے علم و فضل کی دھوم تو مچی ہوئی تھی ہی میاں صاحب بہ تقریب دعوت وہاں بھی پہنچے مفتی صدر الدین خان مرحوم (جو کہ میاں صاحب کے ساتھ رسم دوستانہ رکھتے تھے) نے شوخی کی ادا میں میاں صاحب کی تعریف اس عنوان سے کی کہ "یہ جوان بڑا وہابی ہے اس کے سامنے حضور کوئی مسئلہ نہ بیان فرماویں مسئلہ کہنا ہو تو جمنا پار جا کر فرمائیے گا

مفتی شرف الدین کا سوال

میاں صاحب کا جواب

اس پر مفتی رام پور نے میاں صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو فقہ آتی ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ میں کیا جانوں صاحب آپ پوچھیں۔ مفتی موصوف نے سوال کیا کہ وضو میں کے فرض ہیں میاں صاحب نے کہا معلوم ہوا آپ وہی اعتراض کریں گے جو پہلے ملا فروخ مکی نے کیا ہے اور اُسی کو بحر الرائق میں لکھا ہے اُسی کو نہر الفائق میں نقل کیا ہے ایسے اعتراض کے جواب دلی کے بھٹیاروں کے لونڈے پیڑا بناتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کوئی بڑی بات پوچھی ہوتی۔

اجیر و مستاجر کے درمیان دانے چارے کا مسئلہ

مفتی صاحب کا جواب

اِتنے میں کسی نے آکر مسئلہ پوچھا کہ پانی پت جانے کے لیے اونٹ گاڑی کرایہ کی ہے کرایہ کی صفائی ہو گئی ہے مگر دانے چارے کی صفائی نہیں ہوئی کہ کون دے گا اجیر یا مستاجر یہ اجارہ شرعاً درست ہے یا نہیں مفتی رام پور نے جواب دیا درست ہے مفتی صاحب کے اس جواب پر میاں صاحب نے پوچھا کہاں لکھا ہے مفتی صاحب نے فتاوئ عالمگیری کا حوالہ دیا۔

میاں صاحب نے فرمایا کہ عالمگیری مطبوعہ کلکتہ و دہلی میں تو لا یجوز [ع۲] لکھا ہے

[ع۱] قال صاحب الجمل یورث بفتح الرا من ورث اے ماخوذ من ورث المجرد المبنی للمجہول لامن المزید لان المیت یکون موروثاً لاموروثاً اسم مفعول فکل من المیت والمال موروث الخ کرخی ۱۲

[ع۲] کتاب الاجارہ۔ الفصل الثانی فیما یفسد العقد فیہ لمکان الشرط۔ رجل استاجر عبداً کل شہر بکذا علی ان یکون طعامہ علی المستاجر او دابۃً علی ان یکون علفہا علی المستاجر ذکر فی الکتاب انہ لایجوز وکل اجارۃ فیہا رزق او علف فہی فاسدۃ الا فی استجارہ الظئر اھ۔ عالمگیری جلد ثالث مطبوعہ نولکشور صہ ۱۱۲۸

جواب کی تغلیط

آپ نے شاید کوئی قلمی نسخہ دیکھا ہوگا جس میں کاتب کی غلطی سے لا چھوٹ گیا ہوگا

فتاوی عالمگیری کی نسبت میاں صاحب کا دعویٰ

اور اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ عالمگیری بڑی مبسوط کتاب ہے اُس کی جزئیات کو کون احاطہ کرسکتا ہے تو آپ جہاں سے چاہیں سوال کریں صفحۃً صفحۃً ورقۃً ورقۃً عبارت سنا دوں گا پھر **میاں صاحب** نے پوچھا کہ شوہر بی بی کی لاش کو ہاتھ لگا سکتا

میاں صاحب کا سوال

ہے غسل دے سکتا اور تجہیز و تکفین کرسکتا ہے کہ نہیں ؟ مفتی صاحب نے کہا نہیں **میاں صاحب** نے کہا دلیل ؟ مفتی صاحب نے کہا بعد موت کے نکاح فسخ

مفتی رام پور کا جواب اور پھر اُس پر اعتراض اور سکوت

ہوگیا تب **میاں صاحب** نے کہا کہ حضرت علیؓ نے کیوں کر جناب سیدہؓ کو غسل دیا اور تجہیز تکفین کی مفتی صاحب ساکت ہو گئے۔

فقہ حنفی پر عبور کی مثال

مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ لکھو کی پنجابی نے ایک موقع پر کسی مسئلہ حنفیہ کے بیان میں **میاں صاحب** کے سامنے فقہ حنفی کی چودہ ۱۴ کتابوں کا حوالہ دیا۔

چالیس کتابوں کا حوالہ

میاں صاحب نے چالیس کتابوں کے نام بتلائے جن میں مسئلہ زیر بحث مذکور تھا اور وہ سب اُن کی نظر سے گذر چکی تھیں۔

ایضاً دوسری مثال

حافظ عبد المنان وزیر آبادی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صحیح بخاری کے سبق کتاب الاکراہ میں " قال بعض الناس " آیا امام بخاری نے کتاب جامع صحیح میں التزام کیا ہے کہ بہ لفظ " قال بعض الناس " امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور صرف بہ نظر تردید نقل کرتے ہیں۔

علامہ عینی کی تردید

علامہ عینی شارح صحیح بخاری حنفی المذہب جو اپنے مذہب کے سرگرم حامی ہیں۔ صحیح بخاری کے ہر ایسے مقام پر بقدر امکان وہ اپنے مذہب کی تائید کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے اِس موقع پر جواباً اُنھوں نے یہ لکھا کہ سرے سے یہ ہم لوگوں کا مذہب ہی نہیں ہے **میاں صاحب** اثنا سبق میں اُٹھ کر مکان تشریف لے گئے اور نو

نو کتابوں کا حوالہ

جلد قلمی کتابیں ایک گٹھری میں باندھے اُٹھا لائے اور اتنے معتبر حوالوں سے ثابت کیا کہ حنفی مذہب کا وہی مسئلہ ہے جو امام بخاری نے لکھا ہے اور عینی کو خود اپنے مذہب کی خبر نہیں۔

تیسری مثال

اسی طرح ایک دن صحیح بخاری کے سبق میں کسی موقع پر مولوی احمد علی مرحوم سہارن پوری کے حاشیہ کی عبارت پڑھی گئی کہ " خبر واحد سے عموم قرآن کی

تخصیص جائز نہیں میاں صاحب نے برجستہ پچیس۲۵ موقع گن کر بتلا دیئے کہ وہاں ائمہ احناف نے خبر واحد سے عموم قرآن کی تخصیص کی ہے۔ حالاں کہ فتح الباری وغیرہ شروح بخاری میں دس۱۰ بارہ۱۲ جگہ سے زیادہ مذکور نہیں ہے۔

دعوی کے خلاف پچیس سندیں حنفی مذہب کی

نکتہ رسی

چوتھی مثال

مولوی علیم الدین حسین صاحب مرحوم کے مکان واقع عظیم آباد میں آپ فرود تھے ایک دن ایک فتوے پیش کیا گیا۔ جس کا جواب مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے لکھا تھا۔

سوال

مسجد کے نیچے تہ خانے کرایہ کی دُکانیں مصارف مسجد کے لئے بنانا جائز ہے یا نہیں

جواب

مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی کا جواب

جائز ہے۔ سند میں کتب فقہ کی عبارتیں جو نقل کی گئی تھیں اُن کا ماحصل یہ تھا کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنانا مصالح مسجد کے لئے جائز ہے۔

علمائے حاضرین سے خطاب

سوال و جواب کو سُن کر میاں صاحب نے علماء حاضرین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کیوں صاحب آپ لوگ کیا کہتے ہو؟ سب نے عرض کی کہ جواب تو ٹھیک ہے آخر میں خود فرمانے لگے کہ سوال میں مصارف کا لفظ ہے اور جواب میں مصالح یہ تو خیال کیا ہوتا کہ کیا؟ مصارف و مصالح دونوں ایک چیز ہیں۔ مصالح یہ ہیں کہ مسجد کی ضرورتوں کی چیزیں بوریا۔ ڈول۔ دری وغیرہ متعلقہ مسجد اُس میں رکھی جائیں نہ کہ اُس میں دوکان ہو اور دنیاوی مشغلے وہاں ہوتے رہیں پھر پوچھا کہ عالمگیری ہے معلوم ہوا کہ نہیں۔

مصارف اور مصالح میں امتیاز

پانچویں مثال

ایک آدمی نے اپنے خسر پر نالش دائر کی کہ اُس کی زوجہ اس سے دلا دی جائے خسر نے جواب دیا کہ یہ اپنی بیوی کو فلاں تاریخ میں طلاق دے چکا ہے دو گواہوں

ے کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کذا فی الهدایة واذا اراد انسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له ذلک کذا فی ذخیرة اھ ۱۲ عالمگیری جلد ثانی ص۱۰۳ مطبوعہ نولکشور

نے بھی شہادت دی کہ میرے سامنے اُس نے اپنی زوجہ کو فلاں تاریخ میں طلاق دی ہے مدعی نے اُس کی تردید میں کہا کہ جس تاریخ میں طلاق دینا بیان کیا جاتا ہے اُس کے بعد اُس کے خُسر نے ایک مجمع عام میں اپنی بیٹی کے رخصت کر دینے کا اقرار اور وعدہ واثق کیا ہے۔

ایک استفتا

مولویوں نے (جو اِس مقدمہ میں جج قرار دئے گئے تھے) فتویٰ دیا۔ چوں کہ خُسر کے بیان میں تناقض فی الدعویٰ ہے لہذا اُس کا قول باطل ہے رخصتی کی ڈگری دی جائے۔

مشاہیر علما کا جواب

یہ فیصلہ جب کہ **میاں صاحب** کے ہائی کورٹ میں پہنچا تو سوال وجواب کو سن کر پوچھا کہ کسے کس نے اس پر دستخط کیا ہے معلوم ہوا کہ مفتی سعد اللہ، مولوی محمد قاسم، مولوی احمد علی سہارن پوری اور مشاہیر علمائے دیوبند کے دستخط ہیں۔

میاں صاحب نے فرمایا کہ سب نے رجماً بالغیب دستخط کیا ہے اتنا خیال نہیں کیا کہ طلاق حق اللہ ہے جس میں مدعی اور گواہ مساوی درجہ رکھتے ہیں اُس کے خسر کے دعوی میں اگر تناقض ہے تو اُن دونوں گواہوں کے بیان کا جواب کیا ہے اُن پر تو خود فرض تھا کہ وہ اظہار کریں پھر کتاب[۵] منگوا کر اس جزئی کو اُس میں بھی دکھا دیا۔

چھٹی مثال

حکیم ظہور الحسن صاحب مرحوم آروی نے ایک سال گرمیوں میں یہ انتظام کیا کہ زیادہ برف منگواتے اور بقدر اپنی ضرورت کے رکھ کر بقیہ کو بیچ ڈالتے اِس طرح اُن کو اپنی ضرورت کے لئے برف بلاقیمت مل جاتی۔ آرہ کے تاجر برف نے حکیم صاحب سے کہا کہ آپ کے اس انتظام کے سبب سے ہم کو تجارت برف میں نقصان ہوتا ہی آپ کو جس قدر برف کی ضرورت ہو مجھ سے لے لیجئے اور برف کی تجارت کو موقوف کیجئے حکیم صاحب (چوں کہ آدمی تھے متشرع) نے بعض علما سے اس معاملہ کی نسبت پوچھا اُنھوں نے کہا کہ جائز ہے اُنہیں دنوں **میاں صاحب** آرہ میں تشریف لائے حکیم صاحب نے اُنہیں عالم سے کہا کہ **میاں صاحب** سے بھی اِس

---

۵ الشہادۃ علی عتق الامۃ وطلاق المنکوحۃ مقبول من غیر دعویٰ بالاتفاق والمسئلۃ معروفۃ ۱۲ ہدایہ مع الکفایہ مطبوعہ احمدی دہلی ص ۱۱۳ جلد ۲

مسئلہ کو پوچھ لیجئے اُنہوں نے پوچھا میاں صاحب نے فرمایا ناجائز ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور طرفین راضی ہیں۔ اور نہ کوئی شرط خلاف شریعت ہے نہ کوئی امر مفضی الی المنازعت پھر وجہ عدم جواز کیا ہے؟ میاں صاحب نے فرمایا دعوی اجتہاد کا اور مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا انحاء تملیک شرعیہ میں سے کون قسم ہے بیع ہے؟ نہیں، ہبہ ہے؟ نہیں، صدقہ ہے؟ نہیں، پھر کیا ہے؟ اِتنا تو سمجھتے کہ کس چیز کا عوض ہے۔ حکیم صاحب مرحوم نے کل برف کا دام جو اُس وقت تک ہوا تھا تاجر برف کو حساب کر کے دے دیا۔

فقہ اور تفقہ کے تبحر کی بے شمار مثالوں میں سے صرف یہ چند مثالیں بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ہیں ورنہ اس قسم کے معرکے تو فقہ و حدیث کے سبق میں روزانہ بیش ہی آتے رہتے تھے جس کا استقصا اگر کیا جائے تو ایک دفتر طویل الذیل تیار ہو جائے بااین ہمہ جو شخص فقہ کے تبحر کا صحیح اندازہ کرنا چاہے تو وہ میاں صاحب کے فتاوے مطبوعہ اور قلمی (جو آج بھی ہزاروں موجود ہیں) کا بغور مطالعہ کرے۔

اُصول فقہ

اُصول فقہ میں تبحر

اصول فقہ میں جو دستگاہ میاں صاحب نے حاصل کی دور آخر میں شاید کوئی اس درجہ تک پُہنچا ہو میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے نصاب تعلیم میں اُصول فقہ کی متعدد کتابیں داخل تھیں اور مرتبۂ فضیلت حاصل کرنے کے واسطے اُن کا پڑھنا پڑھانا لازم سمجھا جاتا تھا ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ میاں صاحب کے بعض معاصرین نے اصول فقہ کے بعض مشہور اور مستند متون پر حاشئے اور تعلیقات بھی لکھے[۵] ہیں۔ مگر یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے کہ کسی علم و فن میں مرتبۂ کمال تک پُہنچنے کے لئے

---

[۵] راقم کے نزدیک کتاب پر حاشیہ لکھ دینا جیسا کہ ہندوستان کے پچھلے علما کا دستور رہا ہے بجائے اُس فن کی قابلیت ثابت کرنے کے زیادہ تر اُس کتاب کی مہارت کو ظاہر کرتا ہے اور ہماری طرز تعلیم کا یہ نقص عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس میں بجائے اس کے کہ مسائل پر زور دیا جائے الفاظ و عبارت کتاب پر زور دیا جاتا ہے اور اسی طرز تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج تک ہندوستان میں کوئی شخص ایسا نہیں گذرا کہ جو باستحقاق مجتہد اور امام فن کہا جا سکے۔ حالانکہ کتب درسیہ پر جس قدر حاشئے اور حاشئے پر حاشئے کے پڑھنے پڑھانے کا رواج ہندوستان میں ہے دوسری جگہ اُس کی نظیر نہیں ملتی بجز شاہ ولی اللہ صاحب کے جن کا سلسلہ درس ہندوستان کے معمولی سلسلہ درس سے بالکل علیحدہ ہے ۱۲

صرف ایک ہی ذریعہ یعنی اس علم کو استعمال کرتے رہنا ہے اصول فقہ کی تدوین و ترتیب دراصل استنباط مسائل و استخراج احکام میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے کی گئی تھی اور یہاں تقلید کی حکومت مطلقہ نے نہ صرف عملاً اجتہاد کا باب مسدود کر دیا تھا بلکہ فقہائے مقلدین نے مثل ختم نبوت کے ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے ختم[ع] اجتہاد کا اعلان کر کے استنباط احکام کو جرم شرعی اور اصول فقہ کو کہ آلۂ اجتہاد ہے معطل قرار دے رکھا تھا۔

میاں صاحب کی طبیعت ابتدا ہی سے تحقیق کی طرف مائل تھی اور وہ زمانہ طالب العلمی ہی سے دلیل مسئلہ میں نظر کرنے کا حوصلہ و شوق رکھتے اور دلیل ہی کا اتباع کرتے تھے اس لئے اُن کو حدیث و فقہ کے ساتھ ساتھ اصول فقہ میں بھی کافی واقفیت اور کامل فہم حاصل کرنا ضرور تھا۔

اس فن کے تبحر کا اندازہ **آپ** کی مشہور اور معرکۃ الآرا تصنیف معیار الحق سے بخوبی ہوتا ہے جو کتب اصول کے شواہد سے مالامال ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فن میں **آپ** کو کیسی قدرت حاصل تھی۔ اسی لئے جو اُنس **آپ** کو اس علم کے ساتھ تھا کام کرتے کے آخری زمانہ تک باقی رہا۔

مولوی علیم الدین حسین مرحوم نگرنہسوی جو کہ خاندانی عالم اور بڑے مستند فاضل تھے دہلی میں مفتی صدر الدین خاں سے مسلم الثبوت پڑھتے تھے ایک مرتبہ **میاں صاحب** نے مفتی صاحب کے بیان کئے ہوئے مطلب پر گرفت کی اور خود تقریر کی جس کو مفتی صاحب نے بھی بہت پسند کیا۔

مولوی علیم الدین حسین مرحوم تقریر کی صفائی اور تفہیم مطالب کی قدرت کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ دوسرے ہی روز **آپ** کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو گئے۔

ع من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامہ النسفی وا ختتم الاجتہاد وعنوا الاجتہاد فی المذہب واما الاجتہاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا التقلید واحد من ہؤلاء علی الامۃ وہذا کلہ ہوس من ہوساتہم لم یاتو بدلیل ولا یعبأ بکلامہم وانماہم من الذین حکم الحدیث انہم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ولم یفہموا ان ہذا اخبار بالغیب فی خمس لا یعلمہن الا اللہ تعالیٰ ۱۲ - شرح مسلم الثبوت بحر العلوم صہ ۶۲۴ مطبوعہ مطبع نولکشور

ملا محمد صدیق پشاوری مدظلہ جو آپ کے قدیم تلامذہ سے ہیں اور مسلم الثبوت اُصولی۔ اُن کے ماہر اور کامل فن اصولی ہونے کا مفصل تذکرہ فہرست تلامذہ میں اُن کے ترجمہ کے ساتھ انشاء اللہ کیا جائے گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ **میاں صاحب** گاڑی میں سوار کہیں جا رہے تھے رستہ میں مولوی احمد علی صاحب مرحوم سہارن پوری نے جو دیکھا تو لپک کر آئے اور گاڑی کو روک کر ایک مسئلہ کا پتہ دریافت کرنے لگے کہ کس کتاب میں ملے گا۔ **میاں صاحب** نے فی البدیہہ بتا دیا کہ الاشباہ والنظائر میں موجود ہے مولوی صاحب موصوف بہت خوش ہوئے کہ اس آسانی سے نشان مل گیا محنت سے بچے۔

تفسیر

علوم دین میں فقہ، حدیث، تفسیر، یہی تین علم مقصود بالذات ہیں اور بقیہ علوم اُن کے لئے بمنزلہ آلات، ادوات، وسائط اور خادم کے ہیں ان تینوں علوم میں فقہ حدیث تو مرتبہ کمال کو پُہنچ چکے اور اس قدر کتابیں ان دونوں میں تصنیف و تالیف ہو گئی ہیں کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہیں چنانچہ ان دونوں کی نسبت کہا گیا ہے نضج واحترق[عہ] یعنی پک کر جل گیا پکنے سے مراد ہے اُس علم کے اصول و فروع کا مقرر، مبین اور مفصل ہو جانا اور جل جانے سے مُراد ہے نہایت مرتبۂ کمال کو پُہنچ جانا وفیہ ما فیہ[عہ]

عہ فی الاشباہ قال بعض المشائخ العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وہو علم النحو وعلم الاصول وعلم لا نضج ولا احترق وہو علم البیان والتفسیر وعلم نضج واحترق وہو الفقہ والحدیث الاشباہ والنظائر صـ ۵۸۲ مطبوعہ مطبع نولکشور

عہ علم حدیث کی نسبت تو یہ مقولہ بلاشبہ صحیح ہے کیوں کہ اصل حدیث تو ختم نبوت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا نئے سرے سے ہو ہی نہیں سکتی باقی رہی فقہ اُس کی نسبت یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیوں کہ جزئیات مسائل تو ہمیشہ نئے نئے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں جیسے ریل پر نماز، نوٹ کی بیع وعلی ہذا القیاس۔ قال صاحب التوضیح اعلم انہ لا ایراد بالاحکام الکل لان الحوادث لا تکاد تتناہی ولا ضابطۃ یجمع احکامہا اھ وقال صاحب التلویح لان الحوادث وان کانت (دیکھو صفحہ ٦٢)

اور علم تفسیر کے خصوص میں یہ فیصلہ ہے لم ینضج بعد ابھی تک پکا ہی نہیں تفسیر کے فن میں اگرچہ حدیث کی نسبت کتابیں کم لکھی گئی ہیں پھر بھی بلا لحاظ مقابلہ جس قدر کتابیں موجود ہیں وہ تعداد میں کم نہیں ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ حدیث کی کتابیں جس قدر لکھی گئی ہیں اور بالخصوص جو قابل اسناد سمجھی جاتی ہیں وہ نہایت محنت و کاوش اور احتیاط سے لکھی گئی ہیں برخلاف اس کے تفسیروں کی حالت یہ ہے کہ سلف صالحین سے جو تفسیریں ہیں اُن میں اختصار ہے جو تنقید کا مقتضی ہے اُن تفسیروں میں گویا صرف ترجمے ہیں یا احادیث نبوی ؐ اور آثار صحابہ و تابعین سے تفسیر کی گئی ہے اور روایتوں میں بھی تنقید ہے جیسے ابن کثیر، ابن جریر، فتح القدیر، جلالین اور جامع البیان اُن کے بعد ایسی تفسیریں ہوئیں جن میں روایات کی تنقید نہیں کی گئی مگر سند مذکور ہے جس سے اہل بصیرت کے لئے تنقید آسان ہے جیسے معالم التنزیل، تفسیر مظہری اور درمنثور۔ پھر وہ تفسیریں ہوئیں جن میں متکلمانہ روش اختیار کی گئی اور اُن میں اس قدر مبالغہ ہوا کہ بجائے تفسیر ہونے کے وہ علم کلام کی ایک مبسوط کتاب ہو گئی جیسے تفسیر کبیر (جس کی نسبت مقولہ ہے فیہ کل شئے الا التفسیر۔ یعنی اُس میں دنیا بھر کی باتیں ہیں تفسیر ہی نہیں ہے) بعض تفسیریں اس قسم کی ہیں جن میں قرآن کی عربیت، معانی، بیان اور بدیع سے بحث ہے جیسے کشاف جار اللہ زمخشری کی۔ کسی میں صوفیانہ رنگ ہے اسرائیلیات کی دھوم ہے جیسے روح البیان۔ مگر روایات کی حیثیت سے دیکھئے تو اُن کو مجموعہ رطب و یابس کہنا کسی طرح بے جا نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱) متناھیۃ فی نفسھا بانقضاء دار التکلیف الا انہا لکثرتہا و عدم انقطاعہا مادامت الدنیا غیر داخلۃ تحت حصر الحاصرین وضبط المجتہدین وہو المعنی بقولہ لاتکاد تتناہی فلا یعلم احکامہا جزئیاً فجزئیاً لعدم احاطۃ البشر بذلک ولا کلیاً تفصیلیاً لانہ لا ضابطۃ یجمعہا لاختلاف الحوادث اختلافاً لا یدخل تحت الضبط اھ ص ۳۱ (مطبوعہ مطبع نولکشور) اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب مصفی شرح موطا میں لکھتے ہیں ’’مسائل کثیرۃ الوقوع غیر محصور اند و معرفت احکام الٰہی در انہا واجب وانچہ مسطور و مدون شدہ است غیر کافی و در انہا اختلاف بسیار کہ بدون رجوع بادلہ حل اختلاف آں نتواں کرد و طرق آں تا مجتہدین غالباً منقطع پس بغیر عرض بر قواعد اجتہاد راست نیاید اھ ۱۲

میاں صاحب کی نظر تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری زاہدی، تفسیر الحداد، تفسیر عبدالصمد، تفسیر جامع البیان، تفسیر معالم التنزیل بغوی، کشاف، مدارک، بیضاوی، ابن جریر، ابن کثیر، در منثور، رحمانی، ابوالسعود وغیرہ کتب تفسیر پر اگرچہ محیط تھی اور اکثر ان کتابوں کا حوالہ دیا کرتے اور زمانۂ طالب علمی میں تو اتقان علامہ سیوطی کی (جو کہ مقدمات تفسیر کے طور پر اپنے فن کی ایک منفرد تصنیف ہے) من اولہ إلی آخرہ ازبر یاد تھی۔ لیکن بوجہ مذکورہ بالا درس دینے کے لئے آپ نے تفسیر کے متعلق صرف تفسیر جلالین (جس کے الفاظ کی تعداد قرآن مجید کی تعداد الفاظ سے زیادہ نہیں ہے) اور ترجمہ قرآن کو اختیار کر لیا تھا۔ اگرچہ جید طلبہ کی استدعا پر بیضاوی بھی پڑھاتے تھے مگر روزانہ ترجمۂ قرآن پڑھاتے وقت جب آپ اپنا مقراضی ترجمہ بیان فرماتے تو اُس سے صاف معلوم ہو جاتا کہ قرآن کو جیسا آپ نے سمجھا ہے یا دوسروں کو سمجھانے کی جو قدرت آپ کو حاصل ہے اُس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے اللھم اجعل رزق محمد قوتا، قوت کا مقراضی ترجمہ فرماتے۔ نہ باسی بچے نہ کتا کھائے یعنی برابر سرابر سددوا وقاربوا کا مقراضی ترجمہ چلے چلو اور لگے رہو یعنی میانہ روی اختیار کرو۔

افسوس ہے کہ ان مقراضی ترجمے کے قلم بند کرنے کی طرف تلامذہ میں سے کسی نے توجہ نہیں کی ورنہ وہ ایک لاجواب یادگار رہوتی۔

علم تجوید و قرائت

علم تجوید و قرائت

اگرچہ علوم دینیہ میں چنداں مہتم بالشان علم نہیں ہے اور نہ ہندوستان میں اُس کے پڑھنے پڑھانے کا چنداں رواج ہے مگر اس فن کی کتابوں پر بھی آپ کی نظر نہایت وسیع تھی۔ چنانچہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور آپ سے جو مناظرے ہوئے وہ خود ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کو اس فن میں بھی کیسا کمال تھا قاری عبدالرحمٰن مرحوم ضاد کو دواد پڑھتے اور اسی کو صحیح کہتے تھے میاں صاحب نے ثابت کر دیا کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے نہ بالدال۔

علم کلام

علم کلام پر بھی آپ کو پورا عبور تھا مگر توافقاً للمحدثین اس کو بدعت خیال

کر کے درس و تدریس سے کنارہ کشی اختیار کی۔

الغرض مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد میاں صاحب نے مسجد اورنگ آبادی میں اپنا مستقل حلقۂ درس قائم کیا اور ۱۲۷۰ھ ہجری تک فنون درسیہ کی ہر شاخ صرف، نحو، معانی، بیان، منطق، معقولات فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث اور تفسیر غرض ہر فن کی کتابیں بلا استثنا پڑھاتے رہے لیکن بعد اس کے تمام دیگر فنون سے اعراض کر کے صرف علوم دین فقہ، حدیث، اصول حدیث اور تفسیر کو اختیار کر لیا اور زندگی کا باقی حصہ جو کہ تقریباً پچاس برس کا طویل زمانہ ہے محض دین کی خدمت اور علوم دین[۵] کی اشاعت میں بسر کر دیا۔

مستقل حلقۂ درس

۱۲۷۰ھ ہجری تک علوم درسیہ پڑھایا

صرف علوم دین کا درس اختیار کر لیا

مطالعہ کتب بینی اور وسعت نظر

اس میں شک نہیں کہ ملک میں قومی کتب خانوں کا نہ ہونا عموماً ترقی علمی کے لئے بہت بڑا مزاحم ہے یورپ و امریکہ میں عام ترقی علمی کے ذرائع انہیں قومی کتب خانوں میں مسلسل اور مرتب طور پر موجود ہیں جو تھوڑی محنت سے حاصل ہو سکتے ہیں جس حصہ میں جتنی تہذیب اور علم زیادہ ہے وہاں اسی قدر قومی کتب خانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہے۔

قومی کتب خانہ کا نہ ہونا قومی ترقی کے لئے بہت بڑا مزاحم سبب ہے

ہندوستان میں قومی کتب خانہ کی جانب کبھی توجہ کی ہی نہ گئی جس وجہ سے عام جہالت کا مقابلہ کبھی نہ ہو سکا۔

قومی تعلیم عام تو کیا ہو گی۔ مذہبی تعلیم جس کا رواج چیدہ لوگوں میں ہے اُس کی حالت بھی بدتر ہے کیوں کہ کتب درسیہ پڑھ لینے اور دستار فضیلت بندھوا لینے کے بعد سو میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکلتا جس نے مابہ الامتیاز ترقی کی ہو۔ اس کی پہلی وجہ تو وہی ہے قومی کتب خانوں کا نہ ہونا اور بسبب عدم سہولت مطالعہ کے

---

[۵] حکومت اسلامیہ ہندوستان پر جب اس حیثیت سے نظر کی جاتی ہے کہ علوم دینیہ اسلامیہ کی سرپرستی حکومت نے کہاں تک کی تو نہایت تعجب ہوتا ہے کہ چھ سات سو برس کی طویل مدت میں ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں پیدا ہوا جو علوم دین کی کسی شاخ میں امامت و اجتہاد کا منصب رکھتا ہو پھر بھی وقتاً فوقتاً ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے تھے جن کو اگر امام و مجتہد نہیں تو ماہر فن ضرور کہہ سکتے ہیں ۱۲

مطالعہ کی جانب سے غافل ہو جانا مگر **میاں صاحب** کی استعداد خداداد نے اس کمی کی تلافی یوں کی تھی۔ زمانہ طالب علمی سے کتب بینی کا شوق تو بے حد تھا ہی۔ چنانچہ مولوی سید عبدالعزیز صمدنی کو ایک خط میں خود لکھتے ہیں "کہ اُس وقت شوق کتب بینی زیادہ تھا" مزید براں اُس وقت دہلی میں دو لاجواب کتب خانے موجود تھے ایک تو شاہی کتب خانہ قلعہ کا جس میں سیکڑوں برس بلکہ آغاز عملداری اسلامی سے کتابوں کا ذخیرہ برابر جمع ہوتا آتا تھا۔ اور بسبب اس کے کہ میرزا فخرالدین ولی عہد بہادر شاہ سے اور **میاں صاحب** سے نہایت ربط تھا قلعہ کے کتب خانہ پر پورا اقتدار حاصل تھا۔ قلعہ میں رہ کر بھی کتابیں پڑھتے تھے اور کتب خانہ سے گھر پر بھی کتابیں لے جا کر مطالعہ کرتے اور ہر کتاب کو بالاستیعاب من اولہ الیٰ آخرہ پڑھتے اور مضامین مفیدہ کے التقاط کے لئے اپنے پاس بیاض رکھتے اُس میں جو مضمون قابل درج ہوتا اُس کو درج کر لیتے جس کو خود کشکول کہا کرتے تھے۔

میاں صاحب کی کتب بینی

قلعہ کا کتب خانہ

دوسرا کتب خانہ دہلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا تھا جس میں کتابوں کے جمع کرنے کا کام تو شروع ہوا تھا شاہ عبدالرحیم صاحب کے وقت سے اور اُن کے بیٹے مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اُس میں بہت معتدبہ افزائش کی پھر مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں تو وہ ایک منتظم اور باقاعدہ کتب خانہ ہو گیا۔ بہت زیادہ افزائش و ترقی کے ساتھ جس میں اُس وقت کے گورنر جنرل نے روپیہ کی ایک بڑی تعداد سے مدد دی تھی۔ اور ممالک غیر مصر و عرب وغیرہ سے اُس کے لئے کتابیں منگوائی گئی تھیں۔ اُس کتب خانہ عزیزیہ پر **میاں صاحب** کو بسبب اِس کے کہ تیرہ چودہ برس تک مولانا شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کے ساتھ رہے پورا قبضہ حاصل تھا اور کتب بینی کا بھی پورا موقع۔ وہاں بھی وہ کشکول والا طریقہ جاری رہا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا کتب خانہ

تیسرا کتب خانہ خود اپنا تھا جس کو بڑی محنت سے جمع کیا تھا اور بیشتر کتابیں اُس میں قلمی اور دست خاص کی لکھی ہوئی تھیں جو طبع نہ ہوئی تھیں اور نایاب ہو چکی تھیں۔ وہ غدر میں لُٹ گیا جس کا افسوس تمام عمر شیخ کو رہا اور ہمیشہ اُس کا ماتم کرتے رہے۔

میاں صاحب کا کتب خانہ

راولپنڈی میں جب **میاں صاحب** نظر بند تھے تو اس بات کی اجازت حاصل کر لی تھی کہ سرکاری لائبریری سے میں جو کتاب چاہوں منگوا کر دیکھوں چنانچہ

راولپنڈی کا سرکاری کتب خانہ

وہاں بھی تضیع اوقات نہ ہوئی بلکہ بہت نادر نادر کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہے اور چونکہ صرف ایک سبق صحیح بخاری کا عطاء اللہ نام طالب علم کو (جو مجلس میں آپ کا رفیق تھا) پڑھانا ہوتا تھا کتب بینی کے لئے وقت بھی بہت کچھ ملتا تھا۔ طالب علم مذکور نے سبقاً سبقاً پوری صحیح بخاری بھی وہاں پڑھی اور قرآن مجید بھی حفظ کیا۔

بحر العلوم کا کتب خانہ

اِس کے سوا آپ کو بارہا لکھنؤ تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا وہاں بحر العلوم کا کتب خانہ جو مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کے زیر اہتمام مع اُن کی جمع کی ہوئی کتابوں کے تھا۔ جس میں غالباً کئی ہزار جلد کتابیں تھیں اور مولوی حامد حسین لکھنوی (جو حضرات شیعہ میں بہت بڑے مسلم عالم مانے جاتے تھے اور جن کی کتاب "استقصاءُ الافہام" مشہور ہے) کا کتب خانہ بھی لکھنؤ میں ایک لاجواب کتب خانہ تھا

مولوی حامد حسین لکھنوی کا کتب خانہ

میاں صاحب جتنے دن لکھنؤ میں تشریف رکھتے اُنہیں کتب خانوں کی سیر کرتے اور جو نادر کتابیں ملتیں اُن کو مستعار لے جاتے اور بعد مطالعہ یا نقل کے واپس کرتے **میاں صاحب** کو کتب بینی اور کتابوں کے جمع کرنے کا چسکہ ایسا پڑ گیا تھا کہ [illegible] کی کتابوں کو دیکھتے تھے اخیر عمر میں مولوی ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ کو بطور شکریہ کے لکھتے ہیں "نسخہ شرح الفیہ و لآلی معرفت ڈاکخانہ وصول شد جزاکم اللہ تعالے" پھر اُنہیں کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں "و دیگر گذارش این ست کہ از لطف و احسان شرح فارسی دیوان متنبی کہ از تصنیفات مولوی ابراہیم صاحب مرحوم جستجو نمودہ بہ قیمت گرفتہ ضرور خواہند فرستاد و ایں امر را بہ مولوی محمد علیم الدین حسین تذکرہ کردہ ممد و موید بتلاش شرح مذکور خواہند نمود عین لطف و کرم باشد" ۱۲۹۴ھ میں میرے سامنے بھی **شیخ** نے کلیات میر تقی تین روپیہ کو خرید کی تھی۔

آخر عمر میں شرح فارسی دیوان متنبی کا منگوانا

کلیات میر تقی خرید کرنا

ان کتب خانوں کے علاوہ بھوپال وغیرہ جہاں سے جس کتاب کی ضرورت ہوتی منگوا لیتے۔

ریلوے جاری ہونے کے قبل ایک کتاب کسی طالب علم کو پیادہ لکھنؤ بھیج کر منگوائی تھی۔

ریلوے جاری ہونے کے قبل آدمی کو پاپیادہ لکھنؤ بھیج کر کتاب منگوانا

اخیر عمر تک مطالعہ کا ایسا ملکہ تھا کہ جب یہ بات مشہور ہوئی کہ مولوی ارشاد حسین مرحوم رام پوری نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد معیار الحق کا جواب

تیار کیا ہے جس کا نام "انتصار الحق" رکھا ہے اور وہ کتاب زیر طبع ہے تو میاں صاحب کو بھی انتظار تھا کہ دیکھیں کیا جواب لکھا ہے پس از انتظار بسیار جب کتاب مطبع سے نکلی اور قریب مغرب آپ کے پاس پہنچی۔ تو بعد نماز مغرب اُس کو پڑھنا شروع کیا نماز عشا اور تہجد کے سوا ساری رات مطالعہ میں مصروف رہے باوجودیکہ کتاب نہایت ضخیم تھی تقریباً ۳۶ جزو سے کم نہ ہوگی اور تقطیع بھی بڑی مگر آپ نے نماز صبح کے قبل ختم کر دی اور جب نماز صبح کے لئے تشریف لائے تو انتصار کو ساتھ لیتے آئے اور بعد نماز کے مولوی احمد حسن دہلوی کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ جواب ہماری کتاب کا نہیں ہے یہ کہہ کر اُن کو کتاب دے دی اس کے بعد مولوی صاحب ممدوح نے انتصار کو پڑھ کر ایک رسالہ "تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار" نہایت ہی مدلل طور پر لکھ کر اور چھپوا کر بہت جلد شائع کر دیا کہ برسوں سے جس کتاب کا شہرہ تھا اُس کو ہباءً منثورا کر دینے میں قلم کو صرف چند گھنٹے کام کرنے پڑے ؎

انتصار الحق کا ذکر

مطالعہ کا ملکہ

تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار تردید انتصار الحق

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اِک قطرۂ خون نکلا

خلاصہ یہ ہے کہ قومی کتب خانوں کا نہ ہونا قوم کے لئے سخت مصیبت ہے اور علمی ترقی میں سخت مزاحم۔ سیلاب جہالت کے لئے ایسا ڈھلوان ہے جس کو کسی طرح کا بند روک نہیں سکتا مگر **میاں صاحب** اپنی خداداد استعداد اور محنت شاقہ کی بدولت تمام مشکلات مطالعہ پر غالب آ کر اسلامی دنیا میں ایک فرد کامل ہی ہو کر رہے۔

میاں صاحب تمام مشکلات مطالعہ پر غالب آئے

چونکہ مطالعہ کتاب کی عادت ابتدا ہی سے رفیق تھی اُسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم عصروں میں جو وسعت نظر آپ کو حاصل ہوئی کسی دوسرے کو نہ ہو سکی۔ چنانچہ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی اپنے ایک خط میں حافظ عبدالمنان صاحب کو لکھتے ہیں "اگر بہ مولوی نذیر حسین صاحب معائنہ کنانیدہ شود خوب ست کہ جناب شاں را بر کتب محققین نظرے ست وسیع" یوں تو مطالعہ کتاب علما کے لئے ضروری ہے اور ہر شخص جو عالم ہے یا عالم بننا چاہتا ہے کچھ نہ کچھ مطالعہ کا شغل رکھتا ہی ہے مگر عموماً چونکہ لوگ اس بات کا فیصلہ نہیں کرتے کہ اُن کو کس قسم کی اور کس مصنف کی

علمائے عصر کا اعتراف وسعت نظر

مطالعہ کا طریقہ اور کتابوں کا انتخاب

کتاب مطالعہ کرنی چاہیے بلکہ بلالحاظ جو کتاب سامنے آئی اُس کو پڑھنے لگے اسی وجہ سے اُن کے مطالعہ پر کوئی عمدہ نتیجہ مترتب نہیں ہوتا میاں صاحب دیکھتے تو ہر قسم کی کتابیں تھے یہاں تک کہ شعراء اُردو کے دیوان بھی مگر ہر جگہ یہ اصول پیش نظر تھا کہ اساتذۂ فن اور مستند مصنفین کی کتابیں دیکھی جائیں چنانچہ دیوان بھی دیکھتے تو میر، خواجہ میر درد اور سودا وغیرہ متقدمین شعرا کا مطالعہ کے متعلق طبیعت کا ایک خاص عنوان یہ تھا کہ اگر کسی کتاب میں کسی مسئلہ کے متعلق کوئی حوالہ کسی متقدم تصنیف کا نظر سے گذرتا تو یہ کوشش رہتی کہ اُس اصل مصنف کی کتاب کو اصالتاً دیکھیں اور کبھی نہ کبھی جہاں سے وہ ملتی اُس کتاب کو منگا کر ضرور دیکھتے اس التزام سے یہ فائدہ ہوا کہ متاخرین مصنفین کے اصلی ماخذ پر نظر احاطہ کرتی گئی اور بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ متاخرین کی کوئی تصنیف جب نظر سے گذرتی تو فرما دیتے کہ فلاں مضمون فلاں جگہ سے ماخوذ ہے چنانچہ اس موقع پر خود فرماتے تھے کہ اِن دونوں دادا پوتے (شاہ ولی اللہ اور مولانا شہید) کا قائل ہوں ان کا پتہ تو نہیں لگا کہ کہاں سے لکھتے ہیں۔ ورنہ جس متاخر مصنف کی کتاب میرے سامنے لاؤ بتا دوں گا کہ اس کا ماخذ فلاں متقدم مصنف کی فلاں کتاب ہے اور صفحے کے صفحے ورق کے ورق ایسے دکھا دوں گا جو نقل محض ہے اسی کمال کا نتیجہ یہ تھا کہ با وجود اس درازی عمر کے آپ کے تلامذہ ارشد مولوی ابو سعید محمدؐ حسین صاحب لاہوری حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری مولوی محمدؐ بشیر[۱] صاحب وغیرہم جیسے حضرات جب کسی مشکل مقام پر اٹکتے اور وہاں سے نکلنے میں اُن کی کوششوں کا خاتمہ ناکامی پر ہو جاتا تو اُس وقت شیخ سے استمداد کرتے اور آپ خط پڑھنے یا زبانی سوال کرنے کے بعد فوراً ہی فرماتے

اصلی ماخذ کی تلاش

اصلی ماخذ کا علم

علمار کاملین استمداد کرتے تھے

---

[۱] مولوی محمدؐ بشیر صاحب اور مولوی عبد الحی صاحب میں جب گرما گرمی کے ساتھ تحریری مناظرہ عربی زبان میں ہو رہا تھا تو مولوی محمدؐ بشیر صاحب نے میاں صاحب سے دریافت کیا کہ اس موضوع پر متقدمین کی کوئی کتاب ہے کہ نہیں؟ فوراً میاں صاحب نے فرمایا " صادم منکی علی صدر ابن السبکی " خاص اسی موضوع میں ہے عرب میں ملے گی۔ چنانچہ وہ کتاب اثناء مناظرہ میں منگوائی گئی تو جیسا آپ نے فرمایا تھا ٹھیک ویسی ہی ثابت ہوئی۔ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ صارم اگر نہ مل جاتی تو میری کتاب کا جواب نہ ہو سکتا ۱۲

کہ فلاں مصنف نے اسی موضوع پر خاص کتاب لکھی ہے جس کا نام یہ ہے اور بعض اسی سوال کے جواب میں یہ لکھا ہے یہ کتاب فلاں کتب خانہ میں موجود ہے۔ اگر ہندوستان میں نہ ہوتی تو فرماتے کہ عرب میں ہے اس کو منگا کر دیکھو۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ دنوں بعد جب وہ کتاب عرب وغیرہ سے آجاتی تو شیخ کے قول کی تصدیق ایسی ہوتی کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا بلفظہ اُس کتاب میں بھی پایا جاتا۔ مطالعہ کی نسبت ایک بات اور کہہ دینی ضرور ہے چونکہ عموماً لوگ بعد تحصیل علم مطالعہ کتب کا التزام نہیں رکھا کرتے یہی وجہ اُن کی خامی کی ہو جاتی ہے اور میاں صاحب نے آخر آخر تک مطالعہ کا التزام رکھا۔

درس کا طریقہ

جن لوگوں نے آپ سے پڑھا ہے یا پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے اُن کو تو یاد دلانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے مگر چونکہ سوانح لکھی جاتی ہے آنے والی نسلوں کے لئے اس واسطے ضرور ہے کہ بالاجمال اس کا ذکر بھی کر دیا جائے۔

حدیث انما الاعمال بالنیات کو ستائیس دن میں پڑھاتے

میاں صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ پہلے حدیث انما الاعمال بالنیات کو جو صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے ستائیس[۲۷] روز میں پڑھاتا تھا۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں ہے اب تو ہتیلی پر سرسوں جماتا ہوں۔

صحاح ستہ دو برس میں پڑھاتے

باایں ہمہ دو برس میں پوری صحاح ستہ اور ایک ماہ رمضان میں جلالین آپ پڑھاتے تھے اور تحصیل علم حدیث کے لئے دو تین برس سے کم کی مدت کو کافی نہیں خیال کرتے تھے چنانچہ مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں "این ہم قابل لحاظ ست کہ اگر قصد مصمم باشد دو سہ سال تا فراغ علم حدیث و تفسیر دریں جا ماند و بود منظور باشد قصد نمایند چندے دریں جا ماندن و ناکام واپس شدن ہرگز پسندیدہ امر نزد خردمنداں نیست۔"

تحصیل علم حدیث کے لئے دو تین برس سے کم کی مدت کو کافی نہیں سمجھتے

علما امتحانا آتے اور بعد امتحان حلقہ تلامذہ میں داخل ہو جاتے

آپ کے درس کی دھوم تو سارے ہندوستان میں مچی ہوئی تھی صرف، نحو، منطق، فلسفہ اور فقہ کے ماہرین بغرض امتحان آتے اور جب اپنی تشفی کر لیتے تو حلقہ تلامذہ میں داخل ہو جاتے اس وقت بھی جب کہ قوائے جسمانی مضمحل ہو چکے

تھے چند باتیں آپ کے درس میں قابل لحاظ تھیں - اقوال صحیحہ وضعیفہ کی جانچ پڑتال سلجھی ہوئی تقریر، بیان کی صفائی، تفہیم کی قدرت، حافظہ کی قوت، اشکال کی تشریح، وسعت نظر، ملکۂ راسخہ، ہر مقام کے مالہ وما علیہ سے وقوف۔

ڈاکٹر حافظ نذیر احمد کی رائے آپ کے درس کی نسبت

مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد ال ال ڈی فرماتے ہیں کہ "آپ کا درس عام پسند اور حساد کے لئے موجب گزند تھا"۔

مولوی عبداللہ بازیدپوری کی شہادت

مولوی محمد عبداللہ بازیدپوری فرماتے ہیں "کہ میں مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلی سے کتب درسیہ پڑھتا تھا اور اکثر میاں صاحب کے درس کے وقت وہاں بھی جاکر بیٹھتا تھا طلبہ کا ہجوم رہتا اور آپ نہایت تحقیق کے ساتھ درس دیتے اور حق بات یہ ہے کہ فقہ تفسیر حدیث اور فلسفہ کے آپ عالم متبحر تھے پڑھانے میں جب تقریر کرتے تو ایک بحر مواج معلوم ہوتے تھے"

راقم کہتا ہے کہ اسی کے ساتھ اکثر فنون مروجہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی چنانچہ ایک روز ایک مسئلہ طبی کی تحقیق کے موقع پر فرمانے لگے کہ میں نے پانچ شرحیں قانون کی من اولہ الی آخرہ پڑھی ہیں۔

مولوی ابو عبدالرحمٰن محمد عبداللہ نے مشاہیر علماء عصر کے درس کا موازنہ میاں صاحب کے درس سے کیا پھر شاگرد ہوئے

مولوی ابو عبدالرحمٰن محمد عبداللہ بن مولانا الحاج صائم الدہر جمال الدین ہزاروی جیلانوی لکھتے ہیں۔ کہ "میں ۱۲۸۲ھ میں تحصیل علم کے لئے دہلی گیا مولانا محمد قاسم نانوتی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی احمد علی سہارن پوری، مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور دہلوی، مولانا سعادت علی سہارن پوری، نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی، مولانا عبدالغنی بن ابی سعید المجددی وغیرہم بڑے بڑے کملا سے ملا اور بہت روزوں تک اُن لوگوں کے درس کا مقابلہ اور موازنہ بہ نظر غائر میاں صاحب کے درس سے کرتا رہا آخری فیصلہ میرے دل نے یہی کیا کہ میاں صاحب کے درس میں بالکل ہی نرالا پن ہے۔

وعظ کا طریقہ

وعظ کا معنی خیز اور عام فہم ہونا

وعظ سے آپ کو مقصود محض ہدایت انام تھی نہ نمائش اس لئے آپ نے وہ طریقہ اختیار کیا جو کہ معنی خیز مگر عام فہم تھا۔

ابتدا میں قرآن مجید کا کوئی چھوٹا سورہ یا آیت تلاوت فرماتے پھر اُس کا ترجمہ کرتے اور جتنے مسائل پر وہ نص صریح مشتمل ہوتی اُن کو بیان کرتے اور حتی الامکان قرآن کی تفسیر بفحوائے یفسر بعضہ بعضاً قرآن ہی سے کرتے اور شواہد میں احادیث متعلقہ مسائل مذکورہ کو بھی بیان کر دیتے حاضرین و سامعین میں اگر علما ہوتے تو اُن کے انتباہ کے لئے نکات و غوامض مسائل الٰہیات و فلسفہ کا بھی کچھ بیان کر دیتے مگر تقریر میں صفائی اور سادگی ایسی ہوتی کہ بہ مصداق۔ انچہ از دل خیزد در دل ریزد سامعین کے دل پر اُس کا اثر ضرور ہوتا پھر اُس پر طرہ تھا چشم بد دور آپ کا سقراضی ترجمہ جس سے سامعین کی آنکھیں کھُل جاتیں۔

صبح کا درس ایک رکوع قرآن مجید کا

صبح کا درس ایک رکوع قرآن مجید کا گویا روزانہ کا وعظ تھا (ایک ختم قرآن مجید کا ہر سال یوں بھی ہوتا) اس کا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جو اُس میں شریک رہے ہیں انداز بیان میں ایسی سادگی تھی۔ کہ شاید و باید۔

توحید باری کے مضمون پر مگر تم دلی والے یا پیر یا پیر کہتے ہی رہے تھا ما قدروا اللہ حق قدرہ تکیہ کلام ہوگیا تھا

قرآن میں جہاں توحید باری کا مضمون آتا اُس کو سمجھا کر فرماتے مگر تم دلی والے یا پیر یا پیر کہتے ہی رہے ہا۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ چلو صاحب چلو۔

مولوی عبدالغفار صاحب مرحوم مہدانوی چھپروی آپ کی سادگی کی اداؤں کو دیکھ کر بے ساختہ پڑھ دیتے ؎

دکھا کر اپنی آرائش پری مجھ کو نہ دے دھوکا	کسی کی سادگی میں اَور ہی عالم نکلتا ہے

عظیم آباد پٹنہ کا وعظ

اوائل میں ایک دفعہ آپ دہلی سے سورج گڈھ آئے واپسی کے وقت صادق پور من محلات عظیم آباد (پٹنہ) میں (جو آپ کی طالب علمی کی پہلی جگہ تھی) ٹھیرے جناب مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم (والد ماجد جناب حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم جو خود علامہ اور رئیس اعظم پٹنہ کے تھے اور جناب حکیم صاحب ممدوح رئیس العلما و الاطبا پٹنہ کے) نے (جن کے آپ مہمان تھے) میاں صاحب کو وعظ کہنے پر مجبور کیا اُس وعظ کے سننے والے ابھی تک موجود ہیں اور اُن کا بیان ہے کہ ایسا وعظ کبھی نہیں سنا۔

مظفر پور کا وعظ

؎ مظفر پور میں ایک دفعہ خاکسار کی استدعا پر بعد نماز مغرب کے القارعۃ

؎ یہ واقعہ غالباً ۱۲۹۷ہجری کا ہے ۱۲

ما القارعۃ کا بیان آپ نماز عشا تک فرماتے رہے اُس وعظ میں مختلف حصص ہندوستان کے نامی گرامی علما کا مجمع عظیم الشان تھا علاوہ اس کے کہ وہ بیان عجیب پُر کیفیت پُر لطف، بلیغ اور پراثر تھا۔

خصوصیت اُس وعظ کی یہ بھی کہ احوال قیامت کا بیان تھا اور حالات قیامت یہ الفاظ و عبارات مختلفہ جتنی جگہ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں ہر لفظ و عبارت کے مقابل میں اُس کے کُل مشاکل اور مرادف الفاظ و عبارات مختلفہ کو اکٹھا کر کے تطبیق دیتے اور ہر تعبیر کے متعلق فائدہ اور بیان خاص فرماتے جیسے القارعۃ کے ساتھ الحاقۃ وغیرہ کل الفاظ مرادف و اوصاف متضاد جیسے خافضۃ رافعہ جو قرآن مجید میں مختلف جگہ موجود ہیں۔ یا مثلاً پہاڑوں کی نسبت کہیں کالعھن المنفوش وارد ہے کہیں ھباء منبثا کہیں کانت الجبال کثیبا مھیلا کہیں واذا الجبال سُیرت کہیں واذا الجبال نسفت آسمان کے بارے میں کہیں و اذا السماء کشطت کہیں اذا السماء انفطرت کہیں ہے تکون السماء کالمھل کہیں فتحت السماء فکانت ابوابا کہیں اذا السماء فرجت کہیں فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان۔ زمین کے بارے میں کہیں ہے اذا رجت الارض رجا اور کہیں ہے اذا دکت الارض دکا۔ کہیں ہے اذا الارض مدت کہیں ہے یوم تبدل الارض غیر الارض۔ دریا کے بارے میں کہیں ہے اذا البحار فجرت کہیں ہے اذا البحار سجرت روز قیامت کی درازی کے بارے میں کہیں ہے مقدار خمسین الف سنۃ کہیں ہے مقدار الف سنہ اہل قیامت کی نسبت کہیں ہے کنتم ازواجا ثلثہ کہیں دو ہی قسم ہے فریقٌ فی الجنۃ وفریق فی السعیر نامۂ اعمال دئے جانے کی نسبت کہیں ہے اما من اوتی کتابہ بشمالہ کہیں ہے اما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ وغیرہ وغیرہ ان سب لفظوں میں تطبیق اور ہر تعبیر کی تحت میں خاص خاص فوائد اور اُس کے ساتھ ساتھ احادیث سے شواہد لاتے اسی طرح سارے قرآن مجید کے کل الفاظ مشتملہ احوال قیامت کو مع تطبیق و تعبیر و فوائد کے بیان فرمایا۔

ایک لفظ کے مرادف اور مشاکل جتنے الفاظ قرآن مجید میں وارد ہیں سب کو اکٹھا کر دینا

اُس وقت عجیب سماں تھا کہ علما عش عش کرتے تھے اور عوام و خواص ہر قسم کے سامعین اپنا اپنا حصّہ جدا جدا لے رہے تھے۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی مشق اور ایسا ملکہ قرآن مجید میں حاصل کرنا کس قدر دشوار کام ہے اور سوا اُس کے جس نے ایسی طولانی زندگی کو قرآن و حدیث کے لئے وقف کر دیا دوسرا کون شخص حاصل کر سکتا ہے۔

پنجاب کا وعظ

پنجاب میں سورہ والعصر کا وعظ بھی **آپ** نے ایسا ہی کہا تھا جو آج تک پنجابیوں میں بے مثل و بے نظیر تسلیم کیا جاتا ہے۔

رمنا کا وعظ

رمنا[1] میں تین شبانہ روز برابر جو **آپ** نے وعظ کہے اور جس کے سبب سے مکہ معظمہ میں اس قدر دار و گیر کی نوبت آئی وہ **آپ** کی تمام زندگی کے وعظوں میں نہایت ہی مہتم بالشان وعظ تھے۔ حبس میں ہر وقت سربکف رہتے اور رفقا کے سمجھانے پر فرماتے کہ امام نسائی یہیں شہید ہوئے تھے میں بھی مرنے ہی کے لئے آیا ہوں بہت جی چکا اور بہت پڑھا چکا۔

اراکین قلعہ سے تعلق اور اُن کا خیال شیخ کی نسبت

میرزا فخر الدین ولیعہد بہادر شاہ کی عقیدت

ابتدا سے انتہا تک **آپ** نے ملازمت کا خیال تو کبھی کیا ہی نہیں بلکہ اقتداءً للاساتذہ ملازمت کو اپنے خلاف شان سمجھتے رہے مگر صاحب عالم میرزا فخر الدین عرف میرزا فخرو ولیعہد بہادر شاہ بادشاہ کو **آپ** سے کمال عقیدت تھی وہ ہمیشہ **آپ** سے مسئلہ پوچھتے اور اس خصوص میں اُن کی تشفی **آپ** ہی سے ہوتی یوں تو دوسرے علما سے بھی دریافت کیا کرتے تھے مگر **آپ** کا قول اُن کے لئے قول فیصل کا حکم رکھتا تھا عرب و مصر سے جن کتابوں کے منگانے کی ضرورت ہوتی وہ بھی اُنہیں کے ذریعہ سے آتی رہتی تھیں۔

مباحثے اور مناظرے کے حدود

میاں صاحب اکثر فرماتے کہ مباحثے اور مناظرے کے مناسب حدود

[1] اس کا مفصل قصہ سفر حج کے باب میں آئندہ آئے گا ناظرین اُس کو ملاحظہ فرمائیں ۱۲

جاہئیں امام جی کے حجرہ میں شہزادہ فخرو کے سامنے ہر جمعہ کو مفتی صدر الدین خاں سے بحثیں دل چسپ غدر سے پہلے ہوا کرتی تھیں - اور وہ بحثیں نہایت لطف و مذاق کے ساتھ تھیں - اب جس کو دیکھو - تو تو - میں میں کرتا آستینیں چڑھتی رہتی ہیں تھکا فضیحتی ایسی ہوتی ہے کہ معاذ اللہ معاذ اللہ - ولی عہد کے علاوہ بہادر شاہ بادشاہ سے بھی **آپ** کی اچھی ملاقات تھی چنانچہ غدر وغیرہ کے حالات میں اس کا ذکر بھی آئے گا -

مباحثے اور مناظرے کے حدود

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نواب قطب الدین خان مرحوم نے اپنے کسی رسالہ میں لکھا کہ "اُلّو حلال ہے" مولوی کریم اللہ صاحب نے جو اُن کے مخالف تھے وہ رسالہ بادشاہ کو دکھلایا اور کہا کہ مولوی قطب الدین "اُلّو کو حلال" لکھتے ہیں بادشاہ کو بھی تعجب ہوا بادشاہ نے کہا کہ "اچھا میں اُن کو مناظرے کے لئے بُلاتا ہوں"

نواب قطب الدین خاں نے اُلّو کو حلال لکھا

بادشاہ نے مولوی کریم اللہ سے مناظرے کے لئے طلب کیا

نواب قطب الدین خاں کا ایک خط جو مضطربانہ حالت کا لکھا ہوا تھا نماز عشا کے بعد **میاں صاحب** کے پاس پہنچا کہ شام کو شاہی چوبدار آکر کہہ گیا ہے کہ کل صبح کو حضور میں طلبی ہے مناظرہ ہوگا

نواب قطب الدین خاں کا مضطربانہ خط

میاں صاحب نے جواب دیا کہ انشاء اللہ میں سویرے پہنچوں گا - خود فرماتے تھے کہ مسائل متنازعہ فیہا میں اٹھائیس ۲۸ کتابوں کی سند نکالی اور کتابوں کو چھکڑے پر لدوا کر نواب صاحب کو لیتا ہوا دربار میں پہنچا یاروں کو خبر لگ گئی اب کون آتا ہے نو ۹ بجے تک ٹھیرا آخر بہادر شاہ نے چار روپیہ کی مٹھائیاں منگوا کر ہمارے ساتھ کردیں ہم دونوں آدمی طلبہ سمیت بادشاہ سے رخصت ہوئے -

اٹھائیس کتابوں میں سند نکال کر لے جانا دربار میں پہنچنا، حریفوں کی غیر حاضری اور رخصت

قلعہ میں ایک شخص کے ہاں اُس وقت دعوت تھی ہم لوگ وہاں گئے اور کتابوں کا چھکڑا روانہ کردیا اتفاق سے تین کتابیں (عالمگیری - برجندی اور طحطاوی) طلبہ کے ہاتھوں میں رہ گئیں کھانا کھا ہی رہا تھا - کہ چوبدار شاہی نے آکر کہا کہ حضور نے صرف نواب قطب الدین خاں صاحب کو یاد کیا ہے - نواب صاحب گھبرائے میں نے ترش روئی کے لہجہ میں چوبدار سے کہا کہ کیا بادشاہ نے یہ بھی کہا ہے؟ کہ میں وہاں نہ جاؤں اچھا چلو میں حضور سے خود پوچھتا ہوں چوبدار میرے اس کہنے پر کچھ گھبرایا میں سمجھ گیا کہ "صرف نواب قطب الدین خاں" کا لفظ یاروں کی

پھر دوبارہ طلبی

چالاکی ہے۔

قصہ کوتاہ ہم اور نواب صاحب پہنچے دیکھا کہ مولوی کریم اللہ صاحب مع اپنے اعوان کے دربار میں بیٹھے ہیں۔

آغاز مناظرہ مولوی کریم اللہ کا سوال

پہلی بات مولوی کریم اللہ صاحب نے یہ پیش کی "اُلّو حلال ہے یا حرام" میں نے تینوں کتابیں عالمگیری۔ برجندی اور طحطاوی یکے بعد دیگرے نکال کر حکیم امام الدین خاں صاحب طبیب شاہی (جن کا رسوخ قلعہ میں وزیروں کے برابر تھا) کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ آپ پڑھ کر حضور کو مطلب سمجھا دیں اُن کتابوں

میاں صاحب کا جواب

میں تو لکھا تھا البوم یوکل والخفاش لا یوکل حکیم صاحب نے بادشاہ کو سمجھا دیا اس کے بعد میں نے کہا کہ میں اٹھائیس ۲۸ کتابیں لایا تھا۔ اور حضور نے کتابوں کا شمارہ ملاحظہ بھی فرمایا تھا۔ مگر چوں کہ اُس وقت کوئی نہیں آیا اور بعد انتظار بسیار حضور نے رخصت کر دیا اس لئے زیادہ کتابیں میں نے واپس کر دیں یہ تین کتابیں اتفاقیہ طور پر طلبہ کے ہاتھوں میں رہ گئیں ورنہ اٹھائیس ۲۸ کتابیں پیش کرتا۔

مولوی کریم اللہ سے سند حرمت کا مطالبہ اور رسالہ صیدیہ کا ذکر

بہر کیف میں نے تو یہ تین مشہور اور معتبر کتابوں میں دکھا دیا اب میرے حریف جو حرام کہتے ہیں وہ اپنی سند پیش کریں مولوی کریم اللہ صاحب نے کہا کہ "اس کو رسالہ صیدیہ میں حرام لکھا ہے"، میں نے پوچھا یہ کتاب کس زبان میں ہے اور مصنف اِس کا کہاں کا رہنے والا اور کس طبقہ کا عالِم ہے مولوی کریم اللہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا تب میں نے کہا کہ اچھا مجھ سے سنئے یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور مصنف اس کا ولایتی ہے کوئی مشہور اور معتبر عالم نہیں۔ میں نے جس پایہ کی کتابیں پیش کی ہیں اُس کی ہم پایہ کوئی کتاب لائیے۔ حکیم امام الدین خاں صاحب نے بھی کہا کہ بے شک جیسی کتابیں انہوں نے پیش کی ہیں ویسی ہی آپ کو بھی

مولوی کریم اللہ کا غصہ اور اس کا جواب

لانا چاہیئے مولوی کریم اللہ صاحب نے جواب دیا کہ میں کیا جانتا تھا کہ اُلّو کا مسئلہ وہاں پیش ہوگا میں نے جواب میں کہا تو کس اُلّو نے اس کو پیش کیا مولوی کریم اللہ

بادشاہ کو برانگیختہ کرنا

صاحب کچھ برافروختہ ہو کر بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ "مولوی قطب الدین حضور کو کافر لکھتے ہیں"،

بادشاہ کا حلم و اخلاق

بادشاہ نے نہایت اخلاق سے نواب صاحب کی طرف خطاب کر کے کہا کیوں

بھائی قطب الدین ہم کافر ہیں ؟ نواب صاحب قسمیں کھانے لگے کہ نہیں حضور ہم نے ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے میں نے کہا کہ حضور مجھ سے اس کی حقیقت سنیں۔ حضور کو معلوم ہے کہ فتاوائے عالمگیری آپ کے بزرگوں کی کتاب ہے اُس میں ایک باب ہے کتاب الردۃ جس میں لکھا ہے "اس زمانہ کے بادشاہوں کو جو عادل کہے وہ کافر ہے کیوں کہ عدل شرعی کہاں متصور ہے" اِس باب کا ترجمہ مولوی قطب الدین نے اُردو میں کیا ہے تو کیا حضور فتاوی عالمگیری کی تالیف کے وقت موجود تھے ؟ حضور اگر اُس وقت موجود ہوتے تو البتہ اس کے مورد ہوتے۔

مولوی کریم اللہ کے اتہام کی تفصیل اور اُس کا جواب

بادشاہ نے کہا یہ تو دوسری بات ہے میں نے کہا کہ بات یہی ہے جس کا عنوان بدل کر حضور میں یوں ظاہر کی گئی۔

گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری

(لوایلٹی)

حج کو جاتے وقت جو چٹھی کمشنر دہلی وغیرہ نے **میاں صاحب** کو دی تھی اُس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضرور ہے کہ **میاں صاحب** بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔

زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء میں جب کہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتوےٰ دیا تو **میاں صاحب** نے نہ اُس پر دستخط کیا نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ "میاں وہ ہلڑ تھا۔ بہادر شاہی نہ تھی وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔ حشرات الارض خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب، ویران، تباہ، اور برباد کر دیا۔ شرائط امارت وجہاد بالکل مفقود تھے ہم نے تو اُس فتوے پر دستخط نہیں کیا مُہر کیا کرتے اور کیا لکھتے مفتی صدر الدین خاں صاحب چکر میں آگئے"

زمانہ غدر کے جہاد کے فتووں پر میاں صاحب نے دستخط نہیں کیا

بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے کرتے تو کیا کرتے۔

بہادر شاہ کو بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے

اُسی زمانہ میں جب کہ تمام شہر محصور اور قلعہ بند ہو رہا تھا **آپ** قلعہ میں گئے

دیکھا کہ شاہزادوں کے ہاتھیوں کے جھول نہایت ہی پُر تکلف تیار ہو رہے ہیں اور بے فکرے شاہ زادے سامنے پیچوان لگائے گپ لڑا رہے ہیں آپ نے بہادر شاہ سے جاکر کہا کہ کیا حضور انہیں شاہ زادوں کو ہاتھیوں پر ساتھ لے کر انگریزوں سے لڑیں گے اِس پر بادشاہ چُپ ہو گئے۔

شاہ زادے بے فکرے

ایک دن دیکھا کہ دس میم اور ایک لڑکی گرفتار ہو کر قلعہ میں لائی گئی سب ایک صف میں بیٹھلائی گئیں۔ صوبہ دار نالائق نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا اُس لڑکی کی ماں بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ لڑکی نے ماں کو تسلی دی اور ایک چٹکی خاک زمین سے اُٹھا کر ہتیلی پر رکھ کر پھونک کر کہا "ماں روتی کیوں ہے ہماری فوج آئے گی اور اسی طرح ان سب کو اڑا دے گی"

دس میم کا قتل

میاں صاحب کے دل پر اس نظارہ کا صدمہ ایسا ہوا کہ آبدیدہ ہو کر اُسی وقت قلعہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب دہلی اور اہل دہلی کی خیر نہیں ہے۔ عورتوں کا قتل اسلام نے کبھی جائز نہیں رکھا۔

عین حالت غدر میں جب کہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا مسز لیسنس ایک زخمی میم کو رات کے وقت **میاں صاحب** اُٹھوا کر اپنے گھر لے آئے پناہ دی، علاج کیا کھانا دیتے رہے اُس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذری خبر بھی ہو جاتی تو **آپ** کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرہ اُس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹرہ والی مسجد کو تغلُّباً باغی دخل کیے ہوئے تھے اور اُسی سے ملا ہوا زنانہ مکان تھا اُسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کتنے آدمی ہیں ساڑھے تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا تب اُس نیم جاں میم کو جو اَب بالکل تندرست اور توانا تھی انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سارٹیفکٹیں ملیں۔

مسز لیسنس کا قصہ

میاں صاحب اس واقعہ کو خود اس طرح فرماتے تھے کہ "اُس زمانہ میں ایک دن نماز عصر کے بعد شہر سے باہر چلا گیا ملا محمد صدیق پشاوری جو اُس وقت مجھ سے اُصول فقہ پڑھتا تھا ساتھ تھا۔ مجھ کو کسی آدمی کے کراہنے کی آواز معلوم

ہوئی۔ میں اُس آواز کی جانب بڑھا جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک میم مجروح رو رہی ہے ہم لوگوں کو دیکھ کر کہنے لگی کہ خدا کے واسطے میری جان مت مارو میں نے اُس کو دلاسا دیا اور کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارے مذہب میں لڑائی کے وقت بھی کسی غنیم کی عورت اور بچّوں کی جان مارنا یا تکلیف دینی حرام ہے۔ تم اپنی جان سے پوری طرح اطمینان رکھو اور اگر تمھاری مرضی ہو تو ہم تم کو اپنے گھر لے چلیں اور تمھارے زخم کا علاج اور تیمار داری کریں مگر چونکہ وہ بہت ہی ڈری ہوئی تھی کہنے لگی کہ اوّل تو ہم اپنے پانوٗں سے چل نہیں سکتے اور تم لوگ اگر اُٹھا کر لے بھی چلو تو باغیوں کی گولی سے بچ نہیں سکتے میں نے کہا کہ اچھا ہم لوگ تم سے کچھ دور پر ٹھیرتے ہیں رات کو اندھیرے میں تم کو اُٹھا کر لے چلیں گے۔ آخر یہی ہوا کہ اندھیرے میں ہم اور ملّا صدیق اُٹھا کر اس کو ایسے رستہ سے لائے کہ کسی فرد بشر کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ اور گھر میں لے جا کر شریف حسین کی ماں سے کہا کہ یہ نہایت مظلومہ ہے اس کی بہت دل جوئی اور خدمت کرنی چاہیئے کہ موجب خوشنودی خدا و رسول ہے اُس میم کو میں نے باغیوں کے باہر رہنے کی خبر بھی نہ دی کیوں کہ خبر ہو جانے پر اُس کے وہ ساڑھے تین مہینے نہایت ہی تشویش اور خوف کی حالت میں بسر ہوتے فرماتے کہ " موسم سخت گرمی کا تھا اور وہ دن رات ایک کوٹھری میں بند رہتی۔ ہر چند میری اہلیہ اُس کو کہتیں کہ رات کو انگنائی میں آکر بیٹھو مگر وہ ڈر سے کوٹھری کے باہر نہ آتی اور اُسی گرمی اور مچھڑوں کی تکلیف میں رات بھر ہاتھ اُٹھائے دعا کرتی کہ اے اللہ میرا قصور معاف کر۔

انگریزی سرٹیفکٹ کی نقل معہ ترجمہ

انگریزی سرٹیفکٹ کی نقل معہ ترجمہ

انگری سرٹیفکٹ کی نقل	ترجمہ
Delhi Dated 27th September 1877	دہلی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۷۷ء از
From W. G. Weter field, offg	ڈبلو جی واٹر فیلڈ
Commissioner-	افی شیٹنگ کمشنر
Moulvi Nazeer Husain	مولوی نذیر حسین اور اُن کے بیٹے
& his son moulvi Shareff Husain	مولوی شریف حسین اور اُن کے دوسرے

گھر والے غدر کے زمانے میں مسز
لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے
حالت مجروحی میں انہوں نے اُن کا
علاج کیا ساڑھے تین مہینے اپنے گھر
میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش
کیمپ میں اُن کو پہنچا دیا۔

وہ کہتے ہیں کہ اُن کی انگریزی
سرٹیفکٹیں ایک آتش زدگی میں
جو اُن کے مکان واقع دہلی میں
ہوئی تھی جل گئیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اُن کا
کہنا بہت ہی قرین امکان ہے
غالباً اُن کو جنرل نیوائل چمبرلین
جنرل برنارڈ اور کرنل سائیٹر وغیرہم
سے سرٹیفکٹیں ملی تھیں۔

مجھ کو وہ واقعات اور مسز
لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح
یاد ہے

ان لوگوں کو اس خدمت کے
صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ
ملے تھے مبلغ سات سو روپیہ بابت
تاوان منہدم کئے جانے مکانات کے
ان لوگوں کو عطا کئے گئے تھے۔
یہ لوگ ہماری قوم سے حسن سلوک
اور الطاف کے مستحق ہیں۔

Were with other members of their family instrumental in saving the life of mrs. Leesons during the mutiny they tended her when-wounded kept her in their house for 3½ months finally sent her in to the British camp at Delhi.

He says that he has lost in a fire wich took Place in his House in Delhi all his English certificates

I think this is extremely probable, he probably had certificutes from General neville chamberlain, and General-Burnard, colonel sytter and others.

I remember the facts well and mrs Leesons, comingin to camp.

The family received a handsome reward of

	Rs. 400 - Rs. 700 compensation for the dimolition of houses bestowed upon them. The family all deserv consideration, and Kind-ness at our Hands.
مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۸۱ء از میجر جی ای ینگ کمشنر میں نے اُس سرٹیفکٹ کی اصل کو ملاحظہ کیا ہے اور مسز لیسنس سے بھی مجھ کو وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو اُس میں مندرج ہیں یہ امر قرین امکان ہے کہ مولوی نذیر حسین اور شریف حسین کے بیان کئے ہوئے حالات نے مخالفوں کو اُن کا دشمن بنا رکھا ہے۔	Dated 17th September 1881 From Major G. E. Young Commissioner. I have seen the originol of this certificate and also learned from Mrs. Leeson th fact herein mentioned It is probable that the fact stated by Moulvi Nazir Husain and Shariff Husain has made them enemies a mong disaffected persons.

ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے دارالحرب کبھی نہ کہا۔

ہندوستان دارالامان ہے

سلطان روم خلد اللہ ملکہ کے ساتھ بھی بہ لحاظ اخوت اسلامی آپ کو غایت درجہ کی ہم دردی تھی چنانچہ اخیر جنگ روم و روس جو ۱۸۷۷ء مطابق ۱۲۹۴ھ میں ہوئی

سلطان روم کے ساتھ ہم دردی

تھی۔ میاں صاحب نے نماز پنجگانہ میں قنوت پڑھنے کا فتوے لکھا اور اُس کو چھپواکر شائع کیا۔ اور اپنی مسجد میں بالالتزام فریضہ پنجگانہ میں قنوت پڑھوایا جب تک جنگ جاری رہی۔

راولپنڈی کی نظر بندی

وہابیت کا مقدمہ

وہابیت (بغاوت) کا مقدمہ سنہ ۱۸۶۴ء ۱۸۶۵ء مطابق سنہ ۱۲۸۰، ۱۲۸۱ھ میں جب ہندوستان کے اکثر شہروں پٹنہ، داناپور، میرٹھ، انبالہ وغیرہ وغیرہ میں چلایا گیا تو بیشتر ماخوذین کے لئے حبس دوام بعبور دریاے شور کا حکم دیا گیا۔ جناب مولوی یحییٰ علی و مولوی احمد اللہ صاحبان مهدانوی صادق پوری عظیم آبادی (جنہوں نے انڈمان ہی میں وفات پائی) کے مقدمہ کی لپیٹ میں میاں صاحب پر بھی مواخذہ ہوا جو صرف مخبروں کی غلط خبر رسانی اور اہل کاروں کی غلطی پر مبنی تھا۔ اور آپ تا تحقیقات کامل کم و بیش ایک برس تک راولپنڈی کے جیل میں نظر بند رہے۔

مخبروں کی غلط خبر رسانی

میاں صاحب کے مکان اور مسجد کی تلاشی

دہلی میں میاں صاحب کے مکان اور مسجد کی جب تلاشی ہوئی تو دوسروں کے بھیجے ہوئے خطوط بہ تعداد کثیر بے ٹھکانے دری پر چٹائی پر دری کے نیچے چٹائی کے نیچے چارپائی کے نیچے کتابوں میں پڑے ہوئے پائے گئے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں اس قدر بہ کثرت خطوط کیوں آتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ وجہ اس کی تو بھیجنے والوں سے پوچھنی چاہیے یا اُن خطوط میں دیکھنا چاہیے۔ میرے خیال میں یہ بات ہے کہ سرکار نے خط کا محصول بہت کم آدھ آنہ رکھا ہے اس لئے لوگ دو پیسے دے کر خط بھیج دیتے[1] ہیں۔ دیکھئے اس میں کوئی خط بیرنگ نہیں ہے سب پیڈ ہیں۔

خطوط جو پڑھے گئے تو اُن میں اس کے سوا کیا دھرا تھا کہ فتوے کا سوال

[1] میاں صاحب کی یہ راے کہ کمی محصول کے سبب سے زیادہ خطوط آتے ہیں نہایت ہی صحیح ثابت ہوئی کیونکہ جب پوسٹ کارڈ جاری ہوا اُس کے چند سال بعد انسپکٹر جنرل پوسٹ آفس کی رپورٹ اس مضمون کی شائع ہوئی تھی "پوسٹ کارڈ کے جاری ہونے سے ڈاکخانہ کی آمدنی میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہے پہلے لوگ آدھ آنے محصول کے سبب سے کم خط بھیجتے تھے اب کہ ایک پائی محصول ہے خطوط کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے"

ذیل میں درج ہے۔ حضور اُس کا جواب جلد بھیج دیں فلاں مسئلے میں کیا حکم ہے؟ فلاں کتاب کی فلاں عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے؟ فلاں موضوع پر متقدمین کی بھی کوئی تصنیف ہے؟ فلاں کتاب بھیج دیں؟ وغیرہ وغیرہ اسی قسم کے مضامین تھے ایک خط میں لکھا تھا کہ "نخبۃ الفکر (کتاب) بھیج دیجیے"

مخبر نے کہا کہ "یہی سب ان لوگوں کے اصطلاحی الفاظ ہیں" میاں صاحب کو بھی جلال آگیا فرمانے لگے نُخبۃ الفکر کیا؟ توپ، نخبۃ الفکر کیا؟ بندوق، نخبۃ الفکر کیا؟ گولہ بارود۔ پھر مجسٹریٹ سے آپ نے کہا کہ صاحب آپ نے میرا مقدمہ کس جاہل کے سامنے پیش کیا ہے آپ اپنے کسی یوروپین یا دیسی عالم سے دریافت کیجیے کہ نُخبۃ الفکر کتاب کا نام ہے یا نہیں اور اس کتاب کا موضوع کیا ہے۔

الغرض بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھُل گئی کہ ان پر مواخذہ محض ناجائز ہے۔ اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں اس لئے رہا کر دئے گئے۔ یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر و باطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ جس طرح غدر ۱۸۵۷ء میں مسز لیسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے اُسی طرح ۶۵-۱۸۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھیرے۔

ظاہر و باطن برابر تھا

نظر بندی میں ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ کتب بینی کا خوب موقع ملا کتب خانہ سرکاری سے کتابیں منگوانے کی اجازت مل گئی تھی اور وہاں بخاری کا ایک سبق پڑھانے کے سوا کوئی کام نہ تھا جی بھر کے مطالعہ کیا۔

نظربندی کا فائدہ

عطاء اللہ نام طالب علم جو آپ کے ساتھ تھے اُنہوں نے باطمینان تمام سبقاً سبقاً بخاری پڑھ ڈالی اور قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔

میر عبد الغنی رح ساکن سورج گڈھ جو نہایت ہی پرہیزگار عابد اور نیک بزرگ آپ کے ساتھ جیل میں تھے اُنہوں نے جیل ہی میں وفات پائی آپ نے اپنے ہاتھ سے اُن کی تجہیز و تکفین کی اور نماز جنازہ خود پڑھائی۔

میاں صاحب کی اہلیہ کی وفات

۱۴- رمضان ۱۲۸۲ھ مطابق ۸- دسمبر ۱۸۶۵ء جمعرات کے دن آپ کی

وفادار بی بی نے انتقال کیا۔

سفر حج اور اُس کے واقعات

سنہ ۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحب نے حج کا ارادہ مصمم کرلیا تو اِس خیال سے کہ مخالفین ایذا رسانی میں کچھ کم حصہ نہیں لیں گے اور یہ موقع اُن کے لئے اوقات مغتنمہ سے ثابت ہوگا آپ نے کمشنر دہلی سے ملاقات کر کے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و روضہ مطہرہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔

کمشنر دہلی نے آپ کو ایک چٹھی مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء دی جس کی بجنسہ نقل معہ ترجمہ اُردو ہدیہ ناظرین ہے۔

کمشنر دہلی کی چٹھی مع ترجمہ

کمشنر دہلی کی چٹھی

Moulvi Nazir Hosain is a Leading moulvi in Dehi Who is difficult times proved his Loyalty to the British government and in his pilgri mage to Mecca I hop any British officer Whose pelp or protection he may nee Will affordit to him as he most fully desrves it

Signed J. D. Tremlett
B. C. S. commissioner
& Sup dt Delhi Division
Agust 10 th 1883

ترجمہ

مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں۔ جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ اُن کو مدد دے گا کیوں کہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط جے ڈی ٹریملٹ بنگال سروس کمشنر دہلی و سپرنٹنڈنٹ
۱۰ اگست ۱۸۸۳ء

مسٹر لیسنس کی چٹھی

دوسری چٹھی مسٹر لیسنس[بمہ] نے بنام کونسل مقیم جدہ کے دی جس میں آپ کی خیر خواہی زمانۂ غدر کا مفصل بیان تھا اُنھوں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ اُن کے مخالفین بھی بہت ہیں اور اُن میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کا نسل کا فرض ہے کہ ان کو اِن کے مخالفین کے شر و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کانسل مقیم جدہ (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس رکھ لی۔

مکہ معظمہ کی روانگی

الغرض یہ دونوں چٹھیاں لے کر آپ دہلی سے رہ نورد مکہ معظمہ زاد اللہ تشریفاً ہوئے۔

مخالفین کی روانگی بمبئی کا واقعہ

مخالفین کو جب روانگی کا حال معلوم ہوا تو چند اشخاص کو مختلف مواضع پنجاب، دیوبند، بدایوں، اور خود دلی سے گلابی چو ورقہ کے ساتھ روانہ کیا اور اُن لوگوں نے بمبئی پہنچ کر وہاں کے مولویوں کو اپنے منصوبوں میں شریک کر کے اور چو ورقہ کے سوالات پر اور کچھ ہذیانات اضافہ کر کے **میاں صاحب** کے روبرو پیش کیا۔

غرض اصلی مخالفین کی صرف اشتعال طبع تھی اور ہر طرح کی نزاع کا بڑھانا **آپ** اُن کی غرض کو سمجھ گئے اور جب اُن سوالات کو پڑھوا کر سنا تو علانیہ فرما دیا کہ یہ سب باتیں مجھ پر بہتان ہیں اور میں اُن کے معتقد کو کافر سمجھتا ہوں۔ جب

بمبئی میں جہاز پر سوار ہونا

آپ بمبئی میں جہاز پر سوار ہوئے تو مخالفین بھی اُسی اسٹیمر میں روانہ ہوئے اور وہاں بھی چھیڑ چھاڑ سے باز نہ آئے بلکہ ہمیشہ ہر قسم کی ایذا رسانی کی تاک میں لگے رہے مگر **آپ** نے بفحوائے واعرض عن الجاھلین کسی کو بھی کبھی مُنہ نہ لگایا۔ اور اُن لوگوں کو بھی اپنی کسی سازش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ زیادہ تر وجہ اس کی یہ بھی کہ ان مخالفین کو برٹش کانسل مقیم جدہ کا ڈر لگا ہوا تھا جس نے چٹھیوں کے

برٹش کانسل مقیم جدہ نے آپ کا اعزاز کیا

دیکھنے کے بعد **آپ** کی بہت تعظیم و تکریم کی اور جب تک جہاز کامران میں رہا وہ ہر روز **آپ** کی ملاقات کے لئے آتا رہا۔ مگر افسوس کہ وہ کامران ہی میں مفسدین سوڈان کے ہاتھوں سے قتل ہو گیا۔ اگر وہ جدہ میں واپس آتا تو یقیناً مکہ معظمہ کے

[بمہ] زمانۂ غدر میں میاں صاحب نے ان کی میم کی جان بچائی تھی اور ساڑھے تین مہینوں تک اپنے گھر میں پناہ دی تھی ۱۲

معاملات میں نہایت قیمتی امداد کرتا۔

جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو معاندین بھی وہاں جا دھمکے جن کا دو مقصد تھا۔

مکہ پہنچنا مخالفین کا مقصد قتل یا حبس دوام مخالف کمیٹی کا قائم ہونا

(۱) قتل محدث دہلوی (۲) حبس دوام۔ مگر کام تھا مشکل اس لئے باضابطہ اور بہ مشورہ کارروائی کے لئے حریفان تازہ وارد اور ہندی مکیوں کی ایک کمیٹی قائم ہوئی جس میں علاوہ پریسیڈنٹ کے تین چار سو ممبر شامل تھے (چونکہ اس کمیٹی کے اکثر ممبر اور پریسیڈنٹ مر چکے ہیں اس لئے ہم اُن کا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور جو اَب تک موجود ہیں اُن کی پردہ دری بھی مناسب نہیں سمجھتے)

اب یہ کمیٹی نہایت غور و فکر کے ساتھ اپنی کارروائی میں مصروف ہوئی اور اپنی پولیٹیکل چال سے اندرونی سازشوں کی بندشوں کو مضبوط کرتی رہی۔

تین رات دن تک برابر منے میں وعظ کہنا

زمانہ حج میں میاں صاحب اپنے زمانہ قیام منے کے تینوں دنوں میں (جہاں ساری دنیا کے بلاد مختلفہ کے لاکھوں آدمیوں کا ازدحام تھا) اس دھڑتے سے وعظ و تذکیر عربی و فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں رات دن کرنے لگے جس کی کوئی حد نہیں رہی نماز پنجگانہ اور تہجد کا وقت مجرا دیکر تمام اوقات کو وعظ و تذکیر ہی کے مشغلہ سے لبریز کر دیا اور سارے وعظ کا خلاصہ شرک و بدعت سے اجتناب اور عمل بالحدیث کی ترغیب رسومات بد کی موشگافی اور خاص اہل مکہ کی بدعتوں کی اصلاح کا بیان تھا۔

وعظ کا خلاصہ

ایک حاجی کا خط

راقم کو ایک حاجی کے نہایت معتبر خط کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا جس کی عبارت بجنسہ یہ ہے۔

"میاں صاحب نے تین روز منا میں قیام کیا اور شب و روز وعظ بیان کیا سب بدعت کا رد کیا میں نہیں سمجھتا کہ کسی نے بعد تابعی کے ایسا کیا ہو"

میاں صاحب کا وعظ سے باز نہ آنا

میاں صاحب کے رفقا اور خدام نے جب دیکھا کہ اس قسم کے وعظ سے دشمنوں کی آتش عداوت و حسد پر کروسن اُوائل (مٹی کا تیل) کا چھڑکاو ہو رہا ہے۔ تو بمنت و سماجت عرض کیا کہ حضور اب وعظ بند فرما دیں۔ مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی۔ اب جان کی خیر نظر نہیں آتی، اس کے جواب میں میاں صاحب نے صاف کہہ دیا کہ سنو صاحب بہت جی چکا اب زندگی کی تمنا نہیں ہے امام نسائی

شہادت پر آمادگی

بھی مکہ ہی میں شہید ہوئے تھے اُسی حرم میں جہاں کہ میرے قتل کا منصوبہ ہو رہا ہے میں ہر وقت اپنے قتل پر آمادہ ہوں مگر تبلیغ سے (اُس آخری لفظ تک جو میرے مُنہ سے نکلے گا) باز نہ آؤں گا۔

بعد فراغ حج کے آپ کے جان نثار شاگرد اور رفیق مولوی تلطف حسین صاحب محی الدین پوری عظیم آبادی ثم الدہلوی نے باصرار عرض کیا کہ یہ کمیٹیاں جو رات دن ہمارے لئے ہو رہی ہیں بغیر اپنا اثر دکھائے نہ رہیں گی آپ فریضۂ حج ادا کر چکے بہتر ہے کہ اب بہت جلد وطن واپس چلے چلیں مگر شیخ تو اتباع سنت کے عاشق اور عمل بالحدیث کے لئے مخلوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جان دیدینے والے تھے وہ بغیر مدینہ منورہ حاضر ہوئے گھر کیوں کر واپس آسکتے تھے اُن کی رسول خدا صلعم کے ساتھ تو یہ حالت تھی ؂

مدینہ منورہ کا عزم بالجزم

یا مِن ناصبور را بیش خود از وفا طلب		یا کہ تو پاک دامنی صبر من از خدا طلب
درد تو می کشد مرا یا بہ کرم دوا کنش		یا قدرے فزوں ازیں تا نہ کنم دوا طلب
خدا شاہد ہے الفت غیر سے رکھے تو کافر ہو		تمھیں پر جان دیتے ہیں تمھیں پر دم نکلتا ہی

اور مرنے یا مارے جانے سے کوئی ایسے شخص کو کیا ڈرائے گا جس کا قول یہ ہو

؂

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن		خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
؂ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را		ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

۲۳- ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کے واقعات

۲۳- ذی الحجہ تک آپ بانتظار قافلہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ میں ٹھیرے رہے اور جب مخالف کمیٹی کے ممبروں کو اپنی گہری اور سازشی کارروائیوں پر ہر طرح اطمینان ہو چکا تو اُسی تاریخ کو پاشاء مکہ کے ہاں مخبری کرا دی کہ مولوی نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اور انہیں نے یہ رسالہ گلابی جو ورقہ اعتزال کی اشاعت کے لئے چھپوا کر شائع کیا ہے جس میں خنزیر کی چربی اور خالہ سے نکاح کو حلال لکھا ہے وغیرہ وغیرہ بہتیرے اتہامات لگائے دس بجے اُسی دن پاشاء مکہ کے ہاں سے تین سپاہی اور ایک افسر محمود آغا نام آپ کی فرودگاہ پر پہنچے اُن کے ہاتھ میں ایک فہرست تھی جس میں چھ آدمیوں کے نام درج تھے۔ (۱) مولوی نذیر حسین (۲) ڈپٹی امداد العلی

پاشا کے دیوان میں طلبی

(۳) مولوی سلیمان حجاج (۴) مولوی امیر الدین (۵) مولوی جان علی (۶) مولوی محمد (مہاجرین مکہ معظمہ) ۳ سے ۶ تک چار آدمی مہاجر تھے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ مولوی نذیر حسین کس کا نام ہے آپ نے جواب دیا کہ میں ہوں اُس افسر نے کہا کہ پاشا کے ہاں آپ کی طلبی ہے اتفاقاً بقیہ پانچ آدمی مندرجہ فہرست اُس وقت وہاں نہ تھے تو اُس نے بلا دریافت کہ بقیہ پانچ آدمی کہاں ہیں مولوی تلطف حسین محمد احمد حفیظ اللہ خدا بخش سید احمد پانچ آدمیوں کو جو وہاں بیٹھے تھے چنہ کی تعداد پوری کر کے لے چلا۔

افسر کی غلطی

مکہ معظمہ میں برٹش کانسل مقیم جدہ کے اسسٹنٹ ایک مسلمان عہدہ دار ڈاکٹر عبدالرزاق تھے میاں صاحب پہلے ہی اُن سے ملے تھے اور چٹھیاں دکھا کر مخالفین کے منصوبوں سے بھی آگاہ کر دیا تھا اسسٹنٹ موصوف نے آپ سے کہا کہ آپ باطمینان تمام اپنے شعائر مذہبی ادا کریں اور کسی سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور جب باز پرس کی نوبت آئے تو مجھے فوراً مطلع کریں اور اگر طلبی ہو تو بلا توقف پاشا کے ہاں چلے جائیں۔

اسسٹنٹ برٹش کانسل کی ملاقات

۲۳۔ ذی الحجہ قریب دوپہر کے جب پاشا کے ہاں پہنچے تو اسسٹنٹ برٹش کانسل نے اپنے وکیل محمد یوسف کو پاشا کے پاس بھیج کر دریافت کیا کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کو آپ نے کیوں عدالت میں طلب کیا ہے؟ پاشا نے جواب میں کہا کہ لوگوں نے اُن کی نسبت اس قسم کی شکایتیں کی ہیں۔ وکیل محمد یوسف نے کہا کہ جن امور کی نسبت شکایتیں کی گئی ہیں اُن امور کے[ع] مرتکب یہ اس حدود میں نہیں ہوئے۔ لہٰذا اس سلطنت کا مواخذہ بالکل ناجائز ہے یہ سن کر پاشا نے آپ کو رخصت کر دیا اور یہ آمد و رفت سوال و جواب سب کچھ تقریباً ایک گھنٹہ میں ہو گیا۔

اسسٹنٹ برٹش کانسل اور پاشا سے سوال و جواب

پاشا کے ہاں سے رخصت

شیخ کے مخالفین کو جب اس میں ناکامی ہوئی تو اُنہوں نے پھر ایک آخری کوشش کی۔ ساڑھے تین سو ۳۵۰ گواہ تیار کر کے پاشا کے سامنے اظہار دلوایا اور

[ع] وکیل نائب کانسل کا یہ جواب ڈپلومیسی کا ایک مسکت جواب تھا جس میں واقعیت کا لحاظ بہت کم کیا جاتا ہے اور بحث کو فوراً ہی اپنی جگہ پر ختم کر دینا مقصود ہوتا ہے، ورنہ جو بہتان آپ پر لگائے گئے تھے وہ خود بہتان محض تھے جس کا مفصل حال ناظرین کو آیندہ معلوم ہو جائے گا ۱۲

دوبارہ طلبی

اُسی دن شام کے وقت پھر آپ کو مع اُن سابق رفیقوں کے طلب کرایا۔ اب کے جو ایک افسر اور ایک سپاہی طلبی کے لئے آئے تو اُنھوں نے بھی کسی سے نام تک نہ پوچھا اور چار آدمی جو اُس وقت وہاں موجود تھے اُن کو ساتھ لے کر دیوان چلے

افسر و سپاہی کی دوبارہ غلطی

دو عدد کی جو کمی تھی اُن کی تلاش میں کسی قدر دیر رستہ میں ہوئی۔ اتنے میں نائب کانسل کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ خود حرم میں چلا آیا اور اپنے وکیل محمد یوسف کو

اسسٹنٹ برٹش کانسل کا دوبارہ سوال و جواب

پاشا کے پاس بھیجا پھر اُسی طرح سوال و جواب ہونے لگے اور محمد یوسف کئی بار پاشا کے پاس گیا اور آیا اخیر میں یہ جواب لایا کہ ہم نے ان کو حفاظت کے لئے مصلحتاً اور احتیاطاً اپنے پاس رکھنا چاہا ہے اگر ہم ان کو اس وقت بلا تحقیقات کے چھوڑ دیں گے تو کشت و خون ہو جانے کا اندیشہ ہے اُن کے صدہا دشمن اس وقت جوش میں ہیں

اسسٹنٹ مذکور کی رائے کہ یہاں قانون کی پابندی نہیں ہے

وہ اُن کو زندہ نہ چھوڑیں گے یہ سُن کر نائب کانسل نے بذریعہ وکیل کے شیخ کو کہلا بھیجا کہ یہاں کسی آئین و قانون کی پابندی نہیں ہے اور ہم اس سے زیادہ پاشا کو کچھ کہہ نہیں سکتے آپ دیوان میں حاضر ہو جائیں اور اس کی رپورٹ اپنے افسر برٹش کانسل مقیم جدہ کو کردی۔

رات بھر دیوان میں رہنا

شیخ مع پانچ رفیقوں کے دیوان میں پہنچے۔ رات بھر اُسی دیوان کے ایک کمرہ میں رہے ہم ۲۔ جمعہ کا دن بھی وہیں کٹا اور جمعہ و طواف بھی فوت ہوا۔

نماز جمعہ اور طواف کا فوت ہونا تحقیقات

اُسی دن شیخ الہنود مسمی شیخ محمد حسین کی تحریک سے تحقیقات شروع ہوئی جب رفقائے شیخ کے نام دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اُن میں میاں صاحب کے سوا فہرست مرسلہ دفتر پاشا کا ایک آدمی بھی نہیں ہے اب تو پاشاء مکہ کی آنکھیں

پاشا کو غلطی کا احساس

کھُلیں اور سمجھے کہ نہایت غلط کارروائی ہوئی۔ پھر اُن پانچوں آدمیوں سے جو بلا دریافت نام دو دفعہ میاں صاحب کے ساتھ آئے تھے ان لفظوں میں پاشا صاحب نے معذرت کی کہ ہمارے ماتحتوں کی غلطی سے آپ صاحبوں کو بلا وجہ تکلیف ہوئی آپ

پاشا کی معذرت

حضرات معاف فرمائیں اور میرے حق میں دعاء خیر کریں۔ ہر چند اُن لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہمارا کیا بگاڑا ہے کہ ہم معاف کریں مگر پاشا کی تشفی نہ ہوئی اور کہا گیا کہ جب تک آپ لوگ اپنی زبان سے نہ کہیں گے کہ معاف کیا پاشا صاحب مطمئن نہ ہوں گے بعد اصرار شدید کے اُن لوگوں کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ معاف کیا اور سب لوگوں

زبردستی کی معافی

مولوی تلطف حسین کی وفاداری

کو اجازت گھر جانے کی ملی میاں صاحب کے جان نثار شاگرد مولوی تلطف حسین صاحب نے آپ کو تنہا چھوڑ کر فرودگاہ پر جانا منظور نہیں کیا اور پاشا سے دوبدو کہا کہ مجھ کو یہاں سے جانا منظور نہیں ہے میں اپنے شیخ کے ساتھ ہر حال میں ہوں اور رہوں گا کیوں کہ میرا اور ان کا خیال و مقال مذہب و مشرب سب ایک ہی ہے میں اِن سے جدا نہیں ہو سکتا۔

۲۵- ذی الحجہ کے واقعات

۲۵- ذی الحجہ کی شب کو پاشا نے آپ سے چار سوال کئے۔

میاں صاحب سے اور پاشا سے سوال و جواب

سوال	جواب
(۱) آپ کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے ؟	(۱) میں اس کا قائل نہیں ہوں چنانچہ میرا فتوے مطبوعہ مطبع حنفی دہلی موجود ہے جس میں میں نے لکھا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے اور میرے مخالفین نے بھی اس مسئلہ کو خاص میری طرف منسوب نہیں کیا ہے آپ اس گلابی چورقہ کو بغور دیکھیں۔
(۲) خنزیر کی چربی کو آپ حلال اور پاک سمجھتے ہیں ؟ (۳) پھوپھی اور خالہ سے مناکحت جائز رکھتے ہیں ؟	(۲) (۳) میں مسلمان ہوں اور فریضہ حج ادا کرنے کو آیا ہوں اگر میں شحم خنزیر کو حلال اور خالہ پھوپھی کے ساتھ مناکحت کو جو نص قرآنی سے حرام ہے جائز کہتا تو مسلمان کیوں کہلاتا اور حج کے لئے کیوں آتا ایسا سوال کسی مسلمان سے کرنا نہایت ہی افسوس اور تعجب کا مقام ہے
(۴) حنفی مذہب کو آپ کیسا سمجھتے ہیں؟	(۴) ھدایہ جو بہت بڑی مستند کتاب حنفی مذہب کی ہے اُس کے جس مقام کا مطلب آپ چاہیں ہم سے سنیں اور اُسی

مقام کا مطلب اپنے علمائے حرمین سے پڑھوا کر سنیں اس کے بعد خود بخود آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم مذہب حنفی کو کیسا سمجھتے ہیں۔

اس جواب کے سننے کے بعد تو پاشا صاحب سمجھے کہ نذیر دنیا میں ایک بے نظیر فاضل ہے جو اینک گوے و اینک میدان پر آمادہ ہے۔
اسی کے ساتھ اس کا یقین بھی ہو گیا کہ جو کچھ بہتان اور اتہام ان کے دشمنوں نے ان پر لگائے ہیں یہ اصلیت پر مبنی نہیں ہیں[ھ]

مولوی تلطف حسین کا اظہار

پھر مزید تحقیقات کے لئے پاشا نے دوسرے کمرے میں آپ کو بٹھا کر آپ کے رفیق اور شاگرد مولوی تلطف حسین صاحب کا اظہار لینا شروع کیا۔

سوال	جواب
(۱) تم کہاں کے رہنے والے ہو؟	(۱) نواح عظیم آباد پٹنہ کے
(۲) اپنے شیخ کے ساتھ کب سے ہو؟	(۲) چھ برسوں سے
(۳) تمھارا بھی وہی مذہب ہے جو اُن کا ہے؟	(۳) بے شک وہی مذہب ہے
(۴) کون کون کتاب تمھارے شیخ کی تالیف ہے؟	(۴) فلاں فلاں رسالے اور کتابیں ہیں (جس میں گلابی چو ورقہ کا نام نہیں تھا)
(۵) کیا؟ یہ چو ورقہ گلابی (جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد) جس میں	(۵) آپ کے اس سوال پر تعجب ہی تعجب ہے جناب کو اس وقت تک یہ بھی خبر نہیں

[ھ] میاں صاحب فرماتے تھے کہ جب پاشا سے میری گفتگو بذریعہ ترجمان کے ہونے لگی تو میں نے ترجمان سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اُس نے کہا کہ نیشاپور کا اس پر میں نے کہا کہ صائب نیشاپوری کہتا ہے

[ھ] بے بصیرت چہ شناسد سخن صائب را　　تلخ و شیریں بمذاقِ دلِ رنجور یکے ست

آپ کے ہاں میری نسبت جو شکائتیں لوگوں نے کیں اُس کو ذرا سونچنا تو تھا کہ یہ باتیں کسی مسلمان سے ہو سکتی ہیں؟ پاشا نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی امر بے ادبی کا مجھ سے سرزد ہوا ہو تو معاف کیجئے کیوں کہ میرا حق ہے۔ میں بنی فاطمہ ہوں میں نے کہا کہ صاحب میں بھی بنی فاطمہ ہوں آپ بھی شجرہ پڑھیں اور میں بھی پڑھتا ہوں ۱۲

شحم خنزیر کو حلال اور خالہ پھوپھی سے نکاح کو جائز لکھا ہے تمھارے شیخ کی تالیف سے نہیں ہے

کہ اس چو ورقہ رسالہ کا مولف کون ہے اور اس کا مضمون کیا ہے اس میں کس پر اتہامات و بہتانات کا طومار باندھا گیا ہے ؟

ایسی بے خبری ایسے اعلیٰ حکام کی نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔

جناب والا یہ رسالہ تو ہمارے شیخ کے دشمنوں نے تالیف کیا ہے جس میں ہمارے شیخ کی مذمتیں درج ہیں اور اُن پر بہتان باندھے گئے ہیں۔ کیا یہ امر ممکن ہے کہ کوئی اپنی رد و مذمت میں آپ ہی کتاب تالیف کرے۔

(۶) تمھارے شیخ نے اس پر مہر کیوں کی ؟

(۶) بتائیے اس پر کہاں اُن کی مُہر ہے ؟

(۷) یہ دیکھو اس رسالہ کے صفحہ ۷ میں

افسوس صد افسوس محمد نذیر عرف نذیر احمد طالب علم دہلی کو سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی قرار دیا جاتا ہے جناب من یہ نذیر احمد کی مہر ہے۔

پے مفتیان شد
محمد نذیر

ہمارے شیخ کی مہر یہ ہے۔

سید محمد
نذیر حسین

جو معیار الحق وغیرہ رسائل پر ثبت ہے (یہ کتاب اُس وقت پاشا کے سامنے موجود

	تھی جو مولوی جان علی کے پاس سے بہ وقت تلاشی برآمد ہوئی تھی)
(۸) بے شک ہم کو بڑا دھوکھا دیا گیا مگر ہم ان مسائل کی بابت تم سے پوچھنا چاہتے ہیں جو اس رسالہ میں تمھارے شیخ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔	(۸) جو سوال آپ چاہیں کریں میں اپنے شیخ کی طرف سے جواب دونگا۔
(۹) کیا تمھارے شیخ مال تجارت میں زکوٰۃ کو واجب نہیں کہتے ؟	(۹) مال تجارت میں وہ وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں اور اس کی تفصیل اُسی طرح کی جو شیخ کے جواب میں مذکور ہوئی۔
(۱۰) کیا تمھارے شیخ پھوپھی اور خالہ سے نکاح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور شحم خنزیر کو حلال ؟	(۱۰) جو شخص مسلمان کہلائے اور حج بیت اللہ کو یہاں آئے وہ ایسی بے ہودہ باتیں کبھی کہہ سکتا ہے۔

اس کے بعد مولوی تلطف حسین صاحب نے پاشاء مکہ سے سوالات ذیل کئے

سوال مولوی صاحب	جواب پاشاء مکّہ
(۱) آپ ہمارے شیخ کو کیا جانتے ہیں ؟	(۱) لوگ وہابی کہتے ہیں
(۲) وہابی قرآن کو تو نہیں مانتے ؟	(۲) قرآن کو وہ مانتے ہیں۔
(۳) بہت افسوس ہے کہ آپ ہمارے شیخ کو وہابی جانتے ہیں اور وہابیوں کا قرآن کو ماننا بھی تسلیم کرتے ہیں پھر جس چیز (خالہ اور پھوپھی سے نکاح اور شحم خنزیر) کی حرمت نص قرآن میں موجود ہے اُس کی حلت کو ہمارے شیخ کی طرف منسوب کرتے ہیں	(۳) متعجبانہ لہجہ میں خالہ اور پھوپھی کے نکاح کی حرمت قرآن میں کہاں ہے ؟

مولوی صاحب نے کہا سورہ نساء کے چوتھے رکوع میں والمحصنات کے پہلے حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم و اخواتکم و عماتکم و خالاتکم۔

یہ سُن کر پاشا تو دم بخود ہو گئے اور مولوی تلطف حسین صاحب نے بہ مصداق "ہر کہ دست از جاں بشوید ہر چہ در دل آید بگوید" بلند آواز اور ترش رو لہجہ میں یہ اسپیچ دی۔

مولوی تلطف حسین کی اسپیچ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ جو اپنے وہابی ہونے کے اقراری نہیں ہیں صرف بے اصل تہمتوں اور افتراؤں پر وہابی قرار دئے جائیں اور اس حرم محترم میں جو مامن خلائق ہے ایسی ایسی تکلیفیں پائیں اور سختیاں جھیلیں۔

اور اصل وہابیان نجد جو مدعی وہابیت ہیں بے روک ٹوک آویں حج کریں اور چلے جائیں اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ ہو اُن کے سوا دوسرے دوسرے مذاہب کے لوگ شیعہ، خارجی وغیرہ بے تکلف ہمیشہ آویں حالانکہ وہ لوگ اصولاً و فروعاً مذہب اہل سنت والجماعت کے علانیہ مخالف ہیں اُن سے کسی طرح کی باز پرس نہ ہو اور ہم لوگوں پر جو اصولاً و فروعاً اہل سنت والجماعت ہیں یہ دار و گیر ہو رہی ہے

حرم محترم میں محرمات قطعیہ اتفاقیہ کا ارتکاب ہو (جیسے آب زمزم کی بیع وغیرہ عین مسجد الحرام میں) اس پر حکام مکّہ کی جانب سے سرزنش نہ کی جاوے اور ہم لوگوں پر باوجود عدم صدور کسی جرم شرعی کے صرف تہمتوں کے سبب یہ مواخذہ ہو کیا یہ ظلم نہیں ہے اور ہم مظلوم نہیں ہیں ؟

ہندوستان میں اس وقت انگریزی حکومت ہے وہاں ہر مذہب والا آزادی کے ساتھ اپنے شعار مذہب کے ادا کرنے کا مجاز ہے۔ کوئی مسلمان نہ جمعہ سے روکا جاتا ہے نہ جماعت سے اور یہاں اسلامی سرزمین اور مسلمانوں کی حکومت میں ہم لوگ طواف کعبہ اور جمعہ و جماعت سے مجبور ہیں۔

اس کے بعد ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔

مصاحبین پاشا کی برہمی

اس اسپیچ سے بعض مصاحبین پاشا نے برہم ہو کر کہا کہ "پاشا کے حضور

میں ایسی گستاخانہ گفتگو"

پاشا کا انصاف

پاشا نے اُس وقت منصفانہ فرمایا کہ اس کو کچھ مت کہو یہ مظلوم ہے کیوں کر اس کو جوش نہ آئے جب کہ اس کو اور اس کے شیخ کو ناحق تہمتیں لگا کر کافر بنایا گیا ہے اور مولوی تلطف حسین صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ خفا نہ ہوں ہم نے کسی طرح آپ کی توہین نہیں کی ہے۔ اپنے خاص محل اقامت میں جگہ دی اور یہ باز پرس آپ ہی کے ساڑھے تین سو ۳۵۰ ہم وطنوں کی مخبری اور گواہیوں کے سبب سے ہوئی۔

پاشا کا اکرام کرنا اور اپنے ہاتھ سے قہوہ دینا اور معذرت، عفو، دعاے خیر کی درخواست کرنی۔

اِس کے بعد پاشا نے شیخ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور آپ کا بہت اِکرام کیا اور خاص اپنے ہاتھ سے قہوہ دیا اور اس باز پرس پر معذرت کی اور طلب عفو کے ساتھ اپنے حق میں دعاے خیر چاہی پھر پوچھا **جناب** مدینہ طیبہ کا بھی ارادہ رکھتے ہیں؟ **میاں صاحب** نے فرمایا کہ یہاں تو یہ باز پرس ہوئی اب خدا جانے وہاں کیا نوبت آئے یہ مفسد اور مخبر لوگ تو وہاں جانے کو بھی تیار ہیں اِس لئے اب میرے حق میں شاید وطن ہی کو لوٹ جانا بہتر ہوگا جس پر پاشا نے

مدینہ منورہ جانے کی بات چیت پاشا سے

ایک خط یار و بکار یا سرٹیفکٹ مدینہ منورہ کے پاشا کے نام لکھوا کر اور اپنی مہر خاص سے مسجل کر کے **آپ** کو دیا اور کہا کہ اب **آپ** سے وہاں کسی قسم کا تعرض نہیں ہوگا وہ خط اصل ترکی زبان میں مع ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

پاشاء مکہ کا خط یا سرٹیفکٹ بنام پاشاء مدینہ

نقل اصل خط پاشاء مکہ بزبان ترکی بنام پاشاء مدینہ طیبہ

مدینہ منورہ محافظین علیۂ سند سعادتلو آفندم حضرتلری علمای هندیه دن نذیر حسین ایله تلامیذندن بر نفر حقنده کندی همشهریلری طرفندن

ترجمہ لفظی

مدینہ منورہ کے محافظین علیہ کو سعادت مآب حضرت صاحب من ہند کے علما سے نذیر حسین اور اُن کے شاگردوں سے ایک شخص کے حق میں جو اُن کے ہم وطنوں کی طرف سے

اسنادِ اعتزال اولنمغله مکهٔ مکرّمه
جه کندولری بالمؤاخذه
تحقیقاتِ ایجابیه اجرا قلنمش
و فقط اسنادِ واقع مذکوردن
مومی الیهمانن برائتلری
ثابت اولمش اولدیغندن
اوا جه ده شاید حقلرنده
بولنده برسوز ایله بیله جك
اولور ایسه برائت ذمتلری
معلوم اولمق اوزره بیان کیفیته
ابتدار قلندی اولبابده امرو
وارادهٔ افندم حضرتلرینکدر
فی ۲۶ ذالحجه سنه ۱۳۰۰ و فی
۱۶ تشرین اول سنه ۹۹ والی و
قوماندان حجاز مکه مکرمه دمن

السید عثمان نوری
۱۲۸۹

اسناد اعتزال ہوا تھا سو مکہ مکرمہ میں
وہ مواخذہ ہو کر ضروری تحقیقات
ان کی کی گئی لیکن چونکہ اسناد واقع
مذکور سے مومی الیہما کی بری الذمتی
ثابت ہوتی ہے اس لئے اُس جگہ بھی
اگر اُن کے حق میں اس قسم کی کوئی بات
کہی جائے تو بری الذمتی اُن کی معلوم
ہونے کے لئے اس کیفیت کے بیان
کو ابتدار کیا گیا اس بات میں امر والا
حضرت صاحب من کا ہے
سید عثمان نوری گورنر و کمانڈر الجیف
حجاز از مکہ مکرمہ تاریخ ۲۶ ذی الحجہ
سنہ ۱۳۰۰ھ ۱۶ تشرین اول سنہ ۹۹

مدینہ منورہ پہنچنا

پاشا کا یہ خط لے کر **میاں صاحب** مع اپنے شاگرد اور رفیق مولوی تلطف حسین صاحب وغیرہ کے مدینہ منورہ پہنچے وہاں بھی مخالفین نے بہت کچھ فتنہ برپا کرنے کی کوششیں کیں مگر کچھ چلی نہیں **آپ** چند روز وہاں قیام کر کے سیدھے جدہ چلے آئے اور وہاں سے بمبئی روانہ ہوئے۔

اشاعۃ السنت کا مضمون

اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۶ صفحہ ۲۸۶ بابت ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ و محرم ۱۳۰۱ھ مطابق اکتوبر و نومبر ۱۸۸۳ء میں چھپا تھا۔

"شیخ کی نسبت جو خوفناک خبریں ہمارے خیرخواہان ملک و مذہب نے اخبارات و اشتہارات کے ذریعہ سے شہرہ آفاق کی ہیں اُن کا اکثر حصہ محض

خلاف واقع ہے ازاں جملہ سچ ہے تو اسی قدر ہے کہ مولانا ممدوح پاشائی محل میں بلائے گئے اور تین دن تک وہاں رہے اور اُن سے اُن تہمتوں کے جو لوگوں نے اُن پر لگائی تھیں جواب لئے گئے آخر وہ اُن سے بری قرار دئے گئے اور پاشائی چٹھی یا سرٹیفکٹ کے ذریعہ سے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور وہاں سے بے مزاحمت احدے واپس ہو کر اپنے وطن میں آ پہنچے''

المختصر یکم جنوری ۱۸۸۴ء کو شیخ بعد فراغ حج و زیارت بمبئی پہنچے اور وہاں سے شیخ کے رفقا نے دہلی وغیرہ میں اپنے پہنچنے کی خبر دی اور تاریخ روانگی بمبئی سے مطلع کیا۔

یکم جنوری ۱۸۸۴ء کو بمبئی واپس پہنچے

شیخ کا استقبال دہلی میں

دہلی میں استقبال

اکثر اشخاص جو میاں صاحب کے استقبال کے لئے دہلی سے چند اسٹیشن آگے تک گئے تھے اُن کا بیان ہے کہ ہر اسٹیشن پر اور ریل کی گاڑیوں میں میاں صاحب کے زائرین اور استقبال کرنے والوں کا ایسا ہجوم تھا جس طرح لوگ ہلال عید کی جستجو میں ۲۹ رمضان کو مجتمع ہوتے ہیں۔

حافظ ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب ال ال ڈی فرماتے تھے ''جب آپ سفر حجاز سے واپس تشریف لائے تو اسٹیشن دہلی پر استقبال کے لئے اس قدر لوگ حاضر ہوئے کہ پلیٹ فارم کا ٹکٹ ختم ہو گیا۔ کارپردازان اسٹیشن حیران تھے کہ یہ کس نامی گرامی شخص کی آمد آمد ہے''

جب ٹرین دہلی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر پہنچا تو آدمیوں کا ایسا ازدحام دیکھا کہ ہم لوگوں نے تمام زندگی کبھی کسی عالم، درویش، ولی متقی، امیر اور وزیر کے قدوم پر ایسی کثرت نہیں دیکھی تھی۔ پلیٹ فارم اور اسٹیشن پر ہزارہا مخلوق تھی کہیں ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں نظر آتی تھی۔ بہت لوگ ایسے تھے جن کو میاں صاحب کی زیارت بھی اسٹیشن پر نصیب نہ ہو سکی کجا مصافحہ میاں صاحب کو بھی ایک قدم چلنا دشوار ہو گیا آخر بڑی مشکلوں سے نواب محمد علاء الدین خاں بہادر رئیس لوہارو (جو آپ کے استقبال کے لئے وہاں موجود تھے)

اور چند اور معززین اعیان دہلی نے آپ کو حلقہ میں لیا اور بہ مشکل پلیٹ فارم سے فٹن تک پہنچا کر سوار کرایا افسران ریلوے یوروپین اور دیسی ہندو مسلمان اور عیسائی اس منظر کو دیکھ کر سخت حیرت میں تھے کہ خدا کا یہ کون سا مقتدر بندہ ہے جس کے لئے ہزاروں دیدہ و دل فرش راہ ہیں۔

یہاں تک جو مضامین متعلق سفر حج بیان کئے گئے وہ اقتباس ہے ہندوستانی اہل حدیث کے رسالوں اور اخباروں کا اب حضرات ناظرین خاکسار مصنف کی ذاتی تحقیقات کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مصنف کی ذاتی تحقیقات

میاں صاحب کے بعض یا اکثر معتقدین اُن واقعات نامرضیہ کو جو مکہ معظمہ میں آپ کے ساتھ ہوئے روشنی میں لانا نہیں چاہتے۔

مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ واقعات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کیوں کی گئی میرے پاس کافی دلائل اس کے موجود ہیں کہ واقعات پبلک سے چھپائے گئے۔

واقعات مکہ کا سچا بیان

جس کا مختصر مگر اصلی اور سچا بیان یہ ہے کہ میاں صاحب کے ہم وطن اور مہاجر ہم وطن مخالفین نے پاشا مکہ کے ہاں نہایت ہی موثق اور موثر طریقے پر مخبری کی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی جو ہندوستان سے حج کو آئے ہیں وہ معتزلی اور وہابی ہیں اگر ان کی تنبیہ اور سرزنش نہیں کی جائے گی تو اہل مکہ بلکہ اہل عرب کا عقیدہ فاسد ہو جائے گا اور تین سو سے زیادہ آدمیوں نے پاشا کے سامنے اس کی گواہی دی۔ چونکہ اہل عرب اور ترک اعتزال کو نہایت ہی بُرا سمجھتے ہیں پاشا نے آپ کو مع اُن لوگوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا دوبارہ طلب کیا اور تین روز تک اپنے مکان میں نظر بند رکھا (نائب کانسل انگریزی سے جو مراسلات ہوئے وہ بھی ناظرین کو معلوم ہیں) اور پوچھا کہ آپ معتزلی ہیں میاں صاحب نے جواب دیا کہ نہیں۔ پوچھا کہ اعتزال کو آپ کیسا سمجھتے ہیں آپ نے کہا نہایت بُرا، تب پاشا نے کہا کہ اچھا اعتزال سے آپ تحریری طور پر توبہ کیجئے اور اس توبہ نامہ پر اپنا دستخط کیجئے کچھ دیر کی رد و کد کے بعد میاں صاحب نے اپنا دستخط کر دیا اور لکھ دیا کہ میں معتزلی نہیں ہوں اور

توبہ کی حقیقت

اعتزال سے توبہ کرتا ہوں اس کے بعد ایک راہ داری کا پروانہ مدینہ منورہ جانے کے لئے پاشاء مکہ کے ہاں سے ملا اور آپ مدینہ منورہ چلے گئے۔

مدینہ طیبہ سے واپس ہوتے ہوئے راہ بدل کر جدہ چلے آنا۔

مدینہ طیبہ سے لوٹتے ہوئے جب میاں صاحب کا قافلہ اُس منزل سے چلا جہاں مکہ مکرمہ اور جدہ کی سڑکیں باہم مل کر دونوں جانب کے دو رستے جدا جدا ہوگئے ہیں تو میاں صاحب کے اونٹ بلا اطلاع اہل قافلہ قافلہ سے علیحدہ کر لئے گئے اور سیدھے جدہ چلے آئے اسی مصلحت کو ملحوظ رکھ کر کہ پھر خدا جانے مکہ معظمہ میں پہنچ کر کیا گل کھلے اور کن کن مشکلات سے سامنا پڑے۔

پاشا کی چٹھی کا فوٹو شائع کرنا

اسی سبب سے وہ راہ داری کی چٹھی جس کی نقل اوپر گذر چکی آپ کے رفیقوں کے پاس رہ گئی اور اُنہوں نے ہندوستان میں پہنچ کر اُس کا فوٹو شائع کرا دیا اور توبہ نامہ کی تغلیط کی اور مخالفین کو خطاب کر کے بہ آواز بلند منادی کر دی کہ اگر توبہ نامہ

---

۵ میاں صاحب نے حج سے واپس آنے کے بعد جو خط مولوی سید عبدالعزیز ساکن موضع صمدن ضلع فرخ آباد تحصیلدار متھرا کے عریضہ کے جواب میں لکھا ہے اُس کی عبارت بجنسہ یہ ہے:۔

بخدمت عبدالعزیز سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ کہ میں سفر حجاز سے واپس آیا آپ نے اخبار میں سب حال دیکھے ہونگے۔ نصرۃ السنۃ نے جو چھاپا ہے وہ صحیح کیفیت سمجھو۔ برادران ہند کی عنایت تھی میرا جو اعزاز و تعظیم و تبجیل عرب میں ہوا اُس کا شکر بجناب باری تعالیٰ کرتا ہوں بے شک سعایت معاندین و منافقین سے مجھے ابتداءً بہت دشواریاں پیش آنا محسوس ہوئی تھیں۔ مگر الحمد للہ کہ وہ بالکل کچھ نہ تھیں۔ یہ تم پر ظاہر ہے کہ میں معتزلی نہیں ہوں پس مجھ پر کیا حصر ہے بلکہ تمام مسلمین پر اُس سے توبہ کرنا واجب ہے میں نے بھی توبہ کی عرب میں اعتزال کو بہت خراب سمجھتے ہیں اور فی الواقع وہ بُری چیز بھی ہے۔ تحریر شریف صاحب اور ایراد سلطانی میرے ساتھیوں کے پاس ہوں گے میرے لئے فرمان واجب الاذعان قرآن کافی ہے کہ جو سلطان السلاطین کا حکم ہے میرے ساتھ کوئی خلاف امر پیش نہیں آیا بلکہ میرے مخالفین کو میری تکریم و تعظیم پر رشک تھا اور ہندوستان میں جو کیفیت سب کی تھی آپ کو معلوم ہوئی ہوگی۔ جیسا کہ تم چاہتے ہو میں بھی تم کو دیکھنا چاہتا ہوں فی الواقع زبانی حالات سفر سُن کر آپ کو تسکین ہوگی۔

الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ   از دہلی

راقم کہتا ہے کہ حج کے جانے کے قرنوں پیشتر سے میاں صاحب اکثر درس کے وقت بعض علماء سابق حنفیہ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ وہ حنفی تو نہیں ہیں حنفی بلی البتہ ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ جزئیات فقہ میں وہ مقلد ہیں حنفی مذہب کے اور عقائد میں معتزلہ کے اور یہی قول میاں صاحب کا آخر آخر تک رہا جس سے ثابت ہے کہ اعتزال کو وہ ہمیشہ سے بُرا جانتے تھے ۱۲

دستخطی شیخ کا ہے تو اُس کا فوٹو بھی اسی طرح شائع کرو جس طرح ہم نے شائع کیا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

مخالفین سے توبہ نامہ کا فوٹو طلب کرنا

مخالفین توبہ نامہ اصلی اب لاتے ہی کہاں سے وہ تو تھا پاشا مکہ کے دفتر میں جو پیچھے ضایع کر دیا گیا ہوگا۔ دو ایک قلمی نقل اُس کی لے کر یہ لوگ چلے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین فوٹو شائع نہ کر سکے اور وہ نقلی توبہ نامہ جعلی قرار دیا گیا یہ ڈھنگ ہیں مناظرے کے۔

مخالفین کا حیص بیص اور اُن کی تکذیب مناظرانہ روش پر

اب میرا سوال یہ ہے کہ اس واقعہ توبہ کے چھپانے کی کوشش کیوں کی گئی اور اس کے ظاہر کرنے میں بارے **میاں صاحب** کی کسر شان ہی کیا تھی؟ کسی ناکردہ گناہ سے اگر جبراً توبہ کرائی جاوے تو توبہ کرنے والے کی ذلت ہی کیا ہوئی مثل مشہور ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ، ذلت ہے تو ناجائز دباو ڈالنے والے کی جس نے غیر مجرم کو مجرم فرض کر لیا اور اُس سے جبراً توبہ بھی کرالی۔

مصنف کا مضمون توبہ کے چھپانے پر

اور کسی واقعہ کا وقوع مکہ معظمہ میں اگر مستند خیال کئے جانے کے لایق سمجھا جاوے تو میں بلاخوف تردید پوچھتا ہوں کہ واقعات مندرجہ ذیل کہاں واقع ہوئے؟ کیا مکہ کا حاکم یا گورنر کسی زمانہ میں حجاج بن یوسف اور مدینہ کا گورنر مروان بن الحکم نہیں رہا؟ اور اُن دونوں کے مظالم جو اکابر صحابہ اور تابعین پر ہوئے وہ صفحہ تاریخ سے مٹ گئے؟ کیا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی مظلومیت کے واقعات لوگ بھول گئے؟ کیا مسلم بن عقبہ کے وقائع[لے] جو مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ میں ہوئے کبھی مسلمانوں کے خیال سے جا سکتے ہیں؟

وقوع واقعہ مکہ معظمہ میں سند نہیں۔

زمانہ اسلام میں واقعات و فسادات جو مکہ میں ہوتے گئے اُس کا بیان

کیا عبداللہ بن زبیر کی شہادت کا واقعہ نظرانداز کرنے کے قابل ہے؟

کیا ابو طاہر قرمطی (جو محمد بن حنیفہ و ابن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو امام برحق مانتا تھا) حجر اسود کو کعبہ معظمہ سے اُکھاڑ کر نہیں لے گیا۔ اور بیئس[۲۲] برس تک حجر اسود کعبہ سے علیحدہ نہیں رہا؟

لے حرم نبوی میں گھوڑے باندھنا مسجد نبوی کو نجس کرنا، سات سو صحابہ قریشی اور دس ہزار آدمیوں کو مدینہ میں قتل کرنا مدینہ کو تاخت و تاراج کرنا، ام المومنین حضرت ام سلمہ کا گھر لوٹنا۔ منجنیق سے کعبہ معظمہ کو سنگسار کرنا، غلاف کعبہ اور دروازہ کعبہ کے پردے کو جلانا وغیرہ وغیرہ،

کیا حجر اسود کسی واقعہ سے ٹوٹا نہیں ہے ؟

کیا حافظ ابو الفضل در کعبہ پر ایسی حالت میں قتل نہیں کیئے گئے جب کہ حلقہ در بیت اللہ سے وہ لٹکے ہوئے تھے اور سر اُن کا بیت اللہ کی چوکھٹ پر گرا ؟

امام فقہاء حنفیہ ابو سعید احمد بن الحسین البردعی مکہ معظمہ میں شہید نہیں ہوئے ؟

شیخ الصوفیہ ابوبکر علی بن بوتتہ الصوفی کی شہادت کیا اسی حرم محترم میں نہیں ہوئی ہے ؟ جہاں میاں صاحب کے قتل کی سازش کی گئی تھی۔

کیا شیخ محمد بن خالد زید بردعی کا خون اُسی پاک زمین میں نہیں بہایا گیا ؟

کیا امام نسائی (صحاح ستہ کے پانچویں امام) نہ صرف خدا کے شہر بلکہ خدا کے گھر میں متغلبین کے ہاتھوں سے شہید نہیں ہوئے ۔ ؟

کیا ۱۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ میں فریضہ حج ادا ہوا تھا، لوگ عرفات گئے تھے ؟

کیا حنفیوں اور شافعیوں میں وہاں ناگفتہ بہ امور پیش نہیں آئے ؟

کیا چار مصلے بلا وجہ قائم ہوئے ہیں ؟

کیا مکہ معظمہ کی گورنمنٹ اس وقت بھی ڈس پاٹک گورنمنٹ نہیں ہے ؟ کیا پاشا مکہ کے اختیارات ایک غیر آئینی ملک کے گورنمنٹ عــه کے برابر نہیں ہیں ؟ کیا پاشا اور شریف کے مظالم کی خبر سلطان روم خلد اللہ ملکہ کو ہوتی ہے ؟ اور اگر ہوتی ہو تو وہ کچھ اصلاح اُس کی کرتے ہیں یا سر دست کر سکتے ہیں ؟

اگر یہ باتیں ہوئی ہیں اور ضرور ہوئی ہیں (کیونکہ تاریخ کے صفحے دھوئے نہیں جا سکتے) اور اس وقت بھی ہوتی ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قسم کے کام جو مکہ معظمہ میں ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اُن کو کوئی ذی عقل مسلمان مستند خیال کر سکتا ہے یا کرے گا۔

پاشا مکہ کے اختیارات غیر آئینی ملک کے گورنر کے برابر ہیں۔

عــه ابو طاہر قرمطی کے واقعہ سے شیخ محمد بن خالد زید بردعی تک کے سب واقعات "کتاب الاعلام تاریخ بیت اللہ الحرام" صفحہ ۷۵ مطبوعہ مصر میں موجود ہیں ۱۲۔

عــه جن حضرات کو مکہ معظمہ کے پاشا اور شریفوں کی تعدیوں کا علم نہ ہو اُن کی توجہ کو ہم مبذول کرنا چاہتے ہیں حاجیوں کے اُن سفرناموں کی طرف جن کو اُنہوں نے سفر حج میں لکھا ہے جو بیشتر بھی شائع ہو چکے ہیں اور اس وقت تک بھی شائع ہوتے ہی جاتے ہیں۔ ۱۲۔ منہ

مختلف اقطار عالم پر شیخ کا اقتدار

شیخ کے تلامذہ کی کثرت اور اسلامی دنیا کے ہر حصہ میں اُن کا وجود

ہم دیباچہ میں لکھ آئے ہیں کہ آپ کے تلامذہ اقطاع عالم حجاز، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، نجد، شام، حبش، افریقہ، ٹیونس، الجزائر، کابل، غزنی، قندھار، پشاور، سمرقند، بلخ، بخارا، داغستان، ایشیار کوچک، ایران، مشہد، خراسان، ہرات، چین، کوچین، اور ہندوستان کے تقریباً ہر شہر ہر ضلع اور بیشتر قصبے، قریے اور دھاتوں میں شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً پھیلے ہوئے ہیں۔

اس سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

کثرت اشاعت حدیث

(۱) اشاعت علم حدیث اسلامی دنیا میں جیسی کچھ آپ کی ذات سے ہوئی وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

(۲ و ۳) کثرت تعداد تلامذہ۔ اور اُن کا مختلف اقطار عالم میں پھیلے رہنا۔

اور اس سبب سے شیخ کا اقتدار مختلف اقطار عالم پر

سید ہاشم جمل اللیل مرحوم کا پاشا کے ہاں جانا اور گفتگو کرنا

مکہ معظمہ میں جب آپ پاشائی محل میں نظر بند تھے تو سید ہاشم جمل اللیل (جو ایک ذی وجاہت مطوف اور ذی اثر رئیس مکہ معظمہ کے تھے) کو بسبب اس کے کہ وہ آپ کے مطوف نہ تھے آخر میں اس واقعہ کا حال معلوم ہوا۔ سننے کے ساتھ پاشا کے ہاں وہ خود گئے اور کہا کہ آپ فوراً ان کو رخصت کیجیے ورنہ آج مکہ میں خون کی ندی بہہ جائے گی۔

شیوخ اہل شرق کا بغرض تفتیش مکہ میں پہنچنا

مولوی تلطف حسین صاحب جو آپ کے تلمیذ، رفیق سفر اور خادم تھے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے تو شیوخ اہل شرق (جن کا قافلہ شہر سے فاصلہ پر تھا اور اُس میں چھ سَو مسلح سوار تھے) آئے مجھ سے اُن سے راہ میں ملاقات ہوئی شیوخ موصوف پوچھنے لگے این الشیخ، شیخ کہاں ہیں میں نے کہا کہ مکان میں ہیں۔ اُن شیوخ نے برہمی کے لہجہ میں کہا کہ ہم کو دکھا دو۔ ہم لوگ کچھ اور ہی بات سُن کر آئے ہیں۔ میں نے ساتھ لے جاکر دکھا دیا اور ملاقات کرا دی۔

شیوخ اہل شرق کی برہمی اور جنگ کا ارادہ

شیوخ ممدوح نے کہا کہ ابھی ایک موحش خبر سُن کر ہم لوگ تحقیق کے لیے آئے تھے۔

الحمد للہ کہ شیخ کو زندہ صحیح و سالم اپنی جگہ پر دیکھا ورنہ آج جو کچھ ہونا ہوتا ہو کر رہتا۔
حسب درخواست علماء و رؤساء اخیر مرتبہ جب آپ آرے تشریف لائے تو ریلوے اسٹیشن سے فرودگاہ لے جانے کے لئے پالکی لائی گئی تھی ٹرین سے اُترنے کے ساتھ مستقبلین وزائرین کی نظر جب چہرۂ مبارک پر پڑی تو خواص علماء و رؤسا میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ اُن لوگوں نے آپ کو پالکی میں بٹھا کر اپنے کندھوں پر پالکی کو اُٹھایا اور فرودگاہ تک پہنچایا جملہ حاضرین (جن کا شمار سینکڑوں سے زیادہ تھا) کی یہی تمنا تھی کہ ہم بھی کندھا دیتے اس پر بھی، اکثر لوگ اس شرف سے محروم رہے اسٹیشن آرہ کے اسٹاف، رستہ چلنے والے اور دکاندار وغیرہ وغیرہ اس منظر کو دیکھ کر سخت حیرت زدہ تھے کہ یہ کون خدا کا بندہ ہے جس کے کہار ایسے ایسے نامی گرامی علماء و رؤساء ہیں ذٰلِكَ فضل الله یوتیه من یشاء

مولانا سید شریف حسین مرحوم کی وفات

میاں صاحب کے حج سے لوٹنے کے ساڑھے تین برس بعد اور اپنی والدہ ماجدہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے انتقال سے سترہ برس بعد اور میاں صاحب کی وفات سے سولہ برس قبل مولانا سید شریف حسین صاحب نے ۶- جمادی الآخرہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۲- مارچ ۱۸۸۷ء روز چہارشنبہ کو سنتاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا اِنا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون

شمس العلما کا خطاب

گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲- جون ۱۸۹۷ء مطابق ۲۱- محرم ۱۳۱۵ھ روز سہ شنبہ کو ملا۔

جن لوگوں کو شیخ کے دیکھنے اور کچھ دنوں بھی ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ عموماً خطاب پانے والے خطاب کے لئے جو کچھ کوششیں کیا کرتے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بالفطرۃ اُس کا مادہ ہی نہ تھا۔ وہ تدین زہد و تقویٰ اور درویشی میں جس طرح ثابت قدم اور مستقیم الحال تھے ویسے ہی

وجاہت دنیوی کی طرف سے بے پروائی

ان امور کی جانب سے نہایت ہی لاابالی اور بے پروا تھے۔

معلوم ہوا ہے کہ جس وقت کمشنر دہلی نے بحکم لفٹنٹ گورنر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اس خطاب کی خبر آپ کو دی اُس سے ایک منٹ آگے میاں صاحب کے وہم و گمان میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی تھی۔ کہ میں اس عام لقب سے ملقب ہوں گا اور جب لوگ خلعت و خطاب کے ساتھ میاں صاحب سے ملے اور آپ کو اُس سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

خطاب ملتے وقت کیا کہا

کہ ہم غریب آدمی خلعت و خطاب لے کر کیا کریں گے ! خلعت و خطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہئے ہم کو دینا لاحاصل ہے بعد اس گفت و شنود کے آپ نے اسی قدر فرمایا۔ اچھا صاحب آپ حاکم ہو جو چاہو کہو۔

میاں صاحب کے لقب کے بیان میں بھی ہم لکھ آئے ہیں مگر بمصداق المسك ما كرر ته يتضوع یہاں بھی اُس کا اعادہ کر دینا مناسب مقام ہے۔

خطاب کے تذکرے پر کیا فرماتے

شمس العلما کے خطاب کا تذکرہ جب کوئی شخص میاں صاحب کے روبرو کرتا تو آپ نہایت ہی سادگی سے فرماتے کہ میاں خطاب سے کیا ہوتا ہے ہمارے لئے تو پورا خطاب قرآن مجید میں حنیفاً مسلماً کا موجود ہے دنیاوی خطاب سلاطین سے ملا کرتا ہے یہ گویا اُن کے خوشنودی کا اظہار ہے۔

درویشی کا خیال

مجھے تو کوئی نذیر کہے تو کیا اور شمس العلما کہے تو کیا میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اس لفظ کی برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔

خطاب پر دلگداز کے اوڈیٹر کی رائے

راقم کہتا ہے کہ اس خطاب کے بعد ہی رسالہ دلگداز کے قابل اڈیٹر نے بعنوان "شمس العلما" ایک مضمون لکھا تھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ کی عزت افزائی تو اس خطاب سے ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اس خطاب کو عزت اور شرف اُس نام کی برکت سے ضرور حاصل ہوا۔

باب چہارم

مجددیت، تصوف، بیعت،

مجددیت

اسلامی دنیا میں یہ امر مسلم ہے کہ ہر صدی میں مجدد ہوتا ہے جس کو آج کل (ریفارمر) کہتے ہیں موجودہ اصلاح کی نیو ڈالی جناب شاہ عبدالرحیم صاحب والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہما نے پھر جناب شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا اور موطا کی شرح "مصفیٰ" فارسی میں لکھی۔ "حجۃ اللہ البالغہ" میں اسرار شریعت کو بیان کیا۔ تقلید کی تحقیق کی "عقد الجید" ایک خاص رسالہ تقلید ہی پر لکھا۔ ایک اور رسالہ لکھا جس کا نام "انصاف" ہے اور اس کے سوا "ازالۃ الخفا" وغیرہ وغیرہ بہتیری کتابیں لکھیں جس سے جہالت کی نیند کے مستغرق کچھ کچھ کروٹیں بدلنے لگے اور سمجھنے لگے کہ قرآن و حدیث بھی قابل اعتنا کوئی چیز ہے۔ اس کے بعد اُن کے دونوں صاحب زادے منجھلے شاہ رفیع الدین اور سنجھلے شاہ عبدالقادر رحمہما اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کا ترجمہ ہندی اور اردو میں کیا مگر اس کارروائی کا کوئی معقول نتیجہ اُس وقت نہ نکلا۔ کیوں کہ مخالفین نے ایک گہری سازش شاہ ولی اللہ کے قتل کے لئے کی اور اُن کی جان محض تائید ایزدی سے بچ گئی۔ اس لئے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (سب سے بڑے بیٹے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے) جب کہ اپنے والد بزرگوار کی مسند پر بطور جانشین کے متمکن ہوئے تو مرنج و مرنجاں کی پالیسی اختیار کی۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اصلاح

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر قدس سرہما کا ترجمہ قرآن

تیرھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں جب کہ مولانا اسمٰعیل شہید بن جناب شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ (جو سب سے چھوٹے بیٹے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے تھے) نے ہوش سنبھالا اُس وقت ہندوستان کی عجیب حالت تھی۔ علما کا گروہ کمزور، صوفیوں میں محدثات اُمور کا شور جس کا نام اُن کی اصطلاح میں تصوف تھا، اُمرا

مولانا اسمٰعیل شہید کے عنفوان شباب میں ہندوستان اور دہلی کی حالت

اپنے عیش ونشاط میں مدہوش، اُن کو نہ تو ملکی معاملات ہی سے دلچسپی اور نہ دین سے کچھ لگاؤ، قلعہ کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ جُہلا نہ صرف گور پرست ہی ہو رہے تھے بلکہ چیچک اور سیتلا کی پوجا بھی اُن کے مذہب کا قوی عنصر تھا۔ عوام خوش باش کو خورد و نوش کے سوا کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ زمانہ کے حالات مولانا شہید جیسے دماغ کے آدمی پر بغیر ایک گہرا اثر پیدا کئے نہیں رہ سکتے تھے۔ اور وہی زبردست اثر تھا جس کے باعث ان اصلاحات کا ظہور ہوا۔ شہید نے شرک کی جڑ کاٹی۔ کلمۂ توحید کی منادی اس کے اصلی معنی کے ساتھ کر دی، گور پرستی اور عبادت لغیر اللہ کی جگہ خدا کے سامنے بندوں کے سر جھکوائے بدعات کا قلع قمع کر دیا، تصوف کو سنت کے رنگ میں رنگا۔ تقلید شخصی کا زور بھی ایک حد تک گھٹا۔ امراء کو رفاہ کے کاموں میں روپیہ اُٹھانے کی عادت ڈلوائی۔ زکوٰۃ اُن سے دلوائی۔ ایک گروہ کثیر کو موحد بنایا۔ اُن سے نماز پنجگانہ پر مواظبت کرائی۔ روزے رکھوائے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک فوج تیار کر لی۔

المختصر تیرھویں صدی کے پہلے نصف حصّہ میں شرک و بدعات سے جب کہ ہندوستان ظلمات بن رہا تھا۔ مولانا شہید کے علم و عمل تدبیر و ارشاد اور ہدایت کی روشنی نے برق خاطف کا کام کر دیا۔

میاں صاحب کی مجددیت کا تعلق مولانا شہید کی مجددیت کے ساتھ

چونکہ **میاں صاحب** کی مجددیت کو مولانا شہید کی مجددیت کے ساتھ اُسی قسم کا گہرا تعلق ہے جیسا کسی عظیم الشان عمارت کے بانی کا تعلق اُس کے خاتم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے ضرور ہے کہ ایک مختصر ترجمہ یا سوانح مولانا شہید کے یہاں درج کر دئے جائیں۔

نام اسمٰعیل، لقب شہید،

آپ کا نام **اسمٰعیل** اور لقب **شہید** ہے آپ اکلوتے بیٹے تھے اپنے باپ مولانا شاہ عبد الغنی علیہ الرحمۃ کے جو سب سے چھوٹے بیٹے تھے جناب شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم رحمہم اللہ تعالےٰ کے۔

نسب

نسباً آپ فاروقی تھے سلسلہ نسب مسلسل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے ان میں تمام باتیں اپنے حقیقی دادا شاہ ولی اللہ اور بڑے دادا حضرت عمرؓ کی موجود تھیں۔

تاریخ ولادت

مولانا شہید کی تاریخ ولادت میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن ۱۲ ربیع الثانی

حفظ قرآن مجید

۱۱۹۳ھ زیادہ قرین قیاس ہے۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے ختم سنا دیا۔ اور بارھویں برس صدرا پڑھتے تھے۔ پڑھنے کی حالت یہ تھی کہ اُستاد کو

بارھویں برس صدرہ پڑھا

صرف عبارت آٹھ دس صفحے سنا دیتے اور مطلب کے متعلق کبھی کچھ نہ پوچھتے۔ اس سبب سے ہم سبق سامعین سخت بے زار رہتے۔ آپ کے ہم سبقوں میں ایک معمر

ملا عبدالکریم بخاری

بزرگ ملا عبدالکریم بخاری بھی تھے (جو کتب درسیہ اپنے وطن ہی میں پڑھ پڑھا کر جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور میں صرف حل مشکلات کی غرض سے حاضر ہوئے تھے) شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ "مجھ کو اس قدر فرصت نہیں ہے کہ میں مستقل سبق پڑھاؤں۔ لڑکا ہمارا صدرا پڑھتا ہے سماعۃً اُس کے شریک ہو جاؤ" وہ اس انداز سے دل میں نہایت خفا اور بے زار رہتے ایک دن کا واقعہ یہ ہے کہ مولانا شہید جو سبق کے لئے آئے تو کتاب کی ورق گردانی کرنے لگے یہ یاد نہ رہا کہ کل کہاں تک پڑھا ہے اور کہاں سے چھوڑا ہے اس پر ملا بخاری نے ہنس کر

لطیفہ

کہا کہ "میاں صاحب زادے مکھی مار کر ساٹ دیا کرو تاکہ کتاب کھولتے ہی معلوم ہو جاوے کہ کل کہاں سے چھوڑا ہے" مولانا شہید ہنس کر چپ رہ گئے۔

ایک روز صدرا میں ایک نہایت مشکل مقام آیا ملا بخاری نے سمجھا کہ آج اس مقام پر ضرور رد و قدح ہو گی لیکن پیارا شہید حسب معمول جب وہاں سے بھی اسی طرح چلتا پھرتا نظر آیا تو ملا بخاری غصہ میں جھلا کر کہنے لگے کہ صاحبزادے تم کچھ سمجھتے بھی ہو یا یوں ہی گھاس کاٹتے چلے جاتے ہو؟

شہید نے نہایت ہی حلم اور متانت سے کہا کہ اگر آپ کو کچھ شبہ ہو تو پوچھئے

مولانا شہید کا امتحان

ملا بخاری نے کہا کہ اسی مقام کو تو سمجھا دو۔ یہ وقت آپ کی قابلیت کے امتحان کا تھا پیارے شہید نے اس عمدگی اور صفائی سے سمجھا دیا اور وہ وہ معنی بیان کئے کہ ہم سبق تو ہم سبق خود ابا حضرت[ف] (بڑے چچا جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) بھی متحیر ہو گئے پھر صدرا کے حاشیہ پر اعتراض کر کے اُس کی تغلیط کر دی۔ اور ملا بخاری کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ملا صاحب آپ کو جو کچھ شبہ ہو مجھ سے سبق کے قبل

ف جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کو مولانا شہید ابا حضرت کہتے تھے ۱۲

یا بعد پوچھ لیا کیجئے سبق میں کیوں روکتے ہیں اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور میں تو قصداً اس لئے نہیں کچھ پوچھتا کہ ابا حضرت کو ناحق کی تکلیف ہوگی۔

آج اگر شیخ بو علی زندہ ہوتا تو میں کہتا کہ آؤ چار رات کو ہم تم دونوں دو دو چراغ کھائیں (مطالعہ کریں) پھر صبح کو ہم سے تم سے باتیں ہوں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز کا وعظ

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب ہر منگل کو وعظ فرماتے جس کو دلی والے درس کہا کرتے ہیں۔ تین چار ہزار سامعین کا مجمع ہوتا اور جناب شاہ صاحب کی تاکید تھی کہ درس میں خاندان کے لڑکے موجود رہیں۔ جناب ممدوح کی آنکھ کی بینائی چونکہ جاتی رہی تھی قبل وعظ کے نام بنام سب لڑکوں کو پکار کر حاضری لیتے۔ بعد ازاں آپ ایک آیت تلاوت کر کے وعظ شروع کرتے۔

مولانا شہید کی غیر حاضری

مولانا شہید آیت کو سن کر کنکوا اڑانے کے شوق میں جمنا کنارے چل دیتے جب دیکھتے کہ اب ختم درس کا وقت قریب ہے مجلس میں آکر دبے چھپے کسی گوشہ میں دور بیٹھ جاتے کیوں کہ آدمیوں کے ازدحام سے اب تو جناب شاہ صاحب کے قریب پہنچنا سخت مشکل کام تھا۔ جناب شاہ صاحب جب وعظ کر چکتے تو پھر نام بنام لڑکوں کی حاضری لیتے۔ شہید کی جب پکار ہوتی تو کھڑے ہو کر دور سے کہتے کہ "حاضر" بس قریب بلا کر پوچھتے کہ کیوں بے تو وہاں کیوں تھا اس کے جواب میں کوئی عذر کر دیتے۔ پھر شاہ صاحب پوچھتے کہ بتا تو میں نے کون آیت پہلے پڑھی تھی۔

وعظ کو دہرانا

(چوں کہ آیت سن کر جاتے تھے) آیت تلاوت کر دیتے۔ پھر شاہ صاحب فرماتے کہ اچھا بیان کر میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ جناب شاہ صاحب کے بیان کو تو حضرت نے سنا نہ تھا اپنی من گھڑت تقریر کرنے لگتے۔ شاہ صاحب فرماتے کہ "کیوں بے میں نے یہ کب کہا تھا" تو جواب میں عرض کرتے کہ چند توجیہیں ہماری بھی حضور سن لیں اس کے بعد حضور نے جو کچھ فرمایا ہے اس کو بھی عرض کردوں گا (اطمینان اپنی طباعی پر ایسا تھا کہ آخر کسی نہ کسی پہلو سے تو وہ توجیہیں میرے بیان میں آہی جائیں گی جو حضرت نے بیان فرمائی ہوں گی) اور چوں کہ ابا حضرت کے طرز بیان سے بخوبی واقف تھے بیان کرتے کرتے وہ تقریر بھی کر جاتے جو جناب شاہ صاحب نے کی تھی۔ شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بہت خوش ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق۔

مطالعہ کبھی نہیں کیا اور آموختہ کبھی نہیں پڑھا

مولوی کرامت علی حیدر آبادی (جو علم حدیث میں آپ کے ہم سبق سامع تھے) کہتے تھے کہ شہید نے کبھی مطالعہ کیا اور نہ پڑھے ہوئے کو کبھی پھیرا۔ عام طلبہ اُن کو بے پرواکہا کرتے تھے۔ تیراندازی، گولی چلانا، گھوڑا چڑھنا، اور جمنا میں تیرنے کا مشغلہ اُن کو اکثر رہا کرتا تھا۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور میں روزانہ شکایتیں پہنچتیں۔ ایک روز جناب شاہ صاحب نے حلقۂ درس میں بوقت قرائت یہ شکایت کی کہ اسمٰعیل تم کھیل کود میں بہت رہتے ہو اور کتاب کا مطالعہ نہیں کرتے۔ شہید نے عرض کی کہ حضور میرا پڑھا ہوا مجھ سے دریافت کریں۔ آپ نے امتحاناً بعض بعض مقامات مختلفہ سے پوچھا تو اس روانی سے جواب دیا کہ بایدوشاید اُس وقت سارے طلبہ دنگ ہو گئے۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے امتحان لیا

مولانا شہید کا آمین بالجہر اور رفع الیدین علانیہ جامع مسجد میں کرنا بوڑھے مولوی صاحب نے شکایت کی

میاں صاحب فرماتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل نے شاہ صاحب کے زمانہ ہی میں جب پہلے پہل آمین بالجہر جامع مسجد میں کہی تو ایک بوڑھے مولوی صاحب (جو شاہ صاحب کے شاگرد تھے) نے آکر جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! صاحبزادے نے تو آج غضب ہی کر دیا جامع مسجد میں آمین بالجہر کہی اور علانیہ رفع یدین بھی کیا اس پر شاہ صاحب نے مذاقاً فرمایا کہ پھر صاحب تم اُس کو سمجھاتے کیوں نہیں؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت وہ میرے سمجھانے سے باز رہنے والے ہیں تب شاہ صاحب نے فرمایا کہ دلائل سے اُس کو قائل کر دو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بحث و دلیل میں ہم کبھی اُن سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اگر کہوں اور اُس کے جواب میں وہ کہہ دے کہ آپ ہی نے تو حدیث پڑھاتے وقت مجھ کو اس فعل کی اولویت بتائی ہے اب آپ ہی منع کرتے ہیں۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس پر بھی بھولے بھالے اور بوڑھے مولوی صاحب نے اپنی درخواست پر مزید اصرار کیا تب جناب شاہ صاحب نے طنز آمیز الفاظ میں فرمایا کہ تم نے مجھ سے صحاح پڑھی تھی یا پوتھی۔

شاہ صاحب کا قول صحاح ستہ پڑھی تھی یا پوتھی

سید احمد صاحب کا مشن ہدایت خلق کے لئے دورہ کرتے کرتے جب لکھنو پہنچا اور وہاں کے علما کے کانوں میں ایسی صدائیں پڑنے لگیں جس کے سننے کے وہ لوگ خوگر نہ تھے تو ایک بزرگ مولوی خیر الدین صاحب نے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے حضور میں ایک استفتا بھیجا جس کے اخیر میں اُن کی جو غرض اصلی تھی اُس کو بھی لکھ دیا کہ مولوی اسمٰعیل وغیرہ نے جو سفر کیا ہے اور وعظ و تذکیر کر رہے ہیں۔ آپ کی اجازت سے یا اپنے ارادہ سے؟ اس کے جواب میں جناب شاہ صاحب نے بغیر اس کے کہ اُن کے فتوئے کا جواب لکھیں صرف اس قدر اپنے دست خاص سے لکھا (جس کو جامع اوراق نے بچشم خود دیکھا ہے اور جس کا ماحصل یہ ہے) کہ برخورداران عبدالحی و اسمٰعیل درحالیکہ وہاں موجود ہیں تو اس فقیر کو جواب استفتا کی تکلیف دینی فضول ہے جو کچھ دریافت کرنا ہو اُن لوگوں سے دریافت کر لیجئے اُن کا کہنا عین اس فقیر کا کہنا ہے۔

لکھنو کا خط

شاہ صاحب کا جواب

مولانا شہید کو حسب دستور خاندان پہلے ریاضی کی تعلیم دی گئی۔ اُقلیدس کے چاروں مقالے ایک مہینہ میں ختم کر دئے پانچواں مقالہ شروع کرنے سے پہلے حساب میں اچھی خاصی مہارت پندرہ روز میں پیدا کر لی۔ جس سے پانچواں اور چھٹا مقالہ بھی آسانی سے پڑھ لیا پھر جبر و مقابلہ۔ علم مثلث۔ مساحت وغیرہ وغیرہ سے بھی دو ڈھائی مہینے میں فرصت کر لی اب ریاضی کی ہر شاخ میں عمدہ دستگاہ حاصل ہو گئی۔

مولانا شہید کی ابتدائی تعلیم ریاضی کی

آپ کی طبیعت کو تاریخ و جغرافیہ سے بہت مناسبت تھی ہندوستان اور علی الخصوص پنجاب کا جغرافیہ اکثر دیکھا کرتے اور یہی گویا اُن کے آیندہ ارادے کا پیش خیمہ تھا المختصر ۱۴ یا ۱۵ برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔

تاریخ و جغرافیہ سے مناسبت

ذہانت[1] اور حافظہ کا معتد بہ حصہ مولانا شہید کے دماغ میں جو قدرت سے ودیعت ہوا تھا وہ ایسا ہی تھا جس سے ایک ہی مدرسہ اور ایک ہی اُستاد کے متعدد

ذہانت

---

[1] اس میں شک نہیں کہ مولانا شہید کی ذہانت کی نظیر اُس زمانہ میں نہ تھی اور وہ بے انتہا ذہین تھے مگر میاں صاحب کی محنت، جفاکشی، مطالعہ اور ملکہ نے اس کمی کی ایسی تلافی کر دی تھی کہ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہو گئے تھے۔ ایک انگریز کا قول ہے "بعض آدمی کو لوگ بڑا ذہین سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ بڑے محنتی ہوتے ہیں"

تعلیم یافتوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔

شہسوار

آپ گھوڑے کی سواری میں بڑے مشاق تھے نہایت چالاک اور سخت سرکش گھوڑوں پر قابو رکھتے بغیر زین ور کاب کے ننگی پیٹھ گھوڑے پر بے تکلف چڑھتے۔

فنون سپہ گری

پٹے بازی، بنوٹ وغیرہ میں اچھا خاصہ ملکہ تھا۔ جس سے آپ کے خاندان والوں کو سخت تعجب ہوتا۔

جفاکشی

ریاضت وغیرہ

جفاکشی کی عادت کو بھی بہت کچھ ترقی دی تھی پیادہ پا اور برہنہ پا دھوپ میں چلنا۔ دوڑنا۔ بھوک پیاس گرمی اور جاڑے کی سختیوں کو برداشت کرنا۔ بہت کم سونا اور نیند کو اختیار میں رکھنا کہ جب چاہا سو رہے اور جب چاہا جاگ اُٹھے۔

پہلا وعظ

آپ نے پہلا وعظ توحید کا جب مسجد جامع میں کہا اور شرک و بدعت سے نفرت دلائی۔ تو دہلی میں سخت شورش برپا ہوئی۔ اور اکبر شاہ ثانی تک لوگوں نے شکایتیں پہنچائیں۔

اکبر شاہ ثانی نے طلب کیا

بادشاہ نے آپ کو طلب کیا۔ عام بہی خواہوں نے کہا کہ آپ پہلے رزیڈنٹ سے ملاقات کرلیں تب دربار میں جائیں مگر آپ نے کسی کی نہیں سنی اور نہایت جسارت و دلیری سے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر آپ مجھ کو بلاتے ہیں تو مراسم دربار سے مجھ کو معذور رکھیں میں اُسی آداب سے ملاقات کر سکتا ہوں جس کی خدا اور رسول نے مجھ کو ہدایت کی ہے بادشاہ نے منظور کرلیا اور آپ قلعہ کے اندر تشریف لے گئے اور اکبر شاہ ثانی کے جواب میں اس طرح دلیرانہ گفتگو کی کہ وہ نہایت محظوظ ہوئے اور بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو رخصت کیا، یہ تھی خود داری اور سلف ریسپکٹ !!!

بادشاہ نے تعظیم و تکریم کی

خود داری

مولانا فضل حق کا قول کہ شہید حکیم امت محمدیہ تھا

مولانا فضل حق مرحوم منطقی خیر آبادی اور مولانا شہید میں باوجودے کہ معاصرت کی وجہ سے اختلاف تھا مگر جس وقت شہید کی خبر شہادت مولانا نے سُنی اُس وقت وہ غلام یحییٰ کا سبق پڑھا رہے تھے سننے کے ساتھ کتاب بند کردی اور سناٹے کے عالم میں کئی گھنٹے خاموش بیٹھے روتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسمٰعیل کو ہم مولوی نہیں جانتے تھے بلکہ وہ اُمت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئے نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اُس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دود چراغ کھا کر اور اسمٰعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خداداد سے

۲۹ کسبیوں نے توبہ کی — **بہتیری کسبیوں نے توبہ کی**

مولانا شہید نے دو۲ بار کسبیوں کے مجمع میں بھی وعظ کہا ایک مرتبہ تنتیس۳۳ کسبیوں
میں سے اُنتیس۲۹ نے توبہ کر کے نکاح کر لیا اور دوسری بار ایک بہت بڑے مجمع
کی کل کسبیوں نے توبہ کر لیا بوڑھیوں نے محنت مزدوری پر گذارہ اختیار کیا
اور جوانوں نے نکاح کر کے پردہ نشینی اختیار کر لی۔

بیواؤں کے نکاح کا رواج

بیواؤں کے نکاح ثانی کا رواج دہلی میں بھی نہ تھا مگر جب آپ کو اس کی
اصلاح کا خیال ہوا۔ اور وعظ میں نکاح ثانی کے فوائد اور برکات کو بیان کرنا
شروع کیا تو قریب دس ہزار کے بیکس اور بے بس بیوائیں نہ صرف شوہر والیاں
بلکہ گھر والیاں ہو گئیں اور بقیہ زندگی ان کی زحمت کے عوض رحمت بن گئی
اور یہ رسم اُس وقت سے اب تک دہلی میں برابر جاری ہے۔

صحن جامع مسجد دہلی میں سودا بیچنے کی اصلاح — **سیتلا کی پرستش کو روکنا** — **عشرہ محرم کے رسوم قبیحہ کی اصلاح** — **قبروں پر چلہ باندھنے کی اصلاح**

جامع مسجد کے صحن میں خوانچہ والے حوض کے گرد دکان لگا کر سودا بیچتے
تھے اور سیڑھیوں پر کھلونے فروخت ہوتے آپ کے ایک وعظ کی تاثیر سے یہ باتیں
بھی موقوف ہو گئیں۔ سیتلا کی پرستش مسلمانوں میں بھی ہوتی تھی اُس کے مٹانے
میں آپ نے بڑی کوشش کی اور آخر مٹا ہی چھوڑا۔ عشرہ محرم میں جو جو قبیح رسمیں
مروج تھیں۔ یا جن میں شرک و بدعت کا ذرا بھی شائبہ تھا اُس کے دور کرنے کے
لئے آپ نے متواتر وعظ فرمائے اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ قبروں پر چلے
باندھنے کے لئے شرفا کی مستورات جایا کرتی تھیں۔ مولانا شہید نے علاوہ قرآن و
حدیث کا وعظ سنانے کے اُن کے مردوں کو غیرت دلائی اور ایک قلم اُس کو بھی
موقوف کرا دیا۔

سماع

سماع کی اصلاح — **گور پرستی کی بیخ کنی**

صوفیوں میں جس طریقہ پر سماع ہوتا تھا اُس کی نسبت بھی آپ سے بہت کچھ
اصلاح ظہور میں آئی۔ گور پرستی کی بنیاد کو منہدم کر دیا۔

کتاب حقیقت تصوف — **صوفیہ اور تصوف کی اصلاح**

ایک کتاب آپ نے لکھی جس کا نام "حقیقت تصوف" تھا اب یہ نایاب
ہو گئی ہے۔ اُس میں آپ نے سچے صوفیوں کی تعریف لکھی ہے اور اب جو من گھڑت
باتیں داخل تصوف ہو گئی ہیں اُن کی بُرائی بیان کی ہے۔ اس کتاب سے اس
طبقہ والوں کی بھی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔

وعظ کی تاثیر

آپ کے وعظ کے بہتیرے قصے زبان زد خلایق ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ

جو صداقت اور تاثیر آپ کی تقریر میں تھی دوسروں میں بہت کم پائی جاتی ہے اور بہ مصداق "آنچہ از دل خیزد در دل ریزد" سبب اصلی بھی آپ کی کامیابی کا یہی تھا۔

رسالہ تنویر العینین پر شاہ عبد العزیز صاحب کی رائے

دوسرا رسالہ آپ کا ہے "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" یہ رسالہ جب آپ نے لکھا اُس وقت مولانا شاہ عبد العزیز اور مولانا شاہ عبد القادر قدس سرہما (بڑے اور سنجھلے چچا) دونوں ہی حضرات زندہ تھے اور دونوں بزرگوں نے بہت ہی پسندیدہ نگاہ سے اس کو دیکھا۔ بڑے حضرت نے یہ بھی فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ یہ گھر محققین علم حدیث سے خالی نہیں ہے"

تقویۃ الایمان

ایک اور کتاب آپ کی "تقویۃ الایمان" ہے جس میں توحید اور اتباع سنت کی تحریص و ترغیب اور شرک و بدعت سے اجتناب کا بیان اور ترہیب ہے ایک

حقیقت نبوت

اور رسالہ آپ کا ہے جس کا نام "حقیقت نبوۃ" ہے

منصب امامت

ایک بے نظیر اور فقید المثل کتاب آپ کی "منصب امامت" ہے جس میں مسئلہ امامت کا بیان ہے کتاب تو ہے فارسی میں مگر نہایت ہی دقیق ہے جس کے سمجھنے کے لئے بھی بڑی قابلیت درکار ہے افسوس کہ ناتمام ہے۔

ایضاح الحق الصریح

ایک اور رسالہ آپ کا ہے "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح" جو اپنے موضوع میں آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ افسوس کہ ناتمام ہے۔ ایک اور

صراط مستقیم

رسالہ ہے "صراط مستقیم" یہ بھی اپنے ڈھب کی عجیب کتاب ہے

منطق و فلسفہ کے رسالے

اس کے علاوہ بہتیرے رسالے منطق فلسفہ وغیرہ کے ہیں۔

مولوی سدید الدین خاں کی حسرت

امین مدرسہ عالیہ کلکتہ مولوی سدید الدین خاں خلف الرشید مولوی رشید الدین خاں جن کا بہت ہی نادر کتب خانہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں دہلی میں لٹ گیا۔ ہمیشہ نہایت ہی افسوس کے ساتھ فرماتے کہ ہم کو اپنے کتب خانے کے لٹ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدر اُن حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیوں کہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر اُن حاشیوں کا ملنا اب محال ہے

ایک حکایت آپ کی مشہور ہے کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ نے

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی بعض فروگذاشت

ایک نہایت ہی مہتم بالشان مسئلہ کی نسبت فتوے لکھا اور اُس کو اپنی جگہ چھوڑ کر زنانخانہ میں کسی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس اثنا میں مولانا شہید آگئے اور اس کو پڑھ کر بعض فروگذاشتوں کا جواب اپنے قلم سے لکھ کر چلے گئے شاہ صاحب نے لوٹ کر جب اِس کو دیکھا تو بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا الحمد للہ ابھی تک ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔

سکھوں سے جہاد کا ذکر

سکھوں سے جہاد گرونانک کا ذکر

سکھ مذہب کے بانی تو تھے گرونانک جن کا مذہب تھا صلح کل اور مقصد تھا ہندو اور مسلمانوں کو ملا کر ایک معجون مرکب بنانا مگر اُن کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد اُن کے جانشینوں میں اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے ایسی کشیدگی پیدا ہوگئی کہ وہ عداوت کی صورت میں نہایت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں تو مسلمانان پنجاب کی وہ بُری گت بنائی گئی کہ الاماں الحفیظ۔

مولانا شہید کو اُن مظالم کی خبریں متواتر پہنچتی تھیں شہید کا دل خدا نے ایسا بنایا ہی نہ تھا کہ وہ مظلوموں کی امداد میں اپنی جان فدا نہ کردے آخر جور و ستم کی خبریں سنتے سنتے جب یارائے ضبط نہ رہا تو آپ نے اپنے شیخ طریقت سید احمد صاحب کو امام تسلیم کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے پنجاب پہنچے گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی۔

سید احمد صاحب قدس سرہ کی امامت

اقوام یوسف زئی کی بیعت جہاد پر

مولانا شہید نے اولاً سرحدی اقوام یوسف زئی (جو کہ خود مسلمان تھے) میں پہنچ کر سید صاحب کی امامت کو تسلیم کرایا اور اُس قوم کی قوم نے سید احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ جملہ مسلمان جو اُس جنگ میں موجود تھے اُن کی جمعیت ایک لاکھ آدمی سے کم نہ تھی ہتھیار اور سپاہی بھی سکھوں کے ہتھیار اور سپاہیوں کے برابر ہی تھے اُن سے بُرے نہ تھے۔ مگر پٹھانوں کی دغابازی نے قوم کا ستیاناس کر دیا۔

پٹھانوں کی دغابازی

شکست و فتح تو قسمت سے ہی ولیکن میر		مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

شہید کی مدبرانہ قوت

مولانا شہید نے اپنی مدبرانہ قوت کی بدولت ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے

جنگ شروع کی جیساکہ ایک بڑے قابل اور تجربہ کار جنرل کو کرنا مناسب تھا اور اس سبب سے بیشتر مواقع میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوتی رہی۔

سکھوں کی چال

جب سکھوں نے دیکھا کہ عنقریب مسلمان تمام پنجاب پر قابض ہو جائیں گے تو انہوں نے اپنے پٹھانوں کو (جن کی تعداد معتد بہ تھی اور جو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے) گانٹھا اور اُس بے وفا قوم نے عین حالت جنگ میں بے وفائی کی جس سے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مولانا شہید اپنے سردار اور ہمراہیوں سمیت ۲۴۔ ذی القعدہ سنہ ۱۲۴۶ھ کو ترپن برس کی عمر میں شہید ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

پٹھانوں کا کمینہ پن

شہادت شہید

پیارے شہید نے جہاد کا ارادہ بطمع ملک و دولت و عزت و حب جاہ و حصول سلطنت کے نہیں کیا تھا۔ بلکہ صرف قومی ہمدردی اور اسلام کی عزت مدنظر تھی چنانچہ اپنے ایک خط میں وزیرالدولہ بہادر رئیس ٹونک کو لکھتے ہیں۔

مولانا شہید کا خط

"تمام عمر خود را بلکہ ہر ساعتے از ساعات روز و شب در سعی و اقامت جہاد صرف نمایند و جمیع اوقات عزیزہ را بہ ہمیں مساعی جمیلہ معمور دارند و صرف عمر گرانمایہ را در ہمیں شغل عین سعادت عظمےٰ شمارند خواہ سعی مذکور بانجام رسد یا نرسد چہ مقصود صرف عمر خود ست در اطاعت رب العالمین و اتباع سید المرسلین" انتہےٰ ملخصاً

اور ایک دوسرے مطول مکتوب میں جو بنام میر شاہ علی صاحب کے ہے لکھتے ہیں "کہ ہر کس اگرچہ تنہا و ضعیف و قلیل الاستطاعت باشد بمجرد استماع دعوت امام از خانہ خود بدود و جانِ خود را مع ہر قدر از سامان جنگ کہ میسر باشد در مجمع مسلمین رساند تا قیام جہاد صورت بندد نہ ایں کہ جان خود را از سلک عباد اللہ برکشیدہ در زمرۂ عباد الاجوفین داخل گردانند و ایں رکن رکین دین متین را گذاشتہ در کاسہ لیسی اغنیاءِ متمردین و فرج سائی نسوان ناقصات العقل والدین مشغول شوند سبحان اللہ حق اسلام ہمیں ست کہ بیخ رکن اعظم او را برکشند و کسے کہ باوجود ضعف و ناتوانی غیرت ایمانی و حمیت اسلامی در سینۂ او جوش زند او را ملام و مطعون سازند" انتہےٰ ملخصاً

دوسرا خط

مولانا شہید کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام تھا محمد عمر[1] وہ بھی سنہ ۱۲۶۹ھ

مولانا شہید کے بیٹے

[1] میاں صاحب فرماتے تھے کہ مولوی محمد عمر نہایت عابد و زاہد آدمی تھے نماز نہایت ہی (دیکھو صفحہ ۱۱۵)

شہید کے خاندان کا خاتمہ

میں لاولد رحلت کر گئے اور اس طرح مولانا شہید کے خاندان میں کوئی اُن کا خلف نہ رہا۔

میاں صاحب کی مجددیت

ناظرین کو یہاں تک پہنچنے کے بعد معلوم ہو گیا ہو گا کہ مولانا شہید نے مجددیت کی بنیاد ڈال دی تھی مگر بسبب اس کے کہ آپ کی عمر صرف ۴۵ برس کی ہوئی اور ایک معتدبہ زمانہ آپ کا جہاد میں صرف ہوا۔ علم الٰہی میں اس کی ضرورت تھی کہ اس تجدید کو کامل کرنے کے لئے ایک خاتم بھی آگے سے موجود رہے چنانچہ پیارے شہید کی شہادت سے تیس برس پہلے ایک دوسرا شخص دوسرے خطہ میں پیدا کر دیا گیا تھا۔ جو دہلی میں شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز شاہ محمد اسحٰق اور مولانا شہید قدس اللہ سرہم کا جانشین ہو کر رہے اور تجدید کا جو کام مولانا شہید نے شروع کیا تھا اُس میں فترہ بھی واقع نہ ہوا اور چوں کہ مولانا شہید کا خاندان صلبی زیادہ مدت تک چلنے والا نہ تھا اس لئے حسب سنت اسلامی یہ خلیفہ بھی دوسرے ہی خاندان میں پیدا ہوا جو آگے چل کر خاندان شاہ ولی اللّٰہی کا جانشین ثابت ہوا۔

استقامت کے ساتھ درازی عمر

اس جانشین سے مراد ہیں مولانا سید محمد نذیر حسین قدس سرہٗ جن کی دو باتیں خاص قابل لحاظ ہیں ایک تو استقامت اور دوسری صحت و ثبات عقل کے ساتھ سنو برس کی عمر طویل۔

دو مولوی نے مجددیت کا دعوی کیا

تیرھویں صدی ہجری میں مجددیت کا دعوی تو اکثر حضرات نے کیا اور صاحب تالیفات کثیرہ بزرگان قوم میں سے ایک صاحب نے تو صرف دعا پر قناعت کی اللّٰھم اجعلنی مجددا علی راس المائۃ الاٰتیۃ اور دوسرے صاحب نے کھلے لفظوں میں اپنے کو مجدد کہا یہاں پر ہم کو ایک ہندی کے شاعر کا جس کا تخلص بھیکا تھا ایک شعر یاد آ گیا ہے ؎

بھیکا بات اگھم کی کہن سنن میں ناں
جو جانے سو ناں کہے جو کہے سو جانے ناں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۴) خشوع وخضوع سے ادا کرتے رکوع وسجدہ میں اتنا مکث طویل کرتے جب تک دوسرا آدمی سبحان ربی العظیم۔ سبحان ربی الاعلیٰ ستائیس اٹھائیس بار پڑھ لیتا۔ بادشاہ دہلی نے اکثر اُن کی ملاقات کی تمنا کی اور ارا کین دولت کو پیغام ملاقات دیکر اُن کے پاس بھیجا آپ نے جواب میں یہی کہا کہ جس باپ کی نسبت سے بادشاہ میری ملاقات چاہتے ہیں اُن کی بزرگی مجھ میں نہیں ہے اور اسی عذر پر کبھی ملاقات نہیں کی ۱۲

اور فی الواقع بات بھی یہی ہے۔ مجدد کے معنی ہیں تازہ کرنے والا اور دین کا مجدد وہی شخص ہو سکتا ہے جو دین کے اُن ریشوں میں تازگی کی روح پھونک دے جو مضمحل ہو چکے ہیں۔

مجدد کے معنی اور دین کا مجدد کون شخص ہو سکتا ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ فی الواقع اس لقب کا مستحق کون شخص ہو سکتا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کا حقیقی استحقاق اُسی شخص کو حاصل ہو گا جس کی بدولت دین کے ریشہ ہائے مضمحل میں ایسی نضارت آجائے۔ جس سے بہتیرے نئے قلم لئے جا سکیں اور ان ریشوں میں جب امراض متضادہ مہلکہ پیدا ہو جائیں تو وہ اُس ماہر فن باغ بانی کی تدبیر سے دور ہو سکیں۔

رسوم و بدعات بجائے خود اجسام شرعیہ کے لئے امراض مہلکہ کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ خطرناک بیماریاں کس کے علاج سے دور ہوئیں؟ شریعت و طریقت کے اجسام و ارواح میں کیوں کر تندرستی اور طاقت آگئی؟ اس کا امتحان مجددیت کے خصوص میں امور مفصلہ ذیل سے ہو سکتا ہے:۔

مجددیت کا امتحان

خیالات کی اصلاح ہو۔ زمانہ کی ہوا بدل جائے۔ مُردہ اور سُست دل زندہ اور چست ہو جائیں۔ مصلحین اتباع کی تعداد میں ترقی ہو۔ سنن و بدعات کے فرق نمایاں طور پر نظر آنے لگیں۔ خلق اللہ کو شعائرِ اسلام کے ساتھ دلچسپی ہو اور اسلامی کاموں میں ترقی۔

میاں صاحب کی کوشش ہفتاد سالہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کی ذات کا اثر کہاں تک ان امور پر پڑا تو ظاہر ہے کہ ستر برس تک جو شخص قرآن و حدیث کا نہ صرف درس دیتا رہا بلکہ اُسی کام کا ہو گیا۔ نوکری نہیں کی۔ دولت دنیا پر لات ماری۔ علم کو وجہ معیشت نہیں ٹھیرایا لومۃ لائم کی پروا نہیں کی اور قاضی القضاۃ تک کے عہدے کو قبول نہیں کیا۔

اتباع کی کثرت

جس سے اُس کے مستفیدین اور اتباع کی کثرت اور شہرت اس قدر ہو گئی کہ اب حصر صحیح اُن کا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ایسے شخص کے مقابلہ میں کیا کسی تیز نگاہ منصف آدمی کی نگاہ کسی ظاہری دولت اور وجاہت والے شخص پر پڑ سکتی ہے اس کا انصاف ناظرین ہی کے حوالہ ہے۔

جاہلوں کا تو شمار نہیں مگر پڑھے لکھے مسلمان حضرات میں سے کوئی صاحب

یہ بھی تو فرماویں کہ حدیث نبوی کی اشاعت ہندوستان میں جیسی ہمارے ہیرو (مجدد) سے ہوئی کیا اُس کی کوئی نظیر قرونِ ماضیہ میں بھی ہے ؟ ہرگز نہیں۔

ہندوستان میں اشاعت حدیث

میاں صاحب کے زمانہ کے قبل علما کی تحصیل کی انتہائی حد درس نظامیہ اور فقہ و فتاوے کی کتابیں تھیں اور آج وہ زمانہ ہے کہ **آپ** کے متبعین کا تو کیا ذکر مقلدین بھی اپنے دعوی پر قرآن و حدیث سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں صرف تقابل سے پیدا ہوئی ہیں ؎

مقلدین کا قرآن و حدیث سے استدلال کرنا

وجاد و منع بادہ صوفی ایں چہ کافر نعمتی ست		منکر مے بودن و ہمرنگ مستاں زیستن

متبعین و تلامذہ کی کثرت سے ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ جس کے جتنے اتباع زیادہ ہوں گے اُتنا ہی اُس کے ریفارم بھی زیادہ ہوں گے۔ جس کا اصلی سرچشمہ متبوع کی ذات ہے۔

میاں صاحب نے حلقۂ درس کی ترقی میں اَن تھک کوششیں کیں فاقوں پر فاقے ہوئے مگر ملازمت نہیں کی۔ دلّی کو نہیں چھوڑا جہاں کے وہ سجادہ نشین ازل سے ہوئے تھے اور اس سبب سے قابل، جید اور عالم باعمل تلامذہ کی تعداد میں اتنی ترقی ہوئی۔ جس کا عشر عشیر بھی کسی مدرس کے حصہ میں نہیں آیا۔

حلقۂ درس کی ترقی

میں نے پہلے خود دیکھا ہے کہ نمازیوں میں تعدیل ارکان کا خیال بہت کم تھا اس کے لئے بھی شیخ نے نہ صرف وعظ وارشاد سے کوشش کی بلکہ خود اپنا نمونہ دکھایا جس سے علاوہ متبعین کے مخالفین میں بھی ایک طرح کا خیال تعدیل ارکان کا ہو گیا۔

نمازیں تعدیل ارکان

ہر مذہب کے مدرسے اور ہر مذہب کے علما میں درس حدیث کا رواج، عامیوں میں ترجمۂ قرآن مجید و حدیث کے پڑھنے کا شوق، مسجدوں کی آبادی نمازیوں کو مسجد جانے کی پابندی، ان سب امور سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زبردست طاقت کے نمونہ نے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف کھینچا ہے۔

عام طور پر درس حدیث کا رواج

مجھ کو تو معلوم نہیں شاید ہی تلاش سے کوئی جگہ ہندوستان میں ایسی نکل آئے جہاں شیخ کا اثر براہ راست یا بذریعہ تلامذہ اور متبعین کے نہ پہنچا ہو۔ اور چوں کہ

تعلیم کا علمی اور عملی ہونا

میاں صاحب کی تعلیم قال اور حال دونوں ہی پر مشتمل تھی۔ اس لئے علم حدیث کی تعلیم علاوہ علمی کے عملی بھی ہوتی تھی۔ اخلاص، حق گوئی، راستبازی، بے تکلفی، اور سادگی کا نمونہ چوں کہ خود آپ کی ذات تھی۔ اس لئے تلامذہ اور متبعین میں بھی اتباع کا جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ اور چونکہ شیخ زبان سے کسی کو کسی کام کے کرنے کو نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اُن کے فیض صحبت اور مشق و تمرین سے وہ جوش پیدا ہوتا تھا اس لئے وہ ہانڈی کے اُبال کے مشابہ نہ تھا بلکہ اُس میں ثبات و دوام رہتا۔

توحید کی اشاعت

توحید کی اشاعت۔ موحدین کی کثرت اور شرک و بدعات سے نفرت جس طرح شیخ کی ذات سے اور شیخ کے زمانے میں ہوئی ازمنہ ماضیہ میں بھی اس کی کوئی نظیر آسانی سے نہیں مل سکتی۔ اسلام کا اصلی چہرہ شرک و بدعات کی کلفت و بہق (چھائیں اور چھیپ) سے جو دھندلا اور بدنما ہو گیا تھا توحید وسنن کے صیقل سے ماہ دو ہفتہ بن کر چمکنے لگا۔

دیہاتوں کی مساجد میں جماعت پنجگانہ اور جمعہ و قربانی

دیہاتوں کی مساجد میں اب پنجگانہ جماعتیں بھی ہوتی ہیں اور جمعہ بھی۔ قربانی کا فخر پہلے صرف متمولین کے حصہ میں تھا اب ہر ایسے شخص کو حاصل ہے جس سے قربانی ممکن ہے۔

تالیف کتب اور درس کتب درسیہ سے تجدید کو تعلق نہیں ہے

اس میں شک نہیں کہ بعض بزرگان قوم کو تالیف و تراجم کتب کی نسبت گونہ امتیاز حاصل تھا۔ اور بعض کو کتب درسیہ نظامیہ کے پڑھانے میں بھی اچھا ملکہ حاصل تھا۔ مگر بہ نظر تعمق اگر دیکھا جائے تو اس کا تعلق تجدید کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہے۔

مجدد کا فرض

مجدد کا اصلی فرض ہے دلوں میں توجہ الی اللہ، شوق، ولولہ اور جوش پیدا کر دینا اور علم کو عملی پیرایہ میں دکھانا۔ اب ناظرین ہی انصاف کریں کہ یہ باتیں تصنیف و تالیف تراجم و تدریس کتب درسیہ سے کہاں تک حاصل ہو سکتی ہیں یہاں تو ضرورت ہے اس کی ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔

رسالہ دلگداز کا مضمون مجددیت پر

جس زمانہ میں فریقین مقلدین وغیر مقلدین کے طبقہ علمائے کرام میں سے بعض حضرات نے اپنی بعض مطبوعہ تصانیف میں دعویٰ مجددیت کا کیا تو رسالہ دلگداز کے قابل اڈیٹر نے اپنے ماہوار رسالہ نمبر۱ جلد۴ بابت ماہ جنوری ۱۸۹۰ء

میں مجددیت پر ایک مدلل مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "ہمارے ریفارمر" ہم اس مضمون کو بلفظہ بحذف بعض عبارات غیر متعلقہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

"حدیث میں آیا ہے کہ ہر صدی کے ابتدا پر ایک مجدد ہوگا جو دین اسلام کو ازسر نو زندہ کرے گا۔ اسلامی دنیا پر غور کریجئے تو ایک صدی میں بہت لوگ ایسے ملیں گے جن کو مجدد ہونے کا درجہ حاصل تھا۔ صحابہ کے بعد ابتدائی زمانہ اُن پہلے فقہا اور محدثین کا تھا۔ جنہوں نے علم فقہ کو خود ہی شروع کیا اور خود انتہا رترقی پر پہنچا دیا اور جنہوں نے حدیث کو ایک علم بنا دیا اور اپنی پوری پوری عمریں اُسی کی تدوین میں صرف کردیں اس میں شک نہیں کہ وہ بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ کامیابی کا زمانہ تھا جس نے ایک دو نہیں صدہا مجدد پیدا کر دئے تھے۔ اُن کی کوششوں سے صرف اُنہیں کی صدی کو نفع نہیں پہنچا بلکہ اُن کی دین داری کے جوش نے اسلام میں ایسی جان ڈالی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ وہ اپنی صدی ہی کے نہیں بلکہ اسلام کے پوری عمر کے مجدد تھے۔ ہاں اُن کے عہد کے بعد جب اسلام میں خرابیاں اور فتنہ وفساد پیدا ہونے لگے تو اُن کو دفع کرنے کے لئے مختلف اوقات میں ایسے علما پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اپنے زمانہ کے اہل اسلام کے ساتھ وہی کام کیا جو انبیار بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے یہود کے ساتھ کرتے رہے۔

اسلام کا زمانۂ عروج اُن لوگوں سے معمور ہے جو دین کی خدمت میں اپنا مثل اور نظیر نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جن کے حالات دریافت کرنے لئے آج ہم تاریخ کے صدہا ورق اُلٹ ڈالتے ہیں اور آج کل کے خیر خواہان قوم جن کے حالات ڈھونڈھتے پھرتے ہیں۔ وہی ہمارے دین کے مجدد تھے طبقات علما اور ہر صدی کے فضلاء کی سوانح عمری دیکھئے تو معلوم ہو کہ وہ کس رتبہ کے لوگ تھے اُنہوں نے جو کچھ کیا ہے اُس میں کوئی اُن کی شرکت کا بھی دعوی کرسکتا ہے یا نہیں۔

مشاہیر علما جن کے نام اور جن کی عظمت دریافت کرنے کے لئے تواریخ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں اور جن کا حال اسلامی دنیا کے ہر بچہ کو معلوم ہے اُن کا شمار بھی تو صدیاں کیسی اُن برسوں کے برابر ہوگا جو ظہور اسلام سے

لے کر ہمارے عہد تک گذرے۔ اس پیشین گوئی میں جو ہر صدی پر ایک مجدد بتایا گیا ہے شاید اس سے اقل تعداد مجدد کی مراد ہے کیوں کہ قیامت کے قریب والی صدیوں میں جب کہ علم دنیا سے اُٹھ جائے گا تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو اور آج سے پیشتر تو ہر صدی میں صدہا ایسے گذر گئے جو بجائے خود ایک مجدد کی حیثیت رکھتے تھے۔ افسوس گذشتہ زمانہ کے بے نفس علما کا داب تھا کہ زمانہ اُنہیں مجدد مان رہا تھا مگر وہ براہ انکسار انکار ہی کرتے تھے۔ مگر اب ایسا زمانہ شروع ہوا ہے کہ آج کے علماء میں سے بعض بعض کا شوق ہے کہ اپنے کو مجدد کہلاویں۔

نواب صدیق حسن خاں اور مولانا ابوالحسنات مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کے باہمی مباحثات کو جس نے دیکھا ہوگا۔ وہ دیکھ لے گا کہ اپنی اپنی زبان سے مجدد ہونے کا کیوں کر دعوےٰ کیا گیا۔

مگر ہم کو اس سے کیا بحث خدا کرے ایسا ہی ہو۔ غور طلب یہ امر ہے کہ تجدید کا رفارم جو کیا جائے تو کیوں کر کیا جائے ایک عقلی فلسفہ جس میں انسانی ذہن بہت واضح ترقی کر سکتے ہیں اُس کا یہ حال ہے کہ اسلام کے ایک ہزار سال کی علمی وسعت اور ترقیوں میں دو ہی چار علما ایسے ہوں گے جنھوں نے یونانیوں کے مسلمات کو توڑ کر فلسفہ کو نئے اصول پر قائم کیا ہو۔ معلم اول کا خطاب جس شخص کو دیا گیا اُس کی نسبت ابھی تک صریحی دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ کہ اُس نے سوائے اس کے کہ فلسفہ کو نہایت خوبی سے ایک جدید زبان میں منتقل کر دیا۔ کسی قسم کی تجدید بھی کی۔ جب عقلیات کا یہ حال ہے تو علوم نقلی جن پر دین کا مدار ہے ان میں تجدید کرنا نہایت دشوار کام خیال کیا جا سکتا ہے۔ رسالت جس وقت اپنا منصب پورا کر چکی اور صریح الفاظ میں کہہ دیا گیا۔ کہ اب دین قیامت تک انہیں اصول پر رہے گا۔ اور اس میں کسی قسم کا تغیر تبدل نہ ہوگا۔ پھر رفارم اور تجدید کے کیا معنی۔ ظاہر ہے کہ تجدید کا لفظ جب دینیات میں استعمال کیا جائے گا تو اُس سے لغوی معنی ہر گز مراد نہ لئے جائیں گے کیوں کہ احکام الٰہی میں تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا۔

تجدید کے معنی اس موقع پر یہ ہوں گے کہ دین نیا کر دیا جائے یعنی دین کا جوش
جو دلوں میں کم ہو گیا تھا وہ از سرِ نو پیدا کر دیا جائے۔ عبادت کا ذوق و شوق
احکام الٰہی کی محبت اخلاق کے اعلیٰ نمونے خدا ترسی کی برکتیں جس کا مختصر یہ کہ
امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو دنیا میں کم ہو گئے ہوں اُن میں پھر ترقی ہو جائے۔
اور دل جو معصیت کے زنگ سے خراب ہو گئے ہوں اُن میں پھر جلا دیدی جائے۔
اصطلاح میں تجدید کے یہ معنی ہیں اور اسی قسم کی کارروائی کی نسبت کہا جا سکتا ہے
کہ وہ سچا رفارم ہے۔

آج کل جس قسم کے رفارم کیے جا رہے ہیں اُن سے اسلام میں اصلاح تو درکنار
روز بروز اور زیادہ خرابیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو مقتدائی کے مسند پر بیٹھے
ہیں اُنہوں نے رفارم کا وزنی لفظ جو یورپ سے اور ولایتی اسباب کے ساتھ ہندوستان
میں آیا ہے ابھی تک نہیں سنا۔ ہاں اُن کو مجدد کا لفظ پیش پا اُفتادہ ملتا ہے اگرچہ
اُنہوں نے کسی دل کو بھی اسلام کا سچا پر جوش مطیع نہیں بنایا۔ ایک شخص بھی اُن کے
پند و نصائح سے ایسا نہیں ہوا کہ اسلام اور دین نبی ہاشمی کا در[illegible] ہوتا۔ وہ اپنی علمی
تحصیل اور اپنے شاگردوں کی کثرت پر مجدد ہونے کے مدع[illegible]۔
تمام علما کے گروہ میں اگر کسی شخص پر یہ خطاب پھبتا [illegible]

شیخ الکل اور سند الوقت جناب [illegible]نا سید
محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ہیں

کیوں کہ اِن کی برکت سے محبت رسول اللہ اور پابندی سنن رسول ہندوستان میں
پھیلی۔ حدیث کو یہاں کے علما نے چھوڑ دیا تھا۔ جس کے متروک ہو جانے سے
اسلام کے بڑے بڑے اصول درکنار خود توحید میں فرق آگیا تھا۔ مولانا ممدوح کی
کوشش سے اس مقدس علم کو ایسا رواج ہوا کہ آج ہر شہر اور ہر قریہ میں کچھ نہ کچھ
چرچا ضرور ہے۔

دوسری طرف وہ جماعت ہے جو عربی تعلیم کو تعلیم ہی نہیں خیال کرتی اور

تعلیم یافتہ کا لفظ خاص اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اُس کے نزدیک
لفظ مجدد کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اُن لوگوں کے خیال میں مجدد کا انتظار ہی
ایک قسم کی ضعیف الاعتقادی ہے۔ ہاں لفظ رفارمر کچھ اُنہیں ایسا پیارا معلوم
ہوا ہے کہ ہر انگریزی داں نوجوان رفارمر بننا چاہتا ہے۔ ہمیں بھی افسوس ہے کہ
یہ خطاب نوعمروں ہی میں صرف ہو گیا وہ تجربہ کار اور سن رسیدہ حضرات جنہوں نے
دراصل ان موجودہ خیالات کو ہندوستان میں پھیلایا ہے اپنے لئے کونسا خطاب تسلیم کی
اختیار کریں گے۔ مگر رفارمر کا لفظ عام اس سے کہ نوعمروں میں رہے یا بوڑھے "
تعلیم یافتوں میں افسوس اسلام کے حال پر دونوں کی توجہ ایک ہی قسم کی ہے
ظاہر ہے کہ انگریزی جدید فلسفہ نے دونوں کو آزاد بنا دیا ہے اپنی اصلاح یا رفارمیشن
کا کام کرتے وقت امید نہیں کہ ایک کو بھی یہ خیال رہے کہ دین کے آئین وقوانین
تبدیل کرنے کے لئے نہیں ہوتے اور نہ اس کی جزئیات میں عقلی معرکہ آرائیوں کو گنجائش
ہوتی ہے جس داب اور جس عظمت کی نظر سے ایک پیغمبر برحق کی تعلیمات کو دیکھنا
چاہیئے اُس اد[illegible] سے تو دنیا خالی ہو گئی۔ جن لوگوں نے اصلاح کا کام اپنے سر
لیا ہے وہ اس [illegible] اصلاح کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر کی شریعت
پر تصرف کرتا تھا

تصوف

"الصوفیۃ والتصوف" ایک مستقل رسالہ ہمارا ہے جس میں تصوف
سے تفصیلی بحث کی گئی ہے شائقین ناظرین اُس رسالہ کے ذریعہ سے ہر مدعی تصوف
کو پرکھ سکتے ہیں۔ کہ فی الواقع وہ صوفی ہے یا نہیں۔ مگر یہاں بحوث عنہ ہے
میاں صاحب کا تصوف اُس میں ہمیں دیکھنا چاہیئے اُن کے اعمال کو
اُن کی مطول لائف کو اور اُن کی استقامت کو جو کمال نبوت وولایت قرار دیا گیا
ہے اور قرآن مجید میں ان لفظوں میں صدور حکم ہوا ہے فاستقم کما امرت
پہلی بات صوفیوں کے لئے تو علم بالشریعۃ والطریقۃ ہے جس میں سارے
صوفیہ کرام متفق ہیں کیوں کہ یہ بہت ہی پرانی مثل ہے " جاہل صوفی شیطان

مصنف کا رسالہ تصوف موسوم بہ الصوفیۃ والتصوف

میاں صاحب کا تصوف

علم بالشریعۃ والطریقۃ

کا مسخرہ"

میاں صاحب کا علم شریعت وطریقت تو مسلمات قطعیہ یقینیہ سے تھا نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیاے اسلام میں جس پر شاہد ہیں آپ کی نسبت علماے معاصرین کی رائیں جس کی تفصیل آیندہ آئے گی۔ اور موسم حج میں جہاں دنیاے اسلام کے علما اور مسلمان جمع تھے پاشاو مکہ سے آپ کا یہ کہنا "کہ ہدایہ جو بہت معتبر اور مشکل کتاب حنفی مذہب کی ہے آپ اُس سے کسی مقام کو پڑھوا کر اُس کا مطلب علماے حرمین سے بھی سُنیں اور مجھ سے بھی سُنیں تب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم حنفی مذہب کو کیسا سمجھتے ہیں"

کارے نہ کرد جز بہ کمالات علم و عقل		گوئی کہ صد عمامہ بہ زیر کلاہ داشت

کتاب الرقاق

صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں آپ جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور نکات تصوف کو بیان فرماتے تو خود کہتے صاحبو ہم تو احیاء العلوم کو یہاں دیکھتے ہیں اسی لئے طبقہ علماے کرام میں شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور خاتم الولایۃ المحمدیہ فرماتے اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی علیہ الرحمۃ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے ایک مرتبہ دہلی اسی غرض سے تشریف لائے کہ اُن کے بارہ میں میاں صاحب سے مناظرہ کریں۔ اور دو مہینے دہلی میں رہے اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر کی نسبت رکھتے تھے ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر مولانا ممدوح جن کو خود میاں صاحب سے کمال عقیدت تھی دو مہینے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ مولانا مغفور اکثر طلبہ کو کتب درسیہ پڑھا کر حدیث پڑھنے کے لئے دہلی بھیج دیتے چنانچہ بیشتر شاگرد مولانا مغفور کے میاں صاحب کے بھی شاگرد ہیں۔ مگر چوں کہ ان لوگوں کے خیالات شیخ اکبر کی طرف سے مولانا مغفور کے سینچے ہوے تھے۔ ان میں بہت کم ایسے ہیں جو شیخ اکبر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں۔ مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق (جو مولانا مغفور کے تلمیذ خاص اور میاں صاحب کے شاگرد رشید ہیں) نے بھی میاں صاحب سے کئی دن

شیخ اکبر کی تعظیم اور اُن سے محبت

شیخ اکبر کے بارہ میں مولانا بشیر الدین رح سے مناظرہ

متواتر شیخ اکبر کی نسبت بحث کی اور فصوص الحکم شیخ اکبر پر اعتراضات جمائے۔ میاں صاحب نے پہلے تو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ ابھی لا نسلم ہی کے کوچہ میں یہ ہیں تو فرمایا کہ "فتوحات مکیہ آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے اور اس لئے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے"۔ اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے۔

فصوص الحکم پر اعتراضات اور سب کا جامع و مانع مسکت جواب

دوسری تعلیم صوفیہ کرام کی مواظبت علی الطہارۃ ہے جو زینہ ہے آئندہ کی ترقیات گوناگوں کا۔

مواظبت علی الطہارۃ

یہ بات نہایت ہی تشفی بخش طور پر کہی جاسکتی ہے کہ سوائے اُن تین چار گھنٹوں کے جو خواب میں گذرتے تھے بحالت بیداری مشکل سے کوئی وقت آپ کا ایسا گذرتا ہو جس میں آپ باوضو نہ ہوں کیوں کہ ایک بجے رات کو آپ بیدار ہوتے اور وضو کے بعد نماز تہجد میں ساڑھے تین بجے شب تک مشغول رہتے پھر اس کے بعد مسجد میں آکر در مسجد یا صحن میں بیٹھ کر مراقبہ اور ذکر میں مصروف رہتے اور مقامات کے مناسب اشعار نہایت ہی دردناک لہجہ میں پڑھا کرتے نماز صبح کے بعد قرآن مجید کا درس ہوتا۔ پھر ۱۱ بجے تک حدیث شریف کا جیب میں تسبیح بھی رہتی۔ اور ہاتھ بھی۔ اوراد و اذکار ماثورہ خود پڑھتے اور طلبہ کو حدیث پڑھاتے جاتے ۱۱ بجے مسجد سے گھر اور ۱۲ بجے گھر سے مسجد واپس آجاتے اُس وقت سے مغرب تک تین وقتوں کی نمازیں اور درس کے سوا دوسرا کام ہی نہ تھا۔ فریضہ مغرب کے بعد گھر جاتے اور ثلث شب کے قریب نماز عشا کے لئے آجاتے۔

عبادت

طہارت کے بعد ہی ہے عبادت اور طہارت ہے بھی عبادت ہی کے لئے جس نے نماز میں آپ کی اقتدا کی ہے یا ساتھ نماز پڑھی ہے یا پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر اُس کے سینہ میں دل اور دل میں کچھ بھی مذاق تصوف ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسی ہی عبادت تطلع الی الجبروت کے لئے بلند مینار کا کام دے سکتی ہے۔

قرائت میں خشیعت مرعوبیت گریہ تعدیل ارکان اور قرۃ العین یہ سب باتیں ایسی تھیں جس سے تعبد اللہ کانک تراہ کے معنی اچھی طرح سمجھ میں آجاتے تھے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی مثال بھی ٹھیک روح اور جسد

عبادت کی مثال روح و جسد کی مثال ہے

کی مثال ہے اس کی ظاہر صورت بمنزلۂ جسد کے ہے اور کیفیت قلبی بمنزلۂ روح کے
تو جس طرح روحانی قوت کا پتہ حرکت شرائین سے لگا لیتے ہیں اُسی طرح روحانی
عبادت (جس کو ہم بلفظ دیگر مراقبہ کہتے ہیں) کا پتہ بھی ہیئت ظاہری سے اچھی
طرح لگ جاتا ہے جس کا نام اصطلاح میں خشوع و خضوع ہے ؏

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل		جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

تصوف کا تیسرا رکن سماحت نفس یا خلق حسن ہے جس کا ایوان عالی شان
مشتمل بھی ہے انہیں چودہؔ ستونوں پر اور قائم بھی ہے انہیں کے بل پر۔

عفت اجتہاد عفو سخاوت تقویٰ زہد قناعة
جود فضائل تواضع حلم اناءة رفق صبر

(چودھویں میں داخل ہے مصیبت میں جزع فزع نہ کرنا۔ آرام طلبی، خواہشات
نفسانی، ہنسی ٹھٹھول، مسخرا پن، افشاء راز، اور قطع دوستی سے پرہیز کرنا)

عفت — عنفوان شباب میں آپ دہلی پہنچے مولانا شاہ عبدالخالق رحمۃ اللہ
(جو شیخ وار اکین دہلی سے تھے) کے مکان پر ٹھیرے پانچ برس تک تحصیل علم میں
مصروف رہے اور تقریباً چھ برس کے بعد مولانا ممدوح نے اپنی صاحبزادی سے
آپ کی شادی کر دی۔ جس کے متکفل نوشہ کی طرف سے جناب مولانا شاہ
محمد اسحٰق اور مولانا محمد یعقوب قدس سرہما تھے۔

ایک سن رسیدہ تجربہ کار شیخ نوجوان اور نوجوانوں کی چال چلن کی نسبت
تو سرسری نگاہ سے دیکھنے پر بھی رائے صحیح قائم کر سکتا ہے۔ چہ جائے کہ چھ برس
کی طویل مدت جو ادھیڑ اور بوڑھے متقی نماؤں کی اصلی چال چلن کا پتہ لگانے
کے لئے بھی کافی مدت سے بہت زیادہ ہے، ناظرین ہی انصاف کریں کہ کیا
اس سے بڑھ کر معتبر کوئی وثیقہ بھی عفت کے خصوص میں ہو سکتا ہے۔

اجتہاد کے معنی ہیں دوسروں کی بھلائی کی کوشش کرنا، دوسروں کی
سفارش کرنے میں میاں صاحب کو بہت مزا آتا تھا۔ جاڑا گرمی برسات
ہر موسم میں بلکہ مختلف اوقات شبارروزی دن رات اندھیری اور چاندنی راتوں
میں اہل حاجات کی سفارش کے لئے میلوں پیادہ پا بلکہ کبھی برہنہ پا بھی چلے جاتے

عفت ۱

اجتہاد ۲

سفارش

حالت بارش

لوگوں کی چیزیں بارش وغیرہ کی حالت میں خود جاکر بازار سے خرید کر لاتے۔ طلبہ کے لئے نہ صرف دن رات کا کھانا بارش گرمی اور سردی کے موسم میں اپنے ہاتھ سے مدرسہ و مسجد میں پہنچاتے بلکہ رمضان میں سحری تک خود پہنچاتے اندھیری اور ایسی بارش کی حالت میں جب کہ طلبہ کو مدرسہ کے دروازے پر جاکر کھانا اپنا لے لینا دشوار تھا۔ اور مدرسہ کی گلی میں گھٹنوں تک پانی کھڑا تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے **میاں صاحب** کی آواز مدرسہ کے کوٹھے سے سنی کہ گلی میں کھانا دستر خوان میں لپیٹے ہوئے پکار رہے ہیں اجی فلاں مولوی صاحب اپنی روٹی لے لو۔

نکاح پڑھانا

دہلی کی آبادی تقریباً دو ڈھائی لاکھ آدمیوں کی ہے۔ اور مسلمان بھی بہت ہیں رئیس امیر متوسط الحال اور ہر غریب آدمی کو یہ تمنا رہتی تھی کہ اس کا یا اس کے لڑکے اور دوسرے عزیزوں کا نکاح **میاں صاحب** پڑھاتے ہم کو ابھی تک اس کا علم نہیں ہے کہ کسی موقع پر **آپ** نے انکار یا پہلو تہی کی ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر ایک شریف عورت کو (جب کہ اُس کے سوتیلے بیٹے سے قضیہ پیش تھا) انہیں لفظوں میں **آپ** نے سمجھایا تھا کہ ”ارے ہم نے تیری نانی کا نکاح پڑھایا تیری ماں کا نکاح پڑھایا تیرا نکاح پڑھایا اب تو ایسی بذات ہو گئی“ جس پر وہ رونے لگی اور عرض کیا کہ جس طرح **آپ** چاہیں تقسیم کر دیں ہم کو منظور ہے۔

شریف عورت کا قصہ

خطوط سفارش

اہل حاجات سفارش کے خطوط **آپ** سے بہت لکھواتے اور کبھی کبھی بلا درخواست **آپ** خود بھی لکھ کر دے دیتے۔ المختصر اہل حاجات کی کسی زمانہ میں کمی نہیں اور **میاں صاحب** کا دل اُن کی امداد سے غنی نہیں۔

تجہیز و تکفین و نماز جنازہ

جس وقت کسی مسلمان غریب یا امیر کے مرنے کی خبر پاتے فوراً سبق کو بند کر کے اُس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں شریک ہوتے۔

عفو رام پوری کا قصہ

عفو **آپ** کے مخالف دشمنوں میں سے ایک آدمی رام پور کا رہنے والا سفر حج میں ابتدا سے ساتھ ہوا اور واپسی تک ساتھ نہ چھوڑا۔ کسی موقع میں تکلیف دینے یا ایذا رسانی سے اُس نے اغماض نہیں کیا صرف وہ اپنے منصوبۂ

قتل میں ناکامیاب رہا۔

ہندوستان پہنچنے سے کچھ ہی دنوں بعد وہ مسجد میں آپ سے ملنے کو آیا آپ نہایت ہی بخندہ پیشانی اُس سے ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے درخواست کی کہ آپ ایک سفارشی خط نواب رام پور کے نام لکھ کر مجھ کو دیں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ بھائی میں غریب آدمی ہوں میری سفارش کا وزن نواب کے نزدیک کیا ہوگا۔ اُس نے باصرار عرض کیا کہ حضور لکھ تو دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا میں خط لکھ کر رکھوں گا عصر کے بعد آکر لے جایئو۔

طالب علموں کی ذات تو نہایت غنیمت ہوتی ہی ہے اس کی خبر ان حضرات نے مولوی تلطف حسین صاحب کو دیدی (جن کا ذکر سفرحج میں گذر چکا) عصر کے بعد وہ بھی بیٹھ گئے آخر وہ رام پوری صاحب آئے اِدھر میاں صاحب نے اُن کے ہاتھ میں خط دیا۔ اُدھر مولوی تلطف حسین صاحب اُٹھے اور اُس کے ہاتھ سے خط کو چھین کر پھاڑ کر پھینک دیا اور غصہ میں بہت کچھ بولے بکے اور اُس کی اُن سب کرتوتوں کو سفرحج کے میاں صاحب کو یاد دلایا۔ آپ نے سوائے سکوت کے مولوی صاحب کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب مولوی صاحب ممدوح اپنے گھر گئے تو آپ نے رام پوری صاحب سے فرمایا کہ اس وقت جاؤ کل آنا۔ اور یہاں نہیں میرے مکان کی گلی میں ٹھیرے رہنا۔ میں تم کو وہیں خط دے دوں گا چنانچہ اسی طرح دوسرے دن اُس کو میاں صاحب نے نواب رام پور کے نام خط لکھ کر دے ہی دیا۔ ہر چند اس کی خبر بھی پہلے ہی ان ذات شریف طلبہ نے مولوی صاحب ممدوح کو دے دی تھی مگر اب کی وہ دوبارہ جرأت نہ کر سکے اور اسی شعر پر قناعت کی ع

(حاشیہ: نواب رام پور کے نام سفارش کا خط دینا — مولوی تلطف حسین صاحب نے خط کو پھاڑ دیا — دوسرے دن دوسرا خط دیا)

نہ دیدی کہ مردانِ راہِ خدا		دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ	

اور یہ خیال بھی تھا کہ اب اگر ہم ایسی کوئی حرکت کریں گے تو میاں صاحب خود اُس کے گھر خط لے جاکر دے دیں گے۔ بالآخر معلوم ہوا کہ وہ اُسی خط کے ساتھ نواب رام پور کے پاس گیا اور کامیاب ہوا۔

آپ کے دشمن جانی بھی جب سامنے آکر اپنی حاجتیں پیش کرتے تو

آپ بکشادہ پیشانی نہایت ہی ہنسی خوشی سے اُن کی حاجت روائی کرتے جس سے دیکھنے والا کبھی یہ نہ سمجھ سکتا کہ یہ ان کا دشمن ہے یہاں تک کہ محمدشاہ پنجابی بھی جس سے بڑھ کر اُستاد کش شاگرد ہو نہیں سکتا۔ آخر عمر تک جب اُن کو خرچ کی ضرورت ہوتی تو بے تکلف چلے آتے اور عرض کرتے کہ آج کل خرچ کی طرف سے سخت تکلیف ہے آپ فوراً روپیہ سے اُن کی مدد کرتے طلبہ آپ کے اس انداز سے دل میں بہت خفا ہوتے۔ مگر سوائے اِس کے کہہ کیا سکتے تھے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا		دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ	

ایک دن عطاء اللہ مرحوم سوداگر پنجابی (جو اکثر آپ کے حضور میں حاضر رہتے تھے) کہنے لگے کہ "اِن (میاں صاحب) سے بہت ڈرتا ہوں" پوچھا سبب؟ کہنے لگے "کہ ایک دن ان کے ایک دشمن نے ارادہ کرلیا کہ آج ان کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ رات کے وقت تلوار لے کر حبش خاں کے پھاٹک میں چھپ کر گھات میں رہا کہ نماز عشا کے لئے مسجد جاتے ہوئے یا وہاں سے گھر آتے ہوئے قتل کر دے الغرض اسی موقع پر جب اُس نے جاتے یا آتے دیکھا تو بیتر ابدل تلوار سوت کر آپ کے سامنے آپہنچا آپ نے ڈانٹ کر کہا کہ میں اگر بنی فاطمہ ہوں تو تو اپنے ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ یہ کہنا تھا کہ اُس کے بدن میں لرزہ پڑگیا۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی اور وہ اپنے گھر کو بھاگا گھر پہنچا تھا کہ اُس کے پیٹ میں شدید درد ہوا۔ یہاں تک کہ زندگی سے جب مایوسی ہو گئی تو لوگوں کو بلا کر اُس نے کہا کہ میں غضب الٰہی میں مبتلا ہوں۔ اور صورت حال یہ ہے چنانچہ اُسی کی زبان سے اِس واقعہ کی اشاعت ہوئی۔ اور اُسی دن وہ مرگیا۔

سخاوت

سخاوت کی اعلیٰ تر قسم ایثار علی النفس ہے۔

حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی۔ روایت کرتے ہیں کہ اوائل حال میں جب کہ عسرت غالب تھی اور بیشتر فاقہ کی نوبت آتی مولوی محمد دین پنجابی آپ کے مہمان ہوئے آپ نے اپنے حصہ کا کھانا دونوں وقت اُن کو کھلانا شروع کیا اور خود تین شبانہ روز متواتر اور متوالی فاقے کرتے رہ گئے۔ اس حالت میں بھی نہ تو پابندی اوقات میں فرق آیا اور نہ معمولات میں جس سے کسی کو

اِن فاقوں کی خبر تک نہ ہوئی جب آپ اُس زمانہ میں بیٹھ کر نہ پڑھا سکتے تو لیٹے لیٹے سبق پڑھاتے مگر ناغہ نہ کرتے یہ معنی ہیں یوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کے۔

مساکین مسجد کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے تو آپ خود جا کر چپکے اُن کو کچھ اس طرح دے آتے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ کہ کیا دیا۔ مولوی عبدالحمید سوہدروی لکھتے ہیں کہ "ایک روز میاں صاحب نے مجھ کو دو روپے دئے چوں کہ میرے پاس اپنا خرچ موجود تھا میں نے ہر چند عذر اور انکار کیا لکنہ ابی الا الاعطاء" پھر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک دن نماز ظہر یا عصر میں میاں صاحب صف اول میں تھے اُن کے دائیں ایک طالب علم تھا۔ میاں صاحب کے پیچھے دوسری صف میں میں تھا نماز سے فارغ ہوتے ہی اُسی جگہ بیٹھے ہوئے نہایت اخفا کے ساتھ اُس طالب علم کو کچھ دے دیا میرے نزدیک اس صدقہ کی خبر سوائے دینے والے اور پانے والے کے کسی کو نہ ہوئی اور مجھ کو اس سبب سے ہوئی کہ اتفاقاً میں آپ کے پیچھے تھا مگر آپ کو یا اُس طالب علم کو میرے دیکھنے کی بھی خبر نہ ہوئی اُس وقت رجل یتصدق بیمینہ یخفیھا من شمالہ اور انفاق فی السر کا مطلب میری سمجھ میں آیا"

تقوے جس کی تعریف قرآن مجید میں ان لفظوں میں کی گئی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میاں صاحب جب طلبہ کو بعد تحصیل حدیث اُن کے گھر رخصت کرتے تو فرما دیتے اوصیکم بتقوی اللہ۔ تقوی کی دو قسمیں ہیں ایک تو عبادات و عادات میں۔ دوسری ماکل و مشارب میں۔ عبادات میں جیسا حدیث من تمسک بسنتی۔ وایاکم ومحدثات الامور پر عمل آپ نے خود کیا اور لوگوں سے اس حکم کی تعمیل کرائی۔ شاید ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ رہی عادات تو پابندی اوقات کا بیان پڑھ کر ناظرین خود سمجھ جائیں گے کہ ایسے شخص کے پاس غیبت یا ازیں قبیل دوراز کار باتوں کے لئے وقت ہی کہاں تھا۔ باقی رہے ماکل و مشارب تو ظاہر ہے کہ نہ کسی طرح کا معاملہ اُن کے ساتھ تھا نہ دنیاوی بکھیڑے۔ فتوحات

تقوے

وجہ اوقات تھے یہاں حرام اور مشتبہ کی صورت ہی کیا ہو سکتی تھی البتہ بعض موقع میں بعض خبیث النفس آدمی نے آپ کو حرام کھلانا چاہا مگر خدا نے ان کو اُسی طرح بچا لیا جس طرح وہ اولیا اللہ کی ہمیشہ مدد کیا کرتا ہے بفحوائے بی یسمع وبی یبصر۔ چنانچہ مولوی محمد بدرالحسن سہسوانی بیان کرتے ہیں کہ "میں نے ایک مرتبہ میاں صاحب کی دعوت کی آپ تشریف لائے مگر کھانے کے قبل آپ کو غثیان وتہوع شروع ہو گیا اور قے ہوئی۔ اس لئے آپ نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ آپ کی تشریف لے جانے کے بعد میرے نوکر کے پیٹ میں شدید درد اُٹھا جس سے وہ نیم بسمل ہو گیا (اُس کا نام تھا عبدالنبی رہنے والا تھا رام پور کا اور دل میں میاں صاحب سے سخت عداوت رکھتا تھا) جب غایت تکلیف میں وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوا تو مجھ سے یہ منت کہنے لگا کہ "آپ میاں صاحب سے میرا قصور معاف کرا دیجئے۔ یہ درد نہیں ہے بلکہ میری شامت اعمال کی سزا خدا کی طرف سے ہو رہی ہے" اس پر میں نے کیفیت واقعہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ غایت عداوت کے سبب میں نے بکرے کے گوشت کی جگہ سوّر کا گوشت اُن کے لئے پکایا تھا مگر اُن کو تو اُس کے کھانے سے خدا نے محفوظ رکھا اور اب مجھ پر یہ عذاب الٰہی نازل ہوا۔

حرام کھلانے کا اقدام اور اُس کی سزا

المختصر میں اُس کو میاں صاحب کے حضور میں لے گیا اور سارا ماجرا بیان کیا آپ نے شکر باری تعالیٰ کیا پھر میں نے عفو تقصیر کی سفارش کی آپ نے دعا کی۔ "اے مجیب الدعوات تیرے رسول کریم ص کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا دھوکے بھی دئے شعبدے بھی کئے پھر اگر مجھ ناچیز بندے کے ساتھ کسی نے کچھ کیا تو تو معاف کر تو ارحم الراحمین ہے اور ہدایت کر کہ ہادی الضالین ہے چنانچہ اُسی وقت خدا نے اُس کو درد سے نجات بخشی اور وہ میاں صاحب کے دست مبارک پر تائب ہوا بیعت کی اور اُس کا نام عبداللہ رکھا گیا اب وہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا گیا اور وہیں بود و باش اختیار کی"

میاں صاحب نے دعا کی

توبہ اور بیعت

عبداللہ کی ہجرت

زہد غذا میں آپ اکثر روٹی۔ سرکہ یا ستو کبھی بھنے ہوئے چنے کبھی روٹی سالن اور کبھی روٹی شہد پر بس کرتے۔ ہمارے مولانا عبدالعزیز سلمہ رحیم آبادی

زہد

معمولی غذا

روایت کرتے ہیں کہ "میں نے ایک دن شیخ کی دعوت کی اپنے رفیق کو آپ کے حضور میں بھیجا کہ جاکر عرض کرو کہ آج دوپہر کا کھانا میرے ہاں تناول فرمائیں جب کھانے کا وقت گزرنے لگا اور تشریف نہ لائے تو میں خود حاضر ہوا دیکھا کہ روٹی اور سرکہ تناول فرما رہے ہیں میں کیا کہوں جو کیفیت اُس وقت میرے دل کی ہوئی۔ غالباً آپ کو میری دعوت کا خیال نہ رہا تھا"

میر شاہ جہاں مدظلہ کی تحریر کا جواب

جناب میر شاہ جہاں صاحب مدظلہٗ آپ کے خویش نے چند سوالات تحریری آپ کے پاس بھیجے جس کا جواب مورخہ ۱۰۔ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ اِس وقت میرے پیش نظر ہے اُس میں کا ایک فقرہ یہ ہے "دولت نہ کبھی ہمارے پاس ہوئی نہ اب ہے جو کسی کے پاس چھوڑ جاؤں۔ خرچ کے موافق اللہ تعالیٰ دیتا رہا اُس کا احسان ہے"

لباس کی حالت ناظرین لباس کے باب میں ملاحظہ فرمائیں کہ محض معمولی اور کم قیمت کپڑوں کا ہوتا تھا۔

بیٹھنے کے لئے روئی دار گدہ

آپ کے جاں نثار معتقدین میں ایک سوداگر تھے پنجابی عطاء اللہ نام اُنہوں نے ایک دن عرض کیا کہ میاں صاحب آپ بہت ضعیف ہوئے ٹاٹ پر بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے ایک روئی دار گدہ بنا دیتا ہوں اُس پر بیٹھ کر پڑھایا کیجئے جواب میں آپ نے فرمایا ع پُرانی قبر پر کیا گچ کروگے + اور اُن کی التماس کو منظور نہ کیا یہ معنی ہیں کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل کے۔

قناعت

قناعت نواب سکندر بیگم مرحومہ والیہ بھوپال اپنے مدار المہام منشی جمال الدین مرحوم کے ساتھ دہلی آئیں۔ اور میاں صاحب سے عہدۂ قضائے ریاست کے قبول کرنے کی استدعا کی مگر آپ نے ملازمت سے قطعاً انکار کیا اور فرمایا کہ میں تو وہاں کا قاضی القضاۃ ہو کر امیرانہ ٹھاٹھ سے مسند لگائے حاکم بنا ہوا بیٹھا رہوں گا یہ غریب طلبا چٹائی کے بیٹھنے والے مجھ کو کہاں ڈھونڈھتے پھریں گے یہ معنی ہیں اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین کے۔

قاضی القضاۃ ہونا منظور نہ کیا

جوڈ

جود ڈاک پیون بلاناغہ آٹھ نو بجے آتا اور **میاں صاحب** کے نام کا جو خط ہوتا۔ اُن کے سامنے رکھ دیتا باقی خطوط جن جن طلبہ کے نام کے ہوتے اُن کو دے دیتا **میاں صاحب** اپنے نام کا خط کبھی خود پڑھتے اور کبھی کسی شاگرد کی طرف بڑھا دیتے کہ اس کو کھول کر پڑھو۔ ایک دن اثنائے سبق میں ایک خط **میاں صاحب** کے نام کا ڈاک پیون دے گیا۔ جس میں لکھا تھا

کتابوں کی چوری

کہ "میں بلا اجازت **آپ** کے فلاں فلاں کتابیں جو تخمیناً ایک سو کئی روپیوں کی ہوں گی تھوڑا عرصہ ہوا کہ لے کر یہاں کول چلا آیا ہوں۔ **آپ** معاف کر دیجئے

تفسیر جلالین بھیج دینے کی درخواست

اور تفسیر جلالین بھیج دیجئے،، مضمون خط کو سُن کر **آپ** نے فرمایا "لکھ دو کتابوں کے لے جانے کا مضائقہ نہیں آپ آئیے چلے کیوں گئے" اُس وقت تو بات مذاق میں ٹل گئی۔ نماز عصر کے بعد **آپ** کبھی کبھی گھر جاتے اور جلد ہی واپس آجاتے اُس وقت اکثر آدمی مسجد ہی میں **آپ** کی ملاقات کے لئے بھی حاضر ہوتے۔ **میاں صاحب** مکان تشریف لے گئے اور چند آدمی ملاقات کی غرض سے آئے اُس دن خلاف معمول دیر بہت لگ گئی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ انتظار کر کے واپس چلے گئے۔ اس کے بعد ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے **آپ** تشریف

جلالین کی روانگی

لائے اور ایک طالب علم کو دیا کہ اس کو اُن کے پاس کول کے پتہ سے بھیج دو دیکھا تو وہی تفسیر جلالین تھی جس کو خود بازار جاکر خرید کر لائے تھے۔

قصر امل

تمام عمر مکان نہ بنانا

قصر امل تقریباً اسّی برس تک **آپ** دہلی میں زندہ رہے مگر اپنی اور اہل و عیال کی سکونت کے لئے ایک مکان بھی تعمیر نہ کرایا کرایہ کے مکان میں زندگی بسر کر دی اور وہ مکان بھی محض معمولی درجہ کا تھا۔ **آپ** جس حصہ میں خود رہتے تھے وہ صرف ایک سائبان جانب مشرق مغرب رویہ تھا جو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے بعد ایسا گرم ہو جاتا تھا کہ دوسرا آدمی بمشکل وہاں چند منٹ ٹھیر سکتا اور **آپ** وہیں بیٹھ کر فتوی یا خطوں کا جواب لکھتے جب کوئی طالب علم شدت گرمی کی شکایت کرتا تو بطور مذاق کے فرماتے کہ میں جس سائبان میں رہتا ہوں تم ایک گھنٹہ اگر وہاں جاکر سو رہو تو دو روپئے دیتا ہوں۔

تواضع

تواضع طلبہ کے لئے مسجد میں شطرنجی کا فرش تھا مگر **آپ** خود ہمیشہ

چٹائی یا ٹاٹ کی نشست

اور ہر موسم میں چٹائی یا ٹاٹ پر بیٹھتے۔ مدرسہ میں طلبہ کی ملاقات یا کسی اور ضرورت سے تشریف لاتے تو اس بے تکلفی سے صف نعال میں بیٹھ جاتے کہ کسی کو اصرار کا موقع بھی باقی نہ رہتا۔

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری فرماتے ہیں۔ کہ میں جب دہلی میں پڑھتا تھا تو میاں صاحب اکثر میری فرودگاہ پر تشریف لاتے اور اسی صف نعال کے قریب چٹائی پر بیٹھ جاتے میں باصرار عرض کرتا کہ حضور ادھر فرش پر بیٹھیں تو فرماتے ؎

زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر پاست		بر بساط اغنیا ہرگز نیایند اہل فقر

شاہزادگان تیموریہ کی تکریم

فلک زدہ شاہزادگان تیموریہ جب آتے تو آپ اُن کی تکریم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور مالی و بدنی نقد اور کوشش سے جو خدمت بن پڑتی آپ اُٹھا نہ رکھتے۔ کوئی شخص اگر اُن کے اوضاع پر غائبانہ کچھ تعریض کرتا تو آہ سرد بھر کر فرماتے "ہا۔ آج ان کی یہ حالت ہے ورنہ ہم جیسوں کا تو یہ سلام بھی لینا پسند نہیں کرتے تھے"

بازار سے سودا لانا

کتابیں اُٹھا کر خود لانا

میاں صاحب کی عادت تھی کہ اکثر بازار سے سودا خرید کر اپنے ہاتھوں میں لاتے شاگردوں یا رفیقوں میں سے کوئی باصرار اگر اپنے ہاتھوں میں لے لینا چاہتا تو اھل المال احق بہ کہہ کر ٹال دیتے حالت سبق میں کتابوں کے اُٹھا لانے کی اگر حاجت ہوتی تو خود جا کر اُٹھا لاتے۔ چاہے کئی بار کیوں نہ آنا جانا پڑے کبھی کسی طالب علم کو نہ کہتے کہ فلاں کتاب اُٹھا لاؤ۔

جذامی کی حکایت

مولوی حافظ عبد المنان صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص مجذوم آپ کے سامنے آکر بڑی بے تکلفی اور جاہلانہ طریقہ پر کہنے لگا "میاں نجیر حسین (نذیر حسین) دو کام ہیں بتا پہلے کون کام کرے گا" آپ نے فرمایا کہ "تو جس کام کو کہے پہلے وہی کروں گا" اُس نے کہا پہلے خدا کا کام کر بتا کہ الحمد سریپھ (شریف) امام کے پیچھے پڑھی جاوے یا نہیں اور رپھ یدین (رفع یدین) بھی کرنا چاہیئے یا نہیں جب آپ مسئلہ بیان فرما چکے تو اُس نے کہا کہ لے اب میرا کام کر۔ میں بھو کھا ہوں۔ گھر سے کھانا لا کر کھلا۔ آپ مکان تشریف

لے گئے اور کھانا لاکر کھلایا

حافظ عبدالمنان صاحب کی حکایت

دوسری حکایت بھی یہی بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الخلا کی جانب جارہا تھا رستہ روکے ہوئے ایک بیل بیٹھا ہوا تھا میں نابینا آدمی مجھ کو معلوم نہیں۔ اس اثناء میں کسی نے میرا ہاتھ چپکے سے پکڑ کر ایک طرف سے لےجاکر پاخانہ میں مجھے بٹھا دیا اور کلوخ بھی لاکر دے دیئے جب میں حوائج ضروری سے فارغ ہوکر چلا تو پھر مجھے وہاں سے نکال کر نہایت رفق کے ساتھ راستے پر لاکر چھوڑ دیا

قائد بن کر جان بچانا

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ کون آدمی آج تمھارا قائد بنا تھا۔ اور بیل کے سینگ سے کس نے تمھاری جان بچائی میں نے کہا بھلا میں اندھا آدمی مجھے کیا معلوم تب اُس نے کہا وہ خود حضرت **میاں صاحب** تھے۔

کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود		فروتنی ست دلیل رسیدگانِ کمال

ایک دفعہ حافظ صاحب ممدوح کے جوتے مسجد کے پھاٹک کے باہر پڑے ہوئے دیکھا خود اٹھاکر لائے اور دے دیا۔

حلم

حلم حافظ مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب اِل اِل ڈی فرماتے تھے کہ "سفر حج سے لوٹتے ہوئے جب **آپ** دہلی ریلوے اسٹیشن کے ازدحام مستقبلین وزائرین میں پہنچے تو مصافحہ، دست بوس اور چپقلش کی کوئی حد نہ رہی۔ خاص خاص لوگ اپنے حلقہ میں لئے ہوئے پلیٹ فارم سے باہر آرہے تھے کہ کہیں ازدحام

ایک معاند نے دانت سے انگوٹھا کاٹا

اور غوغائے عام میں **آپ** کو صدمہ نہ پہنچے ایک معاند نے مصافحہ اور دست بوسی کے بہانے **آپ** کے ہاتھ کے انگوٹھے میں اس زور سے دانت کاٹا کہ خون جاری ہوگیا اور انگوٹھا سخت مجروح ہوا **آپ** نے فوراً اس انداز سے اپنی ردائے مبارک میں چھپالیا کہ کسی کو اس واقعہ کا علم ہی نہ ہوا جب **آپ** مسجد میں پہنچے تو پانی لے کر اُس خون آلودہ ہاتھ کو دھویا۔ تب لوگوں کو اِس واقعہ کا علم ہوا۔ لوگوں نے بہت اصرار سے اُس کا نام دریافت کیا۔ مگر

سرسید کی شہادت

آپ نے نہ بتایا اور چشم پوشی ہی سے کام لیا۔ سرسید احمد خان مرحوم **آپ** کی نسبت لکھتے ہیں "باوجود اس کمال اور اس استعداد کے مزاج

میں خاکساری اور حلم گویا کوٹ کوٹ کر بھرا ہے باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت کے حلیم اور وضع متین کے پیر"۔

عربوں کی زبردستی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند عرب آئے اور اُنہوں نے **آپ** سے کہا کہ میری سفارش یہاں کے رئیسوں سے کردو **آپ** نے ہرچند عذر کیا مگر اُن عربوں نے کچھ نہ سنا اور پالکی لاکر زبردستی سوار کرا کے جس جس رئیس کے ہاں جانا تھا لے گئے **آپ** اُن لوگوں کے ہاں پالکی سے اُتر کر جاتے اور فرماتے کہ یہ لوگ ایسے اہل حاجت ہیں کہ مجھ کو زبردستی سفارش کے لئے لئے پھرتے ہیں میں کیا کروں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر رئیس نے (جہاں جہاں یہ لوگ لے گئے) اُس سے زیادہ ہی دیا جتنے کی اُمید تھی۔ ہ

بل زصد لشکر ظفر انگیز تر	تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر

رباعی

لاغر صفتان زشت خو را نہ کشند	در مسلخ عشق جز نکو را نہ کشند
مُردار بود ہرچہ کہ او را نہ کشند	گر عاشق صادقی زکشتن مگریز

انادۂ رفیق سلامت درزی کی دعوت[۱۲]

انادۂ رفیق آرہ میں ایک درزی مسمیٰ بہ سلامت نے بڑی منت والحاح سے **میاں صاحب** کی دعوت کی جس سے دہلی جانے میں ایک دن کی تاخیر بھی ہوگئی۔ بالآخر **آپ** مع رفقا کے دس بجے دن کو اُس کے گھر پر تشریف لے گئے کھانا تیار نہ تھا۔ انتظار میں دو بج گئے مولوی ادریس صاحب سلمہٗ نے عرض کیا کہ حضور کو بہت تکلیف ہوئی۔ تشریف لے چلیں اِس کے جواب میں **آپ** نے لب پر اُنگلی رکھ کر آہستہ فرمایا "چپ رہو آئے کیوں؟ اور جب آئے تو بیٹھو" آخر کھانا آیا اور سب لوگوں نے جب کھا لیا تو وہاں سے رخصت ہوئے۔

سبق ناغہ ہونے پر طالب علم کا غصہ

ایک دن **میاں صاحب** حسب عادت کسی میت کی تجہیز وتکفین میں چلے گئے ایک طالب علم کا سبق ناغہ ہوگیا جب تشریف لائے اور اُس سے سبق لانے کو کہا تو وہ نہایت ہی غصہ میں بھرا ہوا تھا نہایت ہی درشتی سے اُس نے کتاب سامنے لانے سے انکار کیا۔ اور بہت سخت وسُست کہا۔ کیا **آپ**

سمجھتے ہیں کہ دنیا میں آپ کے سوا کوئی اہل علم نہیں ہے ؟ ملک خدا تنگ نیست پاے مرا لنگ نیست ۔ آخر آپ نے بڑی منتوں سے اُس کو منایا کہا "بھائی جانے دو معاف کرو سبق لاؤ وہ بیچارہ تو دنیا سے گیا گذرا اور تم تو ابھی دنیا میں موجود ہو تمھارے لئے بہت وقت ہے"

صبر[۱۲]

صبر سب سے زیادہ سخت امتحان صبر اور ثبات کا ہے کہ موت سامنے کھڑی ہو اور اُس وقت بھی ہوش، عقل، حواس اور مذہب سب اپنی اپنی جگہ رہ کر اپنا کام کرتے رہیں اور قولے فعلی و انفعالی میں خلل نہ واقع ہو۔

صبر کا پہلا امتحان

پہلا امتحان تو میاں صاحب نے راولپنڈی کے جیل سے پاس کیا جہاں تقریباً ایک برس یا اس سے زیادہ مدت تک نظر بند رہے اور روزانہ پھانسی کی دھمکی دی جاتی تھی۔

دوسرا امتحان

دوسرے امتحان میں ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ کامیاب ہوئے جس زمانہ میں مولانا عبداللہ صاحب غزنوی قدس سرہٗ آپ سے صحیح بخاری پڑھتے تھے اور صحن مسجد کے اوپر سے توپ کے گولے دنا دن گذرتے تھے یہاں تک کہ ایک روز ایک گولہ حالت سبق میں بھی آکر گرا مگر نہ آپ ہراساں ہوئے اور نہ صحیح بخاری کو بند کیا اور جب تک انگریزوں نے دہلی کو فتح کرکے اہل دہلی کو نکال نہ دیا آپ نے جان کے خوف سے دلی کو نہ چھوڑا چنانچہ عبداللہ صاحب خود اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں "بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم دراں میاں بلوائے دہلی شروع شد در عین بلوائے شدید کہ ہر کس بہ غم جان خود بود و من بخواندن کتاب مذکور تا حدے کہ نصاری غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند دراں ایام کتاب صحیح بخاری قریب الاختتام بود مگر بسبب پراگندگی اہل بلدہ درمیان من و سید صاحب ہم جدائی افتاد و کتاب ناتمام ماند"

تیسرا امتحان

تیسرا امتحان سفر حج میں ہوا جب کہ آپ کے دشمنوں کا ایک جتھا جس کے سردار ایک حیدرآبادی صاحب تھے مع اپنے ماتحتوں کے ہر وقت پستول بھرے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گولی مارنے کی تاک میں پھرتا ہی رہتا تھا۔

اور آپ کو اچھی طرح یہ بات معلوم تھی مگر آپ نے مطلق پروا اس کی نہ کی طواف بیت اللہ میں فریضہ پنجگانہ حرمین میں اور وعظ و تذکیر میں مطلق فرق نہ آیا بلکہ برابر وہاں یہی کہتے رہے "کہ بہت پڑھا چکا ہوں اب یہاں مرنے ہی کو آیا ہوں"

توکل[۱۴]

توکل۔ طلبہ کے کھانے کا اہتمام جن کے ہاتھ میں تھا ایک دن بعد العصر اُنہوں نے آکر عرض کیا کہ آج آٹا وغیرہ کچھ نہیں ہے اور روپے بھی تحویل میں نہیں ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ پھر مجھ کو اور تم کو اس کا فکر کیا ہے جس کے بندے ہیں وہ جانے مہتمم صاحب مایوسانہ انداز سے چلے مسجد کے باہر ہی پہنچے تھے کہ ایک صاحب آئے اور پانچ روپے پیشکش کئے آپ نے ایک طالب علم کو کہا کہ مہتمم صاحب جاتے ہیں پکار لینا۔ وہ فوراً اُلٹے پاؤں پھرے روپے سامنے رکھے ہوئے تھے فرمایا کہ لو صاحب اب تو سامان ہو گیا۔ اُنہوں نے وہ پانچ روپے اُٹھا لئے اور روانہ ہو گئے۔

آپ کو اس کا فکر کبھی نہ ہوا کہ مدرسہ کی عمارت جو تعمیر ہو رہی ہے اس کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا۔ طلبہ کے کھانے کا کل کیا بندوبست ہو گا جو روپیہ آپ کے ہاتھ میں آتا اور جو ضرورت اُس وقت لاحق ہوتی فوراً اس میں خرچ کر دیتے اُس وقت اگر کوئی محتاج سائل یا غریب آجاتا تو اُسی کو دے دیتے۔

مثنوی

دانی کہ حساب کار چون ست		سر رشتہ ز دست ما برون ست	
چوں کار بہ اختیار ما نیست		بہ کردن کار کارِ ما نیست	

مجاہدہ صبح سے ۱۱ بجے دن تک آپ درس قرآن و حدیث میں اس طرح مصروف رہتے کہ زانو نہ بدلتے چہرہ پر دھوپ آجاتی مگر پیشانی پر بل نہ آتا۔ مولانا شریف حسین صاحب مرحوم کی امامت میں کوئی نماز نصف گھنٹے سے کم میں تو ختم ہی نہ ہوتی جو بجائے خود ایک ریاضت شاقہ تھی۔ دلّی کی گرمی سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس مجاہدہ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ پھر وہ بھی چلے دو چلے نہیں بلکہ تمام عمر اور ایسی دراز عمر کے آخری حصہ تک جاری رہا ایک بجے شب سے

دلی کی گرمی

شب بیداری اور قیام لیل (تہجد) کبھی قضا نہیں ہوا۔

نماز تہجد قضا نہیں ہوئی

دھوپ گرمی جاڑا برسات ہر موسم میں باوجود بعد راہ ۱۱ بجے پیادہ پا جامع مسجد جاتے دو بجے واپس آتے چھتری تمام عمر کبھی لگائی نہیں۔ سر پر ایک مخطط موٹی چادر رکھ لیتے ماہ مبارک رمضان میں نماز صبح سے نماز مغرب تک قرآن اور تفسیر جلالین پڑھاتے بلکہ آگے آگے خود پڑھتے جاتے۔ غیر رمضان میں تو ۱۱ سے ۱۲ بجے تک ایک گھنٹہ کی مہلت بھی ملتی تھی رمضان میں وہ بھی نہیں۔ جاڑے کا موسم تو الگ رہے گرمیوں کے رمضان میں بھی یہی حالت رہتی جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا جوش بیان اور بڑھتا جاتا آواز بلند ہوتی جاتی زیادہ بشاش معلوم ہوتے۔

ہر موسم میں نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد پیادہ پا جانا

رمضان کے کام ایک ختم تفسیر جلالین

لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشا کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم فقیہ محدث جو آپ کے شاگرد رشید تھے تین سیپارے روزانہ سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ۔ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبد السلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے) اس کے بعد طالب علموں کے لئے سحری اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد اور مدرسہ میں آتے اور ہر آدمی کو جگا کر کھلاتے۔ ناظرین اس مجاہدہ کا حال پڑھ کر یہ خیال نہ کریں کہ شیخ کو اس مجاہدہ سے کچھ تکلیف ہوتی ہو گی بات یہ ہے کہ العادة کالطبیعة الثانیة یہ مجاہدہ بھی اُن کے لئے طبیعت ثانی ہو گیا تھا۔ اگر اس میں خلل واقع ہوتا تو بے شک تکلیف ہوتی اور اسی میں اُن کو راحت سرمدی حاصل تھی۔ مگر یہاں ایک سوال یہ ہے کہ جس مجاہدہ میں نفس کو مشقت نہ ہو تو وہ مجاہدہ ہی کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشقت نہیں ہوتی تھی کیوں؟ عادت ہو جانے سے اور عادت طبیعت ثانی ہوئی کیونکر؟ **استقامت** سے بس یہی تو کمال ولایت ہے فاستقم کما امرت۔

قیام لیل میں دو ختم قرآن مجید

العادة کالطبیعة الثانیہ

کمال ولایت استقامت ہے

یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ جس کے مخالفوں اور دشمنوں کی تعداد کثیر تھی ہندوستان سے عرب تک اُس کے قتل کی سازش، دھمکی اور ایذا دہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا ہو۔ اور اُس نے بفحوائے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون و بہ مصداق لا یخافون فی اللہ لومة لائم اپنی اس طول

طویل زندگی کو اُسی آب و تاب سے تباہ دیا ہو اِس سے زیادہ استقامت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ و رسول کی محبّت

اس میں شک نہیں کہ محبت دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کیفیات قلبیہ میں سے ہے ؎

محبت جادۂ دارد نہاں در خلوت دلہا	چو تارِ سبحہ گم کردند ایں رہ زیر منزلہا

مگر اس کی علامت خود شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتا دی من احب شیئاً اکثر ذکرہ محب کو محبوب کے ذکر میں جو مزا آتا ہے وہ دنیا و ما فیہا کی کسی چیز سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اھل القرآن اھل اللہ واھل الحدیث اھل رسول اللہ اور مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

خوش آں ممبر و مسجد و خانقاہے	کہ در وے بود قیل و قالِ محمدؐ

شیخ یہ شعر اکثر خود پڑھا کرتے تھے ؎

محبتے ست کہ دل را نمی دہد آرام	وگرنہ کیست کہ آرام جاں نمی خواہد

حدیث غذا اور دوا کا حکم رکھتی تھی

حق تو یہ ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لئے غذا اور دوا دونوں کا حکم رکھتی تھی۔ غذا کا اس لئے کہ آپ بیشتر فاقے کرتے روزے رکھتے مگر طاقت جسمانی میں فرق نہ آتا اور درس قرآن و حدیث نہ کبھی ناغہ کرتے اور نہ حتی الوسع کم کرتے اور رمضان کے زمانے میں تو اور بھی زیادہ تیز ہو جاتے،

ضیق النفس کا دورہ اور اُس کا علاج

اور دوا کا اس لئے کہ اکثر آپ کو ضیق النفس کا شدید دورہ ہوا کرتا جس میں نشست و برخاست کی تو کیا دم زدن کی قدرت بھی نہ رہتی اس حالت میں آپ ڈولی پر مسجد میں تشریف لاتے اور بمشکل تمام کھسک کر اپنے ٹاٹ پر بیٹھتے اور طلبہ کی طرف سبق لانے کا اشارہ کرتے۔ جب سبق حدیث کا شروع ہو جاتا تو تھوڑی ہی دیر حدیث سننے کے بعد آپ چاق ہو جاتے اور پھر گھنٹوں اپنے خاص انداز بیان کے ساتھ اس طرح درس دیتے رہتے کہ درمیان میں اگر کوئی شخص آکر شریک ہوتا تو کبھی اُس کے وہم میں بھی یہ بات نہ آسکتی کہ تھوڑی

دیر قبل ان کی حالت ایسی نازک تھی۔

ریاضات مجاہدات اور تصوف کی غایت

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خفت مرض کا سبب طبیعت کا متوجہ ہو جانا تھا اُس خاص فن کی طرف جس کے ساتھ آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ اور بے شک بات تھی بھی یہی مگر یہی غایت بھی ہے تمام ریاضات مجاہدات اور تصوف کی یعنی ایسا ملکۂ راسخہ پیدا کرنا جو پس مرگ بھی باقی رہے اور یہی تعریف ہے نفس مطمئنہ کی یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضیه فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

ایک روز صحیح بخاری کے سبق میں وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث جو آئی تو آپ کو ایسا جوش گریہ ہوا۔ کہ سبق موقوف کر دیا۔ اور یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین تلامذہ بھی کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ ایسی نوبت اُن تلامذہ کو نہ اس سے پہلے کبھی آئی تھی اور نہ پھر دہلی چھوڑنے کے بعد کبھی وہ سماں آنکھوں نے دیکھا ہو گا۔

عشق الٰہی کا سماں

آپ کے عشق کا سماں اُس وقت قابل دید تھا۔ جب کہ آپ آخر شب کو نماز تہجد کے بعد گھر سے آکر در مسجد یا صحن میں بیٹھ جاتے اُس وقت سناٹے کا عالم پپیہوں کا پی کہاں، فاختے کی صدائے کو کو۔ آسمان پر تاروں کی چمک، ٹھنڈی ہواؤں کا جھونکا، اور جوانوں کے خواب ناز کا وقت۔ اُس میں اُردو فارسی اور عربی کے عاشقانہ اشعار کا اپنے خاص لہجے اور خاص سروں میں پڑھنا پھر اُس صدا کی دل ربائی اس کا لطف کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سماں دیکھا ہے۔ اور جن کے کانوں میں وہ صدائیں ابھی تک گونج رہی ہیں۔ پھر جب صبح صادق کی ابتدا ہوتی آپ چپ ہو جاتے اور تھوڑی دیر بعد موذن اور طلبہ کو نماز کے لئے جگا دیتے

انتباہ

باوجودے کہ اپنے زمانہ کے طبقہ صوفیہ کرام میں بھی آپ کو وہی درجہ حاصل تھا جو معشر علماء عظام میں تھا۔ مگر آپ سوائے اتباع سنت کے دوراز کار باتوں کی طرف کبھی خیال بھی نہ کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ حضرات نقشبند کا ہے چنانچہ

ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں۔ ”خواجہ عالی شان بہاء الدین نقشبند و امثال شاں حکم کردند کہ ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے ازالۂ رذائل نفس و تصفیہ عناصر و حصول قرب الٰہی لہٰذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول فرمودہ صلی اللہ علیہ وسلم کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ“ دوسری جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”اگر کسے گوید کہ ما بریاضت شاقہ ترقیات می بینم۔ و مکاشفات و صفائے باطن می یابم کہ انکار آں نمی توانم کرد۔ گفتہ شود کہ کشف کونیہ و خرق عادات و تصرف در عالم کون و فساد از ریاضت دست

ارشاد الطالبین کی عبارت اتباع سنت کے بیان میں

ارشاد الطالبین کی عبارت کشف وخرق عادت کے بیان میں

؎ میاں صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں ”برادر دینی سید قادر علی وفقکم اللہ آپ کا خط بوساطت مولوی عبد العزیز کے پہنچا۔ آپ مساعی جمیلہ اجرائے امور شرعیہ میں باوجود ناخواندگی کے تیار ہوئے۔ نہایت خوشی ہوئی۔ خدا آپ کی مدد کرے گا کیا پڑھے لکھے آدمی سب انسان ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ جس سے خدمت کتاب و سنت کی ہو وہی انسان ہے اور وہ انسان پختہ مسلم ہے۔ آپ نے مومی الیہ سے بدعات کی تفصیل خود دریافت کیوں نہ کی۔ ماشاء اللہ ان کو اس معاملہ میں پورا درک ہے۔ اچھا اب میں مختصر بتاتا ہوں۔ وہ بخوبی سمجھا دیں گے۔ اگر آپ نہ سمجھیں تو پھر مجھ سے دریافت کیجئے گا۔ شیخین و ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ترجمہ جس نے جدید بات نکالی ہمارے امر (یعنی دین) میں جو اس میں نہ تھی پس وہ مردود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث قاطع جمیع محدثات ہے۔ دوم من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد ترجمہ جس نے کام کیا وہ کام کہ نہیں اس پر امر ہمارا (یعنی دین) پس وہ مردود ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ قامع بنیان جملہ اعمال غیر ماموربہا ہیں۔ جناب میر صاحب خوب سمجھ لے کہ جملہ حسنات مبتدعہ مردود ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان کا امر پیغمبر خدا صلعم نے نہیں فرمایا بلکہ خود امت نے اپنے جی سے تراش لیا ہے۔ امام شافعی رح نے بھی استحسان کو ابتداع قرار دیا اور اسی جانب امام مالک رح بھی گئے ہیں مطلب سب آئمہ کا یہ ہے کہ اتباع سنت سنیہ میں محوضت صرفہ اور صرافت محضہ ہو ادنی آمیزش و تراوش بدعت کی نہ پائی جاوے۔ آپ نے گلستاں و بوستاں پڑھی ہو گی شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید ٭ ؎ بصدق و صفا کوش و ورع و تقیٰ ٭ ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ ٭ جو اعتقاد یا قول و فعل حضرت رسول صلعم سے ثابت نہیں اور نہ جناب اقدس نے فرمایا اور نہ کسی کو کرنے کے لئے فرمایا اور نہ کسی کو کرتے دیکھ کر نہ روکا اور نہ آپ کے بعد صحابہ کے عہد میں جاری ہوا اور نہ تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں بلا نکیر رائج ہوا بلکہ لوگوں نے اپنی طرف سے ان قرنوں کے بعد تراشا وہ بالکل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور گمراہی کا نتیجہ دوزخ ہے۔ یہ مختصر الفاظ کافی ہیں“ الراقم العاجز سید محمد نذیر حسین عفی عنہ ۱۲

می دہد۔ لہذا حکمائے اشراقیین وجوگیان ہند بدان متصف می شدند و این کمالات از نظر اہل اللہ ساقط ست بہ جوے نمی خرند۔ رذائل نفس و قتل شیطان و ساوس بے نور سنت ممکن نیست ؂

تواں رفت جز درپے مصطفا	محال است سعدی کہ راہِ صفا

مسمریزم

جامع اوراق کہتا ہے کہ یورپ میں مسمریزم والوں نے بھی بہتیرے خرق عادات و مکاشفاتِ ظاہر۔ ظاہر کئے ہیں پھر اگر یہی چیزیں معیار تصوف ہیں تو اِس وقت فرانس وغیرہ ممالک میں ایسے ایسے جلیل القدر صوفی نکلیں گے جن سے زیادہ دشمن اسلام شاید ہی کوئی دوسرا ٹھیرے۔

میاں صاحب کو تو غالباً اِس مسمریزم کی خبر بھی نہ ہوگی مگر اسی تصوف نبوی ؐ نے اُن کو اِس کا یقین دلا دیا تھا کہ یہ سب امور لاشئے ہیں اسلام کو اس سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے۔

مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد

جناب مولوی سعادت حسین صاحب مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہٗ گنج مرادآبادی کے حضور میں استرشاد کے لئے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھا کرو اور حدیث نبوی ؐ سے خاص لگاؤ پیدا کرو۔ ترمذی اکثر مطالعہ میں رکھو۔ مولانا سعادت حسین صاحب نے عرض کی کہ حضور اعمال و اشغال صوفیہ میں سے کوئی چیز تلقین فرماویں مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ ولایت پکی اور اصلی وہی ہے جو قرآن و حدیث سے حاصل ہو۔ اور سب میں شیطان کا دھوکا ہے۔ اس کے بعد بغیر اس کے کہ کوئی شغل تعلیم فرماتے رخصت کر دیا۔

مولانا قدس سرہٗ کا جوابی خط

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے **میاں صاحب** سے ایک سفارش کا خط بنام جناب مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ گنج مرادآبادی کے چاہا کہ وہ میری تعلیم و تربیت کریں **میاں صاحب** نے بے تکلف لکھ دیا۔ مولانا شاہ فضل رحمن صاحب نے اُس خط کے جواب میں لکھا "**آپ** نے اس شخص کو میرے پاس کیوں بھیجا؟ ہم کیا جانتے ہیں جو **آپ** نہیں جانتے۔ ہم کیا اور کچھ بتاتے ہیں۔"

مولوی شاہ ممتاز الحق صاحب مرحوم جب حضرت مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی کے حضور میں بغرض بیعت وارشاد حاضر ہوئے تو عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جاکر وہاں رہو اور شرف صحبت شیخ سے مستفید ہو کر اُن سے اجازت لے کر یہاں آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ دہلی آئے اور یہاں بہت دنوں تک رہے پھر جب میاں صاحب کے خط کے ساتھ امرتسر پہنچے تب عبد اللہ صاحب نے اُن سے بیعت لی اور مسترشدین میں اپنے داخل کیا۔

مولانا عبد اللہ غزنوی قدس سرہٗ کا ارشاد

بیعت

اقسام بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل چوں کہ حکمت سے خالی نہ تھا اس لئے آپ لوگوں سے بیعت بھی مناسب وقت، مناسب حال قوم، مناسب حال جماعت یا سوسائٹی[۵] اور مناسب حال اشخاص لیتے تھے۔

بیعت جہاد

ایک قسم بیعت کی وہ تھی جو آپ لوگوں سے جہاد کرنے اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر لیتے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجراً عظیماً۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم الآیہ

عورتوں کی بیعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر

دوسری قسم وہ ہے جو عورتوں کی بیعت میں مذکور ہے خدا کا شریک نہ ٹھیرانا، چوری۔ زنا۔ نہ کرنا، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالنا کسی پر بہتان نہ باندھنا افترا نہ کرنا۔ اور امر بالمعروف میں نافرمانی نہ کرنا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ یاایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم

---

[۵] سوسائٹی کا ترجمہ میرے نزدیک "ہم طبقہ جماعت" ہے

نوحہ نہ کرنے پر بیعت

کبھی آپ عورتوں سے شریک باری تعالیٰ نہ ٹھیرانے پر بیعت لیتے اور نوحہ کرنے سے منع فرماتے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ام عطیہؓ سے روایت ہے قالت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ علینا ان لا یشرکن باللہ ونہانا عن النیاحۃ۔

مردوں کی بیعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر

اور اس قسم کی بیعت آپ مردوں سے بھی لیتے کہ شرک نہ کریں چوری نہ کریں زنا نہ کریں اور نہ کسی جان کو مار ڈالیں جس کو خدا نے حرام کیا مگر حق کے ساتھ۔ بہتان نہ باندھیں افترا نہ کریں امر معروف میں نافرمانی نہ کریں چنانچہ عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ان لا نشرک باللہ شیئاً ولا نزنی ولا نسرق ولا نقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق صحیحین میں موجود ہے عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببہتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف (الی قولہ) فبایعناہ علی ذالک (مشکوۃ ص ۵)

نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت

کبھی آپ نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے بیعت لیتے عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم (صحیح بخاری جلد ا ص ۱۳)

اقسام بیعت

المختصر آپ بیعت لیتے تھے ہجرت پر۔ جہاد پر۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے پر۔ اقامت ارکان اسلام (صوم۔ صلوٰۃ۔ حج۔ زکوٰۃ) پر۔ اعتصام بالسنۃ اور احتراز عن البدعت پر۔ حرص و شوق عبادت الٰہی پر۔ عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر۔ فقرائے مہاجرین سے سوال نہ کرنے پر (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں میں سے کسی کا کوڑا اگر گر جاتا تو خود اتر کر اٹھا لیتے کسی سے یہ نہ کہتے کہ میرا کوڑا اٹھا دو) مسلمانوں کی خیر اندیشی پر۔ حق بات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے پر لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم ہر موقع میں حق کہنے پر۔ اسلام پر قائم رہنے پر

بیعت طریقت

نحن الذین بایعوا محمداً علی الاسلام ما بقینا ابداً۔

اور میری رائے میں یہی اخیر بیعت بیعت طریقت ہے کیوں کہ اسلام پر ثابت قدم رہنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمام زندگی فرماں بردار بنے رہو۔ اصل فرماں برداری تو اللہ و رسول کی ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور اس کے تبع میں اُس شیخ کی فرماں برداری ہے جو اپنے مریدین و مسترشدین کو خدا اور رسول کا فرماں بردار بناتا ہے۔ اور فاستقم کما امرت کی مشق کراتا ہے۔

بیعت خلافت

ایک قسم اور بھی بیعت کی ہے بیعت خلافت جو خلفا اور سلاطین کے ہاتھ پر کی جاتی ہے عبد الرحمٰن بن عوف نے بمشورت صحابہ جب حضرت عثمان رضؓ کو خلیفہ مقرر کیا تو بیعت کے وقت یہی کہا۔ ابایعک علی سنۃ اللہ و سنۃ رسولہ والخلیفتین من بعدہ (بخاری صفحہ ۱۰۱) ہم تم سے بیعت کرتے ہیں خدا اور رسول اور دونوں خلیفوں کے طریقے پر۔ امام احمد کی روایت میں ہے ابایعک علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ ابوبکر وعمر ہم تم سے بیعت کرتے ہیں قرآن مجید اور سنت رسول اور سیرت ابوبکر وعمر پر

پولٹیکل بیعت

اس بیعت میں یہاں تک تو تدین اور تمذہب کا رنگ باقی ہے مگر خلفاے راشدین کے بعد جو بیعتیں خلفا و سلاطین کے ہاتھوں پر لوگوں نے کیں وہ سب (پولٹیکل) تمدنی بیعت تھی۔ جس کا دستور قدیم سے آج تک ساری دنیا کے سلاطین میں حلف اطاعت کی شکل میں موجود ہے جو تاج پوشی کے وقت جملہ اراکین سلطنت نوابوں، راجاؤں اور چھوٹے چھوٹے خود مختار والیان ملک اور عامہ رعایا سے لیا جاتا ہے اور یہ رسم نہ صرف سلاطین ہی تک محدود ہے بلکہ سلطنت جمہوری (فرانس و امریکہ) میں جو پریسیڈنٹ کا انتخاب کثرت رائے پر مبنی ہے وہاں بھی وہی بیعت دوسری صورت میں موجود ہے۔ کیوں کہ اہل الرائے قائم مقام ہوتے ہیں ہر فرد رعایا کی جانب سے اس صورت میں ان لوگوں کا کسی کو پریسیڈنٹ ماننا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہر فرد رعیت نے اُس کو قبول کر لیا۔

حضرات ناظرین جب بیعت شریعت و طریقت کی حقیقت پڑھ چکے تو اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ ہمارے **میاں صاحب** کس طرح بیعت لیتے تھے۔

میاں صاحب کا طریقہ بیعت

سوائے بیعت خلافت اور بیعت جہاد بیعت ثبات فی القتال اور بیعت ہجرت کے آپ باقی جملہ اقسام بیعت میں سے مناسب حال بیعت مریدوں سے لیتے تھے۔ مولوی ابو محمد حفاظت اللہ مرشد آبادی آپ کے سفر بنگالہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جب آپ مسلمانان بنگالہ کی جانب سے مدعو ہو کر بطرف بنگالہ تشریف فرما ہوئے تو ہم اور آپ کے پوتے حافظ عبد السلام اور حاجی محمد حسین صاحب ساکن میرٹھ آپ کے ہمراہ تھے جس روز آپ بمقام دیپ کنڈ رونق افروز تھے آپ کی شہرت سن کر اس قدر لوگ جھک پڑنے جن کی گنتی ممکن نہ تھی اور سب کے سب نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

دیپ کنڈ میں بے شمار آدمیوں کی بیعت

ایک صاحب کی بیعت کی کیفیت

ایک صاحب اپنی بیعت کی کیفیت لکھتے ہیں کہ رحیم آباد میں بعد المغرب ہم میاں صاحب کے حضور میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے اُس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور تین چار آدمی قریب بیٹھے تھے لیٹے ہی لیٹے اپنے دائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کو ان المسلمین والمسلمات سے اجرا عظیما تک تلاوت فرما کر اُس کے معنی اور مطالب بوضاحت تمام سمجھاتے رہے اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ان سب اعمال کے ہمیشہ عامل رہو گے تو میں بھی تمھاری گواہی کروں گا۔ ورنہ میں کہاں اور تم کہاں۔

سفر پنجاب میں لوگوں کی بیعت

سفر پنجاب میں بھی لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ایک روز آپ نے سورہ والعصر کا وعظ فرمایا مسلمانوں کا مجمع کثیر تھا اور بعد ختم ہونے وعظ کے آپ نے مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں عام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جس سے زیادہ نہ ہو سکے تو چھوٹا ختم قرآن مجید کا روزانہ کر لیا کرے۔ اور اُس کی صورت یوں بیان فرمائی کہ اول سورۂ فاتحہ پھر الم ذٰلک الکتاب لاریب فیہ۔ مفلحون تک پھر آیت الکرسی پھر آمن الرسول الخ پھر آیت شہد اللہ الخ پھر قل اللھم مالک الملک الخ پھر آخر سورہ حشر پھر سورہ کافرون۔ سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ لیا کرے

چھوٹا ختم قرآن مجید کا

مداہنت سے نفرت

مداہنت سے آپ کو سخت نفرت تھی مریدوں اور طلبہ کو اکثر اسی کی نصیحت

کرتے ودّوا لو تدھن فیدھنون تم سُستی کروگے تو یہ بھی سُست ہوجائیں گے استقامت کے لئے سخت تاکید کرتے فاستقم کما امرت ۔ عبادت تھوڑی ہی کرو مگر ہمیشہ کرو اور عبادت شاقہ کو بفحوائے ان اللہ لا یمل حتی تملوا پسند نہ کرتے بلکہ تھوڑی عبادت اور تہجد پر مواظبت ومداومت کی تاکید فرماتے۔

استقامت کی تاکید
تھوڑی عبادت مداومت کے ساتھ بہتر ہے

ایک روز سنہ ۱۲۹۴ھ میں فرمانے لگے پچاس برس ہوئے بحمد اللہ تعالیٰ تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی۔ مگر دوبار ایک مرتبہ جب نہایت شدید بخار میں مبتلا ہوگیا تھا اور کئی دن بے ہوش رہا اور دوسری بار بھی ایسی ہی حالت میں قضا ہوئی جس کو صحت کے بعد میں نے پڑھ لیا۔

پچاس برس کی مدت میں نماز تہجد دوبار قضا ہوئی

کوئی شاگرد اگر اپنا ارادہ بیعت کا ظاہر کرتا تو فرماتے کہ "تم تو شاگرد ہی ہو یہی کافی ہے" اس کے بعد بھی اگر اصرار کرتا۔ تو آپ بیعت لے لیتے جس مجمع میں آپ کسی سے بیعت لیتے تقریباً جملہ حاضرین شریک بیعت ہوجاتے۔

شاگردوں کی بیعت

باب پنجم

اخلاق وعادات، مہمان داری، بے غرضی، فتوی نویسی، دیانت وامانت، دوستی، آزادی، حق گوئی، بے تعصبی، ہمت، راست بازی، محنت، جفاکشی، اسلامی حمیت، عورتوں پر شفقت، بچوں پر شفقت، شرفاء دہلی کے ساتھ برتاؤ، خاندان کی محبت، وطن کی محبت، اساتذہ کا ادب، مناظرات تلامذہ پر افسوس، انتقام کا خیال نہ ہونا، چشم پوشی، سازوسامان دنیا سے بے تعلقی، مخالفین کا اعتراف، خط اور خطوں کا جواب لکھنا، طرز تحریر آداب والقاب، کام کرنے کی ہدایت، شکریہ کے خطوط، مناسب مذاق صلاح، حسن اخلاق کی تاکید، پندونصائح، اخلاص، تشفی طلبہ وغیرہ وغیرہ، طلبہ کا خط لکھوانا، طلبہ کے ساتھ شفقت و

ہمدردی، درس میں مذاق، لڑکوں کا امتحان، علما کا
امتحان، مستقل مزاجی، پیشین گوئی، زندہ دلی، خوش
طبعی، شاعری کا مذاق، مرز بوم (سر سمیٹینس) کا اثر مزاج پر،

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق

اخلاق و عادات حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے ایک دن کسی تابعی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا حال دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضرتؐ کا اخلاق تو قرآن تھا۔

عادات میں اتباع سنت کی مشق

میاں صاحب کا خیال اتباع سنت کچھ عبادات ہی تک محدود نہ تھا بلکہ عادات میں بھی ایسی مشق و تمرین بہم پہنچائی تھی کہ وہ طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ بیٹھنے میں بیشتر احتبا کرتے چلنے میں ٹھیک وہی طرز جیسا کہ اونچی زمین سے نیچے اُترتے میں ہوتا ہے، وضع و انداز ایسے نرالے کہ ناواقف آدمی

وضع و انداز

کبھی باور نہ کر سکے کہ مولانا سید محمد **نذیر حسین** محدث دہلوی (جن کی عالمگیر شہرت محتاج بیان نہیں) یہی ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ یہی معنی ہیں کن فی الناس کاحد من الناس کے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں حضرت ابوبکر رضہ کے ساتھ پہنچے تو لوگوں نے پہچانا بھی نہیں کہ ان میں خادم کون ہے اور مخدوم کون۔ مگر جب چہرۂ مبارک پر دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر رضہ نے اُٹھ کر اپنی چادر سے سایہ کر لیا تب لوگوں کو مخدوم و خادم میں امتیاز ہوا۔

غرض عادات میں بھی مرتے دم تک **آپ** کا وہی انداز رہا ع

ہمہ دہر پُر ز خوباں منم و خیال شاہے

سب و شتم

سب و شتم غالباً **آپ** کی زبان مبارک سے کبھی کسی نے سنا ہی نہیں طلبہ جب بہت شوخی اور ہٹ دھرمی کرتے اور بہت غصہ ہوتے تو فرماتے۔
مردودو کم بختو۔ حدیث پڑھنے آئے ہو اور عمل حدیث کے مطابق نہیں۔
ماں انتظار میں ہو گی کہ بیٹا نذیر حسین سے چپڑاس لانے گیا ہے۔ بارہ برس پہلے آتے تو سمجھتے کہ گل دُم نہ پالا تم کو پالا اب تو ہم ہتیلی پر سرسوں جماتے ہیں۔

مہمان داری

میاں صاحب کا معمول تھا کہ آپ کے ہاں دہلی میں جو شخص تازہ وارد آتا اُس کی دعوت تین روز ضرور کرتے۔

مولوی سید عبدالعزیز عرف سید عزیز احمد فرخ آبادی لکھتے ہیں "جب میں دہلی جاتا تو میں خاص دستر خوان سے کھانا پاتا تھا اور میرے لئے اُس میں کچھ اضافہ بھی ہو جاتا اور گھر میں یہ بھی فرما دیتے کہ یہ لوگ پوربئے ہیں ان کے کھانے میں مرچ کم دینا زیادہ جھال ان لوگوں کو پسند نہیں۔

زیارت آخری کے لئے جب میں سنہ ۱۹۰۰ء میں حاضر ہوا تو کھانے کے وقت میں باہر چلا گیا تھا آپ دو مرتبہ ڈولی پر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عبدالعزیز کہاں ہیں؟"

شیخ محمد حسین صاحب کی دعوت

خاکسار کے پُرانے دوست جناب شیخ محمد حسین صاحب[1] مرحوم رئیس دربھنگہ فرماتے تھے "میں جب بہ تقریب سیر لکھنؤ ہوتا ہوا دہلی پہنچا تو میاں صاحب کی ملاقات کو گیا آپ مسجد سے گھر جاتے تھے ملاقات ہوتے ہی پوچھا؟ تم کہاں میں نے کہا کہ بہ تقریب سیر یہاں آیا ہوں مجھ سے معانقہ کیا اور واپس آکر مجھ کو بٹھا کر باتیں کرنے لگے اور فرمایا کہ میں ابھی آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک تشتری میں پان وغیرہ لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمانے لگے آج شب کو دال دلیا فقیر کی کھا لیجئے۔ الغرض میں بعد مغرب پہنچا آپ نے اپنے مکان میں کھانا کھلایا جناب مولانا شریف حسین صاحب مرحوم جناب میر شاہ جہاں صاحب مدظلہ جناب حافظ عبدالسلام صاحب سلمہ سب حضرات موجود تھے کسی کے ہاتھ میں بدھنا تھا کسی کے ہاتھ میں رکابی۔ المختصر دستر خوان بچھا۔ میں تھا اور مولوی عبدالودود مرحوم اور شیخ محمد علی میرے ساتھ تھے کھانا مختلف قسم کا ایسا مزہ دار تھا کہ میں ایماناً کہتا ہوں کہ میں نے ویسا کھانا نہ اُس سے پہلے کبھی کھایا تھا نہ اُس کے بعد کھایا حالانکہ لکھنؤ میں بھی میری دعوتیں وہاں کے متعدد رؤسا نے کی تھیں۔ مگر

[1] عمدہ کھانے کا شوق و ذوق صحیح رکھتے تھے اور حال میں انتقال کیا ۱۲

اُس کھانے کا مزا آج تک بھولا نہیں ہوں میں نے خیال کیا تھا کہ کسی رکابدار سے پکوایا گیا ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گھر ہی میں پکا ہے"

منشی محمد امیر صاحب مرحوم کی دعوت

ایک مرتبہ جناب منشی محمد امیر صاحب مرحوم عظیم آباد کے مقتدر رئیس جن کو کھانے اور کھلانے کا خاص مذاق تھا اور کھانے کے خصوص میں اُن کی تمیز مسند مانی جاتی تھی بلا اطلاع قریب ۱۱ بجے دن کے آپ کے مکان پر دہلی پہنچے۔ آپ نے اپنے مکان میں اُتارا اور گھر میں جاکر عورتوں سے کہہ آئے۔ منشی محمد امیر صاحب پٹنہ سے آئے ہیں اور کھانے کے شوقین ہیں چند چیزیں جو جلدی میں بن پڑیں اچھی پکا کر بھیج دو ایک گھنٹہ کے اندر منشی صاحب موصوف کے واسطے جو کھانا آیا تو اِتنے قسم کی چیزیں دستر خوان پر چنی گئیں کہ منشی صاحب کو سخت تعجب ہوا اور کہنے لگے کیا؟ حضور کو میرے آنے کی خبر آگے سے ہو گئی تھی کیوں کہ اس جلدی میں ایسا کھانا پکنا تو ممکن نہیں ہے آپ نے جواب میں فرمایا نہیں صاحب یہ آپ کی دعوت نہیں ہے دعوت تو شب کو ہو گی اس وقت جلدی میں کچھ عورتوں نے کچا پکا پکا لیا ہے منشی صاحب اُن کھانوں سے نہایت محظوظ اور متلذذ ہوئے اور کرات و مرات تعریف کی۔

میاں صاحب کی دعوت منشی محمد امیر صاحب مرحوم کے ہاں پٹنہ میں

ایک دفعہ میاں صاحب عظیم آباد تشریف لائے تو منشی صاحب مرحوم نے نہایت اہتمام سے بڑی پرتکلف دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھانے بافراط اس قدر تیار کئے گئے تھے کہ پچاس ساٹھ آدمی بھی کھا نہ سکے اور بہت سا کھانا نقصان ہو گیا میاں صاحب نے فرمایا کہ صاحبو گناہ بے لذت اسی کو کہتے ہیں۔

کھانے کی تمیز

میاں صاحب کی معمولی غذا تو وہی ستو، روٹی، سرکہ وغیرہ تھی جس کا بیان ہو چکا ہے مگر کھانے کے پہچاننے کا ایسا عمدہ مذاق رکھتے تھے کہ ہوشیار سے ہوشیار اُستاد باورچی کے تیار کئے ہوئے کھانے میں بھی اگر ذرا عیب رہ جاتا (جس کی تمیز اچھے اچھے شوقین کھانے والوں کو بھی مشکل سے ہوتی) تو ذرا سا چکھ کر فرما دیتے کہ اس میں یہ عیب رہ گیا ہے۔

فرخ سیر کی شادی اور دلی کی بربادی

ایک دن تذکرۃً فرمانے لگے دلی تو صرف ایک فرخ سیر کی شادی کے سبب سے

بگڑی جہاں یہ اہتمام تھا کہ ایک سال کے لئے حکم دے دیا گیا تھا کہ کسی مکان سے دھواں نہ نکلے نہ کوئی آدمی کھانا پکائے ہندوؤں کے لئے الگ اہتمام تھا اور مسلمانوں کے لئے الگ۔ شاہی کھانا تو ہر گھر میں باقراط جاتا ہی تھا اس کے ساتھ یہ حکم بھی تھا۔ کہ جس چیز کو جی چاہے شاہی باورچی خانے سے منگوا لے مثلاً کسی کا جی ستو کھانے کو چاہتا ہے کسی کا ساگ روٹی وغیرہ وغیرہ۔ غرض دنیا بھر کے کھانے ہر وقت ہر محلہ میں ہندوؤں کے لئے الگ اور مسلمانوں کے لئے الگ شاہی مہتمم تیار رکھتے تھے۔

میرزا مظہر جانجاناں قدس سرہ کی تمیز اور نفاست طبع

کھانے کی تمیز کے خصوص میں حضرت میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کرتے ایک حکایت بیان کی کہ "عبدالاحد خاں وزیر نے ایک روز لوزیں نہایت اہتمام سے تیار کرا کے میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کی خدمت میں بھیجی میرزا صاحب نے ایک لوزیں سے ذرا سا توڑ کر چبا کر تھوک دیا اور فرمایا کیا بیلوں کی سانی بھیجی ہے"

بے غرضی، فتوے نویسی

ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد صاحب (جو داماد ہیں میاں صاحب کے سالے مولوی عبدالقادر بن مولانا شاہ عبدالخالق علیہما الرحمۃ کے) فرماتے تھے

مسز لیسنس کی خدمت

کہ زمانہ غدر میں مسز لیسنس زخمی کو جس وقت میاں صاحب نے نیم جاں دیکھا تو بہت روئے اور اپنے مکان میں اُٹھا لائے۔ اپنی اہلیہ اور عورتوں کو اُن کی خدمت کے لئے نہایت تاکید کی اُس وقت دیوار درمیان باغیوں کی فوج قبضہ کئے ہوئے تھی اگر ذری خبر بھی لگ جاتی تو آپ کی بلکہ سارے خاندان کی جان بھی جاتی اور خانماں بربادی میں بھی کچھ دیر نہ لگتی اُس وقت آپ نے محض بے غرضانہ حسبۃً للہ اُس کی خدمت کی۔ علاج کیا اور بعد قائم ہو جانے امن کے بحالت تن درستی اُس کو انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کا نتیجہ خدا کی طرف سے یہ ہوا کہ آپ اور آپ کے متوسلین سب کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے امن وامان کی چٹھی ملی۔ چنانچہ انگریزوں کے تسلط کے بعد

جب سارا شہر غارت کیا جانے لگا تو آپ کا محلہ صرف آپ کی بدولت محفوظ رہا"

مولوی عبد الحمید سوہدروی حافظ عبد المنان صاحب کا ایک سفارشی خط لے کر دہلی پہنچے اُس خط میں مکرر سہ کرر عرض کی گئی تھی کہ ان کی تعلیم کی جانب حضور توجہ خاص مبذول فرماویں آپ نے ایک طالب علم کی طرف اشارہ کیا کہ اس خط کو پڑھ کر سناؤ۔ مکرر مضمون سفارش کو سُن کر آپ نے فرمایا مصرع

بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

فتووں کی نقل اگر رکھی جاتی تو چار عالمگیری سے زیادہ ہوتی

آپ نے کتنے فتوے لکھے اور کتنے استفتا کا جواب لکھا اس کا حصر صحیح قریباً ناممکن ہے۔ ستائیس۲۷ برس اپنی وفات سے پہلے ایک روز عند التذکرہ فرمانے لگے کہ میرے سارے فتووں کی نقل اگر رکھی جاتی تو کم سے کم چار فتاوی عالمگیری کے برابر تو ہوتی مگر پہلے اس کا خیال کسی نے نہیں کیا اب میاں شریف حسین نقل رکھنے لگے ہیں۔

خاکسار مصنف کہتا ہے کہ اس ستائیس برس کے زمانہ میں بھی آپ نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں فتوے لکھے ہوں گے جن میں سے بیشتر فتووں کی نقل حافظ عبد السلام (آپ کے پوتے) کے پاس مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غالباً موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو توفیق دے

فتاویٰ نذیری

کہ جہاں تک آپ کے فتوے دستیاب ہوسکیں اُن کو جمع کرکے فتاویٰ نذیری کے نام سے چھپوادے۔

اصول فتویٰ نویسی

آپ نے اپنے فتویٰ نویسی کا اصول یہ رکھا تھا کہ محض بے غرض فتوے لکھتے کسی کی مطلق رورعایت نہیں کرتے اور نہ کبھی کسی سے اس کا کسی قسم کا صلہ لیتے یا کوئی پیشکش قبول کرتے اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ سے کسب معاش کرنے کو نہایت معیوب خیال کرتے اور اُن لوگوں کو نہایت ہی حقارت انگیز نگاہ سے دیکھتے جنھوں نے فتویٰ نویسی کو ذریعہ معاش بنایا ہے ان کی نسبت اکثر فرماتے کہ ان کو دو روٹیاں (دو روپئے) دو جو چاہو لکھ والو۔

اور اگر کوئی شخص کسی پیرائے سے اپنے موافق فتویٰ کا جواب لکھوانا چاہتا

فتوےٰ کے جواب میں کسی کی خاطر نہیں کرتے

تو صاف کہہ دیتے کہ اسی لئے تو میں نے کسی کی نوکری نہیں کی۔

ایک شخص نے استفتا کا جواب لینے کے بعد کچھ روپئے آپ کے ہاتھ میں دئے آپ نے فوراً روپیوں کو پھینک دیا اور خفا ہو کر فرمانے لگے کہ تو مجھ کو رشوت دینے کے لئے آیا ہے اُس نے معذرت کے بعد عرض کیا فتوئے کی اُجرت نہیں ہے بلکہ یوں ہی پیشکش کیا ہے آپ نے فرمایا اَور بھی کبھی تو مجھ سے ملا تھا اور کچھ دیا تھا آخر آپ نے اُن روپیوں کو نہیں قبول کیا اور اس کو واپس لے جانا ہی پڑا۔

روپیہ نہیں لیا

دیانت داری اور امانت داری

فتوے نگاری میں آپ جس دیانت سے کام کرتے اُس کا حال تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا۔

محلہ والے اور سفر جانے والے اکثر اپنی چیزیں اور روپئے آپ کے پاس امانت رکھ جاتے اور جس طرح وہ دے جاتے اُسی طرح آپ رکھ دیتے اور جتنے دنوں کے بعد جب آکر طلب کرتے تو ہو بہو لاکر دے دیتے۔

ایک سوا سی روپیوں کی چوری اور ادا کاری

ایک واقعہ مجھ کو یاد ہے کہ ایک سپاہی پنجابی ایک سو اسی روپیہ دو مہینے کے وعدہ پر آپ کے پاس امانت رکھ کر باہر چلا گیا جب اُس کے آنے کا زمانہ قریب ہوا تو کسی نے ایک دن صندوق توڑ کر سب روپئے نکال لئے آپ نے جب بکس کو ٹوٹا ہوا پایا تو سخت تشویش ہوئی بالآخر آپ نے کسی طرح اُس کے آنے سے قبل ایک سو اسی روپیہ کا بندوبست کر کے رکھا اور آنے کے ساتھ فوراً دے دیا بلکہ اس واقعہ کی اُس کو خبر تک نہ دی۔

دوستی اور دوستوں کے ساتھ برتاؤ

حافظ قاری فیض کا واقعہ

حافظ قاری ابوالخیر فیض محمد مرحوم (جو شاگرد تھے قاری کرم اللہ دہلوی کے

ع کتب فقہ میں قاضی کے لئے قبول ہدیہ ایسے شخص سے جائز لکھا ہے جس سے یہ رسم پہلے سے جاری ہو ورنہ نہیں۔ ولا یقبل ہدیۃ الا من ذی رحم محرم او ممن جرت عادتہ قبل القضاء بالمهاداۃ ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۸ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲

اور وہ شاگرد تھے حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ العزیز کے) کو میاں صاحب نے قرآن سنایا تھا۔ اور قرائت بھی اُن سے سیکھی تھی چنانچہ سند قرآن مجید آپ اُنہیں کے واسطے سے دیتے تھے[ع٥] اور قاری فیض نے بھی کچھ میاں صاحب سے پڑھا تھا غرض دونوں ایک دوسرے کے شاگرد اور دوست تھے۔ قاری فیض نواب باندہ کے ہاں نوکر تھے اور فن قرائت میں مسلم الثبوت اُستاد مانے جاتے تھے اُن کی ملازمت کی مدتوں بعد قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی بھی نواب باندہ کی سرکار میں ملازم ہوئے مگر چونکہ قاری فیض ملازم قدیم تھے اور ایک فنی اُن کا مشاہرہ زیادہ تھا اور قاری عبدالرحمٰن کا کم۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب کو یہ خیال رہتا کہ یہ صرف قاری ہے اور اس کا مشاہرہ زیادہ ہے اور میں مولوی بھی ہوں اور قاری بھی اس لئے اُن سے اور قاری فیض سے باوجودیکہ یہ نابینا تھے چشمک چلنے لگی۔

قاری عبدالرحمٰن کا حملہ قاری فیض پر اُنیس سوالات علم قرأت کے پیرایہ میں قاری فیض کا جواب

ایک روز قاری عبدالرحمٰن صاحب نے اُنیس[۱۹] سوالات متعلق علم قرأت کے لکھ کر نواب باندہ کے حضور میں پیش کئے کہ حضور قاری فیض سے اس کے جواب لکھوا دیں۔ نواب صاحب نے قاری فیض کو وہ سوالات دیے کہ آپ اِس کا جواب لکھوا دیجئے قاری فیض نے سوالات کو سن کر کہا کہ "میں سوال و جواب نہیں جانتا میں پڑھنا جانتا ہوں جس کو قرأت کا دعویٰ ہو میرے سامنے پڑھے اور مجھ سے سُنے" مگر نواب باندہ چوں کہ قاری فیض کو چاہتے بہت تھے اور مسلم الثبوت قاری بھی جانتے تھے۔ اس خیال سے کہ اس اندھے کی آنکھ کسی موقع پر نیچی نہ ہو جواب کے لئے اصرار کیا۔ قاری فیض نے یہ کہہ کر کہ "اچھا کوئی لکھنے والا ملے گا تو جواب لکھوا دوں گا" سوالات اپنی جیب میں رکھ لئے

قاری فیض کا بنارس آنا

نواب باندہ بنارس آتے تھے قاری فیض کو بھی ساتھ اپنے لیتے آئے بنارس میں ایک روز نماز صبح کے بعد قاری فیض نے اپنے قائد سے کہا کہ وہ مجھے سرائے جل

ع٥ مولوی ابو ابراہیم پٹنی مدراسی کی سند میں لکھتے ہیں "اما القرآن المجید فقد قرأتہ علی الحافظ القاری فیض محمد سرہندی وہو قرأ علی المولوی کرم اللہ الدہلوی وہو قرأ علی الشاہ عبدالقادر الدہلوی وہو قرأ علی ابیہ الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی" ۱۲

میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ میرے اُستاد آئے ہیں اور سرا میں ٹھیرے ہیں" قائد بھی میاں صاحب سے واقف تھا اُس نے جواب دیا کہاں دلی کہاں بنارس آپ خواب بھی بے جوڑ دیکھتے ہیں اس پر قاری فیض نے جھڑک کر کہا کہ "میرا خواب جھوٹا نہیں ہوتا" قائد سرا کی طرف لے چلا جب بنارس کی سرا میں پہنچے تو میاں صاحب نے دیکھا کہ قاری فیض چلے آرہے ہیں لپک کر ہاتھ پکڑ لیا سلام علیکم کے اور مصافحہ کے بعد میاں صاحب نے پوچھا ارے اندھے تو کہاں؟ قاری فیض نے جواب دیا نواب باندہ کے ساتھ آیا ہوں اور وہ سوالات کا کاغذ نکال کر دیا کہ اس کا جواب لکھ دو میاں صاحب نے اُنیسوں سوالات پڑھے۔ دیکھا کہ سارے سوالات اتقان کے ہیں اور جواب بھی اُن کے اتقان ہی میں موجود ہیں میاں صاحب کو اتقان ساری ازبر تھی فوراً جواب لکھ کر قاری فیض کو دے دیا اور پوچھا کہ "یہ سوالات کس نے لکھے تھے"؟ قاری فیض نے کہا مولوی عبدالرحمن پانی پتی نے میاں صاحب نے کہا ارے وہ ہمارا پرانا یار نہایت غصہ ور آدمی ہے سنے گا تو تجھ سے بگڑ جائے گا۔ خیر اب تو لکھ چکا مگر میرا نام ظاہر نہ کرنا اور نواب باندہ کو بھی میرے یہاں آنے کی خبر نہ دینا قاری فیض وہ جواب لئے ہوئے خوش خوش نواب صاحب کے پاس پہنچے اور جیب سے کاغذ نکال کر نواب صاحب کو دیا کہ سوالات کے جواب لیجئے۔ نواب باندہ چوں کہ خود حافظ اور قاری تھے اور اس فن کے ساتھ کمال دلچسپی رکھتے تھے یہاں تک کہ اپنی فوج میں صرف حافظوں اور قاریوں کا ایک رسالہ تیار کیا تھا۔ علاوہ اس کے ہر وقت اُن کے دربار میں علما کا مجمع رہتا تھا۔ جواب کو سُن کر علما نے بھی بڑی تعریف کی اور نواب صاحب بھی بہت خوش ہوئے اور پوچھا کہ "یہ جواب کس نے لکھا ہے؟" قاری فیض نے کہا کہ "میرے اُستاد نے"۔ پوچھا کون اُستاد کہا مولوی نذیر حسین دلی والے پوچھا وہ یہاں کہاں۔ کہا سرا میں تو ہیں نواب صاحب نے فوراً پالکی اپنے ممتاز مصاحبین اور قاری فیض کے ساتھ سرا میں بھیجی کہ جس طرح ہو اُن کو یہاں لے آؤ بالآخر قاری صاحب زبردستی

قاری فیض اور میاں صاحب سے بنارس میں ملاقات

قاری فیض نے اُنیسوں سوالات میاں صاحب کو دئیے میاں صاحب کو پوری اتقان حفظ تھی سوال و جواب اتقان میں مذکور تھے

میاں صاحب کے لکھے ہوئے جواب کی نواب باندہ اور علما نے بڑی تعریف کی

نواب باندہ نے میاں صاحب کو باصرار بلایا

میاں صاحب کو سرائے پکڑ کر پالکی میں بٹھا کر لے گئے نواب صاحب نے بڑے تپاک سے ملاقات کی اور باندہ چلنے کے لئے اصرار شدید کیا۔ رمضان کا تھا مہینہ میاں صاحب نے فرمایا کہ "مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب بعد نماز عید بارادہ ہجرت مکہ معظمہ جانے والے ہیں اور میں اپنے وطن سورج گڈھ سے دوڑا دوڑ ان کو رخصت کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میں کسی طرح ایک دن بھی کہیں ٹھیر نہیں سکتا۔

شاہ اسحٰق صاحب کی ہجرت اور میاں صاحب کی معذرت

نواب صاحب بھی باندہ واپس جانے والے تھے اور گاڑیوں پر اسباب روانہ کیا جا رہا تھا۔ قاری فیض نے بلا اطلاع میاں صاحب کے آپ کا اسباب باندہ روانہ کر دیا مجبوراً آپ کو نواب کے ساتھ باندہ جانا پڑا اور وہاں نواب صاحب نے بہت اصرار سے کہا کہ بعد نماز عید آپ دہلی جائیں مگر میاں صاحب نے اپنے شفیق استاد شاہ محمد اسحٰق علیہ الرحمۃ کی آخری ملاقات کی دُھن میں کچھ نہ سنا اور دوسرے ہی دن باندہ سے روانہ ہو گئے۔

قاری فیض بہ بندش میاں صاحب کو باندہ لے گئے

نواب باندہ کا اصرار نماز عید کے لئے۔

نواب باندہ نے جب قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو وہ جواب دے دیا اور ان کو معلوم ہوا کہ یہ جواب میاں صاحب نے لکھے ہیں تو آپ سے ایسے رنجیدہ ہوئے کہ تمام عمر صاف نہ ہوئے۔

قاری عبدالرحمٰن کو جب معلوم ہوا کہ جواب میاں صاحب نے لکھے ہیں تو ایسے کشیدہ ہوئے کہ تمام عمر صاف نہ ہوئے

ایک دن کا ذکر ہے کہ قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مسجد میں میاں صاحب کے آئے اور دوسری جانب رخ کر کے پوچھنے لگے مولوی عبدالرب صاحب (میاں صاحب کے سالے) کہاں ہیں؟ میاں صاحب نے لپک کر قاری صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ عبدالرب کل کا لونڈا جس کو میں نے مار مار کر پڑھایا ہے اُس سے تم سے کہاں کی ملاقات زمانہ طالب علمی میں ہم اور تم سات برس تک ایک حجرے میں رہے اس کا کچھ خیال نہیں اور آج مولوی عبدالرب صاحب پوچھے جاتے ہیں۔ آخر قاری صاحب کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھلایا اور بے تکلفانہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے۔

قاری عبدالرحمٰن اور میاں صاحب کی بے تکلفانہ ملاقات

یہ تھا برتاؤ آپ کا دوستوں کے ساتھ۔ قاری فیض کی طرف سے جو جواب لکھ دیا وہ بھی دوستانہ اور قاری عبدالرحمٰن سے جس طرح ملے وہ بھی مخلصانہ

قاری فیض اور قاری عبدالرحمٰن دونوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ

مولوی زین العابدین مرحوم کی یاد

سید عبد العزیز فرخ آبادی لکھتے ہیں۔ "میں الہ آباد سے جب دہلی جاتا تو فرماتے۔ بھائی تمھارے آنے سے مولوی زین العابدین مرحوم یاد آجاتے ہیں اور اپنی طالب علمی کے مزے اُس وقت سامنے ہو جاتے ہیں جن کو ساٹھ ستر برس کا زمانہ ہوا۔

آزادی حق گوئی

رسول خدا سے بڑا کوئی نہیں

آپ جب کوئی حدیث صحیح بیان فرماتے اور کوئی شخص اُس کے معارض کسی ائمہ مذہب کا قول پیش کر دیتا تو برہم ہو کر فرماتے۔ سنو یہ بزرگ ہم سے بڑے میرے باپ سے بڑے دادا سے بڑے مگر رسول خدا سے بڑے نہیں ہیں۔

بے تعصبی

آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی شخص آپ کے خلاف میں تقریر کرتا اور وہ حق پر ہوتا تو فوراً تسلیم کر لیتے اپنے منصب اور مشیخت کی ذری پروا نہ کرتے چنانچہ مولوی سید عبد العزیز[ع۵] عرف عزیز احمد کو ایک خط میں لکھتے ہیں

ابو داؤد پر بحث اور اپنی غلطی کا اقرار

"تم نے مجھ سے ایک مرتبہ سنن ابو داؤد پر بحث شدید کی اور میرا کہنا نہ مانا۔ تیسری مرتبہ مجھے تمھارا راضی کرنا پڑا اس واسطے کہ تم بر سر حق تھے اور تم نے بات بھی سلف صالح کے مطابق پیدا کی تھی"

مولوی یار علی مرحوم ساکن بارو ضلع ترہت کا ذکر خیر

میاں صاحب اکثر نہایت حسرت انگیز لہجہ میں فرماتے۔ خدا پیادوں سے وہ کام لیتا ہے جو شہسواروں سے نہیں ہو سکتا ورنہ آج مولوی یار علی بارو ضلع ترہت والے (جو مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب کے شاگرد رشید تھے) اگر دہلی میں بیٹھکر درس دیتے تو اُن کے سامنے کس کا چراغ جل سکتا! مگر افسوس کہ خدا نے پورنیہ میں اُن سے وکالت کرائی۔

ع۵ یہ شاگرد ہیں شمس العلما مولوی امیر احمد مرحوم سہسوانی کے اور وہ شاگرد تھے اپنے والد مولوی امیر حسن مرحوم کے جن کو میاں صاحب نے متبنیٰ کیا تھا اور اُن کی تعلیم منطق۔ معقول فلسفہ۔ فقہ۔ حدیث اور تفسیر وغیرہ کی ابتدا سے انتہا تک اور تربیت بھی خود کی تھی۔ شاگرد در شاگرد در شاگرد کے مقابلہ میں یہ بے تعصبی انتہائے کمال ہے ۱۲

ہمّت

رد تقلید میں مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شہید رحمہما اللہ کی تحریریں

اِس میں شک نہیں کہ رد تقلید میں تحریریں لکھیں جناب شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ محدث دہلوی نے مگر اُس زمانہ میں مطابع کے نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی اشاعت آسان نہ تھی اس لئے اُن تحریروں نے عملی صورت اُس وقت اختیار نہیں کی۔

جناب مولانا اسمٰعیل شہید نے رسالے بھی لکھے اور خود آمین بالجہر ورفع الیدین علانیہ بھی کرنے لگے مگر چوں کہ وہ سکھوں سے جہاد کرنے میں مشغول ہو گئے اس لئے تقلید کا رواج عام طور پر جس طرح سے پہلے تھا اُسی طرح رہا عملاً وعلماً بلکہ خاص علما بھی مقلد ہی رہے میاں صاحب کے عمل بالحدیث شروع کرنے تک فتوے فقہ و فتاوی کی کتابوں سے لکھے جاتے تھے۔ اور انہیں کتب متداولہ کا حوالہ دیا جاتا تھا میاں صاحب نے جب معیار الحق لکھی اور اصولاً تقلید اور اُس کے بیشتر مسائل کو توڑ دیا اُس وقت سے تقلیدی خارزار کی صفائی علماً اور عملاً ہونے لگی۔ اب فتوی نویسی نے بھی جامہ بدلا یعنی بجاے اس کے کہ تقلیدی جواب لکھا جاے تحقیقی جواب لکھا جانے لگا

معیار الحق کی تصنیف کے بعد فتوی نویسی نے جامہ بدلا

علما اور عوام نے کوئی دقیقہ مخالفت کا اُٹھا نہ رکھا۔ وہابی معتزلی لامذہب اور کافر وغیرہ وغیرہ کا پل باندھ دیا۔ مگر نہایت ہی بودہ ناقابل عبور۔ بحث و مناظرے کی کوئی حد نہ رہی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جنگ میں جب تک اوزار برابر کے نہ ہوں لڑائی جاری نہیں رہ سکتی۔ علماء مخالفین نے بھی اب قرآن و حدیث کے اوزار سے کام لینا چاہا مگر نومشقی کے سبب ٹھیک طور پر استعمال نہ کر سکے۔ میدان تو میاں صاحب اور اُن کے سپاہیوں کے ہاتھ رہا مگر شکست خوردہ جنرلوں کو جو فائدہ شکست سے اُٹھانا چاہیے تھا وہ اُن کو ضرور پہنچا یعنی اپنے نقصانات اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔ اور قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ یا اہل حدیث ہو گئے یا متعصب نہ رہے الا ماشاء اللہ۔

بحث و مناظرہ کی حد نہ رہی

مخالفین نے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

میاں صاحب کی فتح کامل

میاں صاحب ہی کی ہمت تھی جنھوں نے تن تنہا اس عظیم الشان کام کو شروع کیا اور ایسی فتح کامل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ممالک حدیث کو نہایت ہی وسیع، سرسبز اور شاداب چھوڑا۔

مولوی عبید اللہ صاحب کی تحریر

مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم اپنی کتاب تحفۃ الاخوان کے صفحہ ۱۴ مطبوعہ مطبع فاروقی میں لکھتے ہیں "میں نے ایک مرتبہ کئی مسئلے مولوی مظفر حسین صاحب سے پوچھے تو وہ مجھ کو اپنے ساتھ سہارن پور لے گئے کہ ان مسائل کا جواب مولانا سعادت علی اور مولانا حافظ احمد علی صاحبان سہارن پوری سے لکھوا دوں گا۔ ایک مسئلہ کے جواب کی نسبت مولوی سعادت علی نے فرمایا

مولوی سعادت علی صاحب کی رائے

اس کام کی ہمت اللہ جل شانہ نے مولوی **نذیر حسین** صاحب ہی کو دی ہے"

مولوی احمد علی صاحب کا اقرار عجز

اور ایک دن مولانا حافظ احمد علی صاحب کی خدمت میں بعض مسائل تقلید میں گفتگو ہو رہی تھی فرمانے لگے اِن مسائل میں ہم کو مولانا **نذیر حسین** صاحب کی بات کا جواب نہیں آتا اُن کے جواب میں ہم چپ ہو جاتے ہیں۔

راست بازی اور صداقت

ہندوستان دار الحرب نہیں، غدر غدر تھا نہ جہاد

اس کی نسبت اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ **آپ** جو کہتے تھے اُس کو کر کے دکھا دیتے تھے اور اس طرح نظیر قائم کرتے تھے۔ ہندوستان کو دار الامن سمجھنا غدر میں جہاد کے فتویٰ پر دستخط و مہر نہ کرنا، بہادر شاہ کو سمجھانا کہ انگریزوں سے جنگ مناسب نہیں ہے، یہ سب **آپ** کی راست بازی کی دلیلیں ہیں جو نازک وقتوں میں **آپ** سے ظہور میں آئیں۔

معیار الحق کی اشاعت

سب سے زیادہ قابل غور "معیار الحق" کی اشاعت بہ نفس نفیس ہے کیوں کہ محمد شاہ پنجابی (**میاں صاحب** کے شاگرد تھے اور چار برس کے قریب ملازم خدمت رہے تھے) نے رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین۔ اور ایضاح الحق الصریح" مصنفہ مولانا اسمٰعیل شہید کی تردید میں "تنویر الحق"

نام ایک رسالہ لکھ کر نواب قطب الدین خان مرحوم کی طرف سے شائع کیا۔
میاں صاحب نے جب اُس رسالہ کو دیکھا تو فوراً سمجھ گئے کہ یہ چالاکی
محمد شاہ کی ہے ؎

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را		تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

کہاں بھولے بھالے نواب صاحب اور کہاں یہ معرکۃ الآرا اور محط الانظار اصولی مسائل۔ معہذا آپ نے کتاب ”معیار الحق“ لکھی جس میں تنویر الحق کے مغالطات اور غلطیوں کو ایسا واشگاف طور پر ظاہر کر دیا کہ کوئی اصولی بشرطیکہ اصول فقہ میں فی الواقع مہارت تامہ اور دستگاہ کامل رکھتا ہو اُس کی مخالفت کر ہی نہیں سکتا اور خود اپنی طرف سے اور اپنے نام سے اس کتاب کو آپ نے شائع کیا۔ حالاں کہ ایسے موقع میں آپ کی جگہ طبقہ علما میں سے کوئی دوسرا نام بر آور دہ شخص اپنے شاگرد کے مقابل میں جس نے چار برس تک کفش برداری کی ہو اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ کسی شاگرد ہی کی طرف سے شائع کراتا۔ اور اس کو مخاطب صحیح ٹھیرانے میں نہایت ہی ہتک اپنی خیال کرتا۔ خصوصاً اُس حالت میں جب کہ نواب قطب الدین خان مرحوم ہم سبق مخاطب صحیح موجود تھے گو کہ وہ حقیقی نہ ہوں مگر یہ آپ کی محض راست بازی اور صرف صداقت ہی صداقت تھی۔ جو کہ دودمان سیادت سے اباً عن جدٍ وراثتاً پہنچی تھی۔

قرأۃ فاتحہ کے لئے مباہلہ

قرأۃ فاتحہ اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام کو آپ واجب سمجھتے تھے اور جب اس کے وجوب پر تقریر کرنے اور سمجھانے لگتے پھر اُس وقت کوئی شخص ہٹ دھرمی سے خلاف میں گفتگو کرتا تو براہ صداقت جبلی فوراً مباہلہ کے لئے آمادہ ہو جاتے۔

محنت وجفاکشی

جس میت کی خبر آپ کو ہوتی چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اُس کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ میں ضرور شریک ہوتے جس کی شکایت

سب سے زیادہ طلبہ کو تھی کیوں کہ اکثر اُس دن سبق ناغہ ہو جاتا تھا۔
کوئی شخص دعوت شہر کے دور دراز حصہ میں کرے چاہے امصار و بلاد و قرائے دور دست میں بُلائے آپ اپنے نفس پر تکالیف شدید اُٹھا کر ضرور جاتے اور فرماتے لو دعیت الی کراع لاجبت۔
فتاوی مشکلہ جس کا جواب شاگردوں سے نہ ہو سکتا رات کو نماز تہجد کے بعد اُس کا جواب خود لکھتے اور وہ فتوے ورق دو ورق کے تو ہوتے نہ تھے بلکہ ایک جز سے لے کر چار پانچ جز تک کے رسالے ہوتے۔
ایک مرتبہ مولانا شیخ محمد صاحب ساکن مچھلی شہر نے میاں صاحب سے عرض کیا میاں صاحب؟ آپ کی سی جفاکشی مولوی شریف حسین صاحب میں نہیں ہے جواب میں آپ نے فرمایا ابن اخت القوم منھم جس کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے ننہیال والے بھی تو جفاکش نہیں ہیں۔

اسلامی حمیت

قرآن وکتب احادیث کو اگر کوئی طالب علم ہاتھ میں لٹکا کر لے چلتا تو بہت رنج ہوتے اور فرماتے "تم کو اگر کوئی آدمی کان پکڑ کر اس طرح ہاتھ میں لٹکا کر لے چلے تو تم کو اچھا معلوم ہوگا؟"
خاکسار کہتا ہے کہ کتاب کو آدمی پر قیاس کرنا ہر چند قیاس مع الفارق ہے مگر غایت حمیت اسلامی کے سبب آپ دیکھ نہ سکتے کہ کوئی کُتب دینیہ کو اس طرح لے چلے جس سے اُس کی عظمت میں فرق آئے۔

عورتوں پر شفقت

مولوی سید عبدالعزیز صمدنی فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں "اپنی عفیفہ سلمہا اللہ تعالے کو میری دعا کہنا اور نصائح میری جانب سے اتباع کتاب وسنت کی کرنا۔ وہ ایک عالم درویش کی بیٹی ہے اُس میں تم سے زیادہ رجوع و میل خاطر ہوگا۔ اُس کو کسی وقت مکدر نہ کرنا"

بچّوں پر شفقت

چھوٹے بچے محلہ کے آپ کو یوں تو ہمیشہ دق کیا ہی کرتے تھے کہ آپ تو پڑھانے میں مصروف ہیں اور دو چار بچے لپٹے ہوئے تقاضا کر رہے ہیں میاں صاحب میری کشتی دیکھو پیسے دو اور آپ تنگ آ کر فرماتے کہ اچھا لڑ لے لڑ او ربعد کشتی کے پیسے ایک دو انعام میں دیتے۔

لڑکوں کی کشتی اور انعام

یہ لونڈے دھوکا دیدے کر افطاری مکرّر سہ کرّر لیتے رمضان میں جب آپ افطاری تقسیم کرنے بیٹھتے تو انہیں چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پہلے دیتے یہ سب روزے دار تو تھے ہی نہیں جھٹ پٹ کھا کر دوسری جانب سے ایک آ کر کہتا میاں صاحب مجھ کو نہیں ملی ہے مجھ کو دو دوسرا جس کے مُنہ کا لُقمہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے پکار کر کہتا نہیں میاں صاحب وہ پا چکا ہے میں نے نہیں پائی ہے مجھ کو دو آپ ہنستے اور دوبارہ پھر اُن سب کو دیتے۔

لڑکوں کا دھوکا

بچّے تماشا یہ کرتے کہ کریما مامقیماں بغل میں دابے آتے اور کہتے میاں صاحب مجھ کو سبق پڑھا دو (اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب نے اوائل میں صرف، نحو، بیان، معانی، منطق، معقول، فلسفہ، اصول فقہ اور فقہ کا درس ایک مدت مدید تک دیا تھا مگر اب تو پچاس ساٹھ برس کے پہلے سے اپنے ذمہ صرف قرآن و حدیث اصول حدیث اور ھدایہ کو خاص کر لیا تھا) بااں ہمہ آپ بچوں کو کریما مامقیماں کے پڑھانے سے بھی انکار نہ کرتے اور کہتے اچھا پڑھ وہ کتاب کو چٹائی پر رکھ دیتا اور آپ کتاب کے قریب جھکے ہوئے اُس کو ہجّے کراتے اور پڑھاتے تھے۔

کریما مامقیماں پڑھانا

آج کوئی صاحب ارباب علم میں ایسے ہیں جو اس طرح کریما مامقیماں پڑھانے کو اپنے لئے باعث ہتک نہ خیال کریں۔

سولانا مولوی ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ رئیس ڈیانواں وفات سے چار مہینے قبل اپنے چھوٹے لڑکے حافظ ایوب (جو اُس وقت قرآن حفظ کر رہا تھا) کو لے کر دہلی گئے اور میاں صاحب کے حضور میں پیش کیا

حافظ ایوب خلف مولانا شمس الحق سے قرآن سننا

لب کی حرکت سے غلط اور صحیح کا اندازہ کرنا لقمہ دینا ایک روپیہ انعام

آپ اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے اور قرآن سُنانے کو کہا شیخ کو باوجود کہ ثقل سماع بہت ہو گیا تھا باایں ہمہ وہ لب کی حرکتوں سے غلط اور صحیح کا اندازہ کر کے برابر لقمہ دیتے جاتے تھے اِس کا نام ہے ملکہُ راسخہ۔ بعد اِس کے نہایت شفقت کے ساتھ اُس بچّے کو ایک روپیہ انعام دیا جواب تک مولوی شمس الحق صاحب کی تحویل میں محفوظ ہے اور بالاستحقاق اُس کو میرے پاس رہنا چاہئے۔

مولوی سید عزیز احمد عرف سید عبد العزیز فرخ آبادی لکھتے ہیں "میں ۱۹۰۰ء میں دہلی گیا تھا یہ گویا آخری فیضیاب ہونا تھا۔ میرے ساتھ میرے بیٹے سب تھے آپ اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آغا سید عبد الغفار جو سب سے چھوٹا تھا قرآن حفظ کرتا تھا۔ وہ بمقتضاے طفولیت حضرت کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔ آپ نے فرمایا ابے دیکھتا کیا ہے جب تیرے بھی دانت نہ ہوں گے اور ہم سا ہو جائے گا تو ایسا ہی بڈھا ہو جائے گا۔

ایک لڑکے کا پنکھا جھلنا اور پیسہ پاتے ہی چل دینا

ایک لڑکا روزانہ آکر تھوڑی دیر تک پنکھا جھلتا جب آپ اُس کو کچھ دینے کے ارادہ سے ہاتھ جیب کی طرف لے جاتے تو وہ دیکھتا رہتا اور پنکھے کو سُست کرتا جاتا جہاں آپ نے اُس کو کچھ دیا کہ پنکھا پھینک کر چل دیتا آپ ہنس کر اور آہ سرد کھینچ کر فرماتے اعطےٰ کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ۔

شرفاء دہلی کے ساتھ برتاؤ

مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہ کے صاحبزادے

مولانا شاہ رفیع الدین قدس اللہ سرہٗ کے ایک صاحبزادے تھے جو خورجہ میں رہتے تھے۔ ہر چند علم کی دستگاہ اُن میں بہت کم تھی مگر دہلی اکثر آتے اور میاں صاحب سے ملاقات کرتے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب وہ درمسجد میں داخل ہوتے تو میاں صاحب اُن کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے اور یہی انداز میاں صاحب کا تھا مفلوک شاہزادگان مغلیہ کے ساتھ بھی۔ اور عموماً دلی والوں کے ساتھ آپ کا وہی برتاؤ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے ساتھ برتتے تھے وفات کے تیس چالیس برس آگے سے

مفلوک شاہزادگان مغلیہ

آپ کے عزیز و اقارب اور اکثر اہل وطن نے اصرار کیا کہ حضور دہلی میں بہت رہ چکے اب وطن میں چل کر قیام کریں تاکہ ہم لوگ بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوں مگر آپ نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم کے مسند خلافت کو چھوڑنا منظور نہ کیا اور بالآخر جن کے حقیقی جانشین تھے انہیں کی سرزمین میں مرنے اور گڑنے کو ترجیح دی ؎

اہل وطن کا اقامت وطن پر اصرار

عاقبت فردِ تو در کوئیت بمرد	ازوفائے جاں نثاراں باد باد

خاندان کی محبت

اپنے کنبے کو ہمیشہ ساتھ رکھا

میاں صاحب کے صرف ایک صاحبزادے مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم تھے اور ایک بیٹی سید شاہ جہاں صاحب مدظلہ کی اہلیہ **آپ** نے بیٹے اور بیٹی دونوں کو تمام عمر اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ پوتے پوتیوں اور ناتی نتنیوں کو بھی کبھی جدا نہ کیا۔ بدرالاسلام ناتی کا نام تھا۔ جب اُس نے وفات پائی۔ تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ کیوں کہ وہ نانا سے بہت ملا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک خط میں مولوی محمد شمس الحق صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔ ”از حادثۂ جانکاہ انتقال قرۃ العین بدرالاسلام چہ گویم وچہ نویسم نہ جائے ستیز نہ پائے گریز انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

بدرالاسلام کا انتقال

کون سا دل تھا کہ شیشہ کی طرح چور نہ تھا	غمزدہ سینہ برشتہ دلِ رنجور نہ تھا
وادیٔ حزن وملالت میں وہ مغمور نہ تھا	نشۂ حیرت وبے تابی میں مخمور نہ تھا
می رود سطح زمیں از تہِ پائم امروز	شائد آں روز قیامت شدہ قائم امروز

؎

دلِ ناکامی دل شاد کہ ناشادم کرد	خانۂ رنج وغم آباد کہ بربادم کرد

والدین او بر بستر ناکامی مردہ وار لیل ونہار سوگوار بے قرار اُفتادہ می مانند گاہے بے ہوش وگاہے مدہوش واشک رواں می دارند ؎

دردم افسانہ شد وتاب شنیدن نرسید	حیرتم آئینہ گردید وبدیدن نرسید

علیٰ ہذا القیاس جب مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم نے آپ کے

سامنے انتقال کیا تو مولوی عبدالغفار مرحوم مہدانوی چھپروی کو اُن کے نامۂ تعزیت کے جواب میں تحریر فرمایا۔

راہ چپ کرد حریفانہ بہار از چمنم		غنچۂ من ماندم و ہنگام شگفتن بگذشت

مولانا سید شریف حسین صاحب کے انتقال پر اظہار ملال

مولوی حفاظت اللہ صاحب مرشد آبادی لکھتے ہیں کہ "مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر میں نے علیگڈھ میں سُنی اور وہاں سے تعزیت کے لئے دہلی گیا۔ اُس وقت میاں صاحب مسجد میں تشریف رکھتے تھے بے صبری کا کوئی جملہ تو آپ کی زبان مبارک سے سُنا نہیں صرف اِس قدر فرمایا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن کی عاقبت بخیر کرے۔ اکلوتا بیٹا کس قدر اپنے باپ کا لاڈلا ہوتا ہے مگر میاں شریف حسین لڑکپن سے بے تکلف تھے میں نے جو کھلایا وہی کھایا اور جو پہنایا وہی پہنا کوئی چیز خود مجھ سے کبھی طلب نہ کی۔

مرحوم کے اوصاف حمیدہ

بھائیوں کا ذکر

علاوہ بیٹا بیٹی پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے آپ کے دو بھائی بھی تھے مولوی سید سجاد حسین اور مولوی سید توسل حسین۔ جب آپ مظفرپور یا رحیم آباد یا کسی دوسری جگہ صوبہ بہار میں تشریف لاتے تو یہ دونوں بزرگ ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور خواہ میاں صاحب کتنے ہی عدیم الفرصت اور مستعجل واپسی دہلی کے لئے کیوں نہ ہوں مگر ضرور یہ لوگ سورج گڈھ لے جاتے اور جب تک آپ اُس دیار میں تشریف رکھتے دونوں ساتھ رہتے کوئی شخص انداز ملاقات سے یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میاں صاحب سے مدت مدید کے بعد ملاقات ہوئی ہے بلکہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ تینوں بھائی ہمیشہ ساتھ ہی رہتے ہیں۔

میاں صاحب کو جو ترکہ مادری پہنچا تھا اُس کو بھی مولوی توسل حسین مرحوم کے نام بمعافی زرثمن بیع کر دیا۔

بھتیجوں کا ذکر

بھائیوں کے علاوہ میاں صاحب اپنے بھتیجوں کو بھی بہت چاہتے تھے مولوی محمد عبدالحفیظ خلف مولوی سید توسل حسین صاحب مرحوم کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور اچھی طرح اُن کی تعلیم و تربیت فرمائی۔

وطن کی محبت

باوجودے کہ آپ تقریباً اسّی برس دہلی میں رہے مگر وطن کو نہ بھولے اکثر

اپنے وطن اور صوبہ بہار کا تذکرہ کرتے لڑکپن کے قصے کہتے۔

اہل وطن کے ساتھ کیا برتاؤ تھا

آپ کا برتاؤ اپنے اہل وطن بہار والوں کے ساتھ وہی تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ مہاجرین وقریش کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھا۔

ان لوگوں کی خاطر تواضع مدارات میں ذرہ برابر کمی نہ کرتے امراء، رؤساء، غربا اور طلبہ جو یہاں سے دہلی گئے اُن کا ٹھکانا آپ ہی کا گھر تھا اور آپ اس سیر چشمی، فراخ حوصلگی، اور دریا دلی سے اُن لوگوں کی مدارات کرتے جس کی نظیر غالباً بمشکل بھی مل نہیں سکتی۔ یہ لوگ جو آرام وہاں پاتے اور جو کھانا آپ کھلاتے وہ شائد ہی کسی اَور سے بن پڑتا۔

اہل دہلی بطور طنز کبھی اس مدارات پر کچھ خراب ریمارک بھی کر دیتے تو آپ وہی نظیر نبوی کی طرف اشارہ کر دیتے جو برتاؤ آپ کا مہاجرین وقریش کے ساتھ تھا

اساتذہ کا ادب

میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور اُن کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن وحدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھ سے اس کا مقراضی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اور بیان مسائل میں بھی اُنہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے "ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں"۔ اِس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہوسکتا جب تک قرآن وحدیث سے سند نہ دی جائے۔ تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود ؟ کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے ایسی ہی اُڑان گھائی اُڑاتے تھے۔

مقراضی ترجمہ

اساتذہ کے قول سے استناد

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحیم آباد سے میاں صاحب گاڑی پر ریلوے اسٹیشن وینی آرہے تھے اور مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب علیہ الرحمۃ آروی ہمراہ تھے رستہ میں مولانا مرحوم نے میاں صاحب سے لباس مستورات کی نسبت پوچھا ساری پہننا عورتوں کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ میاں صاحب نے جواب دیا۔ ہمارے حضرات جائز کہتے تھے۔ مولانا مرحوم نے عرض کیا حضرات کا

مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا واقعہ

کہنا حجت شرعی تو ہو نہیں سکتا۔ اِس پر فرمایا کیا؟ تمھارے نزدیک یہ سب حضرات گھس کٹے تھے تمھیں ایک شیخ چلی پیدا ہوئے۔

شاہ ولی اللہ اور مولانا شہید صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے۔

یوں تو خاندان ولی اللھی کے ساتھ نہایت ہی شغف تھا اور نسبت بھی نہایت زبردست رکھتے تھے مگر شاہ ولی اللہ اور مولانا اسمٰعیل شہید کی نسبت اکثر فرماتے کہ "میں اِن دونوں دادا پوتوں کا قائل ہوں جو صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے اور اپنی رائے پر اعتماد رکھتے ہیں زید و عمرو کسی مصنّف یا عالم کی پیروی نہیں کرتے اِن کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے"

شاہ عبدالعزیز صاحب کی بصارت جوانی میں جاتی رہی

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں فرماتے افسوس ہے کہ زمانۂ شباب ہی میں آپ کی بصارت جاتی رہی ورنہ ذہانت تو اس بلا کی تھی کہ اس حالت میں بھی آسمان زمین کے قلابے ملا دیتے ہیں۔

بوستاں کی تعریف

ایک دفعہ بخاری پڑھاتے وقت آپ نے کسی حدیث کی تائید میں بوستاں کا ایک شعر پڑھا ایک شوخ چشم طالب علم بول اُٹھا بوستاں کیا ہے گویا بخاری کی شرح ہے آپ نے فرمایا۔ تم بوستاں کو سمجھتے کیا ہو؟ مجھ سے پڑھو تو اُس کی حقیقت تم کو معلوم ہو۔

مناظرات تلامذہ پر افسوس

مولوی عبدالعزیز سلمہٗ رحیم آبادی اور مولوی محمد سعید مرحوم بنارسی میں جب تحریری مناظرے زوروں سے ہو رہے تھے۔ اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری کے بعض مسائل مستنبطہ سے اہل حدیث ہی نے مخالفت کی اور اُس نے بھی مناظرے کا پہلو اختیار کیا۔

تو میاں صاحب کو سخت افسوس ہوا چنانچہ مولوی شمس الحق صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں "واختلاف مابین مولوی محمد سعید و مولوی عبدالعزیز و نیز بعض مسائل مستنبطہ مولوی محمد حسین در تاسف و تلہف انداختہ کہ عوام برملا خندہ زن ہستند خصوصاً اہل تقلید زیادہ تر در شماتت اند انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انتقام کا خیال نہ ہونا

ایک دن کا ذکر ہے کہ نماز صبح اور درس قرآن مجید کے بعد آپ نے ایک چھپی ہوئی نظم جیب سے نکال کر فرمایا ہمیں کسی دوست نے یہ نظم تحفہ بھیجی ہے ہم خود ہی پڑھ کر سناتے ہیں وہ فی الواقع آپ کی ہجو تھی جو کسی مخالف نے چھپوا کر ڈاک میں بھیج دی تھی۔ اور نہایت مہمل بے معنی فحش اور ناموزوں تھی آپ نہایت اچھی طور پر اُس کو پڑھ کر سنانے لگے ایک شعر اُس کا یہ تھا

میاں صاحب کی ہجو

	جب کی خراب اُس نے ساری دِلّی		چوہے کھا کر چلی حج کو بِلّی

پھر اُس میں نہایت بے ہودہ طور پر آپ کی سوانح عمری لکھی تھی آپ خوش ہو کر بکشادہ پیشانی ہر ہر شعر کو پڑھتے اور دُہراتے اور اُس کی تشریح کرتے جاتے ایک شعر میں اُس نے لکھ دیا تھا کہ "مکّہ معظمہ میں جب گرفتار ہوئے تو بدمعاشی کے اسباب اُن کے پاس سے برآمد ہوئے" اِس کو پڑھ کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ "میرے پاس تو صرف ایک قرآن شریف ہی تھا"

خیر یہ جلسہ تو ہنسی خوشی برخواست ہوا ظہر کے بعد ایک شخص نے آکر عرض کی صبح والی نظم کے جواب میں فلاں شخص ستر شعر لکھ چکے ہیں اور بھی لکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا" ارے میاں کیا کروگے جانے بھی دو اُس نے ہمیں کچھ دیا ہی ہے لیا تو نہیں چاہے گالیاں ہی سہی مگر آخر دیا ہی ہے جانے بھی دو۔

ہجو کا جواب لکھنے سے منع کرنا

چشم پوشی

لاہور کی لُنگی کا واقعہ

آپ کے پاس کسی نے لاہور سے ایک لُنگی نہایت عمدہ تحفہ بھیجی آپ ایک دن اُس کو اوڑھ کر مسجد میں آئے اتفاقاً چلتے وقت بھول گئے۔ ساکنین مسجد میں سے ایک صاحب نے ہاتھ لگا لیا۔ یاد آنے پر جب تلاش کی گئی تو نہ ملی۔ تین چار روز کے بعد اُن کا لڑکا (جنھوں نے ہاتھ لگایا تھا) اُس لُنگی کو اوڑھ کر بازار میں نکلا۔ لُنگی تھی بھی ممیز اور سب کی دیکھی ہوئی لوگوں نے پہچانا اور میاں صاحب سے آکر کہا آپ نے نہایت بے التفاتی سے کہا دور کرو

کہنے والوں نے سمجھا کہ میری بات کو آپ نے بے وقعتی کی نظر سے دیکھا اور خیال نہیں کیا۔ اپنی توثیق کے لئے اُن لوگوں نے مکرر عرض کیا۔ کہ حضور کو اگر یقین نہ ہو تو اُس کو پکڑ لاتے ہیں حضور بچشم خود دیکھ لیں۔

اِس پر نہایت برہم ہو کر آپ نے فرمایا دنیا میں کیا وہی ایک لنگی بنی تھی دوسری ویسی بنی ہی نہیں یا ملتی نہیں ؟ آخر خبر پہنچانے والے خود نادم ہوئے اور وہ لڑکا پھر علانیہ اُس کو اوڑھے پھرتا اور اوڑھ کر مسجد میں آتا۔

سازوسامان دنیا سے بے تعلقی

مکان اور لباس کا حال تو ناظرین پڑھ ہی چکے ظروف کا یہ حال تھا کہ آپ اکثر طلبہ کے لئے روٹی وغیرہ دستر خوان ہی میں لپیٹ کر لاتے۔

چائے کی عادت اور ظروف چائے ندارد

چائے اکثر نوش فرماتے بلکہ کچھ دنوں انتقال کے قبل تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن صرف چائے ہی پر اکتفا کرتے نہ دوسری غذا کرتے نہ پانی پیتے مگر چائے بھی بے دودھ کی سادی شکر بھی ایسی ہی ویسی ایک بڑے بادیہ میں جو دال وغیرہ کے لئے ہوتا ہے نہ چائے کا سٹ نہ چائے پوچی نہ پرچ نہ پیالیاں نہ چمچہ۔

مخالفین کا اعتراف کہ شیخ کی تھوڑی صحبت کا اثر بھی نہایت مستقل ہے اور پائدار

ایک بزرگ سجادہ نشین جن کے مرید صوبہ بہار میں بہ کثرت تھے اپنی خانقاہ واقعہ مضافات اودھ سے بہ تقریب دورۂ ہدایت ہر سال صوبۂ بہار میں تشریف لاتے ۱۲۹۵ھ میں جو آپ تشریف لائے تو ایک مولوی صاحب بھی حسب دستور قدیم مناظرہ وغیرہ کے لئے ساتھ آئے۔ ضلع عظیم آباد کی ایک بستی میں جب آپ نے نزول اجلال فرمایا تو معلوم ہوا کہ حضرت کے ایک مرید کے فلاں بیٹے[1] دہلی پڑھنے کے

[1] ان صاحبزادے کا سابق خیال و مقال جب پہلی مرتبہ حج کر کے آئے تھے تو یہ تھا (دیکھو صفحہ ۱۷۰)

لئے گئے تھے اور اب چار مہینے رہ کر مکان کسی ضرورت سے آئے ہیں پھر دہلی جانے والے ہیں۔

مناظرہ

ایک روز نماز عصر کے بعد حضرت کے مقتدر مرید کے صاحبزادے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے پھر کیا تھا مولانا مناظر لپٹ پڑے اور مسئلہ تقلید میں بحث کرنے لگے صاحبزادے نے شرح مسلم الثبوت بحر العلوم، حجتہ اللہ البالغہ، عقد الجید، تفسیر عزیزی وغیرہ پیش کرکے کچھ اس طرح مودبانہ تقریر کی کہ مولانا ساکت ہو گئے۔ قبلہ و کعبہ حضرت سجادہ نشین کی دوربین اور تجربہ کار نگاہ نے تاڑ لیا کہ صورت معاملہ بگڑ گئی اپنے ہمراہی مولانا مناظر کو جھڑک کر فرمانے لگے۔ اجی میاں فلاں تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟ لڑکا ہے دہلی میں اور تم یہاں۔ اس کو تم کبھی سمجھا سکتے ہو۔ ارے یہ تو چار مہینے وہاں رہ کر آیا ہے نذیر حسین کی صحبت میں جو شخص ایک دن بیٹھے پھر وہ کسی دوسرے کی کبھی سُن سکتا ہے۔!

اس کے بعد حضرت پیر و مرشد نے فرمایا۔ میرے ہاں ایک وہابی ہے اُس کا نام ہے نصر اللہ ہم اُس کے بارے میں ہمیشہ یہی شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

زنصر اللہ چناں بیزار مانم		کہ در قرآں اذا جاء نخوانم

شاعرانہ مذاق سے اگر دیکھا جائے تو شعر فی الواقع اچھا ہے مگر چونکہ مذہبی پہلو رکھتا ہے اور اس پہلو سے دیکھنے کے جو لوگ عادی ہیں وہ اس کی نسبت کیا رائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹) کہ جب کبھی تقلید اور عدم تقلید کا ذکر آتا تو غیر مقلدین کو بے دھڑک کافر کہہ دیتے ان کے ساتھ مجالست، مکالمت، مواکلت، مشارکت، مناکحت، اور قرابت سب کو حرام فرماتے۔

کچھ دنوں بعد ایک خدا کا بندہ دہلی سے آیا اور حجتہ اللہ البالغہ عقد الجید تنویر العینین وغیرہ کتابیں ساتھ لایا اور وہ کتابیں اُن کو دیکھنے کے لئے دیں۔ چونکہ خدا نے طبیعت فطرۃً سلیم بنائی تھی اور مزاج میں کجی نہ تھی ان کتابوں کے مطالعہ میں اُنہوں نے غور و فکر سے کام لیا۔ اور پھر کچھ دنوں بعد اُسی بندہ خدا کی تحریک سے جب وہ خود دوبارہ دہلی گیا تھا یہ بھی دہلی پہنچے اور حدیث پڑھنا شروع کیا کسی ضرورت کے سبب چار مہینے کے بعد اِن کو وطن آنے کا اتفاق ہوا اُسی زمانہ میں حضرت شاہ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ اور اِن صاحبزادے کی حالت حدیث پڑھنے کے بعد یہ ہوئی کہ پھر دوبارہ حج کو گئے۔ چلتے وقت اُسی بندۂ خدا نے پوچھا حج تو آپ کر چکے ہیں پھر کیوں جاتے ہیں جواب میں فرمایا وہ حج زمانۂ تقلید کا تھا اس لئے دوبارہ ضرورت ہے پھر تو یہی بزرگ بڑے صوفی اور فرقہ اہل حدیث سارن کے مقتدا تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲

رکھتے ہیں یہ وہ جانیں۔

دشمنوں کا اعتراف

ہر مذہب کے مطابق فتویٰ دینا

دہلی میں حنفی بھی ہیں شافعی بھی اور حنبلی بھی ضرورت کے وقت ہر مذہب کے لوگ میاں صاحب ہی سے اپنے مذہب کے متعلق فتویٰ پوچھتے اور آپ اُنہیں کے مذہب کا مفتیٰ بہ جواب دیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مقلد نے آکر آپ سے فتویٰ پوچھا آپ نے کہا تمھارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے کہا حنفی آپ نے مسئلہ کا جواب حنفی مذہب کے موافق دے دیا جب وہ مسجد سے باہر ہوا تو لگا سب وشتم کرنے ایک دوسرے آدمی نے (جو اُس کے ساتھ ہی مسجد سے چلا تھا) پوچھا کہ "جب تم اُن کو ایسا سمجھتے ہو تو مسئلہ اُن سے پوچھتے ہی کیوں ہو؟" مستفتی نے جواب دیا کہ "صاحب کیا کریں اِس کے برابر کوئی عالم بھی تو اب ہندوستان میں نہیں ہے"

خط اور خطوں کا جواب لکھنا

اِس میں تو کسی کو بھی کلام نہیں کہ خط کا جواب نہ لکھنا پرلے سرے کی بداخلاقی ہے اور اہل یورپ (جنھوں نے اِس تعلیم کو اسلام ہی سے حاصل کیا ہے) کے نزدیک تو یہ ایک ایسا اخلاقی جرم ہے جس کی توبہ اِس کے سوا کوئی نہیں کہ مکتوب الیہ جس نے خط کا جواب نہیں دیا ہے وہ خود تحریر میں اقدام کرے اور معافی مانگے۔

اِس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ پُرانی روشنی والے حضرات خط کا جواب تحریر کرنے کی جانب سے بہت لااُبالی ہیں اور اس خصوص میں مذاق اخلاقی کچھ ایسا بگڑ گیا ہے کہ خط لکھنے والا باوجودے کہ اپنے خط کا جواب نہیں پانے کے سبب انتظار، خلجان اور تردد میں ایک عرصہ تک رہتا ہے مگر جواب نہیں ملنے پر کچھ زیادہ ناراض نہیں ہوتا اور مکتوب الیہ کو تو اپنی اس بداخلاقی کا احساس ہوتا ہی نہیں۔ بلکہ اگر اُس کو سمجھایا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ اِس میں بارے بداخلاقی کون سی ہوئی۔

میاں صاحب نے (جن کو ہر کام میں اتباعِ[1] سنت کا خیال تھا) جواب نگاری کا طریقہ بھی سنت کے موافق اختیار کیا تھا۔ یہی طور آج دنیا کے مہذب قوموں اور آدمیوں میں جاری ہے۔

آپ کی عادت تھی کہ ہر خط کا جواب ضرور لکھتے یا لکھوا دیتے حالاں کہ بیشتر خط لکھنے والوں سے ملاقات، تعارف، اور دید و شنید بھی نہ تھی۔ اور اکثر موقع پر اپنی طرف سے بھی کتابت میں اقدام کرتے۔

طرز تحریر القاب و آداب

خط کا سرنامہ اکثر اس طرح شروع کرتے کہ پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھکر دوسری سطر میں لکھتے "از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی، بخدمت شریف جامع حسنات و کمالات عزیزی فلاں، بخدمت بابرکت مولوی فلاں، بخدمت شریف مرجع آزادگاں[2] مجمع افتادگاں[3] وغیرہ وغیرہ القاب فراخور حال و مناسب شان مکتوب الیہ۔

پھر۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد سلام مسنون واضح باد۔ کے نفس مضمون شروع کرتے۔

اور کبھی سرنامہ یوں بھی شروع کرتے" برادر دینی وفقکم اللہ بالخیر والطاعۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور خاتمہ پر الراقم العاجز طالب الحسنیین سید محمد نذیر حسین

---

[1] امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے عن عبد اللہ بن عباس انی لاری لجواب الکتاب حقاً کرد السلام ترجمہ میں ضرور جواب خط لکھنے کا حق ویسا ہی سمجھتا ہوں جیسا کہ سلام کے جواب دینے کا حق ۱۲۔

[2] یہ القاب مرجع آزادگان مولوی نور احمد صاحب کو لکھا تھا جس شخص نے مولوی صاحب مرحوم کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اُن کے لئے یہ کیسا موزوں القاب ہے ۱۲

[3] مجمع افتادگاں یہ القاب لکھا ہے مولوی گوہر علی صاحب مرحوم ڈیانواں (جن کو لوگوں نے تاج الاسخیا کا لقب دیا تھا) کے خاندان کے ممبروں (مولوی نور احمد حافظ علی اکبر حافظ علی اصغر مولوی شمس الحق مولوی اشرف الحق) کو جو لوگ اس خاندان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مجمع اُفتادگاں کیسا موزوں القاب اِس خاندان کے لئے ہے ۱۲

جس خط میں اپنا نام سرنامہ پر نہیں لکھتے تو خاتمہ پر ضرور لکھتے، کبھی از دہلی، روانہ از مقام فلاں، اور تاریخ بھی لکھ دیتے کبھی تاریخ نہ لکھتے۔

زیادہ تر خطوط فارسی میں تحریر فرماتے اور گاہ گاہ اُردو میں بھی اکثر خاتمہ پر خطوط کے لکھ دیتے "زیادہ السلام خیر الختام"

کام کرنے کی ہدایت

مولوی علیم الدین حسین صاحب مرحوم نگرنہسوی کو لکھتے ہیں:-

"الحمد للہ کہ بہ تحریر ایں عاجز نظر کردہ کاربند شدند اللہ جل شانہ سعی عزیز را مشکور گرداند آئندہ ہم ہمیں خواہم کہ بموجب مصرعہ آغاز کردۂ برسانش بانتہا۔ جمیع مراتب طے کردہ خود را وایں عاجز را ماجور و مشکور اتم گردانند"

مولوی ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب کو لکھتے ہیں:-

"او موفق حقیقی توفیق انیق عطا فرماید کہ شرح ابو داؤد کہ بطرز سہل و حل مطلب آغاز شد اتمامش نیز بہ احسن وجوہ مبارک باد ع دعا از من اجابت از خدا باد"

ایک اور خط میں مولوی شمس الحق صاحب کو اُن کے بھائی مولوی اشرف الحق صاحب کی نسبت لکھتے ہیں:-

مزاج مولوی اشرف الحق صاحب باعتدال اصلی بحال شدیا نہ وبچہ شغل مصروف می باشند وشوق واکردہ باختتام خواہند رسانید یا معطل گذرانیدہ

وقت ہر کار نگہدار کہ نافع نبود		نوشدارو کہ پس از مرگ بسہراب دہی	

آئندہ توفیق الٰہی انیق باد۔

مولوی سید عبد العزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں۔

"علوم دین را کہ بمشقت حاصل نمودند ضائع نہ باید ساخت از مشاغل متعلقہ فرصت غیر ممکن باشد ورنہ درس بہ طالباں دادن بسیار مناسب است ایں ہم نباشد کتب بینی وشغل تالیف بسا مستحسن و پر خیر است"

شکریہ

مولوی شمس الحق صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

انچہ ہدایا بوفور رافت فرستادہ بودند پس ہدیہ حبیب حبیب شد وموجب نصیب پرخصیب گشت جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین وکان سعیکم مشکورا،،

مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

،،میں نہایت خوش ہوا کہ مبلغ اعانت مدرسہ کے لئے بھیجے خدا برکت تمھاری کمائی میں دے سب لڑکوں نے خوش ہوکر شیرینی کھائی اور تمھارے لئے دعا کی اور کچھ حساب بھی بنیہ کا طے کردیا اللہ تم کو اور تمھارے بچہ حمید کو زندہ اور تابع شریعت کا رکھے۔

طلبہ کے حال سے اُن کے مربیوں کو خبر دینا

مولوی شمس الحق صاحب کو لکھتے ہیں۔

،،مولوی محمد ادریس صحیح بخاری و ھدایہ شروع کردند الحمد للہ طبیعت شاں سلیم است بارک اللہ فی علمہ

طلبائے عازمین کے لئے مشورہ

مولوی سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں

،،پیش فقیر آمدن سودے ندارد چندے از مولوی امیر احمد سلمہ، صحبت درس گرم باید داشت بعدہٗ درانیجا رسیدن مضائقہ ندارد در مدرسہ قریب پنجاہ ہفت طالبان علم درس می گیرند۔ درینجا زیادت تپ ولرزہ است وقتیکہ سرما خفیف شروع شود درینجا رسند بالفعل قیام ملتوی نمایند بلکہ بعد فراغ سنت نکاح آمدن مناسب است نمی دانم کہ انکار از نکاح مستفاد از کدام حدیث کردند تجرد ورہبانیت خلاف اسلام است ماورائے این از نکاح شغل درس وتدریس باز نمی ماند انبیاء علیہم السلام وصحابہ رضوان اللہ علیہم وائمہ سلف این سنت سنیہ را بجا آوردند از نکاح تزاید وترقی نسل است اگر اولاد سعد بوجود آمدند ثواب از خدا خواہد رسید جناب قاضی صاحب ووالد ایشان را شوق مناکحت شما بسیار است وماشاء اللہ نقص شرافت وسقم نسب درمیان نیست محض بحیلۂ طلب علم انکار خلاف عقل است بندہ فقیر

برائے فراغ کتب شما ہمیشہ مستعد و موجود ست پدر بزرگوار شما استفتائے کہ بذریعہ
ڈپٹی شیخ کریم بخش رسانیدند جوابش دادم برائے استفادۂ ایشاں نقلش فرستادہ
می شود اگر در صحت روایات کلامے باشد بے تامل نویسند چراکہ نگاہے غائر و
ذہن بلیغ بفضلہ دارند من کہ فرسودۂ زمانہ شدم مباحث جوانانہ ازکجا آرم ہرگاہ کہ
ازطالبان حل غوامض نتواں شد تجربہ پیران نودسالہ درکار است قاضی صاحب
مہماں نواز فراج دارند ہنگام سفر بندہ از الہ آباد و دہلی ہنگام قیام فقیر نوازشہا کہ
نمودند ہمہ یاد دارم خوش قسمتی ایشان است کہ ایں چنیں کریم النفس شفیق یافتند
ازشما غم جوانہ مرگ دختر مرحومہ خویش غلط می نمایند۔

تجربہ پیران نودسالہ

سفارش

ایک خط میں مولوی نور احمد صاحب مرحوم حافظ علی اکبر صاحب مرحوم و حافظ
علی اصغر صاحب مرحوم و مولوی محمد شمس الحق صاحب سلمہ و مولوی محمد اشرف
صاحب سلمہ کو لکھتے ہیں۔

"بروفق اظہار و بیان مولوی محمد عرفان صاحب کہ مولوی محمد شمس الحق صاحب
و مولوی محمد اشرف صاحب از حالات برکت سمات اشاں خوب واقف اند اعانت
و رفاقت در ادائے قرض معزی الیہ بوجہے کہ نوشتہ اند بظہور آید زہے اجر عظیم
عنداللہ الکریم خواہد بود زیراکہ ایں خُلق از اخلاق حضرت ربوبیت است کہ الرحمٰن
الرحیم واز عمدۂ صفات حضرت نبوت است کہ بالمؤمنین رؤف الرحیم لہذا در
حدیث صحیح وارد شدہ کہ الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الارض
یرحمکم من فی السماء و در مشکوٰۃ و طبرانی وغیرہ مروی است کہ آں حضرت صلعم
فرمودہ اند کہ مسلماناں را می باید کہ در شفقت و حسن سلوک باہم مانند یک تن باشند
اگر یک عضو از تن دردمند شود تمام تن برفاقت او بے خواب ماند ازینجا شیخ سعدی
علیہ الرحمۃ در گلستان افادہ فرمودہ ؎ بنی آدم اعضائے یک دیگر اند٭
و برآں صاحبان عالی شان فضائل جزیل قرض دادن مخفی نیست کہ تا وقتے کہ مستقرض
ادائے قرض نہ کند مقرض راہماں قدر ثواب قرض دادہ مثل ثواب صدقہ برائے او

نوشتہ می شود و ثواب صدقہ دہ گونہ و ثواب قرض دادن ہیجدہ گونہ می شود چنانچہ
برآں صاحبان پوشیدہ نے دریں صورت آں صاحبان حسبتہً للہ و شفقۃ علی خلق اللہ
عاجزنامبردہ مضطر را مدد فرمایند و اجر بے حساب نزد رب الارباب ذخیرہ عاقبت
بشمارند ع بر من منگر بر کرم خویش نگر + و نیز بشکر نعمت رب العزت و اما بنعمۃ
ربک فحدث کار فرما شوند و از جواب با صواب زود تر کامیاب فرمایند و مضطر و
بے کس را از بار گراں رہا نمایند"

تعزیت

تعزیت کے خطوط میں مکتوب الیہ کے مذاق کی رعایت کرتے
مولانا عبداللہ قدس سرہٗ غزنوی چونکہ متشرع صوفی تھے
اُن کی تعزیت میں جو خط اُن کے بیٹوں کو لکھا وہ یہ ہے

" از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی عبداللہ و مولوی احمد و مولوی
عبدالجبار سلمہم اللہ تعالےٰ بالخیر۔ بعد از سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح باد کہ
از خبر انتقال جامع خیر و برکات موجب تاسف و الم کمال رو داد انا للہ وانا الیہ
راجعون اللہم اغفر لہ وارحم وادخلہ جنت الفردوس ؁

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد		از جناب باریش تسلیم باد
چشمۂ فیض کرامت شان او		رونق افزا چشمۂ تکریم باد

ارحم الراحمین آں صاحبان را بر جادۂ شریعت بمیراث پدری فائز کناد و ایں عاجز
بدعاء عافیت دارین شما بدرگاہ کبریا مستدعی می باشد قبول فرمایند زیادہ سلام
خیر الختام"

مولوی شمس الحق صاحب جو کہ سادہ وضع اور سادہ
طبیعت آدمی ہیں اُن کو لکھتے ہیں

" از حادثۂ جانکاہ انتقال اہلیہ مرحومہ شما نہایت تاسف رو داد ما را بجز وظیفۂ
انا للہ وانا الیہ راجعون چارہ نیست بہر حال بہ صبر و شکیبائی گرایند و بشکر
رب العالمین در آیند"

دوسرے خط میں انہیں کو ان کے ماموں کے انتقال پر لکھتے ہیں:-

از استماع خبر جانکاہ ہوش ربا یعنی انتقال مولوی علی احمد صاحب مرحوم موجب تاسف و رنج والم از حد گردیدہ کہ از احاطۂ تقریر و تحریر بیرون است انا للہ وانا الیہ راجعون برخواندم و دعاء مغفرت و رحمت برائے آں محمود العاقبت کردم و خواہم کرد و نماز جنازہ ادا المودم اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی عبادک الصالحین فی جنۃ الفردوس آمین رب العالمین۔

مولوی محمد علیم الدین حسین مرحوم نگرنہسوی جو کہ نہایت رنگین مزاج آدمی تھے اُن کو لکھتے ہیں:-

لشکرِ غم کی چڑھائی ہے خبردار اے دل		مورچہ ٹوٹنے پائے نہ شکیبائی کا

ازعاجز محمد نذیر حسین بخدمت بابرکت مولوی سید علیم الدین حسین سلمہ عن الزین والشین بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مشہود خاطر باد کہ قدر و منزلت نفس مطمئنہ

آں کہ نفسِ کلام حق گویاست		کہ جہاں رابرائے او آراست
واں کہ تن جامۂ خلافت حق		جز بہ بالائے او نا آمد راست

ازاں برتر و بلند ترست کہ محل تصرف و ترفع و منزل آسایش و تمتع او ہمیں سرائے فانی و تنگنائے عالم جسمانی باشد

بہ خاکدانِ جہاں دل منہ کہ جائے دگر		برائے مسکنِ تو برکشیدہ اند قصور

کہ اذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا ازان است ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ خالدین فیھا ابدا التمغائے دوامی اشارت بدان ست پس روئے التفات از جانب جسم و جسمانیات گردانیدہ پس پشت اندازد و بخطاب الطاف مآب یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی سرفراز و بدیدۂ فبصرک الیوم حدید بنظارۂ عالم ملکوت وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ سرمایۂ کامرانی پردازد و جاوداں فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر بلذت اُنس و نغم وصال محبوب بمنصہ شادمانی نازد وازاں کہ دریں کون و فساد ایں سواد بے بنیاد حادثۂ جانکاہ کہ موجب صد نالہ و آہ بر انتقال اہلیہ مرحومہ شما کہ از دار ناپائدار

به دار القرار به فردوس بریں جانشیں شد و به جنت الماویٰ اقامت گزیں ع

گر قلم بر سرِ غم نامۂ دوراں آید		خوں بدل آه بلب اشک به مژگاں آید

و به توقیع وقیع بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله وانا الیه راجعون صبر جمیل باید و به منطوق لازم الوثوق کل نفس ذائقة الموت سر عبرت بر رضائے مولیٰ فرو برده بمژدۂ دل کشا اولئک علیهم صلوات من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون جزع و فزع نشاید ع

بر جهد آه جگر دوز چه امکاں دارد		سر زند نالۂ جاں سوز چه امکاں دارد

ابواب رحمت الٰہی چوں مفتوح گردد منظوراں را خلعت ابتلا بلباس بلا پوشانند واسباب قرب و عنایت سبحانی چوں متعاضد شود جرعۂ زہر حوادث از مشرب واویلا چشانند ع

طالب خلعتِ نعمت همه باشند ولے		دولت آں بر دکه تشریف بلا یافته است

پس ازیں رہگذر به صبر و شکیبائی به خوش ادائی و بشکر گذاری جناب باری مستبشر باشند که نعم البدل عطا فرماید و جزائے جزیل به صبر جمیل افزاید آمین رب العالمین ثم آمین

ع اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انسان		چار عنصر نہیں جھونکا ہے یہ چوبائی کا

زیاده والسلام مع الاکرام خیر الختام۔

مولوی سید عبد العزیز فرخ آبادی کو (جو کہ نہایت ہی کم سن اُس وقت تھے)
اُن کے لڑکے کے مرنے پر لکھتے ہیں:۔

"جو لڑکا مر چکا ہے اُس کا رنج نہ کرنا چاہیے ابھی تمھاری عمر کیا ہے شاید چند بال ڈاڑھی کے آئے ہوں گے مجھے تمھارا غصہ اور جلدی ہر وقت یاد آیا کرتی ہے"

شیخ سے طلبہ اپنے گھر پر خط لکھواتے

مولوی محمد نور بہاری نے ایک خط اپنے والد حکیم محمد عبد الرزاق صاحب کو اپنی طرف سے لکھوایا اور میاں صاحب نے خاکسار ہی کے ہاتھ میں دیا کہ اس کی نقل کر کے مولوی محمد نور کو دیدو میں نے دو نقل اُس خط کی کی ایک اُن کو دی اور ایک اپنے پاس رکھ لی۔

اِس خط سے میاں صاحب کی پرانی انشا پردازی پر روشنی پڑتی ہے اور اس خط کو اُسی موقع پر درج کرنا مناسب تھا مگر چوں کہ اِس سے آپ کے اخلاق جمیلہ کو بھی گہرا تعلق ہے کہ ادنےٰ ادنےٰ طالب علم کے کہنے سے ایسا چھوٹا چھوٹا کام بھی کیا کرتے تھے اِس لئے یہیں درج کرتا ہوں وھوھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبا بہ حضرتِ گُل عرضۂ گیاہ ببر	پیام شام بہ درگاہ صبح گاہ ببر

قبلۂ لمعات لطائف قدسیہ کعبہ سنحات طرائف النسیہ مجدد شرع متین ممہد حق المبین مجمع مفاخر جلیہ منبع مآثر علیہ ادام اللہ دولتہ ممدودۃ الرواق وصولتہ مشدودۃ النطاق ہ

سبق اشک رواں از ورق گُل دارم	نامۂ پاک تر از دیدۂ بُلبل دارم

مروح روح و مراہم دل مجروح یعنی رشحات نامہ روح پرور و نفحات مراسلہ مرہم گستر کہ دریں ایام خجستہ فرجام نگاشتہ خامہ بدائع رقم و رقم زدہ کلک مشکیں فام خدام کرام والا مقام حبیب جانہائے پاک، طبیب دلہائے غمناک در اطیب اوقات وروبتہ النفحات گذشتہ شربت تحیہ وسلام و زلال پیام برکت التیام آن مستسقیان بستر ہجراں و تجمیتہ دلان زاویہ حرماں را سیراب گردانید و اشتعال حرارت غریبۂ مہاجرت کہ خلاف مقتضائے طبیعت بشری و مورث انواع اعراض وکدورت سپری بود تسکین پذیر گردید سطور فائز السرورش کہ نور بہ سواد دیدۂ ہجراں دیدہ داد و بیاض بین السطورش کہ مرہم کافوری بر جراحت دل ہائے غم رسیدہ نہاد ہ

ہزار شکر کہ فرخ رخے مسیح دمے	حیات بخش دلم شد برشحۂ قلمے
مصور از قلم صنع صد خجستہ قسم	کشند ولے نہ کشند زیں خجستہ تر رقمے
ہزار داغ بدل داشتم ز دست غمش	کنوں نماند بجز داغ فرقتش المے
بہ کنج ظلمت غم تنگ دل ہمی مردم	اگر ز آب حیاتم نمی رسید نمے

الحمد للہ والمنۃ للہ ہ

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست	می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناگاہ این مذنب اواہ دربزم گاہ درس صحاح ستہ کہ از کلمات طیبات مبارکات آں سرور مفخر موجودات کہ محل تنافس تخت نشینان سبع ارائک و مورد تجاذب کروبیان ملائک ست کمرہمت بستہ بہ تحصیل آں نشستہ ہزار رحمت جان آفریں برجان پاکش کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہر زماں نثار روضۂ منور وضریح مقدس خواجۂ کائنات خلاصۂ موجودات باد ؎

ہزاراں آفریں برجان پاکش		محمد کافرینش ہست خاکش	

آں مبارک قدمے کہ بہ میامن انوار ہدایتش دیجور غوایت منقشع گشت و از دلالت رسالتش جادۂ عمیا ضلالت بطریق مستقیم ہدایت مبدل شد واز یمن کمالات ذاتش طغرا الیوم اکملت لکم دینکم بر منشور دین قویم کشیدند واز آثر سعی مشکورش رقم و رضیت لکم الاسلام دینا۔ بر صفحہ ملت بیضا نہادو سابقہ رحمت الٰہی کہ ہر معجزے را زمانے مقرر و ملتے را مدتے مقدر گردانید بر چہرۂ ہر زمانے تابندہ و آثار ملت اورا بر روے ہر مکانے پائندہ داشت و معجزات باہرۂ اورا تا دامن آخر الزماں بطراز بقا مطرز و شعار شریعت ظاہرش را تا نفخ صور بسمت ظہور موسوم گردانید و قرآن برہان قدیم بینۂ صدق اورا تا ابد ندا ر فاتوا بسورۃ من مثلہ می زند و فحواے دُر نظامش لیظہرہ علی الدین کلہ قواعد ملت اورا تاقیامت استحکام می دہد ؎

مقصود ز آفرینش ایں طاق نیلگوں		فرہماے دولت بے منتہاے اوست
طاؤس بوستان رسالت کہ جبرئیل		ہنگام وحی بلبل دستاں سراے اوست

در پردہ مبادکہ لاجرم کلام مجید آسمانی و تنزیل حمید فرقانی کہ اعظم معجزات محمدی و اوضح براہین احمدی است و بصفت او تیت جوامع الکلم متصف بسہ قسم منقسم می شود۔ اوّل توحید الٰہی احدی دوم احکام شریعت محمدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سوم اطاعت اولوالامر موافق توقیع رفیع خالق اکبر چہ اولی الامر را کہ تابع معطوف می شود معطوف ساختہ ارشاد فرمود۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول

ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر و احسن تاویلا

بریں معنی حضرت سعدی شیرازی نیز ارشاد می فرمایند ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید	کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

ازیں رہ گذر مزاولت سیر آں حضرتؐ در ہر کار و بار ضرور اُفتاد تا کردنی و ناکردنی بدریافت شود و اتباع تام رو دہد و بر گفتۂ زید و عمرو کہ مخالف سیر آں سرور خیر البشرؐ گردد سر نتابد۔

دانش ایں جا منحیر و خرد ایں جا لال ست زہے عالم خراسانی کہ نکو گفتہ و دُرِ معنی سُفتہ ؎

اہلِ توحید چو تحقیق سخن در گیرند	خس و خاشاک شک از عین یقیں برگیرند
رونقِ کار خود از حضرت قرآں جویند	شاہدِ دینِ خود از قول پیمبر گیرند
ہر بیانے کہ بود سادہ ز توقیع حدیث	در کفِ اہلِ ہوا نقشِ مزور گیرند
در محاذات نصوص ایں ہمہ تکلیف قیاس	نادرست و عبث و واہی و منکر گیرند
دیدہ از فقہ منزل چو منور سازند	خاطر از فقہ محرف ہمگی برگیرند
مجتہد گاہ مصیب است و گہے خاطی لیک	ہر چہ در وے نہ خطا حکم پیمبر گیرند
آنچہ منحوت خیال ست و مخالف بہ نصوص	اہلِ دیں در حرمِ دیں بت اکبر گیرند
ہر چہ آں را نبود مستند از قول رسول	گرچہ فتوائے امام ست کہ ابتر گیرند
باگلِ سرخ کہ اصلش عرق روئے نبی ست	رتبۂ لالۂ نعماں نہ برابر گیرند
اہلِ تحقیق کجا مائلِ رایند و قیاس	شہسواراں نہ چنیں صید محقر گیرند
سُنن مصطفوی درگہِ صدق است و صفا	کاہلِ دل سرمۂ توفیق ازاں در گیرند
حبذا بارگہ علم کہ ارباب نظر	خاک آں کوے بہ اکسیر برابر گیرند
اے خوشا قوم کہ اندر رہِ دیں گاہ سلوک	از احادیث نبیؐ مرشد و رہبر گیرند
در مقامے کہ سخن بارود از علم و عمل	ہر چہ آں غیر حدیث ست نہ درخور گیرند
کاربنداں قضا ہر کہ شود خاک درش	چوں طلاکار در انگیزۂ زر در گیرند
متن و مضمون احادیث بہ تبدیل روات	چوں مکرر شود آں قند مکرر گیرند
علم دیں جملہ عزیز است و لے اہل صفا	از احادیث نبیؐ راحت دیگر گیرند

سنتے زندہ نمایند دریں عصر و سپس — اجر صد خون شہید از در داور گیرند
ناگزیر آمدہ برحق طلباں علم حدیث — شب تار است بگو شمع منور گیرند
ہر کجا حرف قیاس است چو صرصر بجہند — ہر کجا قول رسولؐ آمدہ از سر گیرند
بے شعوراں کہ بر آرا و قیاسات خوشند — کودکانند کہ اوراق مصور گیرند
باغ فردوس بر آں قوم مباح است کہ خوش — روشِ راستی از قول پیمبر گیرند
از صحیحین و موطاء امامِ مالک — سُنن مصطفوی بہرِ عمل بر گیرند
ترمذی گرچہ بود قافلہ سالار ہدے — در جزالت ز صحیحین موخر گیرند
بعد ازاں شیخ نسائیؒ و ابوداوُد است — ہر دو را در صفِ تقوی سر و سر در گیرند
غیر ذلک ز کتب انچہ در آثار رسولؐ — آمدہ بر سر تسلیم چو افسر گیرند
زینت دوحۂ ایماں بود از طائفۂ — کہ قدم بر اثرِ شافع محشر گیرند
سوے توحید گرایند ز اخلاص و پس — جنت قدس علیؓ از غم ابی ذر گیرند
اے علمدار نبی روح قدس یاور تو — باد کت اہلِ یقیں سید و یاور گیرند
مر ترا از رہِ تعظیم معزز دانند — مر ترا در صف ابرار موقر گیرند

ایں ہیچمداں بل سراسر ناداں انچہ کبراے امت و علماے ملت فرمودہ اند
بہ ملازمان عالی معروض داشتہ و دراں از خود فرو نہ گذاشتہ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

زیادہ بریں مبادرت کردن نمی تواند و فدوی از تہ دل تابع فرمان پیشیناں
اہل یقینم ؎

اصل استعداد شرطِ صحبت است — مرد گر کور است عینک لعبت است

ترصد کہ از راہ مربیانہ جاے کہ خطا کردہ باشم ہدایت خواہند ساخت و
بہ اصلاح کریمانہ خواہند نواخت ؎

حمد نا محدود رب کردگار — آنکہ کردہ ذاتِ خود را آشکار
اے پدر سر سبز باشی روز و شب — تا کہ باشد دشت خضرا سبز زار

زیادہ حد ادب فقط

۵ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ روز شنبہ مقام دہلی

طلبہ کے ساتھ شفقت اور ہمدردی

جب کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا اور آپ کو اُس کی علالت کی خبر ہو جاتی یا سبق میں نہ دیکھتے تو پوچھتے فلاں مولوی کیوں نہیں آئے اگر کسی نے کہہ دیا کہ بیمار ہیں تو فوراً آپ مدرسے میں تشریف لاتے اور برابر بیٹھے رہتے تشفی دیتے دوا علاج اور تدبیر کرتے رہتے۔ الغرض جب تک اُس کو صحت نہ ہو جاتی آپ زیادہ تر اُسی کے پاس بیٹھتے اِن مواقع میں کبھی کبھی سبق بھی ناغہ ہو جاتا اور تا صحت آپ کو ایک خلجان رہتا۔

درس کے وقت مذاق

صیغہ یا ترکیب پوچھنا

تحصیل علم حدیث کرنے والوں میں عموماً صرف جید طلبہ بلکہ بیشتر حضرات مدرسین ہوتے تھے اثنار قرأت میں آپ کبھی کبھی کوئی صیغہ یا ترکیب پوچھ لیتے تو لوگ سوچنے لگتے اُس وقت فرماتے ہا تم نے ابھی پڑھا کیا تھا اور آگے کیا بڑھ گئے بتاؤ صاحب؟ تم لوگ تو ماشاء اللہ پڑھے پڑھائے مولوی ہو اور یہ تو معمولی صیغہ ہے سوچنے کے بعد جب کوئی صاحب غلط سلط کچھ کہتے تو آپ اعتراض کر دیتے پھر تو پالکی رکھی جاتی۔ جب دیر ہوتی تو فرماتے اچھا دو سیر میٹھائی یا قلاقند منگا دیتا ہوں بتاؤ پھر فرماتے اچھا ایک روپیہ دیتا ہوں پھر فرماتے کہ اچھا ایک نہیں دو روپئے لے لو بتاؤ تو سہی اِس پر بھی جب صدائے برنخواست ہی کی نوبت رہتی تو فرماتے صاحب ہم بھی تو روشن ضمیر ہیں تم تو جل نکلے تھے مگر جب ہم چلنے بھی دیں یہ کہہ کر نہایت توضیح اور تحقیق کے ساتھ سمجھا دیتے اور کہتے سنو صاحب تمام جھوڑی پڑی ہوئی ہے۔ میں نے سات برس اوائل میں صرف صَرف و نحو کا درس دیا ہے اب تو سب کچھ اسی صحاح میں ہم دیکھ لیتے ہیں۔

ایک دفعہ قاری نے مُشْعَانَ کو شمعان پڑھ دیا پھر دوسری جگہ بھی اِسی طرح غلط بہ تقدیم و تاخیر حروف پڑھ گیا آخر سامعین نے ٹوکا تو آپ نے ہنس کر

لوگ نسخہ کو نخسہ کہتے ہیں

فرمایا صاحبو جانے بھی دو لوگ نسخہ کو نخسہ کہا کرتے ہیں۔

لڑکوں کا امتحان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رحیم آباد آئے ہوئے تھے شیخ احمد اللہ صاحب مرحوم نے اپنے چھوٹے صاحبزادے یٰسین مرحوم کو پیش کر کے عرض کیا حضور یٰسین کا امتحان لیں میاں صاحب نے نہایت تشفی اور دلاسے سے پوچھا کیا پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا شرح وقایہ۔ قطبی میر آپ نے فرمایا اِس کی ترکیب تو کہو ؎

	من جنے نار نجنا نار اُ جنا		من جار بی لبستانتا نار نجنا	

علما کا امتحان

یٰسین مرحوم سوچنے لگے اُستاذ الاساتذہ حافظ عبد اللہ صاحب مدظلہ غازی پوری اُن کے قریب ہی تھے اشارتاً کچھ بتانا چاہا میاں صاحب نے فرمایا سنو صاحب میں نے لڑکے سے پوچھا ہے اُس کو کہنے دو تم سے پھر پوچھوں گا۔

شاہ عطا کریم صاحب کا قصہ

ایک روز کسی موقع پر اثنائے سبق میں فرمانے لگے سنو صاحب ایک بہت بڑے بزرگ سجادہ نشین شاہ عطا کریم صاحب تھے مرید بھی بہت تھے خانقاہ بھی تھی مسجد بھی تھی۔ پابند صوم وصلوٰۃ بھی تھے اتفاقاً ایک طالب علم نے وہاں جا کر پوچھا میاں عطا کریم صاحب کہاں ہیں اِس پر اُن کے مُرید بگڑے اور مارنے کو دوڑے اُس نے پوچھا کیا ہوا؟ مریدوں نے کہا تو حضرت کا نام اِس بے تعظیمی سے لیتا ہے طالب علم نے کہا تو پھر کیسے کہوں؟ مریدوں نے کہا اِس طرح کہہ جناب حضرت سید شاہ عطا کریم صاحب مدظلہ اُس نے کہا بہتر۔ معمول تھا کہ شاہ صاحب جب مسجد میں آچکتے تب اذان شروع ہوتی۔ عصر کے وقت طالب علم نے جو شاہ صاحب کو آتے دیکھا اذان دینی شروع کر دی اور بجائے اشھد ان محمد ارسول اللہ کے کہنے لگا اشھد ان جناب سید شاہ محمد رسول اللہ صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر مرید ہاں ہاں کرتے ہوئے دوڑے اُس نے کہا ایں کیا ہوا؟ مریدوں نے کہا کس طرح اذان دیتا ہے۔ اذان یوں ہی دی جاتی ہے؟ اُس نے کہا پھر اذان کیسے دوں؟ مریدوں نے کہا اشھد ان محمد ارسول اللہ وہ شاہ صاحب کے سامنے آکر کہنے لگا واہ خوب

ان لوگوں نے کہا۔ آپ کے نام کے ساتھ اگر جناب حضرت سید شاہ عطا کریم صاحب مدظلہ نہ کہا جائے صرف نام لیا جائے تو یہی لوگ مار پیٹ کرنے پر تیار ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی جوتی کی خاک کے برابر بھی آپ نہیں ہیں اُن کا نام خالی محمد رسول اللہ لیا جائے اچھا انصاف ہے۔

جناب شاہ صاحب نے اپنے مریدوں پر سرزنش کی اور کہا۔ تم لوگ ہم کو ذلیل کراتے ہو اگر اس غریب نے خالی نام لیا تھا تو کیا ہوا۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا جلالین میں شریک نہ ہونا

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ۱۲۹۳ھ میں دہلی میں پڑھتے تھے رمضان کا مہینہ آیا تو جلالین شروع ہوئی۔ بعض آدمی گھر جانے کے لئے مستعجل تھے اس لئے بجائے ایک پارے کے دو پاروں کی نوبت آگئی مولوی عبدالعزیز صاحب نے شرکت چھوڑ دی آپ نے سبق میں اُن کو نہیں دیکھا تو آدمی بھیج کر مدرسہ سے بلوایا پوچھا تم نے دیر کیوں کی یہ فطرتی مناظر کہنے لگے جس طرح جلالین یہاں پڑھائی جاتی ہے ایسی مجھ کو خود آتی ہے میاں صاحب نے فرمایا۔ بہتر یہ اُٹھ کر چلے آئے ایک دن اثنائے سبق میں پھر ایک طالب علم کو بھیجا کہ مولوی عبدالعزیز کو بلا لینا یہ آئے آپ نے اُس دن سبق میں ایک عبارت کا مطلب

موصی الیہ کا امتحان

پوچھا اُنہوں نے فوراً جوڑ توڑ لگا دیا آپ نے اُس پر اعتراض کر دیا۔ اب تو یہ سوچنے لگے تب آپ نے فرمایا ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست	شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بغیر اساتذہ کی جوتی سیدھی کئے ہوئے۔ یہ باتیں نہیں حاصل ہوتی ہیں یہ کہہ کر آپ نے خود بیان کر دیا۔ اور کہا اُستاذوں کے بتانے کی بھی جگہیں ہیں۔ اور اس شعر کی نسبت فرمانے لگے رزیڈنٹ لکھنؤ کے مترجم نے نواب سعادت علی خاں کی مجلس میں کہا۔ شیخ سعدیؒ نے گلستاں میں یہ عجیب بات رکھی ہے کہ اس کے

خفتہ باشد اور خفیہ باشد انشاء اللہ خاں کا لطیفہ

اشعار قوافی بدل کر بھی اگر پڑھے جائیں تو بے معنی نہیں ہوتے چنانچہ ایک نسخہ میں گلستاں کے میں نے دیکھا ہے خفتہ باشد کی جگہہ خفیہ باشد لکھا تھا۔ شاید کہ پلنگ خفیہ باشد * انشاء اللہ خان انشاء نے کہا۔ بجا فرماتے ہیں میں نے ایک نسخہ میں قطعہ بہ تبدیل قوافی دیکھا تھا ؎

عیب و ہنرش نہفتہ باشد	تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد	ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست

اِس پر خوب قہقہے لگے اور مترجم صاحب، نواب صاحب اور رزیڈنٹ دونوں کے روبرو نہایت شرمندہ ہوئے۔

مستقل مزاجی

لڑکپن میں پڑھنے کی جانب سے بدشوقی

آپ کی طبیعت جلدی کسی رنگ کو قبول نہیں کرتی تھی اور جب کوئی رنگ اختیار کر لیتی تو اُس کو جلدی چھوڑتی نہ تھی۔

لڑکپن میں پڑھنے لکھنے کی طرف سے سخت بدشوق تھے جب پڑھنے کا شوق ہوا تو ہمیشہ کے لئے وطن ہی چھوٹ گیا۔

فقاہت کا زمانہ اور سرسید کی تحریر

تحصیل و تکمیل علوم متدارسہ کے بعد مدتوں فقیہ رہے چنانچہ سرسید احمد خان مرحوم آثار الصنادید میں لکھتے ہیں "جناب مولوی نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ" "زبدۂ اہل کمال اُسوۂ ارباب فضل و افضال مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر و اقران سے گوے سبقت لے گئے ہیں۔ روایت کتنی میں آج بے نظیر ہیں"

خدمت حدیث

جب درس حدیث کی جانب توجہ کی اور توغل بڑھا تو دوسرے علوم و فنون اور تقلید شخصی کی طرف سے بے پروائی آ گئی۔ یہاں تک کہ تقلید بھی کی تو صاحب حدیث ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی۔ اور سب کی تقلید سے ہاتھ اُٹھایا۔

ساٹھ برس تک دہلی میں حدیث ہی کا درس دیتے رہے اور اسی پر خاتمہ ہوا مسلمانوں کو جب پکارا تو حدیث ہی کی جانب پکارا اور آٹھ لاکھ آدمیوں کو عامل بالحدیث بنا چھوڑا۔ ایک خط میں مولوی سید عبد العزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں "مرا کہ از خدمت علوم دین سیما کتاب و سنۃ ضیق فرصت ست وامروز زیر درس ۷۵ طلبہ ہستند فقدان اطمینان است"

لہ اخبار دار العلوم دہلی مطبوعہ ۱۷- اکتوبر ۱۹۰۲ء تحت مضمون "وفات حسرت آیات" جس کی نقل اس کتاب کے صفحہ ۲۲۹ میں ملے گی ۱۲

پیشین گوئی

ایک خط میں سید عبدالعزیز ساکن صمدن ضلع فرخ آباد کو لکھتے ہیں:-

"مجھے اپنے اللہ سے امید ہے کہ تم کو وہ اولاد صالح دے گا اور یہ بھی قوی بھروسہ ہے کہ سب سے زیادہ تعداد ہوگی- میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ تم کئی لڑکوں کی انگلیاں پکڑے ہوئے آرہے ہو- اور چند بچے تمہارے پیچھے پیچھے ہیں یہ خواب منتج نتائج حسنہ ہے اور تعبیر کثرت اولاد کے ساتھ ہے اللہ جل شانہ تمہاری پیروی تمہاری اولاد کو بخشے گا اور میں بھی ضرور دیکھوں گا- اور اسی مسجد میں دروازے کے سامنے تم کو آتے دیکھا ہے اور تم اُس جگہ آکے بیٹھے تھے جہاں تم نے مجھ سے ایک مرتبہ سنن ابوداؤد پر بحث شدید کی اور میرا کہنا نہ مانا تیسری مرتبہ مجھے تمہارا راضی کرنا پڑا- اس واسطے کہ تم برسر حق تھے اور تم نے بات بھی سلف صالح کے مطابق پیدا کی تھی یا اللہ میری اس تحریر کو درجہ قبولیت کا دے آمین ثم آمین"

خواب

تعبیر

یہی بزرگ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں "میرے چند بیٹے ہیں- مولوی ابوالمجد سید محمد عرف عبدالحمید- ابوالمجاہد سید حسن عرف سید عبدالحکیم- ابوالسعادۃ سید حسین عرف عبدالحفیظ- آغا سید رضا عرف حافظ عبدالغفار"

پیشین گوئی کا ظہور علی وجہ الاتم

دوسری جگہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں "میں ۱۹۰۸ء میں دہلی گیا تھا یہ گویا آخری فیض یاب ہونا تھا- میرے ساتھ بیٹے تھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے"

ناظرین ہی انصاف کریں کہ ایسی یقینی پیشین گوئی کیا کوئی معمولی بات ہے؟

زندہ دلی اور خوش طبعی

اکثر جمنا میں تیرنے کے جلسے کیا کرتے احباب تلامذہ اور تیراکوں کو لے کر جاتے دن بھر تیرتے رہتے خربوزے آتے اور سب مل کر خوب کھاتے خود فرماتے تھے- جوانی میں تین کاموں کا شوق رہا- جمنا میں تیرنے کا- گھوڑا چڑھنے کا- اور بدلی میں سونے کا-

جمنا کنارے کے جلسے

جوانی کے شوق تیرنا، گھوڑا چڑھنا، بدلی میں سونا،

اکثر دوستوں اور شاگردوں کو ساتھ لے کر کسی باغ میں چلے جاتے۔ شہتوت، آم اور دوسرے دوسرے میوے فصل کے لے لے کر کھلاتے مذاق کی باتیں ہوتی رہتیں کوئی اِدھر ٹہل رہا ہے کوئی اُدھر پھر رہا ہے کوئی دوڑتا ہے کوئی تعاقب کرتا ہے۔

باغ کی سیر

۱۲۹۴ھ میں ایک بنگالی طالب علم پڑھتا تھا اُس کا نام تو تھا تراب علی مگر آپ نے مذاقاً اُس کا نام خاکی شاہ رکھ دیا تھا۔ اِس سے اور ایک دوسرے طالب علم سے جانی دشمنی تھی ایک روز جب دونوں کے آپس میں خوب زبانی لڑائی ہو چکی تو خاکی شاہ نے میاں صاحب سے آکر غصہ میں کہا۔ میاں صاحب اِس کو منع کیجئے ورنہ اب خون ہو جائے گا آپ نے فرمایا کیا مضائقہ سرکار کی طرف سے ساڑھے تین خون تمھارے لئے معاف ہے، آخر دونوں لپٹ پڑے اور ایک نے دوسرے کی دانت کاٹنا شروع کیا جب خون بہنے لگا تو آپ فوراً اُٹھے اور دونوں کو چھوڑا کر پاس بٹھا لیا اور سمجھانے لگے توبہ توبہ تم لوگ حدیث پڑھنے کو آئے ہو۔ کونوا عباد اللہ اخوانا پھر ہر کا دودھ شکر ملا ہوا حلوائی کی دوکان سے منگوا کر دونوں کو پلوایا۔ اور گلے گلے ملا کر صلح و صفائی کرا دی۔

خاکی شاہ کا ذکر

ایک شخص آپ کے پاس اپنی شادی کے خصوص میں مشورہ لینے کے لئے آیا آپ نے فرمایا۔ شادی کرنے کا مضائقہ نہیں مگر کسی طرح یہ بات بھی دریافت کر لینا کہ بیوی کا مزاج کیسا ہے اور تم کو بھی چاہیئے کہ شادی کے بعد بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہو نیک سلوک کرو، نرمی اور ملائمت برتو، اُس کی تکلیف کا خیال رکھو۔

شادی کا مشورہ

سنو ایک صاحب تھے بڑے بخیل اُنہوں نے شادی کی تو گوشت بازار سے خود خرید کر لاتے اور بوٹیاں گن کر بیوی کو پکانے کے لئے دیتے۔ بیوی تھی ہوشیار پانچ بوٹیاں یہ دیں تو وہ اُس کے دس ٹکڑے کر لیتی پانچ تو دن کو دے دیتی اور پانچ پھر رات کو بھی دیتی اب تو یہ گھبرا کر کہنے لگے میں نے تو پانچ ہی بوٹیاں دی تھیں اب یہ پانچ کہاں سے آگئیں اُس نیک بخت نے کہا۔ ہاں تم نے

بیوی کے مقابل میں بخالت

تو پانچ ہی دی تھیں مگر یہ ہمارا احسان ہے اِس میں تمھارا کیا لگا ہے۔

دلّی والے دلّی نہیں چھوڑ سکتے

ایک دفعہ تذکرہ آیا دلّی والے دلّی چھوڑ نہیں سکتے آپ نے فرمایا۔ دلّی کا ایک کتّا فرخ آباد گیا وہاں ایک کُتّے سے ملاقات اور دوستی ہو گئی۔ فرخ آباد والے نے دلّی والے کی خوب خوب دعوتیں کیں مختلف قسم کے کھانے ہمیشہ کھلائے بالآخر دہلی والے کتّے نے بوقت رخصت اپنے فرخ آبادی دوست کو دہلی آنے کے لئے باصرار کہا۔ اور وعدہ لیا۔ کچھ دنوں بعد اتفاقاً فرخ آبادی کا دلّی آنا ہوا۔ جمنا پار ہوتے ہی پہلے تو شہر کے کتّے لپٹ پڑے۔ بہ ہزار خرابی اُن سے کسی طرح پیچھا چھوڑا کر شہر میں پہنچا اور اپنے دوست کی تلاش کرنے لگا۔ چاندنی چوک میں کچھ رات پڑے ملاقات ہوئی۔ پہلے تو دلّی والے نے بڑی ہمدردی کی اِس کے بعد دعوت کی فکر میں چلا۔ دلّی والے تو سرشام ہی کھانا کھا چکتے ہیں۔ اب رات گذرے اِس کو ملے تو کیا ملے جامع مسجد کی شمالی سیڑھیوں پر (جہاں نانبائی شامی کباب ہانڈی کباب وغیرہ عصر کے وقت بیچتے ہیں) ایک ہانڈی کباب کی مل گئی۔ کباب تو بک چکا تھا صرف مصالحہ رہ گیا تھا۔ اِسی ہانڈی کو لاکر فرخ آبادی دوست کے سامنے رکھ دیا (دلّی والے مرچیں زیادہ تو کھاتے ہی ہیں اِس پر نانبائی بازار کے کباب میں اَور بھی زیادہ مرچیں دیتے ہیں) اور معذرت کی بھئی اِس وقت تو کچھ ملا نہیں خیر حُسنِ اتفاق سے چیز اچھی مل گئی ہے۔ بھوک کی شدت اور پریشانیوں کے بعد ہانڈی جو سامنے آئی تو چاہا کہ سب کو ایک ہی لقمہ کر جائیں مُنہ لگاتے ہی مرچوں نے زبان، حلق اور سینہ تک کی اس طرح خبر لی کہ گویا آگ لگ گئی۔ نہایت ہی سراسیمگی کی حالت میں کہنے لگا یار تم اس شہر میں کیوں رہتے ہو جہاں کے کھانے کی یہ حالت ہے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ فرخ آباد چلے چلو وہاں کا آرام تو تم نے دیکھا ہی ہے اس کے جواب میں دلّی والے نے کہا۔ یار اسی چٹ پٹے کے سبب سے تو دلّی چھوڑی نہیں جاتی۔ دوسری جگہ کے کھانے میں یہ مزا کہاں!

فرخ آباد اور دلّی کے کتوں کی حکایت

ایک حافظ نابینا نے آکر آپ سے مسئلہ پوچھا مسئلہ بتا کر فرمایا ع

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی فرماتے ہیں آپ دعوتوں میں ہم کو ضرور ساتھ لے جاتے اور اپنی بغل میں بٹھاتے کھانا کھاتے جاتے اور ہڈیاں میرے آگے رکھتے جاتے اور کھانے کے بعد فرماتے "ارے اندھے تو تو سب سے زیادہ کھا گیا"۔

طلبہ میں جب کسی کو دیکھتے کہ ذرا شوقین ہے تو فرماتے۔ گانٹھ میں کوڑی نہیں باقی پور کی سیر۔

پہلی مرتبہ جب آپ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد سورج گڈھ آئے تو آپ کے ایک ماموں تھے انہوں نے نہایت ہی حیرت سے کہا سنا ہے کہ تم نے دلّی میں شادی کرلی اپنے خاندان سادات کا نام بھی ڈبو دیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت میں کیا کروں اوپر ہی سے ہوتی آئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام بھی تو بی بی شہر بانو سے بیاہے گئے جو ہرمز کسریٰ کی صاحب زادی تھیں اور ابوالائمہ امام زین العابدین علیہ السلام انہیں کے بطن سے تھے ؎

نسب کا اعتبار ہوتا ہے نہ بطن کا

میں ہی نہیں ہوں شیفتۂ رنگ گندمی		اوّل سے ہوتی آئی ہے آدم کو دیکھئے
نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم		جنید و شبلی و عطار شد مست

اس کے بعد سمجھا دیا کہ شریعت میں اعتبار نسب کا ہوتا ہے نہ بطن کا۔

پنجابی طلبہ پر جب کبھی خفا ہوتے تو فرماتے دیکھو صائب کہتا ہے ؎

گبر و مسلماں ہمہ یک آبی اند		وائے بریں قوم کہ پنجابی اند

شاعری کا مذاق

آپ کو ہزاروں شعر اردو فارسی اور عربی کے ضرب المثل کے طور پر یاد تھے جن کو اکثر پڑھتے اور ان کے نکات کو بیان فرماتے۔

مولوی سید عبدالعزیز عرف عزیز احمد ساکن صمدن ضلع فرخ آباد کو ایک خط میں لکھتے ہیں "طریق تحریر ایشاں دیدم نثر دل پذیر ست و نظم پر جوش۔ چندے مشق باید کہ ادبائے زمانہ بروئے حرف گیری نہ نمایند۔ اگرچہ نزد فقیر شستہ زبان است الا مشق خورد سال است قصیدۂ کہ بر شیروانی نوشتند و بروئے اعتراضہا

شاعری کے لیے فصاحت و بلاغت لازم و ملزوم ہے

نمودند خوب است۔ شُعرائے عجم شاعرِ عرب را کہ ستو دند نمی دانم کہ از کلامش چہ لطفہا یافتند وے اگرچہ کہنہ مشق است الاّ بلاغت ندارد و فصاحت و بلاغت شاعر و انشاپرداز را لازم و ملزوم است۔

دوسرے خط میں انہیں کو لکھتے ہیں۔

"قصیدۂ کہ مشعر کیفیت مولوی فضل حق خیر آبادی نوشتند خوب است الاّ طرزش دل آزار عزیزان مرحوم خواہد شد بچند مقامات قلم کشیدہ شد عزیزا تحریر دل ربا باید نہ جاں گزا اگرچندے مشق خواہد ماند انشاء اللہ انشاپردازی ایشان رنگ دیگر خواہد پذیرفت۔

تحریر دل ربا باید نہ جاں گزا

یقینی طور پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ **آپ** شعر کہتے بھی تھے مگر حضرت عبداللہ غزنوی کی تعزیت میں جو خط اُن کے صاحبزادوں کے پاس بھیجا تھا اُس میں یہ قطعہ غالباً قلم برداشتہ لکھا تھا۔ **قطعہ**

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد	از جناب بارِشِ تسلیم باد
چشمۂ فیضِ کرامت شانِ او	رونق افزا چشمۂ تکریم باد

اصلی شاعر ماں کے پیٹ ہی سے شاعر پیدا ہوتے ہیں

مع ہٰذا وہ شعر کہتے ہوں یا نہ کہتے ہوں اصلی شاعر ضرور تھے جو ماں کے پیٹ ہی سے شاعر پیدا ہوتا ہے اور نکتہ سنجی، شعر فہمی، دقیقہ رسی میں اُس کی طبیعت کو شعر کہنے والوں کی طبیعت سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔

وہ دوسرے شاعروں کے اشعار سے ایسے مطالب و مفاہیم مستنبط کرتا ہے جو کہنے والوں کے خیال میں بھی نہیں ہوتے اور یہی اصلی شاعری ہے۔

میں اِس باب میں اُن اشعار کو جو وقتاً فوقتاً **میاں صاحب** کی زبان مبارک سے سنے گئے ہیں یا تحریر میں پائے گئے ہیں درج کرتا ہوں اور ناظرین **میاں صاحب** کے خطوط میں ملاحظہ فرماچکے کہ برجستہ اور برمحل وہ کس کثرت سے اشعار کا استعمال کرتے تھے چاہے وہ اشعار اساتذہ یا دوسرے شعرا ہی کے کیوں نہ ہوں مگر موقع استعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے حق تصنیف اپنا اُن کی قابلیتوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے۔

رحیم آباد میں بیمار پڑنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ **آپ** کو رحیم آباد میں بخار شدید آیا قبض شدید تھا

میرے پاس طلبی کا ٹیلیگرام پہنچا میں نے پہنچ کر دیکھا کہ شدت تپ میں غیر منتظم باتیں کرتے ہیں اور شعر پڑھے جاتے ہیں ؎

لے چلو باغ میں مجھ کو کہ بیادِ رخِ دوست	ہوں دل آزردہ وہاں گل سے بہل جاؤں گا
تا بکے محنت و رنجوری دوری بکشم	نازنینِ وطنم سوے وطن باز روم
تا بکے در خس و خاشاک بود منزلِ ما	صدر بزمِ چمنم سوے چمن باز روم
رل گئے خاک میں لاکھوں تو اچنبھا کیا ہے	میں بھی اک روز اسی خاک میں رل جاؤں گا

ناظرین اِس حالت اور ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں جس شخص کا ملکۂ راسخہ بے ہوشی میں ایسا ہو اُس کے درویش کامل ہونے میں پھر کوئی شبہ کی جگہ باقی رہ سکتی ہے۔ اِسی درویشی کی مناسبت سے شعرا میں خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی درویشی کی بہت تعریف کرتے اور اُن کے اشعار بھی اکثر پڑھا کرتے مصرعہ

ہوں میں لفظِ درد جس پہلو سے اُلٹو درد ہے ؎

نہ وہ نالوں کی شورش ہے نہ وہ آہوں کی دھونی ہے	ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج سونی ہے

ایک روز فرمانے لگے دہلی میں کل ڈھائی فاقے ہوے جس میں دو خواجہ میر درد کے گھر۔ ایک اٹھارہ دن کا تھا اور دوسرا پندرہ دن کا مگر دیوار درمیان ہمسایہ کو بھی خبر نہ ہوئی اور نہ ماتھے پر بل آیا۔

درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار ایسے ایسے پڑھتے کہ سُن کر حیرت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے ؎

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں	تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

غالباً یہ شعر حدیث افک کے موقع پر پڑھا تھا ؎

صبا را اشرم می آید بروے گل نگہ کردن	کہ رخصت غنچہ را واکردو نتوانست نہ کردن
آناں کہ چشم بر گل تحقیق وا کنند	از ہر چہ فہم رنگ نہ گیرد حیا کنند
صائب دو چیز می شکند قدر شعر را	تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس
تو بہ بازیچۂ طفلاں چہ تماشا داری	وضع دیوانۂ ما نیز تماشا دارد
نیابد تا کفِ گل چیں برو دست	ز مژگاں با غبانش خار چیں بست

عالمِ بے خبری طرفہ تماشا گاہے ست	رہروے نیست دریں رہ کہ نہ لغزد پایش
بحمد اللہ میانِ من و او صلح فتاد	حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند
غزالاں را سم از شوخی شکستہ	ندارد تاب جستن کفشش خستہ
ازیں افیون کہ ساقی در مے افگند	حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار
گرنہ قضا بود کہ باہم رویم	می رسد آں وقت کہ ماہم رویم
بوریا باف گرچہ بافند است	نہ برندش بہ کارگاہ حریر
سخن یکے است برو باغباں و عشوہ مدہ	کہ دل قبول ندارد گلِ دورنگ ترا
ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند	کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
از شرابِ مہر چوں مستی دہی	نیستہا را صورتِ ہستی دہی
چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دین	خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں
بے بصیرت چہ شناسد سخنِ صائب را	تلخ و شیریں بہ مذاقِ دلِ رنجور یکے ست
ہر کہ بر بحرِ ضمیرش بگذرد	گوہرِ معنی بہ سوغات آورد

حدیث افک پڑھاتے وقت ماذا اذنبتُ کا ترجمہ اِس طرح کرتے ؎

آخر اے آہوے مشکیں کہ رمیدی ازما	چہ گنہ رفت و چہ کردیم و چہ دیدی ازما

قصیدہ عظمیٰ ۱۸۸۰ شعر کا

قصیدہ عظمیٰ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائف مولوی امین اللہ نگرنہسوی نے لکھی ہے ایک ہزار آٹھ سو اَسّی (۱۸۸۰) شعروں کا قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

مخدرات سراپردہاے قرآنی	چہ دلبرانند کہ دل می برند پنہانی

قصیدہ عظمیٰ پورا حفظ تھا

یہ قصیدہ غالباً پورا ازبر تھا۔ درس حدیث کے وقت اکثر اشعار اِس کے مناسب حال پڑھتے۔ حدیث افک میں کنٹھے کے گم ہونے کے بیان میں فرماتے۔

"کہ نظم آں ہمہ از بیشۂ یمانی بود	جواہرے کہ بود نام آں سلیمانی"
رو بہ غربت دارم و یادِ تو در دل می برم	داغ ہجرانِ ترا منزل بہ منزل می برم
بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی	کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست
محبتے است کہ دل را نمی دہد آرام	وگرنہ کیست کہ آرام جاں نمی خواہد
دیدہ ام در غنچگی چندیں جفائے باغباں	بعد گل گشتن نمی دانم چہ گل خواہد شگفت

یارب چہ گل شگفت ز مکتوبِ ما کہ باز ۔۔۔ بادِ صبا ملول و کبوتر گرفتہ است

منکراں چوں دیدۂ شرم و حیا برہم نہند ۔۔۔ تہمتِ آلودگی بر دامنِ مریم نہند

نامہ ام پاک تر از دیدۂ بلبل دارم ۔۔۔ لاکن از جورِ رقیباں چہ کنم لاچارم

در محفلِ خود راہ مدہ لاف زنے را[عہ] ۔۔۔ آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار ۔۔۔ زنگار خوردہ کے بہ نماید جمالِ دوست

از دستِ گدائے بے نوا ناید ہیچ ۔۔۔ جز آنکہ بہ صدقِ دل دعائے بکند

راہ چپ کرد حریفانہ بہار از چمنم ۔۔۔ غنچۂ من ماندم و ہنگامِ شگفتن بگذشت

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم ۔۔۔ منِ گم گشتہ نہ ایں راہ ز خود می پویم

در برآئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ۔۔۔ انچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

آنکہ نفسِ کلامِ حق گویا ست ۔۔۔ کہ جہاں را برائے او آراست

وانکہ تن جامۂ خلافتِ حق ۔۔۔ جز بہ بالائے او نیامد راست

گر قلم بر سرِ غمنامۂ دوراں آید ۔۔۔ خوں بدل آہ بلب اشک بہ مژگاں آید

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ۔۔۔ دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

بر بساطِ اغنیا ہرگز نیایند اہلِ فقر ۔۔۔ زانکہ نقشِ بوریا ایں قوم را زنجیرِ پاست

بر جہد آہ جگر دوز چہ امکاں دارد ۔۔۔ سر زند نالۂ جاں سوز چہ امکاں دارد

طالبِ خلعتِ نعمت ہمہ باشند ولے ۔۔۔ دولت آں برد کہ تشریف بلا یافتہ است

حافظا عمرِ عزیز است غنیمت دانش ۔۔۔ گوے چیزے کہ توانی ببر از میدانش

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ۔۔۔ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

برآوردنِ کار اُمیدوار ۔۔۔ بہ از قید بندی شکستن ہزار

وقت ہر کار نگہ دار کہ نافع نہ بود ۔۔۔ نوش دارو کہ پس از مرگ بہ سہراب دہی

حلقۂ پیرِ مغانم ز ازل در گوش ست ۔۔۔ ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

صحتِ ذاتِ ورا بہرِ تصدق ہر روز ۔۔۔ خازنِ مہر بہ خورشید کند زر تحویل

در دم افسانہ شد و تابِ شنیدن نہ رسید ۔۔۔ حیرتم آئینہ گردید و بہ دیدن نہ رسید

عہ اصل مصرعہ شاعر کا ہے "درمحفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را" مگر میاں صاحب نے ایک موقع پر مناسب وقت لاف زنے، ہمچو منے کی جگہ استعمال کیا تھا۔ جس سے بہتر تغیر اُس موقع کے لئے ہو نہیں سکتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری میں وہ اعلیٰ پایہ رکھتے تھے ۱۲

اے صبا نگہتے از خاک رہ یار بیار
مرتے شد کہ نہ دیدم گل رخسار ترا
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
بصدق و صفا کوش و ورع و تقیٰ
بہ خاک دانِ جہاں دل منہ کہ جاے دگر
لشکرِ غم کی چڑھائی ہے خبردار اے دل
اپنی ہستی کو سمجھتا رہے برباد انسان
کونسا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا
وادیٔ حزن و ملالت میں وہ مخمور نہ تھا

ببر اندوہ دل و مژدۂ دیدار بیار
از خدا می طلبم دولتِ دیدار ترا
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید
ولیکن میفزاے بر مصطفیٰ
برائے مسکنِ تو برکشیدہ اند قصور
مورچہ ٹوٹنے پائے نہ شکیبائی کا
چار عنصر نہیں جھونکا ہے یہ چوبائی کا
غمزدہ سینہ برشتہ دلِ رنجور نہ تھا
نشۂ حیرت و بے تابی میں مخمور نہ تھا

می رود سطح زمیں از تہ پایم امروز
شاید آں روز قیامت شدہ قائم امروز
دلِ ناکامی دل شاد کہ ناشادم کرد
خانۂ رنج و غم آباد کہ بربادم کرد

کوئی سیدھی بات صاحب کی نظر آتی نہیں
دور میں وائے نصیب اپنی جب آئی باری

آپ کی پوشاک کو کپڑا ابھی آڑا چاہیے
باقی ساقی رہی جب مے نہ ذری شیشے میں

شمائل ترمذی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کا بیان آتا تو آنکھ کی تعریف میں فرماتے دیکھو مفتی صدر الدین خاں صاحب لکھتے ہیں۔

محتسب آئے تو نقشہ تیری آنکھوں کا دکھاؤں
منہ میں ٹپکاؤں دمِ غش مے گلنار کی بوند

دانتوں کی تعریف میں مفتی صاحب کا یہ شعر پڑھتے۔

عکس دنداں کا پڑے تیرے اگر پانی میں
تھیں بھی نہ کی شیریں نے اس تیشہ زنی پر
کوئی کوتہ نہ پایا ان بتانِ سرو بالا میں
باندھی ہے سب نے زیرِ فلک جھوٹ پر کمر
کہتے ہیں ذکرِ لیلیٰ و مجنوں جو چھیڑئے
موئے کمر نظر ہی نہ آئے تو کیا کروں

آب ہو جائے خجالت سے گہر پانی میں
پتھر پڑے فرہاد تری کوہ کنی پر
جسے دیکھا نظر آیا وہ باون گز کا لنکا میں
شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا
چپ رہیے بس نہ گور کے مردے اکھیڑئے
تعریف ورنہ کی ہے ترے بال بال کی

کیا کیا دیئے دم اُس نے باتیں بنا بنا کر
دون کی آپ کے دم ساز بجا لیتے ہیں

کون سی جا ہے جہاں تیرے نہیں اے یار مست
وضع رکھتی ہے سیاہی کی وہ خال ہندو

اگر ئی کا ہے گماں شک ہے ملاگیری کا
گردن کو جھکائے صفِ عشاق کھڑی ہے

کس کو معلوم نہیں گنجفہ بازی تیری
چین ابرو نے دکھایا اُلٹی سیفی کا اثر

اُلفت میں اونچ نیچ نہ سوجھی جہان کی
کوئی کیا جانے کھلاڑی کھیلتے ہو کیسے تم

تجھے اے سنگدل آرام جانِ مبتلا سمجھے
ایسے تیر افگن سے بچ کر مرغ دل کیونکر اُڑے

جسے تو دوست سمجھتا تھا وہ دشمن نکلا
رقیب کیوں نہ ہو محرم تمھارا اے صاحب

دور و نزدیک میں ہے پھیر بہت اے مغرور
فریب دیتی ہیں کیا مجھ کو یار کی آنکھیں

شیخ کے قد کی درازی کے تئیں جال میں دیکھ
کو دنے کو جو اُٹھا سر پہ اُٹھالی مجلس

ممکن نہیں وہ آنکھ اُٹھا کر ہمیں دیکھیں
روئے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہے وہ گل

سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
جب سے پنہاں ہے وہ رشکِ مہر و ماہ

دم باز کے تصدق اُس گفتگو کے صدقے
لحن داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں

دیکھئے جس کوچے میں بڑ مارتے ہیں چار مست
میرزائی پہ کمر باندھی ہے لالا ہو کر

رنگ لایا ہے دوپٹہ ترا میلا ہو کر
اُس تُرک کی تلوار پہ کیا بھیڑ پڑی ہے

کون سا فردِ بشر ہے جسے چکمہ نہ دیا
یار کا نقشِ جمالی بھی جلالی ہو گیا

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی
بارہا اِس گنجفہ کو تم نے برہم کر دیا

پڑیں پتھر سمجھ پر ایسے ہم سمجھے تو کیا سمجھے
جس جگہ کا اُس نے پرتا کا وہیں پر اُڑ گیا

تیرے اِس دعوی کا وہ مبطل و رہزن نکلا
مثل ہے پیٹ کہیں چھپ سکا ہے دائی سے

جسے دریا تو سمجھتا تھا وہ ٹاپو نکلا
بہت سے ایسے ہرن ہیں میرے چرائے ہوئے

یاد آتا ہے جوانوں کے تئیں رقص جمل
دیکھئے اونٹ جواب بیٹھے تو بیٹھے کس کل

مانع ہے حیا تیر لگایا نہیں جاتا
کیا ہی پھبتی ہے کہ کیڑا لگ گیا بانات کو

سچ کہا ہے باڑھ کاٹے نام ہو تلوار کا
رات دن زیرِ فلک اندھیر ہے

نہیں وہ اب چمک اِن میں جو پھیروں ہاتھ گالوں پر
اندھیری ہے سمندِ حُسن کو خط روئے گلگوں کا

ہاتھ آتا ہے مقدر سے ہمائے دولت
جال کس کس نے بچھایا نہیں دانائی کا

اہل جوہر کو زمانہ سے شکایت ہے عبث
چری ہوئی ہے زمانہ کے شوخ چشموں کو
ہمکاسہ رہا کرتی ہے ہندو لپسروں سے
شب زکوٰۃ حسن دیتا تھا کھڑا وہ بام پر
کیا حسد ہے اگر ایک شب نظر آیا پورا
اُس شوخ نے کل باتوں ہی باتوں میں فلک پر
خشم آلودہ جو دیکھی چشم اُس صیاد کی
بائیں دائیں ہیں جو دونوں تیرے ابرو ماہ نو
آبرو سے جو ملا اکسیر سمجھے فقر میں
ملا ہوا ہے تعصب کا چہروں پر روغن
خدا حافظ ہے اُس کے کاکلِ پیچاں کے مفتوں کا
سب کو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے
اے میاں ضبط سے اب کام ترا در گذرا
جگر کے درد سے مرتے ہیں اُف نہیں کرتے
قاصد کی تگ ودو میں تو شبہ نہیں لیکن
اپنے رتبے سے جو بڑھ بڑھ کے بہت بولتے ہیں
جب تک حلال کرلے نہ مجھ بے گناہ کو
ہوگا وصال غیر سے اِس کا بڑا ہے غم
حال و قال اُس نے بہت ردوبدل میں مارا
آج موزوں ہم سے وصفِ قد بالا ہو گیا
چکھاؤں میں تجھے رندوں کو تو چکھائے جا
لذت فراق و وصل کی دونوں ہیں دل کو زہر
سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے برنگِ گل صد برگ
میں گیا جب اُس کے گھر ایسی چڑھائی ناک بھوں
چشم تر رہتی ہے آہوں سے جگر جلتا ہے

جاننے والے نہ باقی رہے انجان رہے
دماغ دشت میں ملتا نہیں غزالوں کا
شک دختر رز پر ہے مجھے رام جنی کا
ماہ بھی سائل کھڑا تھا چرخ نیلی فام پر
ساغر ماہ کا گردون نے کنارہ توڑا
سو بار چڑھایا مجھے سو بار اُتارا
شیر آہو ہو گیا آہو چکارا ہو گیا
ایک چاند اُنتیس[۲۹] کا ہے ایک پورے تیس[۳۰] کا
خاک کا پھنکا بھی سونے کا نوالہ ہو گیا
مٹا سکا نہ کوئی شیخ برہمن کا رنگ
اثر اس سانپ کے پھنکار سے اُڑتا ہے افسوں کا
کون پھرتا ہے یہ مُردار لئے پھرتی ہے
کب تلک کوئی کسی کے لئے تن من مارے
تمام ہوتے ہیں اور آن بان باقی ہے
مغرور وہ کب سنتا ہے پیغام ہمارا
سُنہ کے بل اُن کو گراتا ہے اڑے مار گھمنڈ
قاتل کو دہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے
اتنا فراق کا مرے دل پر قلق نہیں
میں نے دل اپنا اُٹھا اپنے بغل میں مارا
عالمِ بالا تک اپنا بول بالا ہو گیا
یہی ہے جام سے ہر دم کلام شیشے کا
بوسے دہانِ یار کے لڈو ہیں بور کے
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل
ہو نہ ممسک کی یہ صورت روے مہماں دیکھ کر
کیا قیامت ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا	ہل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے
داغ چیچک کے نہیں رخسار پر معشوق کے	شربت قند است گویا تخم ریحاں ریختہ
کہتا ہے ضبط اشکوں سے بہتا نہ آنکھ سے	پیراک ہے وہی کہ چڑھے جو چڑھاؤ پر
یہی کرتا ہے اشارے کوئی اُٹھتا جوبن	یوں محل پا کے اُبھرتے ہیں اُبھرنے والے
گل مضمون جو کچھ تھے وہ بالکل چُن لئے ہم نے	اب آگے اس زمین میں خاک اُڑائے جس کا جی چاہے
اِک حلاوت ہے عداوت میں بھی اس ظالم کی	کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا مجھ کو
لبوں پر جان ہے اور یار جانے کی سناتا ہے	ارادہ دونوں کا ہے دیکھو آگے کون جاتا ہے
ہم فقیروں سے اری ہوت تو کیا لیوے گی	موت سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

جنت کی زمین کی تعریف

سودا کا یہ شعر جنت کی زمین کی تعریف میں پڑھتے

جوش روئید گی خاک سے کچھ دور نہیں	شاخ میں گاوزمیں کے بھی جو پھوٹے کونپل

پڑھ کر فرماتے قافیے کیسے لاتا ہے !!

میاں صاحب کی مختلف فنوں کے ساتھ مناسبت، میاں صاحب کا تبحر، میاں صاحب کی وضع بود وباش،

قوائے مختلفہ کا مجموعہ

آپ کے حالات زندگی پڑھنے کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ قدرت نے **آپ** کو قوائے مختلفہ کا مجموعہ بنایا ہے۔

مقراضی ترجمہ

پڑھانے اور وعظ کہنے کے وقت ابن تیمیہ معلوم ہوتے ہیں۔ **تو مقراضی ترجمہ** بتانے کے وقت نہایت زندہ دل پھر اُن ترجموں پر غور کرنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ اِس سے بہتر ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا جو کہ نہایت کہنہ مشقی اور تبحر پر دلالت کرتا ہے۔

سادگی

محض[ع] معمولی کم قیمت موٹے کپڑے پہنے مسجد میں بوریا یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے دیکھنے سے نہایت ہی سیدھے سادے زاہد خشک کا گمان ہوتا ہے۔

ع دیکھو لباس کے بیان میں جو آگے آتا ہے ۱۲

ناواقف آدمی ممالک دور دراز سے نام سُن کر آتے اور پوچھتے ہیں۔ مولانا نذیر حسین صاحب کہاں ہیں ؟ تو باوجود نشان دینے کے بھی اُن کی وضع ظاہری کے سبب اُن کا شک مبدّل بہ یقین نہیں ہوتا سامنے ایک تپائی پر صحیحین موطا سنن اربعہ ہدایہ وغیرہ کوئی کتاب رکھے ہوئے ہیں اردگرد سامعین اور قاریوں کا ایک بڑا مجمع ہلالی شکل میں ہے ایک شخص پڑھ رہا ہے باقی سامعین سُن رہے ہیں کبھی شرکاء مجلس میں سے کوئی ایک آدھ بات پوچھ لیتا ہے آپ جلدی سے جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہاں صاحب آگے بڑھو۔ مگر جس مقام پر سمجھانے اور تقریر کرنے کا موقع ہے وہاں پہنچ کر آپ قاری کو آگے بڑھنے دیں کیا ممکن وہاں ایک بحر مواج کی قطعہ ہو جاتی ہے حاضرین کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے لیر یوجل فی الارض مثلہ چاروں طرف سے اعتراضوں کی بوچھار ہونے لگتی ہے تو ایک جامع ومانع مسکت جواب ہر اعتراض کا کام تمام کر دیتا ہی سند متقدمین دکھانے کی جب نوبت آتی ہے تو استاد درس میں گھر جاتے ہیں اور کتابوں کا ایک پشتارہ اُٹھا لاتے ہیں جس موقع پر حافظ ابن حجر جیسے امام وقت نے بارہ حوالے متقدمین کی کتابوں سے دئیے یہ وہاں پچیس [۲۵] کتابوں کی سند پیش کرتے ہیں۔

درس کی کیفیت

بیان کے وقت بحر مواج

حافظ ابن حجر کے بارہ حوالوں کے مقابلہ میں پچیس [۲۵] حوالے پیش کئے

عینی شارح ہدایہ وشارح بخاری جیسے شخص کو کہہ جاتے ہیں کہ اس کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں ھدایہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ پہلے جو عالم ھدایہ کا درس دیتا تھا تو اُس کے گھر پر ایک جھنڈا رہتا تھا۔ جو علامت تھی اس بات کی کہ مولانا ھدایہ پڑھاتے ہیں۔ سنو صاحب میں نے اس کو کریما مقیماں بنا دیا۔

عینی کی ناواقفیت اپنے مذہب سے

ہدایہ کو کریما مقیماں بنا دیا

اسی طرح صحاح کی نسبت کہتے ہیں کہ میں نے ان کو گلستاں بوستاں بنا دیا

صحاح ستہ کو گلستان بوستاں بنا دیا

قاری جب کسی مشکل مقام سے بغیر وقفہ کے گذر جاتا ہے تو فوراً روک کر پوچھتے ہیں ؟ بتاؤ تو سہی کیا سمجھا جب وہ کچھ غلط سلط جواب دیتا ہے تو تردید کر دیتے ہیں اور جب بغلیں جھانکنے لگتا ہے تو سمجھا کر تنبیہ کر دیتے ہیں۔ کہ "صحاح کے ہر مقام پر جھوپڑی پڑی ہوئی ہے ہم کو غافل خیال کر کے تم آگے نہیں بڑھ سکتے"۔

قاری سے سوال

صحاح ستہ کے ہر مقام پر جھوپڑی پڑی ہے

شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم کے تذکرے پر فرماتے ہیں کہ "باوجود اس تبحر علمی کے ذری سی رسّی حنبلیت کی لگی رہ گئی ہے"۔

شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم

شیخ ابن الہمام کا ذکر

شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر (شرح ھدایہ) کو بہت مانتے تھے مگر فتح القدیر میں جس جس مسئلہ حنفیہ کا انتصار اُنھوں نے مناظرانہ روش سے کیا ہے۔ ہدایہ پڑھاتے وقت اُن مواقع پر ھدایہ کا مطلب، فتح القدیر کا پاس مذہب اور نفس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا کر فرماتے کہ " ہا آج چچا ابن الہمام زندہ نہیں ورنہ کہتا۔ دوسرے جو بکیں بکنے دو مگر چچا تمھاری شان سے یہ باتیں بہت بعید ہیں تمھارے لئے زیبا نہیں"۔

مجتہد مطلق

المختصر ان حالات کے دیکھنے کے بعد دیکھنے والا نہ صرف حافظ الحدیث اور فرقہ اہل حدیث کا زبردست امام تسلیم کرنے پر مجبور ہے بلکہ اُس کا کانشنس (نور ایمان یا قوت ممیزہ) اسلامی دنیا کا ایسا مجتہد مطلق جس نے ہر مسئلہ شرعیہ کو اپنی میزان اجتہاد میں جانچا اور پرکھا ہے اور جو نہ کسی کی مخالفت کی پروا کرتا ہے نہ کسی کی موافقت کی بلکہ صرف قرآن و حدیث کو نصب العین رکھتا ہے منوا ہی دیتا ہے۔

خدا رسیدہ عاشق مزاج صوفی اور سچا درویش

اسی طرح نماز تہجد کے بعد ۳-۴ بجے رات کو گرمیوں میں صحن میں چٹائی پر اور جاڑوں میں در مسجد میں ٹاٹ پر احتبا کئے ہوئے سر گھٹنوں پر رکھے اُردو۔ فارسی کے عاشقانہ اشعار درد انگیز لہجہ میں پڑھتے اور روتے جس نے دیکھا ہے وہ ایک خدا رسیدہ عاشق مزاج صوفی اور سچا درویش یا پیر طریقت خیال کرنے پر مجبور ہے۔

تاریخی مضامین پر لکچر

تاریخی مضامین پر لکچر دیتے وقت تاریخ کبیر بخاری، طبقات ابن سعد، مغازی ابن اسحٰق، تاریخ طبری، سیرت شامی وغیرہ کتب قدیمہ تاریخ کا حوالہ دیئے اور نتیجہ نکالنے سے وہ ایک بے نظیر فلسفی مورخ معلوم ہوتے ہیں۔

مذاہب اربعہ پر فتوے دینا

مقلدین مذاہب اربعہ کو اُن کے مذہب کے موافق فتوے دینے پر کتب فقہیہ ائمہ متقدمین کے حافظ خیال کئے جاتے ہیں۔

معاملات مختلفۃ الصور

معاملات مختلفۃ الصور کو جب سمجھانے لگتے ہیں تو جزئیات فقہ کے سارے نکات کو تشریحی صورت میں دکھا دیتے ہیں۔

خیالی صورت

الغرض یہ سب ادائیں تو وہ ہیں جن سے اُس شخص کے خیال ہیں جس نے

آپ کو دیکھا نہیں ہے آپ کی خیالی صورت نہایت ہی عبوس معلوم ہو گی۔

زندہ دلی

پھر جب آپ کے عادات، اطوار، زندہ دلی، شوخی۔ خوش طبعی، فراخ حوصلگی، اداشناسی، شاعری، صاف گوئی، اور آزادی پر نظر ڈالتا ہے تو عجیب حیص بیص میں اپنے کو پاتا ہے کیوں کہ زہد اتقا تقدس اور تورع اس کی اجازت نہیں دیتے کہ یار باش اور زندہ دل خیال کئے جائیں۔

زندہ دلی کی وجہ

میرے نزدیک آپ کی زندہ دلی کی وجہ اُس وقت کی سوسائٹی دہلی کی اور آپ کی جوشیلی اور حوصلہ مند طبیعت تھی جس میں ہر قسم کا مادہ موجود تھا۔ دہلی میں اُس وقت ہر فن کے ماہر اور کامل عالم، صوفی، درویش، حکیم، شاعر، مصور اور ارباب موسیقی موجود تھے۔

میاں صاحب کی ملاقات بادشاہ اور ولی عہد میرزا فخرو سے لے کر ایک موچی تک سے تھی۔ علماء کے طبقہ میں علاوہ اُن اساتذہ کے جن سے آپ نے پڑھا تھا۔

میاں صاحب کے اساتذہ

(جیسے مولانا عبدالخالق[1]۔ مولانا شاہ محمد اسحق[2] علیہما الرحمۃ۔ آخوند شیر محمد[3] قندھاری جلال الدین[4] ہروی۔ مولوی کرامت علی[5] اسرائیلی۔ مولوی محمد بخش[6] عرف تربیت خاں مولانا عبدالقادر[7] رامپوری۔ ملا محمد سعید[8] پشاوری)

معاصرین

مولوی فضل امام[1] خیرآبادی۔ اُن کے بیٹے مولوی فضل حق[2] خیرآبادی۔ مفتی محمد صدرالدین[3] خان۔ مولوی رشیدالدین[4] خاں۔ مولوی مخصوص اللہ[5] خلف الرشید جناب مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ۔ مولانا عبدالحی[6] داماد جناب شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ۔ مولانا محمد اسمٰعیل[7] شہید علیہ الرحمۃ۔ اُن کے بیٹے مولوی محمد عمر[8]۔ مولانا محمد یعقوب[9] چھوٹے بھائی جناب مولانا شاہ محمد اسحق قدس سرہ کے۔ نواب قطب الدین[10] خان۔ مولوی محبوب علی[11]۔ مولوی نصیرالدین[12] شافعی۔ مولوی کریم اللہ[13]۔ مولوی محمد نورالحسن[14] مولوی مملوک العلی[15]۔ مفتی سید رحمت علی[16] خاں۔ مولوی امان علی[17]۔ مولوی محمد جان[18] مولوی نوازش علی[19]۔ مصلح الدولہ[20] حکیم مولوی محمد رستم علی خاں۔ حاجی محمد[21]۔ مولوی سدیدالدین[22] خاں۔ ملا سرفراز[23] جیسے نامی گرامی علما موجود تھے۔

قاریوں میں

قاری قادر بخش[1]- اور اُن کے چھوٹے بھائی حافظ احمد[2]- قاری محمد[3] بیگ- قاری احمد[4]- حافظ عبد[5] الرحیم- قاری ابوالخیر[6] محمد فیض سرہندی-

مشائخان کرام میں

میاں صاحب نے یقیناً شاہ غلام علی قدس سرہٗ نقشبندی کو تو دیکھا نہیں کیوں کہ ۲۲- صفر ۱۲۴۰ھ میں وہ انتقال کر چکے تھے اور میاں صاحب ۱۳- رجب ۱۲۴۳ھ میں دہلی پہنچے تھے- مگر یہ بات تو ضرور تھی- کہ اُن کا اثر اُس وقت تک پوری طرح موجود تھا اور حسب ذیل مشائخان کرام تو میاں صاحب کے زمانہ میں موجود تھے-

امام المشائخین سید[1] احمد بریلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے شرف ملازمت تو پٹنہ ہی سے حاصل تھا- اور اُنہیں کے فیض صحبت کے سبب یہ دہلی سدھارے تھے- آپ کے علاوہ شاہ ابوسعید قدس سرہٗ اور اُن کے بڑے بیٹے شاہ احمد[3] سعید اور دوسرے بیٹے شاہ عبد الغنی[4] قدس سرہما مہاجر مدینہ منورہ، شاہ محمد آفاق[5] قدس سرہٗ (مولانا فضل رحمٰن گنج مُرادآبادی کے پیر) حاجی علاء[6] الدین احمد، حاجی غلام نصیر[7] الدین قدس سرہٗ، خواجہ محمد نصیر[8]، (خواجہ میر درد قدس سرہ کے نواسے) مولوی شاہ یوسف علی[9]، شاہ غیاث[10] الدین، مولوی شاہ محمد حیات[11]، شاہ فدا حسین[12]، شاہ توکل حسین[13]، سید عسکری[14] مجذوب، شاہ عبد النبی[15]، میر احمد[16] دیوانہ، دین[17] علی شاہ اور حاجی غلام[18] علی نقیب الاولیا-

اطباء میں حضرات ذیل سے تھے

احترام الدولہ عمدۃ الحکما معتمد الملک حاذق الزمان حکیم محمد احسن[1] اللہ خاں بہادر ثابت جنگ، عضد الدولہ حکیم غلام نجف[2] خاں بہادر، حکیم صادق علی[3] خاں ولد حکیم شریف خاں، حکیم امام[4] الدین خاں، حکیم غلام[5] حیدر خاں، (شاگرد رشید

حکیم شریف خاں وتلمیذ حضرات ثلثہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہم) حکیم نصر اللہ خاں، (شاگرد حکیم شریف خاں و حضرات ثلثہ قدس سرہم) حکیم فتح اسد خاں، حکیم دوراں حکیم پیر بخش خاں، حکیم حسن بخش خاں طبیب صاحب عالم میرزا فخرالدین ولی عہد بہادر شاہ، حکیم غلام حسن خان، حکیم محمد یوسف خاں، اور حکیم عبدالحکیم معروف بہ ابوجاں۔

شاعروں میں یہ شعرا موجود تھے

شاہ نصیر المتخلص بہ نصیر، خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق، میرزا اسد اللہ خان غالب، حکیم محمد مومن خان مومن، نواب محمد ضیاء الدین خان بہادر نیر ورخشاں تخلص، نواب زین العابدین خان بہادر عارف، نواب غلام حسن خان بہادر المتخلص بہ محو، نواب ذوالفقار خاں بہادر متخلص بہ آذر، مولوی عبداللہ خاں متخلص بہ علوی، مولوی امام بخش صہبائی، نواب محمد مصطفٰے خاں بہادر حسرتی و شیفتہ تخلص، مفتی صدرالدین خان آرزو، مولوی محمد حسین ہجر، میر نثار علی شار، نواب محمد اکبر خاں، میر نظام الدین ممنوں، میر مہدی مجروح، حافظ عبدالرحمان خان احسان، شیخ امام بخش ناسخ۔ اور **میاں صاحب** الہ آباد میں ایک ہی مکان میں تھے اور خوب صحبت رہی تھی۔

ان شعرا میں سے **میاں صاحب** کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے البتہ شاہ نصیر اور مفتی صدرالدین خاں کے اشعار اکثر برمحل پڑھتے اور کہتے کہ "دیکھو مفتی صاحب یوں فرماتے ہیں اور شاہ نصیر یوں فرماتے ہیں"

ہاں میر و سودا کی تعریف اکثر کرتے اور متقدمین شعراء اردو خصوصاً ان دونوں کے ہزاروں اشعار **آپ** کو یاد تھے اور فارسی میں تو بلا مبالغہ فردوسی و خاقانی سے لے کر صائب و میرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی تک شاید کوئی شاعر ایسا نہیں گذرا جس کا معتد بہ کلام اُن کو یاد نہ ہو۔

خوش نویسوں میں اصحاب ذیل۔

اُس وقت دہلی میں تھے

سید محمد امیر پنجہ کش اُستاد نستعلیق (مولوی سید شریف حسین صاحب مرحوم میاں صاحب کے بیٹے انہیں کے شاگرد تھے اور نستعلیق خوب لکھتے تھے) آغا صاحب شاگرد میر پنجہ کش، میرزا عبداللہ بیگ نستعلیق نویس، امام الدین احمد خاں، (شاگرد آخوند عبدالرسول قندھاری) محمد خاں شاگرد میر کلن خوش نویس، آخوند عبدالرسول قندھاری نستعلیق نویس وشفیعہ نگار، حافظ کلو خاں خط نسخ کے اُستاد، میر امام الدین خط نسخ میں بہادر شاہ کے اُستاد تھے۔ مولوی حیات علی خط شکستہ کے اُستاد، پنڈت شنکر ناتھ شکستہ نگار، بدر الدین علی خاں مہرکن (خط نستعلق میں شاگرد تھے سید امیر پنجہ کش کے اور فن مہر کنی میں اُن کا نظیر سارے ہندوستان میں کہیں کوئی نہ تھا۔ نواب گورنر جنرل کی مُہر اُنہیں سے کھدائی جاتی تھی)

مصوّروں میں ارباب ذیل نامی خیال کئے جاتے تھے

غلام علی خاں، فیض علی خاں اور محمد عالم۔

شناوروں میں

میر متقی سر سید احمد خان مرحوم کے والد بزرگوار اور اُن کے سوا اور بھی کئی شخص ماہر فن شناوری موجود تھے۔

اساتذۂ موسیقی میں

ہمت خان، راگ رس خاں بین نواز، میر ناصر احمد، بہادر خاں ستارزن، رحیم حسین ستارزن، نظام خاں دُھرپد سرا، قائم خاں دھرپد سرا، گلاب سنگھ

پکھاوجی جلترنگ وپکھاوج کے اُستاد اور بکھوا پکھاوجی۔

چابک سواروں میں

خود میرزا فجو بیگ اُستاد بہادر شاہ وغیرہ وغیرہ اور میاں صاحب کو گھوڑے کی سواری کا شوق کم سنی سے جوانی تک رہا۔ چنانچہ خود فرماتے تھے کہ "تین چیز کا شوق جوانی میں رہا۔ گھوڑا چڑھنے، بدلی میں سونے اور دریا میں تیرنے کا"

علاوہ اِن کے دہلی میں اُس وقت بڑے بڑے صناع ماہرین اور کاملین ہر فن کے بکثرت موجود تھے جن کا تفصیلی تذکرہ تطویل ممل ہے مگر خود اکثر اِن لوگوں کا ذکر فرماتے تھے۔

میاں صاحب کا اثر دلی میں

یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ جتنے لوگ صاحب فن دہلی میں موجود تھے سب سے آپ کی ملاقات اور شناسائی تھی۔ مگر چوں کہ دہلی کے خواص وعوام میں تدین کا مادہ زیادہ تھا۔ اور جب کوئی ضرورت مسئلہ مسائل کی پیش آتی تو لوگ آپ ہی سے آکر دریافت کرتے تھے چنانچہ میرے سامنے ۱۲۹۴ھ میں ۲۹۔ رمضان کو بسببِ ابر و باد کے دہلی میں عید کا چاند نظر نہ آیا رات کو علی الصباح اجمیر اور کلکتہ سے ٹیلیگرام آیا کہ "چاند ہو گیا" میاں صاحب نے افطار کا حکم ۸ یا ۹ بجے دن کو دیا مگر چوں کہ عیدگاہ میں نماز کے لئے لوگوں کا پہنچنا دشوار تھا اِس لئے ہزارہا آدمی افطار کی نسبت دریافت کرنے کو آنے لگے آپ کو جواب دینا مشکل ہو گیا۔ آخر آپ نے ایک مٹی کی بدھنی میں سامنے پانی بھر کر رکھ لیا۔ اور جب ایک جم غفیر جمع ہو جاتے تو ایک گھونٹ پانی پی لیتے۔ الغرض ساری دہلی نے دوپہر تک افطار کر دیا اِس لئے ضرور ہے کہ دلی کا ہر فرد بشر بچہ بچہ میاں صاحب سے ضرور واقف تھا۔ گو آپ بہتیروں سے واقف نہ ہوں مگر آپ جیسا مشہور اور با کمال شخص جو دلی میں تقریباً اسّی برس زندہ رہے اگر وہ سب چھوٹے بڑے سے واقف نہ ہوں تو وہ وہاں کے اہل کمال کو بھی چاہے وہ کسی فن کے ماہر ہوں اچھی طرح جانتے نہ ہوں (اور پھر

آپ ایسے زندہ دل جن کی طبیعت میں ہر قسم کا مذاق بلکہ ذوق صحیح موجود تھا نے اپنی ایسی طول طویل مدت اقامت میں کچھ نہیں تو وسعت معلومات کا فائدہ بھی نہ حاصل کیا ہو) بعید از قیاس ہے۔

کھانے کا ذوق صحیح

میاں صاحب یوں تو اکثر روٹی سرکہ یا ستو ہی پر قناعت کرتے تھے مگر دعوت کے موقع پر جب کوئی اُستاد باورچی اپنا فن دکھانے کے لئے کوئی ایسا کھانا تیار کرتا جو دوسرے باورچی نہ پکا سکیں تو وہ آپ ہی کی سند کا متمنی رہتا کہ دیکھئے آپ اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔

الغرض انہیں حالات گرد وپیش مرز بوم (سرکمسٹینس) نے میاں صاحب کو علاوہ متبحر فی العلوم ہونے کے نہایت وسیع الخیال، زندہ دل، خوش طبع، فراخ حوصلہ، اور ادا شناس بنا دیا تھا۔ جس نے مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا انہیں وجوہات سے آپ زمانہ کے تیور کو ایسا پہچانتے تھے جس کی نظیر اُن کے ہم عصر علما میں بھی نہیں ملتی۔ تا بہ اخلاف چہ رسد۔

مسائل شرعیہ میں وہ زمانہ کی ضرورتوں کے متعلق اپنی وسعت معلومات سے ایسا مجتہدانہ کام لیتے تھے جو تقلیدی بندش کے ساتھ ہو نہیں سکتا اور طرہ اُس پر یہ کہ نہ شریعت کے حدود سے کہیں تجاوز کیا نہ سلف صالحین کے خلاف کوئی من گھڑت تاویل کسی آیت یا حدیث کی کی۔ جو طریقہ اس وقت کے بعض آزاد طبع مدعیان حمایت اسلام نے اختیار کیا ہے کہ احادیث صحاح کی کوئی تاویل نہ بن سکی تو حدیث ہی سے انکار کر دیا۔ چاہے وہ حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہی میں کیوں نہ ہو۔ آیات قرآنی میں ایسے معنی پہنائے جو مصنف کے خیال میں بھی نہ تھے۔

انگریزی تعلیم سرکاری ملازمت

انگریزی تعلیم جب کفر خیال کی جاتی تھی تو میاں صاحب نفس تحصیل علم کو جائز کہتے تھے، سرکاری نوکری جب حرام خیال کی جاتی تھی تو میاں صاحب اس کمائی کو حلال کہتے تھے چنانچہ مولوی سید عبدالعزیز صمدنی فرخ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں "تم تحصیلدار ہو گئے بہت اچھا ہوا خدا نے چاہا تو اَور بھی

فہمائش

ترقی ہو گی۔ مگر دیانت داری[1] اور خدا ترسی سے زیادہ کام لینا کسی کو بے وجہ نہ ستانا

[1] اِس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس نوکری میں میاں صاحب کو کلام نہ تھا (دیکھو صفحہ ۲۰۰)

اللہ جل شانہ نے جب ہزارہا افراد ناس پر تم کو حکومت دی ہے تو اُن کو مثل اپنے سمجھو تم میں کوئی فضیلت نہیں ہے صرف خدا کا فضل ہے تم پر اپنے ماتحت اشخاص پر حد مرتبہ پاس و لحاظ کا برتاؤ کرنا چاہیئے غصہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اگرچہ یہ تمام منشاء لڑکپن کا ہے اور شروع عمر میں تم نے حکومت پائی ہے مجھے خوف ہے کہ لغزش نہ آجائے کبھی پہرہ دروازے پر نہ رکھنا۔ اہل حاجت کی خوب سننا چاہیئے''

نقمۂ طیبہ اور لقمۂ نجس کی تحقیق

میر قادر علی کوئی بزرگ تھے۔ اُنہوں نے غالباً انگریزی ملازمت کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ اور کوئی شبہ پیش کیا تھا۔ اُس کے جواب میں لکھتے ہیں ''آپ سنئے مال حلال کو لقمۂ طیب کہتے ہیں۔ مال حرام کو لقمۂ نجس اور دونوں کی آمیزش کو مشتبہ، کمائی آج کل کی اصطلاح ہے اپنے زور بازو سے جائز پیشے سے جو جنس و نقد حاصل کیا جائے وہی طیب ہے اور اس کے خلاف جو ہے وہ ظاہر ہے بس اسی پر کاربند ہو جئے۔ یہ مزخرفات جو جہال صوفیہ نے خلاف کلام اللہ و کلام الرسول پھیلائے ہیں اُن کو ذرا نہ سُنئے۔ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تفسیر مولوی عبد العزیز سلمہ سے کسی روز سُن لیجئے وہ قرآن سے سنائیں گے پھر دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاں پرورش پائی کہاں کا ٹکڑا کھایا ان سب امور کو خوب مطالعہ کر لیجئے اور زیادہ تفتیش سے اپنے قلب مطمئنہ کو پریشان نہ کیجئے ورنہ روزہ نماز میں بھی آپ کو انتشار ہوگا اور پھر کسی کام کی زندگی نہ رہے گی''

مولوی سید عبد العزیز موصوف تحصیلدار متھرا اپنے حالات میں لکھتے ہیں ''ابتداً انگلشیہ یا کسی سرکار میں انسلاک کا ارادہ نہ تھا محض میاں صاحب مرحوم کے ارشاد سے قبول کر لیا''

کلاک گھڑی

کلاک گھڑی (باج والی) جب جاری ہوئی تو اکثر علما نے اِس کو مزامیر کی

فہمائش

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) مگر نوکری کے ذریعہ سے جو بُرائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اُن کے انسداد کا بھی آپ کو بہت خیال تھا۔ چنانچہ انہیں کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔ ''ایک بات اور قابل یاد اور لحاظ کے ہے کہ کبھی تعصب سرکاری مشاغل میں نہ کرنا۔ اور کبھی الفاظ دل شکن کسی سے نہ کہنا ورنہ کسی کام کے نہ رہو گے فقیر کو یہ امور ناپسند ہمیشہ سے ہیں'' ۱۲

حد میں داخل کر کے فتوے دیا کہ مکان میں رکھنا ناجائز ہے **میاں صاحب** نے سب سے پہلے اپنی مسجد میں آویزاں کیا اور جواز کا فتویٰ دیا۔

تار کی خبر پر اعتبار

تار کی خبر شہادت کے مقابل میں ہے اِس پر سب سے اوّل **آپ** ہی نے فتوے دیا۔

لباس میں مختصات قومی کے سوا دوسری قسم کے لباس کا جواز

انگریزی رنگ کے استعمال کو اکثر لوگوں نے ناجائز کہا **آپ** نے دلّی کے رنگ سازوں کو جمع کر کے اُس کے اجزا کی تحقیقات کی اور جواز کا فتویٰ دیا۔

یورپین طرز کے لباس کی نسبت جبکہ علما من تشبہ بقوم فھو منھم کا اڑنگا لگاتے تھے۔ تو **آپ** نے بجز اُس لباس کے جو مختصات قومی یا مذہبی سے ہو جیسے ٹوپی یا زنار باقی دوسرے لباسوں کی نسبت لاباس بہ فرمایا اور استدلال اُسی جبۂ رومیہ سے کیا جو آں حضرت صلعم کے حضور میں روم سے ہدیۃً آیا تھا اور آپ نے اُس کو پہنا تھا حالاں کہ روم میں اُس وقت سوائے نصاریٰ کے دوسری کوئی قوم نہ تھی۔

اُوپلے سے کھانا پکانا

اُوپلے سے کھانا پکانے کو لوگ منع کرتے تھے **میاں صاحب** نے جواز کا فتوے دیا چنانچہ مولوی محمد شمس الحق صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "وطہارت بول ابل وپشک آن وسرقین ماکول اللحم نزد امام مالک واحمد و دیگراں از سلف وبیع آں بلا نکیر یافتہ شد و نیز نزد ابو موسیٰ اشعری طاہر چنانچہ از صنیع امام بخاری مستفاد می شود و نزد حنفیہ از امام محمد ثابت است چنانچہ از بحر الرائق وغیرہ واضح می شود وبیع سرقین نزد حنفیہ بلانکیر در کتب فقہ مذکور است ونزد دیگر از سلف ناپاک است ورائے فقیر نیز بہ متابعت امام مالک وبخاری منوط ست واللہ اعلم بالصواب"

بات یہ ہے کہ اُوپلہ اگر ناپاک قرار دیا جاوے اور کھانا اُس سے پکانا ناجائز۔ تو بے چارے غربا کو سخت مشکل کا سامنا ہو جاوے یہی باتیں ہیں جس کا خیال مجتہد وقت کے سوا دوسروں کو نہیں ہوتا۔ اور یہ سب دلیلیں ہیں اس امر کی کہ **آپ** مجتہد تھے اور زمانہ کی ضرورتوں کو خوب سمجھتے تھے۔

ملازمت وغیرہ کے اختیار کرنے میں مناسب حال اشخاص رائے دینی

مشغلۂ دنیوی ملازمت وغیرہ کے اختیار کرنے میں بھی **آپ** مناسب

حال اشخاص حکم دیتے۔

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مدظلہ لاہوری جب تحصیل و تکمیل علم کے بعد اپنے وطن لاہور کو واپس گئے اور ملازمت اختیار کر لی تو اس بات کے معلوم ہونے کے بعد میاں صاحب نے اُن کو لکھا کہ "تم نے حدیث رسول اللہ اسی دن کے لئے پڑھی تھی کہ نوکری کرو" چنانچہ مولانا ممدوح فوراً نوکری سے کنارہ کش ہو گئے اور اِس وقت تک کنارے ہیں۔

مولوی سید عبد العزیز جب تحصیلدار ہو گئے تو اُن کو لکھتے ہیں۔ "بوضوح پیوست کہ سلسلۂ ملازمت شروع نمودند بسیار خوب کردند چراکہ ما متوکلان را ہمیں فتوح است یاد دارند کہ مہتمم علاقہ یتیم شدند در قرآن مجید وارد ست لاتأکلو اموال الیتمیٰ در حفظ و صیانت حقوق یتیم بسیار کوشش باید نمود امین را ہمیشہ برصدق و دیانت قائم باید بود واز صحبت لیام نافرجام ہموارہ احتراز می نمودہ باشند و گاہے خواہش مال باطل پیرامون خاطر ایشاں نہ آید چراکہ خلاف نص است دیگرے آنکہ تقرب اغنیاء مغرورین راباعث فخر نہ تصور ند چراکہ تقرب اغنیاء مار گزندہ است دیگرے آنکہ علوم دین را کہ بمشقت حاصل نمودند ضائع نباید ساخت از مشاغل متعلقہ فرصت غیر ممکن باشد ورنہ درس بہ طالبان دادن بسیار مناسب است ایں ہم نباشد کتب بینی وشغل تالیف بسا مستحسن و پر خیر ست دیگرے آنکہ حق ہم مکتب بسیار است ہرگاہ کہ ازیں مدرسہ کسے رسد بہ رفاہ وے کوشند۔ از اللہ تعالےٰ دعا می کنم کہ روز افزوں ترقی نصیب شما خواہد بود"

فتوح
حفظ و صیانت حقوق یتیم
مال باطل سے اجتناب کلی
تقرب اغنیاء سے احتراز
علم دین کے مشغلہ رکھنے میں درس بہتر ہے درس کے بعد کتب بینی اور تالیف
ہم مکتب کا خیال رکھنا

خدا نے میاں صاحب کو طباع تو پیدا ہی کیا اور مجتہدانہ قابلیت اُن کے دماغ میں ودیعت کی تھی اِسی کے ساتھ زمانے اور سوسائٹی نے بھی جس قدر موقع اُن کو دیا بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ ستو برس کی عمر، عنفوان شباب میں بہار سے ۳۰۰ کوس دہلی کا پاپیادہ سفر تقریباً چھ برس میں دہلی پہنچنا۔ دہلی اُس وقت اہل کمال اور ماہرین فنون سے گلدستہ بنی ہوئی تھی۔

طباعی اور مجتہدانہ قابلیت کے ساتھ زمانہ اور سوسائٹی کا موقع دینا ہی آدمی کو مجتہد مطلق بنا دیتا ہے

یہی سب اسباب تھے جس نے میاں صاحب کو سادگی پسند، زندہ دل، خوش طبع، فراخ حوصلہ، ادا شناس، شعر فہم، مجتہد، امام، فقیہ، محدث اور درویش

بنا دیا تھا اور سب سے زیادہ فخر اُن کو اپنی درویشی پر تھا چنانچہ اوپر میاں صاحب کے لقب کے باب میں اس کا بیان ہو چکا کہ خود فرماتے تھے۔

درویشی پر فخر

"میں نہایت خوش ہوں کہ ہر ایک میاں صاحب مجھے کہتا ہے بھائی سادات کے لئے پیارا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے اس لفظ کے برکات سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہ آئے بس خدا کا یہی فضل ہے۔ درویشی کے تذکرہ میں اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

ہم تو یاں شال دوشالے کو سمجھتے ہیں پشم	ہم کو کافی ہے دھواں دھاریہ کالا کمل

جس شخص کا خاندان فقر و درویشی میں ممتاز ہو جب وہ اپنے خاندانی طریقہ کو چھوڑ دیتا تو اُس سے بہت خفا ہوتے یہاں تک کہ ملنا بھی چھوڑ دیتے چنانچہ ایک خط میں سید عبدالعزیز فرخ آبادی کو لکھتے ہیں "دیکھو نصیرالدین بھی تحصیلدار ہے مگر افسوس ہے کہ اِس خاندان فقر نشان کی پیروی کو بھول گیا اب پورا مسخ ہونے کو باقی ہے میں نے اُس سے ملنا چھوڑ دیا"

اِس میں شک نہیں کہ کچھ حصّہ میاں صاحب نے مناظرہ میں بھی لیا مگر ٹھیک اُسی طرح جیسا کہ خاتم الولایۃ المحمدیہ امام الصوفیہ شیخ اکبر محی الدین عربی نے لیا تھا جیسا کہ وہ خود فتوحات مکیہ جلد ثالث صہ؎ باب ۳۱۸ (مطبوعہ مصر) میں فقہائے مقلدین کی نسبت لکھتے ہیں۔

"یرون ان الحدیث والاخذ بہ فضلۃ وان الواجب تقلید ھؤلاء الائمۃ وامثالھم فیما حکموا وان عارضت اقوالھم الاخبار النبویۃ فالاولی الرجوع الی اقاویلھم وترك الاخذ بالاخبار والکتاب والسنۃ فان قلت لھم قد روینا عن الشافعی رحمۃ اللہ انہ قال اذا اتاکم الحدیث یعارض قولی فاضربوا بقولی الحائط وخذوا بالحدیث فانّ مذھبی الحدیث وقد روینا عن ابی حنیفہ انہ قال لاصحابہ حرام علی کل من افتی بکلامی مالم یعرف دلیلی وما روینا شیئاً من ھذا عن ابی حنیفہ الا من طریق الحنفیین ولا عن الشافعی الا من طریق الشافعیہ وکذلك المالکیہ والحنابلہ فاذا ضایقتھم فی مجال الکلام ھربوا وسکتوا وقد جریٰ لنا ھذا معھم

مراداً بالمغرب وبالمشرق فما منهم احد علی مکان مذهب من یزعم انہ علی مذهبه فقد انتسخت الشریعة بالاهواء"

مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم غازی پوری جب وعظ کہتے کہتے دہلی پہنچے تو وہاں کے حلقۂ مقلدین میں بہت جوش پیدا ہوا اور مولوی صاحب مرحوم کی خوش بیانی اور لسانی کو اہل دہلی نے اُن کا معیار علم تصور کیا۔ ہر گلی کوچے میں مولوی صاحب مرحوم کے وعظ، خوش بیانی اور علم وفضل کا چرچا ہونے لگا۔ اسی کے ساتھ غیر مقلدوں پر آوازے کسے جانے لگے کہ "اب نہ غیر مقلد لوگ مولانا کے سامنے آکر کہیں۔ تقلید واجب نہیں ہے" جب یہ خبر میاں صاحب کے کان تک پہنچی تو آپ چپ رہے۔ نماز جمعہ کے لئے حسب معمول آپ جامع مسجد تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ آدمیوں کا جم غفیر اور انبوہ کثیر ہے اور مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم بھی موجود ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مولوی صاحب مرحوم کا وعظ شروع ہوا۔ اثناء وعظ میں میاں صاحب نے شرح مسلم الثبوت مولانا عبد العلی مرحوم کی منگا کر پاس میں رکھ لی۔ بعد ختم ہونے وعظ کے آپ کتاب لے کر آگے بڑھے مصافحہ کے بعد مولوی محمد فصیح صاحب نے پوچھا؟ یہ کون کتاب ہے میاں صاحب نے کہا شرح مسلم الثبوت مولانا بحر العلوم کی پھر میاں صاحب نے کہا تمام شہر میں مشہور ہے کہ آپ تقلید کو واجب ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ مولوی محمد فصیح صاحب مرحوم نے بجائے لا ونعم کہنے کے میاں صاحب سے پوچھا ہمارے مولانا کیا لکھتے ہیں؟ میاں صاحب نے کتاب کھول کر اور عبارت پر نشان دے کر سامنے رکھ دی مولوی محمد فصیح صاحب نے کہا کہ آپ ہی پڑھیں میاں صاحب نے کہا بہتر ہو گا کہ آپ بچشم خود دیکھیں اور پڑھیں مگر مولوی صاحب مرحوم کے اصرار مکرر پر میاں صاحب نے شرح مسلم الثبوت کی عبارت ذیل پڑھ کر سنائی۔

مسئلہ غیر المجتهد المطلق ولو کان عالماً یلزمه التقلید لمجتهد ما فیما لا یقدر علیه من الاجتهادیات ای علی تحصیله ومعرفته فقط لا فیما یقدر علی تحصیله باجتهاده بناءً علی التجزی فی الاجتهاد اس کے بعد

میاں صاحب نے فرمایا کہ بناءً علی التجزی فی الاجتہاد میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد پھر آگے کی عبارت سنائی ولو التزم مذہباً معیناً فھل یلزم الاستمرار علیہ ام لا فقیل نعم وقیل لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یومن ویعتقد بہ لکن لا ینبغی ان یکون الانتقال للتلھی فان التلھی حرام قطعاً فی المذھب کان او فی غیرہ اذ لا واجب الا ما اوجب اللہ تعالیٰ والحکم لہ ولم یوجب علی احدٍ ان یتمذھب بمذھب رجل من الائمۃ فایجابہ تشریع شرع جدید ولک ان یستدل علیہ بان اختلاف العلماء رحمۃ بالنص وترقبہ فی حق الخلق فلو الزم العمل بمذھب کان ھذا نقمہ وشدۃ " مولوی محمد فصیح صاحب نے ان عبارتوں کو سن کر فرمایا کہ یہی مذہب تو ہمارا بھی ہے جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں میاں صاحب نے کتاب لے کر علی رؤس الاشہاد کھڑے ہو کر اُس عبارت کو دہرا کر اُس کا ترجمہ اُردو میں جملہ حاضرین کو سنا کر کہا صاحبو مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری فرماتے ہیں "یہی مذہب ہمارا ہے" سارے مقلدین اور مخالفین کی اُس وقت حالت یہی تھی طار قلبھم اِس کے بعد میاں صاحب نے دو روپے کی مٹھائی منگا کر مولوی محمد فصیح صاحب کے سامنے رکھ کر کہا کہ آپ کی دعوت ہے مولوی صاحب مرحوم اور حاضرین مٹھائی کھا کر جامع مسجد سے روانہ ہوئے۔

باب ششم

وجہ معاش، پابندی اوقات، شکل وشمائل، تندرستی، وفات، اظہار افسوس، اخباروں میں وفات کی اشاعت، قطعات تاریخ

وجہ معاش

اِس بارہ میں شیخ کا عمل بالکل حدیث قدسی (یا ابن آدم تفرغ لعبادتی

املاءٔ صدرک غنا) پڑھا۔ اللہ پاک فرماتا ہے اے آدمی میری غلامی میرے
کاموں کے لئے سارے کام چھوڑ بیٹھ میں تیرا دل غنا سے بھر دوں گا شیخ کا وقت
بقدر ضرورت کھانا اور سونا چھوڑ کر سارا دینی خدمتوں میں خرچ ہوتا تھا یا حدیث
و قرآن کا درس دیتے یا فتووں کا جواب دیتے ان کے علاوہ اہل حاجات کے
تفقد احوال، طالب العلموں کی روٹیوں کا بندوبست، فصل خصومات،
اصلاح ذات البین وغیرہ تھے اللہ پاک نے بھی حسب وعدہ (مضمون حدیث
قدسی) خلق کی خوشامد سے بے نیاز رکھا۔ یہ ضرور تھا کہ ہدایا قبول فرماتے اور مدرسہ
کا خرچ بھی اسی سے تھا مگر اس بارہ میں استغنا و احتیاط کس قدر تھی اس کا
حال۔ بے غرضی، فتوے نویسی اور اصول فتوے نویسی کی تحت میں ناظرین
نے اگر بغور نہ پڑھا ہو تو پھر ملاحظہ فرمائیں:۔

ہدایا و نذور کی بحث

ہدیہ تحفہ نذر قبول کرنا۔ اس کے متعلق کچھ یہاں پر بحث مناسب معلوم ہوتی
ہے ہدیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحریص و ترغیب فرمائی
ہے چنانچہ فرمایا تھادوا تحابوا[ع] یعنی باہم ہدیہ دینا لینا رکھو اس سے باہم
محبت ہوگی اور خود ہدیہ قبول فرماتے اور اُس کا بدلا بھی کرتے عن عائشۃؓ
قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبل الھدیۃ ویثیب
علیھا (بخاری) صـ ۳۵۲

بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خداوندا
مجھ کو مسکینت کی حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں دنیا سے اُٹھا اور قیامت
میں بھی مسکینوں کا ساتھ ہو عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قال اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین
(مشکوٰۃ)

شیخ نے اس سنت پر بھی پورا عمل کیا کہ باوجود اس کے کہ آپ کے
معتقدین تلامذہ بڑے بڑے دولت مند بھی تھے مگر اور تو کیا گھر تک رہنے کو نہیں تھا
عمر بھر کرایہ کے مکان اور مسجد میں زندگی کاٹی مجھ کو یہاں پر وہ حدیث یاد آتی ہے

[ع] رواہ البخاری فی الادب المفرد صـ ۸۶ ۱۲

جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے
یوں کہا۔ کیا ہم لوگ فقراء مہاجرین نہیں ہیں۔ اُنہوں نے پوچھا تمھاری بیوی
ہے کہا ہاں پھر پوچھا رہنے کو گھر ہے کہا ہاں۔ آپ نے کہا تب تو تم غنی ہو۔
رہا نذر اور ہدایا کا قبول کرنا۔ بات یہ ہے کہ سلف صحابہ اور تابعین کا طریقہ
تھا حسبتہً للہ دینی خدمات اپنے ذمے کر لیتے اور اِنہیں خدمات کے ہو رہتے
کوئی پنج وقتہ اذان کا ذمہ وار ہوتا کہ وقت پر اذان دیا کرے جیسے بلال رضی اللہ
عنہ کوئی قرآن پڑھتا پڑھاتا جیسے اصحاب صفہ۔ ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود،
معاذ بن جبل اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کوئی کتابت وحی کیا کرتا جیسے زید بن
ثابت رضی اللہ عنہ کوئی ایلچی کا کام کرتا جیسے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ وعلی ہذا القیاس
ایسے لوگ اگر کسب معیشت میں مشغول ہو جاتے تو دینی امور کیوں کر انجام پاتے
لہٰذا وہ لوگ اسی مسکینیت کی حالت میں رہے اور ہدایا و نذر کے ذریعہ اللہ
اُن کا کام چلاتا رہا پیچھے جب اسلام میں وسعت ہوئی اور بیت المال بنا تو ایسے
لوگوں کے لئے وظائف مقرر ہوئے اِنہیں لوگوں کے بارے میں آیۃ قرآنی نازل
ہوئی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔

چیزوں کے ہدیہ تحفہ لینے کا تو دستور ہی ہے سوال یہ ہے کہ روپیوں کا لینا
بھی جائز ہے یا نہیں۔ اِس کا فیصلہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو
بخاری و مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کر دیتی ہے
عن عمر بن الخطاب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطی العطاء
فاقول اعطہ افقر الیہ منی فقال خذہ فتمولہ وتصدق بہ فما جاءک
من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ وما لا فلا تتبعہ نفسک
(مشکوٰۃ) صہ ۱۵۱ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مجھ کو کچھ دیا کرتے تھے میں نے عرض کیا کہ حضور جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج
ہو اُسے دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِس کو لے لو اپنا مال بنا کر پھر چاہے اس کو
خیرات کر دینا۔ سنو جو مال تمھارے پاس اِس طرح آیا کرے کہ تم اُس کی تاک
میں، اُس کے منتظر، اُسی کے لالچ، اور اُسی کی امید پر نہیں تھے اور نہ کسی سے

طالب تو اُس کو بے تکلف لے لیا کرو ورنہ اُس سے الگ رہو۔

اِن آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ کر ہم شیخ کے احوال پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک خدا کا بندہ صبح سے شام تک اُس کا یہی کام ہے کہ قرآن و حدیث پڑھایا کرتا ہے مسائل شرعیہ احکام الٰہی کی تحریراً و تقریراً تعلیم کیا کرتا ہے دن تو دن ہے رات کا حصہ بھی اس کا اِنہیں کاموں میں صرف ہوتا ہے اُس کے ہاں امیر و غریب سب برابر ہیں بلکہ غریب طالب علموں ہی کی اُس کو پروا ہے نہ امیروں دولت مندوں سے لگی لپٹائی رکھتا ہے اور جو کچھ خدا اُس کو کسی ذریعہ سے بھیجتا ہے اُس کو طالب العلموں (حدیث و قرآن پڑھنے والوں) میں خرچ کرتا ہے خود نہ اُس نے کبھی عمدہ کپڑے پہنے نہ گھر تک رہنے کا بنایا جب ہم اِن باتوں کو خیال کرتے ہیں تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یاد آتے ہیں۔

میاں صاحب کا نہ صرف زمانہ شباب و نمو بلکہ مدت کہولت بھی عسرت ہی کے ساتھ بسر ہوئی جیسا مولوی محمد دین پنجابی کے واقعہ (جس کو تصوف اور ایثار علی النفس کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو تین روز تک اپنا کھانا دو وقتہ کھلاتے رہے اور خود متوالیاً تین شبانہ روز فاقے کرتے رہے۔

باایں ہمہ نہ تو آپ نے منصب قضا کو قبول کیا نہ کسی ملازمت کی جانب متوجہ ہوئے اور نہ بادشاہ و امرا کی مصاحبت نہ اُن کے درباروں سے تعلق پیدا کرنے کا ارادہ کیا ؎

پھٹے کپڑوں میں خنداں مثل گل ہوں	شرافت کیا بہار بے خزاں ہے

اور برخلاف اِس کے تمام کاروبار دنیوی سے یکسو ہو کر اپنے اساتذہ کے کام اور اُنہیں کی جگہ کو پسند کیا ؎

نہ پوچھ کیا ترے کوچے میں یار دیکھتے ہیں	زمیں پسند ہے جائے مزار دیکھتے ہیں

درس، وعظ و افتا کے مشغلہ کے ساتھ اشاعت قرآن و حدیث و سنن اور افنائے بدعات کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دیا جو مرتے دم تک نصب العین رہا۔

اِسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ روز بروز حلقۂ درس ترقی کرتا گیا اور نہ صرف قابل و جید طلبہ بلکہ علماء کرام کی ایک بے نظیر تعداد کثیر ہندوستان میں ہو گئی۔ اور جو کچھ فیض بلا واسطہ یا با واسطہ مسلمانوں کو پہنچا یا پہنچ رہا ہے اُس کو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی رہے ہیں۔

ناظرین جب **آپ** کے فرائض کو سمجھ گئے اور اسی کے بعد پابندی اوقات کے مضمون کو بھی ملاحظہ کریں گے۔ اِن دونوں مضامین پر غور کرنے کے بعد کیا اِس میں کسی شبہ کو ذری گنجائش بھی ہو سکتی ہے کہ **آپ** آیہ کریمہ (للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ) کے پورے مصداق نہ تھے۔

علاوہ بریں ایک جماعت عظیمہ طالب العلموں کی اس آیت کی مصداق **آپ** کے ساتھ تھی جس کی کفالت اور تفقد **میاں صاحب** ہی فرماتے۔

مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی نے مضمون "اظہار افسوس" کی تحت میں واقعی بہت ہی صحیح لکھا ہے "نہ محبت جمع داشت و نہ طبیعت منع انچہ برائے اللہ می رسید فی سبیل اللہ می بخشید"

پابندی اوقات

قرآن مجید کا درس نماز صبح کے بعد

صبح کے بعد مسجد ہی میں قرآن کا درس دیتے اہل محلہ اور دوسرے محلوں کے آدمی بکثرت جمع ہو جاتے اور بہتیرے طلبہ بھی شریک درس ہو جاتے تمام حاضرین حلقہ کرکے بیٹھتے اور ہر شخص کے سامنے ایک قرآن مجید مترجم کھلا رہتا۔ قاری ایک رکوع تلاوت کرکے پہلے مولانا شاہ عبد القادر علیہ الرحمۃ کا ترجمہ پڑھتا پھر فائدہ جس میں شان نزول وغیرہ کا بیان ہوتا پھر **میاں صاحب** محض عام فہم طریقہ پر بیان فرماتے۔

درس قرآن مجید کے بعد حدیث شریف کا درس ۱۱ بجے تک

اِس کے بعد ۱۱ بجے تک حدیث نبوی کا درس دیتے جس میں صحیح بخاری کا ایک سبق خصوصیت کے ساتھ اور زیادہ وقت اُس میں صرف ہوتا جس میں ایک بڑی جماعت طلبہ اور علما کی جن کی تعداد ساٹھ ستر آدمیوں سے کم نہ ہوتی شریک ہوتی۔

بعدہٗ مکان تشریف لیجاتے اور ایک گھنٹہ کے اندر ٹھیک ۱۲ بجے مسجد میں واپس تشریف لاتے بارہ تیرہ منٹ ہوتے ہی سنت ظہر کے لئے کھڑے ہوجاتے کم وبیش ۱۵ منٹ میں نماز سے فراغت کرکے کوئی مختصر سبق پڑھا دیتے یا قرآن مجید تلاوت کرتے اس کے بعد تکبیر اقامت ظہر ہوتی اور آپ کے بیٹے مولانا سید شریف حسین علیہ الرحمۃ (جب تک زندہ رہے) امامت کرتے آدھے گھنٹہ میں نماز ظہر سے فراغت ہوتی اور اگر کسی وجہ سے اُن کو کچھ دیر ہوجاتی تو آپ خود امامت کرتے پھر آپ دو رکعت سنت ظہر پڑھ کر ھدایہ کے درس میں مشغول ہوجاتے اور ھدایہ کے مشکل مقامات کو نہایت ہی سہولت کے ساتھ سمجھا دیتے پھر حدیث کا درس دیتے اور کبھی چند منٹ کے لئے مکان جاتے اور واپس آنے کے بعد سبق شروع کراتے نماز عصر کے بعد مغرب تک اکثر صحیح مسلم کا درس دیتے کبھی مغرب سے عشا تک بھی مشغول درس ہی رہتے اور اکثر نماز مغرب کے بعد مکان تشریف لے جاتے اور فتووں کا جواب تحریر فرماتے جس کی تعداد روزانہ پانچ سے بیس فتووں تک کی ہوتی، ثلث شب کے قریب مسجد میں آتے اور بعد نماز عشا مکان تشریف لیجاتے اور تین چار گھنٹے استراحت فرماتے نصف شب کے بعد نماز تہجد کے لئے اُٹھتے اور وضو طہارت کے بعد نماز میں مشغول ہوجاتے کبھی تو تہجد کی نماز میں رات ہی بسر ہوجاتی اور کبھی فتاوائے مشکلہ کا جواب اُسی وقت تحریر فرماتے۔

صبح صادق سے پہلے مسجد میں آجاتے اور مسجد یا صحن مسجد میں چٹائی یا ٹاٹ پر احتبا کئے ہوئے سر جھکائے مختلف مضامین کے اشعار نہایت دردانگیز لہجہ میں پڑھا کرتے جو ایک صاحب حال کو وجد میں لانے کے لئے شیخ کامل کا کام کرتا آپ کے اِن معمولات میں کبھی فرق نہ آتا نہ حالت صحت میں نہ زمانہ علالت میں الا ماشاء اللہ جب زیادہ بیمار ہوجاتے اور بستر علالت سے نقل و حرکت نہ کرسکتے کیوں کہ امراض صعبہ شدیدہ میں بھی جب سخت تکلیف رہتی اور ضیق النفس کا دورہ ہوتا۔ یا درد زانو ستاتا اُس وقت بھی آپ ڈولی پر سوار ہوکر ضرور مسجد تشریف لاتے اور تمام معمولات کو حسب معمول ادا فرماتے۔

نماز ظہر

نماز کے بعد ھدایہ اور حدیث کا درس

صحیح مسلم کا درس

تحریر فتاوے

نماز عشا

تہجد

تحریر فتاوے مشکلہ

صبح صادق سے پہلے مسجد آنا اشعار مناسب حال و مقام پڑھنا

امراض صعبہ میں معمولات مواظبہ کا ادا کرنا

شکل و شمائل

قد مائل بہ درازی۔ ہڈیاں بہت چوڑی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ جوانی میں بہت تنومند ہوں گے۔ چہرہ لمبا۔ آنکھیں متوسط۔ پیشانی مائل بہ بلندی۔ سر متوسط ناک اونچی اور لمبی کان بڑے بڑے۔ ڈاڑھی میں بال کم۔ گنجان نہیں بھاری نہیں گردن متوسط۔ سینہ متوسط۔ ہاتھ، پانوں، شانہ، ذراع۔ فخذ اور ساق لمبے۔ ساق صاف جس پر بال نہیں، سر اور مونچھ محلوق، رنگ گندمی۔ چلتے بہت تیز تھے۔

لباس

حج کے قبل سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ مخطط بہ خط سرخ و سیاہ چارخانہ اعظم گڈھ مئو کا بنا ہوا۔ عمامہ باندھنے میں ایسی بے تکلفی اور سادگی تھی کہ درس کے وقت وہ بار بار کھلتا اور ہاتھ سے پیچ دباتے جاتے اور جب بالکل کھل جاتا تو پھر جلدی سے لپیٹ لیتے یا پاس رکھ لیتے۔ کبھی صرف گول ٹوپی جس کی نوک کسی قدر اوپر کو نکلی ہوتی پہنتے۔ کرتہ سامنے چاک والا نہایت معمولی کپڑے کا ایک تکمہ اور گھنڈی لگی ہوئی۔ زانو کے برابر اور کبھی اُس سے بھی اونچا۔

اکثر پائجامہ ڈھیلے پائچوں کا (خلطہ) نصف ساق تک جوتا ادھوڑی استر دلی کا بنا ہوا بھاری ایڈی دبا کر پہنتے تھے اور پانوں سے کسی قدر بڑا ہوتا تھا۔ ایک چادر چارخانہ موٹے کپڑے کی دھوپ میں سر پر رکھتے تھے (جو وضع آپ کے اُستاذ مولانا شاہ محمدؐ اسحق علیہ الرحمۃ کی تھی) چھتری کبھی نہیں لگائی شدت موسم گرما میں بھی نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد پیادہ پا جاتے جو آپ کے مکان واقع محلہ پھاٹک حبش خاں سے کسی طرح ایک میل سے کم نہیں ہے۔

جاڑوں میں کبھی روئی دار دگلہ چھینٹ کا پہنتے اور دولائی اوڑھتے سفر حج کو جو روانہ ہوئے تو تہمد باندھ کر چلے اور تقریباً حج کے بعد بیس برس زندہ رہے مگر پائجامہ نہیں پہنا مرتے وقت تک تہمد ہی رہا وضع اور لباس کی نسبت فرمایا کرتے کُن

چھتری کبھی نہیں لگائی

جمعہ کے دن جامع مسجد پا پیادہ جاتے

تہمد

فی الناس کاحد من الناس اور بہ تکلف کسی زی کے اختیار کرنے کو (خواہ علما کی ہو یا مشائخوں کی) ناپسند فرماتے اور اُسی کو لباس شہرت خیال کرتے۔

لباس شہرت

تندرستی

بیمار آپ بہت کم پڑتے الاماشاءاللہ آپ کی صحت اور تندرستی تغلیباً بہت اچھی رہی۔ ضیق النفس کا دورہ کبھی کبھی ہوتا تھا۔ جس میں سخت تکلیف رہتی مگر اس حالت میں بھی آپ ڈولی پر مسجد تشریف لاتے اور بمشکل تمام اپنی جگہ پر کسی طرح بیٹھ کر یا لیٹ کر طلبہ کی طرف سبق لانے کا اشارہ کرتے طلبہ خود عرض کرتے کہ آج سبق موقوف رہے تو بہتر ہے جواب میں فرماتے چلو اب ہم کس دن کا انتظار کریں، ہم دم بھر میں مرتے ہیں دم بھر میں جیتے ہیں یہ کہہ کر درس میں مصروف ہو جاتے اور تھوڑی دیر کے بعد بالکل تندرست معلوم ہوتے اور اُسی زور شور کے ساتھ پڑھاتے۔ البتہ وفات کے بارہ تیرہ برس آگے سے ثقل سماعت کا ہرج کسی قدر ہو گیا تھا۔ مگر بصارت اخیر تک قائم تھی۔ عینک کا استعمال آپ نے کبھی نہیں کیا میری رائے میں اتنی بڑی عمر میں آپ کی تندرستی کی وجہ دو تھی (۱) سادی غذا (۲) جفاکشی۔

ڈولی پر مسجد میں آنا

دم بھر میں جیتے ہیں دم بھر میں مرتے ہیں

ثقل سماعت

قوت بصارت

بڑھاپے میں تندرستی کی وجہ

وفات

انتقال کے دس بارہ برس پہلے سے آپ کو درد زانو اکثر ستایا کرتا تھا۔ جس سبب سے ہاتھ میں چھڑی رکھنے لگے تھے اور مسجد اکثر ڈولی پر تشریف لاتے تھے۔

نو دس مہینے وفات کے قبل سے علالت نے ترقی پکڑی اور ذی فراش کر دیا مولوی تلطف حسین صاحب محی الدین پوری عظیم آبادی (جو تقریباً پچیس برس موت کے پہلے سے تجہیز و تکفین تک سفر و حضر میں برابر شیخ کے ساتھ رہے ہے اور اب اُنہوں نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی ہے) سے اولاً بذریعہ مراسلت وفات کا حال دریافت کیا اور پھر بہ تقریب کارونیشن یکم جنوری ۱۹۰۳ء جب میں دہلی گیا تو بالمشافہ اُن سے گفتگو کی۔

مولوی تلطف حسین صاحب کی رفاقت

اُن کی تحریر و تقریر کا ملخص یہ ہے کہ شیخ مسجد ہی میں علیل بلکہ ذی فراش ہوئے وہاں سے اپنی لڑکی کے مکان میں تشریف لائے جو میر شاہ جہاں صاحب مدظلہ سے بیاہی ہوئی ہیں اور وہیں وفات پائی۔ آخر ایام حیات میں اکثر بدحواسی رہتی کبھی دو روز اور کبھی تین تین دن تک ہوش نہ ہوتا اُس حالت میں تمام شب نہایت زور و شور و لقلقہ سے اس طرح وعظ فرماتے کہ عالم صحت میں بھی اس طرح کبھی نہیں کہتے اور اکثر سورہ جن کا وعظ کہتے۔ مسجد میں لے جانے کی بہت تمنا کرتے اور بار بار فرماتے کہ "مجھ کو مسجد میں لے چلو" وعظ کہتے کہتے جب تھک جاتے تو فرماتے کہ "ہزاروں جن آگئے ہیں اور وعظ کہنے کو کہہ رہے ہیں کہاں تک کہوں" صبح کو فرماتے "بس جاؤ اب طاقت نہیں ہے" دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا کہ فی الواقع کوئی سامنے ہے اور اُس سے باتیں کر رہے ہیں۔ حالت افاقت میں جب پوچھا جاتا آپ کس سے باتیں کر رہے تھے تو فرماتے کہ "ہزاروں جن آئے ہوئے تھے اور وعظ کہنے کے لئے تنگ کئے ہوئے تھے سارا مکان انہیں سے بھرا ہوا تھا صرف میرے پلنگ پر اسی قدر جگہ خالی تھی جہاں تک میں پڑا ہوا ہوں"

بیمار ہو کر لڑکی کے مکان میں آئے

بدحواسی میں وعظ

میر شاہ جہاں صاحب داماد، اُن کی اہلیہ اور اُن کی لڑکیوں یعنی میاں صاحب کی نواسیوں نے ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔

داماد، بیٹی اور نواسیوں نے بڑی خدمت کی

ایک وضع آپ کی یہ بھی تھی کہ ایسی طول طویل علالت میں کبھی کسی کو کسی کام کے لئے نہیں کہا۔ اور نہ کسی قسم کی فرمائش کی اور نہ یہ کہا کہ "فلاں چیز کی ضرورت ہے"

کسی طرح کی فرمائش نہیں کی

تسبیح زبان اور ہاتھ سے دم واپسیں تک نہ چھوٹی جب ضعف بہت بڑھ گیا اور تسبیح ہاتھ سے گر جاتی تو بہت ہی بے چینی کے ساتھ تلاش کرتے اور اگر نہ ملتی تو سخت پریشان ہوتے رفتہ رفتہ لوگوں نے معلوم کیا کہ یہ بے چینی تسبیح کی تلاش میں ہوتی ہے اس کے بعد سے یہ التزام کیا گیا کہ جہاں تسبیح ہاتھ سے گری فوراً دے دی گئی پھر بے چینی نہ ہوتی اور پڑھنے میں مصروف ہو جاتے اور اگر تسبیح کے ملنے میں کچھ دیر ہو جاتی تو انگلیوں پر گننے اور پڑھتے رہتے۔ تسبیح کو کبھی بچھاون پر

تسبیح کے نہ ملنے پر بے چینی

رکھ دیتے کبھی گلے میں ڈال لیتے اور پھر پڑھتے رہتے۔ غرض زبان پر ہر وقت تسبیح و تحمید جاری رہی بے حواسی سے بے حواسی اور غفلت سی غفلت میں بھی اِس سے غفلت نہ ہوئی۔

درد کی تکلیف کو بھول گئے

مولوی تلطف حسین صاحب لکھتے ہیں "ایک دن مجھ سے فرمانے لگے گھٹنوں میں درد بہت ہے میں نے عرض کیا کہ حضور کو کیا تکلیف ہے حضرت ایوب علیہ السلام پر کیسی تکلیف گذری اب آخری وقت ہے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عمل کو قبول کرلے اور مغفرت کرے اور زلات سے در گذر کرے یہ سن کر ہنسنے لگے اور فرمایا سچ کہا پھر دعا کرنے لگے اور ساری تکلیف بھول گئے"

کسی چیز کی حاجت نہیں

مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں "ایک دن میں نے عرض کیا۔ حضور کو کس چیز کی حاجت یا تکلیف ہے۔ روپیہ موجود ہے جس چیز کی حاجت ہو فرمایئے ابھی حاضر کروں فرمایا۔ سب کچھ موجود ہے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے"

بیٹی اور نواسیوں کو وصیت

آپ نے اپنی صاحبزادی اور نواسیوں کو وصیت فرمائی کہ "میرے بعد صبر کرنا اور میرے واسطے کچھ نہ کرنا مرنے کے بعد اللھم اغفرلہ وارحمہ ورد زبان رکھنا"

راقم اور مولوی تلطف حسین صاحب سے بالمشافہ گفتگو شاگردوں کا خیال

مولوی صاحب ممدوح مجھ سے دہلی میں فرماتے تھے "جہاں تک مجھ کو شیخ کے شاگردوں کا نام وقتاً فوقتاً یاد آتا گیا میں اُن کا ذکر کرتا اور پوچھتا آپ کو کسی سے کوئی شکایت تو نہیں ہے فرماتے نہیں صاحب مجھ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے اور جن لوگوں کا نام خود یاد آجاتا تو پوچھتے کہ "فلاں شخص کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ کوئی خط آیا ہے یا نہیں؟"

دفن کے بارے میں آپ کی رائے

ایک دن عرض کیا۔ حضور کو کہاں دفن کریں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقبرہ میں بھی جگہ کا بندوبست ہم کر چکے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ "بعد انتقال کے تم صرف اتنا کیجیو کہ اپنے ہاتھ سے مطابق سنت نبوی کے مجھ کو غسل دے کر اور تکفین کر کے میری لاش کو چھوڑ کر اپنے گھر چلے جانا اُس کے بعد جس کے دل میں جو آئے کرے"

آخری وقت میں مجھ سے بہت کچھ فرمایا مگر سمجھ میں بات نہ آئی البتہ اِتنا

اشد حباً للّٰہ کی وصیت

سمجھا کہ فرمایا۔ اشد حباً للّٰہ کا خیال رکھنا اور سب فضول و بے کار ہے سب کو دفع کرو۔

۱۰۔ رجب روز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو وفات

"۱۰۔ رجب روز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو عین حالت احتضار میں مغرب کی اذان ہوئی میں نماز کے لئے مسجد کو چلا گیا نماز سے فارغ ہو کر جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وفات فرما چکے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"

"کفن وغیرہ ساری چیزیں آگے سے موجود تھیں فوراً غسل مطابق وصیت کے دے کر کفن پہنا کر لاش کو پلنگ پر رکھ کر مسجد میں لاکر رکھ دیا۔

چونکہ دفن کرنے کی رائے محلہ شیدی پورہ میں ہوئی جو کہ عیدگاہ کے پشت پر واقع ہے پانسو ٹوٹیا مٹی کی اور چند بھشتی رات ہی کو عیدگاہ بھیج دیا۔

لوگوں کی کثرت

محلہ شیدی پورہ میں قبر

لوگوں کی کثرت بہت تھی اس لئے بروز سہ شنبہ نو بجے دن کو عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شیدی پورہ میں آپ کی قبر مولوی شریف حسین صاحب مرحوم (آپ کے صاحبزادے) کی قبر کے قریب ہوئی"

اظہار افسوس

مولانا عبد الجبار غزنوی کی تحریر

مولانا عبد الجبار غزنوی (خلف الصدق و جانشین مولانا عبد اللہ غزنوی قدس سرہٗ جو اکابر اولیاء اللہ سے تھے) تحریر فرماتے ہیں

"الٰہا پروردگارا۔ حیوٰۃ ابدی و بقاء سرمدی شایان شان تست۔ مالکا قیوما ربوبیت مخلوقات و تربیت موجودات بہ امات و احیا و ایجاد و افنا سر نہان تست ربا رحیما تنزیل کتب و ارسال رسل و بعثت ائمہ دین و خلفاء سید المرسلین آیہ بینہ ربوبیت و رحمت بے پایان تست۔ حکیما لطیفا رفع علم و قبض اہل العلم از جہان و ظہور جہل و ظلمات در ابنائے زماں سر لطیف و حکمت بے نشان تست بوصف لایُسئل عما یفعل و فعال لما یرید آسمان و زمین و ما فیہن گواہان تست۔ و بصفت اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون قرآن مجید شاہد عیان تست کریمہ کل نفس ذائقۃ الموت و انما توفون اجورکم یوم القیامہ۔ فمن زحزح

عن النار وادخل الجنة فقد فاز - وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور
تعلیم قرآن تست وکل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذو الجلال والاکرام
ارشاد واجب اذعان تست درآیة وافی ہدایہ وبشر الصابرین الذین اذا
اصابتهم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئك علیهم
صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون تسکین بندگان تست
ودر کریمہ والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم
فنعم عقبی الدار اطمینان امیدواران تست انشاء اللہ اگر بشارات یقینیہ و
تسکینات صادقہ مرہم قلوب مجروح وجبیرۂ دلہائے شکستہ نبودے واللہ اعلم
حال ما مصیبت زدگان انتقال امام العصر ومجروحان وفات مجدد الدہر چہ می شد
ونوبت بکجامی رسید از ما وامثال ما باید پرسید کہ کدام سنگ صبر بر سینہ گذاشتیم کہ
ہنوز بے ہمچوں امام الہدے سیدنا ومولانا سید محمد نذیر حسین رح زندہ ایم ؎

گر نہ قضا بود کہ با ہم رویم		می رسد آں وقت کہ ما ہم رویم	

اوصاف جمیلہ ومناقب علیہ جناب ایشاں محتاج بیان نیست وکمالات ظاہریہ
وباطنیہ حضرت سامی درعرب وعجم پنہاں نے انکار مخالف واعتراض مجادل
مضر شان والاشان ایشاں نیست وتجاہل وعدم معرفت منکر مکسر شان نمایان
ایشان نے ؎

هذا ابن خیر عباد اللہ کلهم	هذا التقی النقی الطاهر العلم
هذا الذی تعرف البطحاء وطائة	والبیت یعرفه والحل والحرم
مشتقة من رسول اللہ بنعته	طابت عناصره والخیم والشیم
هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله	بجده انبیاء اللہ قد ختموا
اللہ شرفه قدما وعظمه	جری بذالك له فی لوحه القلم
ولیس قولك من هذا بضائره	العرب تعرف من انکرت والعجم
من معشر جهمو دین وبغضهمو	کفر وقربهموا منجی ومعتصم
ان عد اهل التقی کانوا ائمتهم	او قیل من خیر اهل الارض قیل همو

دراجراء توحید واحیاء سنت ہم عنان سلف صالحین بود ودر سد باب شرک

محو بدعت

ومحو بدعت بسان ائمۂ دین حرث محروث احادیث نبویہ ائمہ حدیث را آب حیات
دادہ سرسبز و گلزار نمود و زراعت مزروعہ آثار مصطفویہ اعلام دین را از خس و خار
تحریف و تاویل صاف نمودہ بہ اغصان و اوراق ربانہ و ریاحین و اثمار کریمہ باردار

تقلید و رسوم قبیحہ

گردانید تقلید آبا و اجداد و تعصبات بیجا را از بن و بیخ کشیدہ و رسومات قبیحہ و
رواجات سیئہ قومیہ را بمہلک فنا و عدم رسانید۔ تدریس کتاب و سنت بسعی بلیغ

عمل بالسنۃ

ایشاں در بلاد و قریٰ چہ بلکہ در بوادی و جبال تابید و عمل بالسنۃ و اجتناب از
بدعت بہ عہد ایشاں در مدائن و امصار چہ بلکہ در براری و رمال درخشید سنن بیّنۃ ہزار

عمل بالحدیث

سالہ را حیوۃ تازہ بخشید و کتب متروکہ صد سالہ علم حدیث را رواج و شہرت کاملہ دہانید

زہد و قناعت
توکل و رضا
صبر و تسلیم و استقامت
محبت، خشیت
تجرید و تفرید

در زہد و قناعت و توکل و مقام رضا بے بدل بود و در صبر و تسلیم و استقامت
ضرب المثل در علو ہمت و وفور شفقت و صدق و صفا و علم و حیا صاحب علم بود
و در محبت و خشیت و تفرید و تجرید ثابت القدم۔ در عبادت رب العزت مشغول
بود و در آداب خشوع نہایت تجربہ کار۔ بفوت محو و فنا مثل شبنم در آفتاب بود
و در شدت خوف و رجا بسان سیماب در اضطراب۔ از خوف خطاب اذہبتم
طیباتکم فی حیوتکم الدنیا لذائذ دنیویہ از قسم مآکل و ملابس و امکنہ را گذاشتہ
بود و از بیم ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم بر لب نان خشک و ثوب خشن قناعت

نہ محبت جمع و نہ طبیعت منع

ورزیدہ نہ محبت جمع داشت و نہ طبیعت منع لہذا آنچہ من اللہ می رسید فی سبیل اللہ
می بخشید بحکم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین در
حیات و ممات در زمرۂ مساکین بود و بر وفق وجعلنا ہم ائمۃ یہدون بامرنا

صبر و ایقان

لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون بسبب صبر و ایقان امام متقین۔ حاصل کلام
آنکہ فوارہ علوم دینیہ و معارف علیہ بود و چشمۂ اخلاق کریمہ و اعمال حسنہ منبع برکات
و حسنات بود و مجمع خیرات و فیوضات۔ معدن فقاہت و درایت بود و مخزن اسرار
روایت و حکمت طاب اللہ ثراہ و جعل جنۃ الفردوس منقلبہ و مثواہ۔ بریں چند اشعار کہ موافق
حال جناب ایشان است ختم کلام می کنم و از اطار و اعتذار پناہ برب علام می جویم۔

قطعہ عربی

قطعہ

وذق یا فؤادی کل یوم ولیلۃ — حرارۃ اشواق و لوعۃ اشجان

الی ان اری النذیر الحسین الذی ... به الله من اهل الضلالة نجانی

ومن لی بان القاه والموت قد الی ... فغیبه فی التراب عن کل انسان

فیا وحشة الدنیا لانوار وجهه ... ویا لهف اخوان علیه وجیران

یحق لعین لا ترجی لقاءه ... الی الحشر تنهل بمدمعها القانی

لقد عمّ اهل الارض رزء مصابه ... ولم ینج فیهم منه قاصٍ ولا دان

لقد کانت الدنیا به ذات بهجة ... ونور واشراق وروح وریحان

وما کان الا آیة فی زمانه ... وفی کل علم حاز لیس له ثانی

امام الهدی یدعوا الیٰ دین ربه ... دعاء نصوح مشفق غیر خوان

فمذهبه ما جاء عن خیر مرسل ... واصحابه والتابعین باحسان

الیٰ بعلوم حیرت کل واصف ... علی انه یهدی به کل حیران

فکم مبطل وافاه یبغی جداله ... فانصفه فی البحث من غیر عدوان

ویکشف عنها شبهةً بعد شبهة ... الی ان یبین الحق احسن تبیان

فیصبح عن تلک المقاله معرضاً ... ولو کان من احبار سوءٍ ورهبان

یغار علی الاسلام من کل بدعة ... وما زال منها هادماً کل بنیان

وفی الله لم تاخذه لومة لائم ... ولم یخش مخلوقاً من الانس والجان

لمن خشی الرحمن بالغیب اتقیٰ ... اله البرایا خافه کل سلطان

ولم ینتقم فی الدهر یوما لنفسه ... ولکنه یوذی فیعفو عن الجانی

واما سخاء الکف فالبحر دونه ... ولم یک فی بذل العطاء بمنان

ولو وزنوا اهل الشجاعة کلهم ... به رجح الشجعان فی کل میزان

منیباً الیٰ مولاه یقطع وقته ... بنقل احادیث وتفسیر قرآن

ولم یک مشغوفا بحب ریاسة ... ولا شد بغلات ولا حسن غلمان

وما کان مشغولا بجاه ومنصب ... ولا رفع بنیان ولا غرس بستان

ولکن بعلم نافع وعبادة ... وزهد واخلاص وصبر وایمان

وفی موته قد کان للناس عبرة ... لما شاهدوا من غیر زور وبهتان

اذا انتشروا مثل الجراد وکادان تزیغ عقول من رجال ونسوان

وسار علےٰ اعناقھم نحو قبرہ	یجاور مولیٰ ذا امتنان وغفران
الی الذھب الباقی دعاہ الٰہہ	فذالک لہ خیر من الخزف الفانی
دعاہ الیٰ جنات عدن وطیبھا	ومتعہ فیھا بحور وولدان
فنسئل رب العرش یجمع شملنا	بہ فی جنان الخلد من بعد حرمان
ویجبرنا بعد انکسار قلوبنا	ویروی برویا وجھہ کل ظمآن

راقم کہتا ہے کہ مولانا نے ایک مختصر مگر نہایت ہی لطیف اور سچی سوانح عمری اس تحریر میں درج کر دی ہے مرحبا جزاہ اللہ۔

اخباروں میں وفات کی اشاعت

پائنیر

انگریزی اخبار پائنیر الہ آباد (جو کہ نہایت ہی وقیع اخبار ہے) نے آپ کی وفات پر مضمون لکھا تھا اور اُردو اخباروں میں تو غالباً سارے ہندوستان میں کوئی اخبار یا رسالہ نہ ہوگا جس نے آپ کی وفات پر ماتم نہ کیا ہو اور اپنے اخباروں رسالوں کو ماتمی لباس نہ پہنایا ہو اُن سب مضامین کو اگر کوئی شخص جمع کرنا چاہے تو ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے اِن اخباروں میں سے ہم صرف تین اخباروں کے مضامین ملخصاً درج کرتے ہیں پہلا مضمون تو علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا اِس لئے کہ اِس کے چیف ایڈیٹر نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان بہادر جیسے باخبر، ذی وقعت، مہذب اور متین آدمی ہیں۔ دوسرا اخبار وکیل امرتسر کا اس سبب سے کہ اس کے ایڈیٹر مذہبی آدمی ہیں۔ تیسرا مضمون اخبار دارالعلوم دہلی کا اس لئے کہ وہ خاص دہلی کا اخبار ہے اور حیات و ممات دونوں زمانہ کے واقعات اُس کے چشم دید ہیں۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

وکیل امرتسر

دارالعلوم دہلی

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۲۳- اکتوبر ۱۹۰۲ء

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا مضمون

افسوسناک واقعہ

اِس ہفتہ کے واقعات میں ایک نہایت اندوہناک واقعہ جو غالباً ہندوستان کے

مسلمانوں میں نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ پڑھا جاوے گا یہ ہے کہ :-

شمس العلما مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے ایک سو دس برس کی عمر میں دس مہینے کی طویل علالت کے بعد ۱۰- رجب یوم دوشنبہ کو مابین المغرب و العشا انتقال فرمایا اور اُن کی وفات سے ہندوستان میں حدیث کا چراغ گُل ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون-

آپ قصبہ سورج گڈھ ضلع مونگیر کے خاندان سادات میں سے تھے جن کے مورث عالمگیر کے عہد میں عہدہ قضا پر مامور تھے ابتدائی تعلیم غالباً آپ نے اپنے وطن میں حاصل کی عنفوان شباب میں آپ دہلی میں وارد ہوئے جو اُس وقت ہندوستان میں علم اور شائستگی کا مرکز تھا اور دینیات کی کتابیں حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا عبد الخالق صاحب سے پڑھیں اگرچہ آپ کو بالاستیعاب[۱] شاہ صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہونے کا موقع نہ ملا مگر اس میں شک نہیں کہ آپ کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں نسبت تلمذ ہے چنانچہ مولانا قطب الدین نے اپنے کسی تصنیف میں اِس امر کی تصریح کی ہے-

مسلم الثبوت محدث

آپ ایک جید فاضل اور مسلم الثبوت محدث تھے- روایات فقہی کا جو استحضار آپ کو حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مناقب میں صرف اِس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک علم حدیث کی تدریس میں مصروف رہے اور عمر کا ایک معتدبہ حصہ اس متبرک علم کی خدمت میں بسر ہوا-

پچاس برس سے زیادہ علم حدیث کی تدریس میں مصروف رہے

ہزارہا طالبان حدیث آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر فیضیاب ہوئے ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالے نے مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرماوے اور اُن کے پس ماندوں کو صبر جمیل کی توفیق دے-

---

[۱] اِس کی تحقیقات کہ آپ نے کن کن اساتذہ سے کون کون فن کی کتابیں پڑھیں ہو چکی اور یہ بات بھی ثابت کر دی گئی کہ آپ مولانا شاہ محمد اسحق صاحب کی خدمت میں بارہ تیرہ برس تک رہے ۱۲

وکیل امرتسر

اخبار وکیل امرتسر

مطبوعہ ۱۷- اکتوبر ۱۹۰۲ء

شمس العلما مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی علالت طبع کی خبر ہم اپنے کسی گذشتہ پرچہ میں لکھ چکے ہیں- اب دہلی کے ایک پرائوٹ خط سے معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح ۱۳- اکتوبر کو رہگرائے عالم جاودانی ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون حق تو یوں ہے کہ آپ سلف صالحین کی یادگار باقی تھے علم و عمل اور زہد و اتقا میں پایۂ بلند رکھتے تھے- سن مبارک سو سے متجاوز تھا- اور یہ کہنا داخل مبالغہ نہیں کہ آپ دہلی مرحوم کے آخری نوحہ خواں تھے اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے اُن بزرگواروں کی صورتیں دیکھی تھیں- بلکہ اُن کی ہم طرحی کا شرف حاصل کیا تھا جن سے دہلی کو فی الحقیقت فخر ہے اور جو دہلی کیا ہندوستان بھر کے لئے مایۂ ناز تھے- جن دنوں سر سید مرحوم نے آثار الصنادید لکھی ہے اُن دنوں دہلی واقعی اہل کمال سے سرتاسر معمور تھی اور ہر ایک فن کے باکمال آدمی موجود تھے باوجود اُس فراوانی کے مولانا اُس زمانہ میں بھی اس لایق سمجھے گئے تھے کہ اُن کا نام اُن چیدہ بزرگواروں کی فہرست میں داخل ہو جو ہندوستان کے لئے موجب افتخار شمار ہوتے ہیں-

سلف صالحین کی یادگار تھے علم و عمل زہد و اتقا

آثار الصنادید کی تالیف کے وقت بھی آپ منتخب لوگوں میں دہلی کے تھے

پس اس سے ظاہر ہے کہ اِس کساد بازاری فضل و ہنر میں اُن کی قدر و قیمت کیا ہونی چاہئے- مولانا مغفور نے باوجود کبر سن اور ضعف پیری کے سلسلۂ درس و تدریس آخری وقت تک نہ چھوڑا اور اطراف و اکناف کے طلبا جو علم حدیث حاصل کرنے کے شوق میں ممالک دور دست سے آپ کی خدمت میں آتے تھے ہمیشہ مستفیض ہوتے تھے-

اس زمانہ میں آپ کی قدر و قیمت کیا ہونی چاہئے ممالک دور دست سے طلبہ کا آنا

اخبار دار العلوم دہلی

اخبار دار العلوم دہلی مطبوعہ ۱۷- اکتوبر ۱۹۰۲ء

مطابق ۱۵- رجب ۱۳۲۰ھ **وفات حسرت آیات جناب شمس العلما مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی**

ہے شور ہائے ہائے صریر قلم نہیں		مضمون درد ہجر کی تاب رقم نہیں

بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ ۱۳- اکتوبر کی شام کو شمس العلما حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہ منحوس شام مسلمانان عالم میں قیامت تک یادگار رہے گی جس میں حدیث نبوی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

آہ اے بدنصیب قوم تیرے سارے فخر سٹ گئے۔ تجھے ناز تھا کہ اس گئے گذرے زمانہ میں تو ایسے عظیم الشان شخص کا وجود باجود رکھتی ہے جو شاہ عبدالعزیز رح اور شاہ اسحٰق صاحب رح کی بابرکت مجلسوں کا فیض یافتہ اور حدیث اور فقہ اسلام کا لاثانی عالم تھا جس نے دش نہ بیس اکٹھے پچھتّر سال درس تدریس جاری رکھا ہو۔ جس کے متبرک حلقۂ درس سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آوازیں اس پچھتر سال میں ایک دن بھی خاموش نہ ہوئی ہوں۔ جس نے ایک سو سات سال کا طویل زمانۂ عمر بچپن سے لے کر دم واپسیں تک مقدس اسلام کے مقدس علوم کی تعلیم و تعلم میں بسر کر دیا۔ ہائے ہائے خدا کے جلیل القدر آخری پیغمبر (دل وجانم فدائے نامش باد) کی پاک حدیثوں کے اکیلے ہاں ہاں اکیلے حافظ کو ہم ہزار من مٹی کے بوجھ کے نیچے دبا کے آتے ہیں اور یہی ہاتھ جو اس خلیق اور مقدس انسان سے مصافحے کرتے تھے آج اسے قبر کے سپرد کر رہے ہیں۔

مرنے والے خدا تجھے فردوس بریں میں جگہ دے اور تجھے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا کرے ہمارے پاس تیرے لئے تیرے احسانات کے لئے کچھ نہیں سوا اس کے کہ ہم ایصال ثواب کریں اور دعا کریں کہ خدا تیری بے لوث دینی خدمتوں کے بڑے بھاری سلسلے کو قبول فرمائے اور اس کا تجھے اجر عظیم بخشے۔ ظاہرا تو تو معبود حقیقی کے پاس تن تنہا چلا ہے جہاں نہ تیرے آٹھ لاکھ معتقدوں میں سے کوئی ساتھ ہے نہ تیرے ہزار در ہزار شاگردوں میں سے کوئی ہمراہ۔ تیری اولاد اور تیرے غمگسار با دیدۂ پرنم تجھے تک رہے ہیں۔ کہ تو اپنی کٹھن اور دشوار گذار منزل میں بے یار و مددگار چلا جا رہا ہے کوئی نہیں جو تیرا ساتھ دے اور کوئی نہیں جو تیری ہمراہی اختیار کرے لیکن درحقیقت باطناً ایک انمول زاد آخرت تیرے ساتھ ہے اور تو خدا کے ہاں یقیناً اسی فرحت و شادمانی کے ساتھ جا رہا ہے جیسا کہ ایک

شاہ عبدالعزیز رح اور شاہ اسحٰق صاحب رح کے فیض یافتہ حدیث وفقہ اسلام کے لاثانی عالم۔ پچھتر سال درس دیا

بے نظیر حافظ الحدیث

بے لوث دینی خدمت

آٹھ لاکھ معتقد

فتح مند شہنشاہ کی مثال

فتح مند شہنشاہ دن رات کی یلغاروں اور حملوں کے بعد اپنے غنیم پر فتح پاتا اور پھر بادل خورسند اپنے دارالخلافت کی طرف مراجعت کرتا ہے۔ تو نے بے شک اُس سچے عشق سے جو تجھے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اپنی بزرگ اور عالی شان لائق خدمت اسلام میں صرف کی اور سچے ارشاد علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا اِس گئے گذرے زمانے میں نمونہ بن کے ہمیں دکھا دیا اسی کا اجر ہوگا جو ہمیشہ کی مسرتوں کا تجھے وارث بنائے گا۔ اور تجھے تمام کلفتوں سے نجات دے گا۔ افسوس تیرے بعد ہمیں چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے۔ آہ یا تو وہ زمانہ تھا کہ ہلال اسلام آسمان دنیا پر ماہ دو ہفتہ بن گیا تھا اور اُس کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے سارا عالم بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اور یا اب یہ وقت ہے کہ وہ ماہ کامل ہماری نظروں سے نہاں ہوگیا ہے اِس کی ہلکی اور بدلی میں چھپے ہوئے چاند کی سی چاندنی ہمیں کبھی دکھائی دے جاتی ہے اور وہ ہی ہمارے برق و باد کی طرح دوڑنے والی رقیب قوموں کی نگاہیں خیرہ کر دیتی ہے۔

حبش خاں کے پھاٹک سے شمس العلما مولوی سید **نذیر حسین** صاحب کا جنازہ نہیں اُٹھایا گیا بلکہ ایک شور قیامت اُٹھایا گیا ہے جو اسلامی دنیا میں صدیوں تک برقرار رہے گا۔ صرف مرحوم کے بعد ان کا کوئی ہم پلہ جانشین نظر نہیں آتا جسے علم حدیث کی اس مناسبت ذاتی کے سبب جو شمس العلما میں قدرت نے ودیعت کی تھی اُن کا قائم مقام قرار دیا جا سکے۔ اُن کے دماغ کی ساخت ہی اِس ڈھنگ کی تھی جس میں رسول اللہ کی احادیث کا سمندر سما گیا۔ جن لوگوں نے **آپ** کو حدیث شریف پڑھاتے دیکھا ہے اُنہیں اِس بات کا بخوبی تجربہ ہو گیا ہے کہ اِس

بڑھاپے میں یادداشت کا عالم

بڑھاپے کے زمانہ میں **آپ** کی یادداشت کا کیا عالم تھا اور کس صفائی اور روانی کے ساتھ **آپ** گھنٹوں پڑھاتے رہتے تھے۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پڑھانے میں جس وقت کسی حدیث کی نسبت تکرار ہوتی تھی اور یہ ضرورت آکے پڑتی تھی۔ کہ اِس حدیث کے موافق یا مخالف کتنی حدیثیں ہیں اور کس کس

ملکہ اور حافظہ

جگہ ہیں۔ **آپ** فوراً بتا دیتے تھے کہ فلاں حدیث فلاں کتاب کے فلاں باب سے نکال لو۔ اور فلاں حدیث فلاں کتاب کے فلاں باب سے۔ اِسی طرح وہ تمام حدیثیں

بقیہ

تمام احادیث صحاح پر حافظ کی قدرت

جو اس متنازع فیہ حدیث کے متعلق کتب صحاح میں موجود ہوتیں چند منٹوں میں نکل آتی تھیں۔ ایک جید حافظ قرآن کو کسی آیتہ کے بتلا دینے میں تامل ہونا ممکن لیکن شمس العلما کے لئے بالکل ناممکن تھا کہ اُن سے کسی حدیث کا یونہیں سا مطلب بتایا جائے اور وہ بجنسہ صحاح میں اُسی وقت نہ نکلوا دیں۔ اور پھر ایک دو یا دس بیس حدیثوں کی نسبت نہیں حدیث شریف کی ساتوں صحیح کتابوں کی نسبت آپ کے حافظہ کی یہی کیفیت تھی اسی وجہ سے درحقیقت شمس العلما کی ذات مسلمانوں کے لئے فخر و مباہات کا باعث تھی۔ کیونکہ جس طرح کلام اللہ کا یہ خاص معجزہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں سینے اِس کی حفاظت کے لئے محفوظ تختیاں بنے رہتے ہیں۔ اُسی طرح کلام رسولؐ کی حفاظت کرنے والا بھی زمانہ میں کوئی نہ کوئی موجود ہی رہتا ہے۔ جو حافظہ کی قوت سے نگہبانی کرتا ہے۔ جیسا کہ اِس زمانہ میں اللہ بخشے حضرت شیخ شمس العلما تھے درحقیقت یہ اسلام کی زندہ برکات ہیں جو ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اِس کے مقابل کوئی دوسرے مذہب والا ہرگز ایسا دعوے نہیں کرسکتا کہ وہ کتاب جسے وہ آسمانی سمجھتا ہو زمانہ کی دست برد سے اس طرح محفوظ رہی ہو جیسا کہ قرآن مجید۔ قرآن شریف تو خیر خالق اکبر کا خالص کلام ہے جس کی نسبت وہ وعدہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور جو اسی وعدہ ربانی کی نسبت سر ولیم میور صاحب جیسے دشمنوں سے اپنے تیرہ سو برس سے بلا شائبہ تحریف بجنسہ محفوظ چلے آنے کا اقرار کرا چکی ہو۔ اور وہ علانیہ تسلیم کر چکے ہوں کہ "دنیا میں اور کوئی ایسی کتاب نہیں جو اتنے بڑے عرصہ تک اِس طرح محفوظ رہی"

لیکن حدیث جو حضور سرور عالمؐ کا کلام ہے جو آپ نے بمصداق وما ینطق عن الھوےٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ارشاد فرمایا اور اُسے آپ کے جلیل القدر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اکٹھا کیا اُس کے حافظ بھی اس اُمت عالیہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کیا کوئی عیسائی دعوے کرسکتا ہے کہ اُن مضامین کو چھوڑ کر جو ابتدائے صدی عیسوی کے خوش اعتقاد عیسائیوں میں مقبول تھے اور جن کا ابھی تک کچھ کچھ حصہ چلا آتا ہے صرف بائبل کے کبھی کسی زمانہ میں ایسے

حافظ ہوئے ہیں جنہوں نے زمانہ کے دست برد سے بچانے کے لئے اُسے اپنے سینے کی تختیوں پر کندہ کیا ہو؟ کیا کوئی آریہ دعوے کرسکتا ہے کہ اُن کے ویدوں کی کسی زمانہ میں اس طرح حفاظت کی گئی ہے؟ جس طرح مسلمان اپنی مقدس کتاب کی ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں اگر یہ دعوے ممکن نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی انسانی کتاب ہرگز آسمانی کتاب کی سی وقعت اور عزت نہیں پاسکتی۔ اور وہ کتاب کبھی معزز نہیں سمجھی جاسکتی جس میں انسانی ہاتھوں کی آمیزش ہوئی ہو۔

درس وتدریس سال بھر سے بند تھا

شمس العلما کا درس تدریس سال بھر سے موقوف تھا اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ شیخوخت نے آپ کو انتہاء ضعف وناتوانی پر پہنچا دیا تھا۔ اگرچہ ایک عرصہ سے آپ کا اُٹھنا بیٹھنا دوسروں کے سہارے پر موقوف تھا لیکن یہ نقاہت جو سال بھر سے پیدا ہوگئی پہلے نہ تھی آپ اِس بڑھاپے میں بھی بہت ہی کم بیمار ہوا کرتے تھے۔ کیوں کہ بہت ہی محتاط تھے یہاں تک کہ پانی کا بھی بہت ہی کم استعمال کرتے تھے اور کئی کئی دن صرف چاء پر گذار دیتے تھے آخر عمر میں گو تمام قوائے جسمانی مضمحل ہوگئے تھے لیکن حافظہ بدستور درست تھا اور اِسے بڑے تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیوں کہ انسان جہاں سترا بہترا ہوا اُسے صبح کا کھایا شام کو یاد نہیں رہتا۔ کہاں کہ سنو سے عمر گذر جاے اور پھر حافظہ کی قوت اِسی طرح بنی رہی یہ سب حدیث شریف کی برکت تھی۔ جس میں آپ کا انتقال ہوا وہ کوئی خاص بیماری نہ تھی جس مرض نے ایک سال سے آپ کو بٹھا دیا تھا وہی مرض الموت تھا جو بالآخر جنازہ اُٹھوا کے گیا۔

بڑھاپے میں بھی بہت ہی کم بیمار ہوتے

حافظہ بدستور درست تھا

۱۳۔ اکتوبر کی شام کو قریباً سات بجے آپ نے اپنی جان جان وجہاں آفریں کو سپرد کی اور یہ خبر بجلی کی تیزی کی طرح اُسی وقت تمام شہر میں پھیل گئی تجہیز وتکفین رات ہی رات میں ہوگئی تھی۔ چنانچہ ہزاروں ماتم زدہ لوگوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے جنازہ اُٹھایا گیا اور نو ساڑھے نو بجے شیدی پورہ میں دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ بارہ تیرہ ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ کے سعادت مند پوتے مولوی سید عبد السلام صاحب نے عیدگاہ کے چبوترے پر پڑھائی۔ جنازہ پر خلقت کا اِس درجہ ہجوم تھا کہ بہت سے لوگوں کو کندھا دینا بھی نصیب نہیں ہوا۔ قریب قریب شہر کے تمام

نماز جنازہ میں بارہ تیرہ ہزار آدمی شریک تھے

شہر کے تمام مسلمان اور علما جنازے پر موجود تھے

مسلمان عمائد اور علما جنازے کے ساتھ تھے جن میں بعض کے نام نامی درج ذیل ہیں
صاحبزادہ عبدالصمد خاں صاحب چشتی، صاحبزادہ محمد عمر صاحب چشتی، مولانا مولوی عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی، شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب، مولوی حفیظ اللہ صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب، مولوی محمد ابراہیم صاحب، مولوی عبدالرحمن صاحب راسخ، مولوی حبیب احمد صاحب مدرس فتحپوری، مولوی سید احمد صاحب، مولانا نواب ضمیر الدین احمد میرزا صاحب برادر رئیس لوہارو، مولوی محمد عبدالاحد صاحب، مولوی محمد عبدالمجید صاحب، ابو المجیب مولوی محبوب احمد صاحب، مولوی تلطف حسین صاحب، غرض کہ اخبار میں گنجائش نہیں کہ تمام رؤسا کے نام لکھے جائیں۔

مرحوم کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے خدا کرے کہ آپ کی سوانح عمری لکھنے کے لئے کوئی خدا کا بندہ کھڑا ہو۔ اور اُسے اُس کی شان و حیثیت کے موافق قلمبند کرے۔ فقیر دین محمد اڈیٹر دار العلوم کو اگر فرصت ہوتی اور اُس کے پاس کافی میٹیریل ہوتا تو اِس سعادت کا وہ خود ہی فخر حاصل کرتا بہر حال یقین ہے کہ سلف ہلپ" کی قدر کرنے والی طبیعتیں اس عظیم الشان سوانح عمری کے لئے شوق ظاہر کریں گی اور کوئی محنت کش سعید الفطرۃ انسان اُن کے شوق کو پورے کرنے کے لئے کمر ہمت چست کرے گا۔ مرحوم شمس العلما کی سوانح عمری میں یہ بات خاص طور پر تذکرے کے لایق ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے آپ کے درس و تدریس فقہ اور حدیث دونوں کی نسبت تھی۔ لیکن غدر کے بعد آپ نے صرف حدیث شریف کو مخصوص کر لیا تھا اور اسی وجہ سے آپ کے آخری عمر کے شاگردوں میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہوتے تھے جنہیں علم دین میں سب سے زیادہ حدیث سے دلبستگی ہوتی تھی۔ اگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے مقلدین و غیر مقلدین کے جھگڑے نہ اُٹھتے تو غالباً آپ کا فیض تدریس اس سے بھی زیادہ وسیع ہوتا۔

مقلدین و غیر مقلدین کے جھگڑے نہ اُٹھتے تو اس سے بھی زیادہ حلقہ درس وسیع ہوتا

ہم اپنے مصیبت زدہ دل کی اِن سطروں میں بھڑاس نکالنے کے بعد اس مضمون کو مرحوم کی دعائے مغفرت پر ختم کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو مرحوم کی ذات سے عقیدت مندی ہوگی۔ وہ اپنا بہترین فرض تصور کریں گے کہ جس طرح

مرحوم کے زمانہ میں فیض کا چشمہ جاری تھا - اور ہر مسلمان علمی استفادہ کر سکتا تھا اُسی طرح اب بھی اُس کے برقرار رکھنے کی کوشش کی جاے گی اور آپ کے اعزہ اور خصوصاً مولوی عبد السلام صاحب کے دردمند دل سے ہمدردی کا اظہار کیا جائیگا

میاں صاحب کی نماز جنازہ صلوٰۃ علی الغائب
غالباً ہندوستان کے تمام شہروں قصبوں اور بیشتر
قریوں میں - پڑھی گئی -

قطعات تاریخ وفات

اخبارات ہندوستان میں جس طرح بذریعہ مضمون نگاری کے آپ کا ماتم کیا گیا اِسی طرح ہند و ایران کے شاعروں نے قطعات تاریخ کے ذریعہ سے اپنا فرض ماتم ادا کیا اُن سب تاریخوں کو جمع کرنا تو سخت دشوار ہے کیوں کہ آپ کے انتقال کے بعد سے غالباً پورے سال بھر تک بعض ہفتہ وار اخبار اُردو کی ہر اشاعت میں قطعات اور مادہ ہاے تاریخ مسلسل بالالتزام شائع ہوتے رہے ہم صرف بعض قطعات تاریخ و مادہ ہاے تاریخ پر اکتفا کرتے ہیں -

مولوی حکیم مختار احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ حنفی ساکن موضع کرٹھیا ضلع مظفر پور نے ایک قطعہ تاریخ عربی میں لکھا ہے جو خصوصیت کے ساتھ اس لئے سب سے پہلے لکھے جانے کے قابل ہے کہ بیس شعروں کا قطعہ ہے اور ہر مصرعہ بجاے خود بغیر تعمیہ و تخرجہ کے تاریخ ہے جس سے ۲۱ و ۱۳۲۰ ہجری نکلتے ہیں - یا ۱۱ و ۱۳۱۰ فصلی -

پچھلے دس شعروں میں اس سوانح عمری کا بیان ہے اِن مصرعوں سے ۲۱ و ۱۳۲۰ھ و ۱۱ و ۱۳۱۰ فصلی نکلتے ہیں - جن سنوں میں سوانح عمری لکھنے کی ابتدا کی گئی اور لکھی جاتی تھی - بعض موانع کے سبب سے بہت دنوں تک سوانح نگاری کا کام بند رہا اس لئے اِس کی اشاعت میں بھی غیر معمولی توقف ہوا اور سن بھی بدل گئے معہذا اس قطعہ میں بڑی محنت کی گئی ہے کیوں کہ چالیسوں مصرعے چالیس مادہ تاریخ پر مشتمل ہیں اور بجاے بسم اللہ کے جو عبارت لکھی گئی ہے وہ بھی مادہ تاریخ ہے

اس طرح اکتالیس ۴۱ تاریخیں ہیں اور چوں کہ تعمیہ و تخرجہ سے ہر مصرع پاک ہے اس لئے حک و تبدیل کی گنجائش نہیں کوئی لفظ یا حرف بدل نہیں سکتا جب تک بدل و مبدل منہ کے حروف اور اعداد برابر نہ ہوں۔

بسم اللہ المفیض العلیم
۱۰ ۱۳ف

قطعہ تاریخ از مولوی حکیم مختار احمد صاحب

فات نور المفرقہ السبحانیہ ۲۰ ۱۳ھ	انہ احیی الاصول الغالیہ ۲۰ ۱۳ھ
ربنا اکرم بھذا و افیا ۲۰ ۱۳ھ	انت معطی العافیات العالیہ ۲۰ ۱۳ھ
فیضہ نہر مجید باقی ۲۰ ۱۳ھ	فضلہ عم البلاد الصافیہ ۲۰ ۱۳ھ
کان بحر الخلق او عین العلی ۲۰ ۱۳ھ	کان تاج المدرکات الباقیہ ۲۰ ۱۳ھ
مخزن الطلاب بل شمس الوفا ۲۰ ۱۳ھ	شیخ اصحاب العقول الجاویہ ۱۰ ۱۳ف
رمز فن المجتبیٰ نہر الصفا ۲۰ ۱۳ھ	صدر ارباب الثنایا الصافیہ ۱۰ ۱۳ف
مصدر الاسرار تاج الاولیا ۱۰ ۱۳ف	فخر دین الامۃ الربانیہ ۲۰ ۱۳ھ
کان اہل الفیض بل بحر الہدیٰ ۲۰ ۱۳ھ	کان مفنی المنکرات العاریہ ۱۰ ۱۳ف
ماتن معیار حق مقرن ۱۰ ۱۳ف	شمس افلاک الفتاوی الجاریہ ۱۰ ۱۳ف
استمع یا مہتدی عام الوصال ۱۰ ۱۳ف	فات بدر السنۃ الفرقانیہ ۱۰ ۱۳ف
قد تمنی شرح ندب السالک ۱۰ ۱۳ف	فخر قسط الحکمۃ السینائیہ ۱۰ ۱۳ف
قد وفی متنا متینا وافلا ۱۰ ۱۳ف	نور شرف الامۃ القرآنیہ ۱۰ ۱۳ف
اسمہ فضل الحسین الجامع ۲۰ ۱۳ھ	نعتہ رمز الصدور الصافیہ ۲۰ ۱۳ھ
مثلہ معدوم عصر فی العلاج ۲۰ ۱۳ھ	مفخر اہل الفنون العالیہ ۲۰ ۱۳ھ

ابقراط الدهر فی نہر الشفا	بل ریاض الحکمۃ الیونانیہ
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
عین فیض الطب او عین العطا	ضوء قلب الحکمۃ اللقمانیہ
۱۰ ۱۳ ف	۱۰ ۱۳ ف
نور بیت الطب جاءت لفنسہ	فرح شرع الحکمۃ البقراطیہ
۱۰ ۱۳ ف	۲۰ ۱۳ ھ
اسمع یا مقبلا عام الکتاب	وھو شرح الواقعات الفانیہ
۲۰ ۱۳ ھ	۱۱ ۱۳ ھ
واسمعوا عام الکتاب ثانیاً	شاعت المجموعۃ الرحمانیہ
۱۱ ۱۳ ف	۱۱ ۱۳ ف
ھا وھا قل یا صبحی ثالثا	جاء شرح الکیفیات الطاریہ
۱۱ ۱۳ ف	۲۱ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ

از مولوی حافظ محمد عبد المنان سلمہ اللہ تعالیٰ
وفا تخلص غازی پوری

قطعہ تاریخ از حافظ محمد عبد المنان صاحب

تنح عن الدنیا القلیل متاعہا ... وکن زاھدا فی کل ما یحتوی الدھر
وان ھی ادنیٰ من جناح لبعوضۃ ... ولیس لدی ارباب لب لہا قدر
بزینتہا تبدو فتفتن اھلہا ... وفی وجہہا بشر وفی قلبہا غمر
فایاک ان تغتر یوما بحسنہا ... فذہ خلۃ قد سیط من دمہا غدر
ارتنا ریاضاً من بعید انیقۃ ... فلما اتینہا اذا انہا قفر
وان عاش فیہا واحد الف حجۃ ... فواللہ لم یحصل بذالک لہ فخر
فیا صاح لا تغفل عن الموت ساعۃً ... فلابد ان یاتیک لما انقضی العمر
وکن مستعد اللمعاد وھو لہ ... مدی الدھر واذکر یوم یوحشک القبر
الا کیف تخشاہ و تعلم انہ ... وسیلۃ لقیا اللہ جل لہ الذکر
ولی عبرۃ فی موت حبر محدث ... محامدہ غر خلا نقۃ زھر
نذیر حسین الفخم راس اولی النہیٰ ... تقی من الایمان لقیتہ البکر
شریف الی بیت النبوۃ ینتمی ... ویعزی الیہ العز والمجد والفخر

نهٍ عبقری لیس یغری فریّه
فقیه ولا ثقف لبیب ولا برٌ

اضاء ظلام الجهل حین اشتداده
ومشرق شمس العلم کان له الصدرُ

وابطل دعوی المبطلین بحجة
وایده فی الحق من ربه النصرُ

وانی اذا الناعی نعاه ظهیرةً
قد انهملت عینائیٔ وانهزم الصبرُ

وقد کنت صبّارا علی کل شدة
وان نفذت صدری دفینة سمرُ

لقد اظلم الدهلی بعد وفاته
وحق له هذا وقد خفی البدرُ

وتبکی علیه لو رایت کما اری
السمٰوات والارضون والبرّ والبحرُ

بُلیت بهمٍّ لم یزل متزایدا
الا انه عسر فهل بعده یسرُ

هدی الناس للدین القویم صیانةً
لایمانهم لما بدا فیهم الشرُ

واحیی احادیث النبی محمدٍ
علیه صلوٰة الله ما طلع الفجرُ

بجملة مرویاته قد اجازنی
وعلّمنی علمًا به یشرح الصدرُ

له صدقات جاریاتٌ کثیرةٌ
ولیس بخال عن محامده مصرُ

افاض علیه الله من برکاته
وادخله الفردوس اذ قضی الامرُ

دعوتك یا رب السماء تضرعًا
وانت مجیب حین یدعوك مضطرُ

یقول وفا عند الختام مورخا
توفی هادی الناس مجتهد جر

۲۰ ۱۳ھ

قطعہ تاریخ

از مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بقا تخلص غازیپوری

قطعہ تاریخ از مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب

ایا من یضیع العمر فی طول غفلة
اتحسب ان المرء فی الدهر خالد

علیك بذکر الموت فی کل حالة
فذلك شغل ضمّنتهُ الفوائد

اتغفل عنه وهو حتمٌ موکل
ولا حی الا وهو یومًا لبائد

حیوٰتك فی الدنیا وان عشت حقبةً
متاع غرور فاقد الخیر کاسد

اما انها اضغاث احلام نائمٍ
وراحتها کرب حوته الشدائد

طلبتُ صفاء العیش فیها سفاهةً
ورمتُ خلاص النفس مما تکابد

فوالله لم اقدر علی ما اردته
ولکن اتانی ما تمناه حاقد

اُقضّی اللیالی فی ہمومٍ وحسرۃٍ ‏ ‏ ولیس الی جنبی خلیل مساعد
واعظم ارزائی فراق ائمۃٍ ‏ ‏ کرامٍ بذکراھم تزان القصائد
عصابۃ حق لیس یشقی جلیسھم ‏ ‏ وکلھم فی اللہ لِلّٰہ جاھد
الا طاربی حین ما قال قائل ‏ ‏ توفی محمود الخلائق ماجد
نذیر حسین الحبر من آل ہاشم ‏ ‏ مجدد دین اللہ للحق ناقد
فبتُّ وجنبی لا یواتیہ مضجع ‏ ‏ وقلبی فی وجد وجفنی ساھد
اذا شاع فی معمورۃ الارض نعیہ ‏ ‏ بکی لعلماء الراسخون الاماجد
لقد نصر الاسلام نصرا موزرا ‏ ‏ اذا انتشرت فی المسلمین المفاسد
افاد وافتی ثم خلی مکانہ ‏ ‏ وقد بقیتُ آثارہ والمحامد
فطوبیٰ لہ قد طاب حیّاً ومیّتاً ‏ ‏ وما ذمہ الا الحسود المعاند
مضیٰ عمرہ فی ذکر من جل ذکرہ ‏ ‏ وکان لہ طبع الی الخیر قائد
لہ منن لا یستطاع جزاءھا ‏ ‏ علی من اتاہ وھو للعلم قاصد
ھداھم الی علم الحدیث فاصبحوا ‏ ‏ وقد صلحت اعمالھم والعقائد
وکم بدعۃٍ لم یبق فی الدھر رسمھا ‏ ‏ وکم سنۃٍ قد سنھا وھو راشد
اصاح بتصر ھل تریٰ فی بلادنا ‏ ‏ فقیھا یدانیہ کما ظن حاسد
جزاہ الہ الخلق عم نوالہ ‏ ‏ بافضل ما یجزی التقی المجاھد
وابقی لنا فی الدھر من برکاتہ ‏ ‏ وھذا دعاء حیز فیہ المقاصد
یقول بقائی ارخ عام وفاتہ ‏ ‏ قضی نحبہ ھادی البریۃ عابد

۲۰ ۱۳ھ

ایک تاریخی قصیدہ عربی میں چھبیس ۲۶ شعروں کا مولوی عبدالکریم ساکن بندر کوچین محلہ مٹانچیری ضلع ملیبار نے بھیجا ہے جس کا آخری شعر تاریخی یہ ہے۔

عام الوفاۃ اقول ملتجاء بجاً ‏ ‏ رضی الالہ عن الامام بجائہ

قطعہ تاریخ از آغا سنجر طہرانی

قطعہ تاریخ از آغا سنجر طہرانی

اے دریغا محدث دہلی ‏ ‏ سیدِ قوم عالم و فاضل

حضرت مولوی نذیر حسین
کشتی عمر رست از طوفاں
ہم بہ منزل رساند بارے را
کرد جا در حریم قرب اللہ
شد بہ بزم وصال لم یزلی
گشت باشوق باقی باللہ
نقش امکاں زلوح ہستی شست
تا زخود رست با خدا پیوست
عین معشوق گشت تا بر خواست
چشم بد دور اے تعالی اللہ
بندۂ خاص کبریا امروز
از مجوہر[ع] بجوے سال وفات
سال تاریخ آں خجستہ خصال
مُرد والا گہر نذیر حسین
۸۲۰

شد بہ بزم وصال حق واصل
بسلامت رسید بر ساحل
کہ بیک عمر بود یش حامل
کش بُد از جان وہم ز دل مائل
اجر ارشاد او نشد باطل
شد چو نقش فنا ازو زائل
پس بہ بزم وجوب شد قابل
آن خدا جوے عالم عامل
انچہ می بود درمیاں حائل
جوہر جاں شد و چکیدۂ دل
شد بالطاف کبریا نائل
سنجر اے مرد زیرک و عاقل
مرا زیں شعر می شود حاصل
عالمِ ما محدثِ کامل
۵۰۰

۱۳۲۰ھ

قطعہ تاریخ از مولوی جمیل احمد سہسوانی

مولوی سید جمیل احمد سہسوانی
جمیل تخلص کا قطعہ تاریخ

دریغ رحلت شیخ زماں نذیر حسین
کیا زمانے کو علم حدیث سے روشن
ہزاروں ہند میں گذرے حدیث داں لیکن
جہاں کو مست کیا اتباع سنت کا
حدیث پڑھنے کو آتے تھے دور دور سے لوگ
فقیہ و فلسفی و منطقی زمانے کے
انہیں کی ذات سے شہرت تھی اس کو شہر بشہر

کہ جس کی ذات سے روشن تھا نام علم حدیث
زمین پر تھے وہ ماہ تمام علم حدیث
انہیں کے حصہ میں تھا فیض عام علم حدیث
پلا کے کیف سے لبریز جام علم حدیث
ہزاروں کر گئے اگر تمام علم حدیث
ہوے سب ان کی بدولت غلام علم حدیث
انہیں کے دم سے تھی دلی مقام علم حدیث

[ع] مجوہر سے مراد حروف منقوطہ ہیں۔ ن ذ ی ی ن ث ۱۲

الٰہی اِن پہ رہیں تیری رحمتیں نازل	ہے اہل شرع میں تا احترام علم حدیث
جمیل ورد زباں رات دن ہی یہ تاریخ	جہاں سے اُٹھ گیا اچھا امام علم حدیث
	۲۰ ۱۳ھ
سال رحلت کہا یہ تمکیں نے	بجھ گیا اب چراغ دہلی کا
	۲۰ ۱۳ھ
قد مات محدث امام علام	بود جلیس بخاری و مسلم و بزاز
۲۰ ۱۳ھ	۲۰ ۱۳ھ
انتقال امام و محدث زماں	رحلت جناب سید محدث
۲۰ ۱۳ھ	۲۰ ۱۳ھ
سیدی جناب محمد نذیر حسین	موت اس عالم کی ہی عالم کی موت
۲۰ ۱۳ھ	۲۰ ۱۳ھ
محدث مکمل محقق فقیہ	رفت اے وا سے محدث دہلوی
۲۰ ۱۳ھ	۲۰ ۱۳ھ

مولوی ادریس سلمہ خلف الصدق مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب مرحوم نے ایک اُردو مرثیہ پچانوے ۹۵ شعروں کا لکھا ہی جس کا مطلع یہ ہے ؎

کیوں جگر میں ہے درد شدت کا	ہے کرشمہ یہ کس کی فرقت کا

باب ہفتم

شعرائے علام کے قصائد، معاصرین علمائے معتبرین
اور شیوخ کی رائیں، اولاد و احفاد، برادران، فدائی

شعرائے علام کے قصائد شیخ کی منقبت میں

آپ کی مدح و منقبت میں بڑے بڑے قصیدے ایسے ایسے علامۂ روزگار بزرگوں نے لکھے ہیں جن کا ایک لفظ مدحیہ بھی دوسرے شخص کے لئے مایۂ فخر و ناز ہو سکتا ہے جیسے شیخ محمد ھاشم سامرودی کا قصیدہ۔ اِس کے علاوہ جس قدر قصائد مدحیہ بڑے بڑے عالی شان علما کے اس وقت میرے پیش نظر ہیں اگر میں اُن سب کو پورا پورا نقل کروں تو وہ ایک دوسری ضخیم کتاب ہو جائے گی

جس کا نام مجموعۃ القصائد رکھنا کچھ بے جا نہ ہوگا اس لئے ہم صرف انتخاب پر اکتفا کریں گے۔

قاضی طلا محمد خان کا ذکر

قاضی طلا محمد خاں پشاوری جو بڑے ادیب اور فاضل بے مثل نہایت عالی شان بزرگ احمد شاہ ابدالی کی اولاد میں تھے اور خود وایسرائے کے سکرٹری۔ اُن کے بھائی مولانا عبدالکریم قاضی القضاۃ افغانستان۔ اور اُن کے بھتیجے عبدالقادر شیر علی خان والی کابل کے وزیر تھے اور آپ کے صاحبزادے مولوی محمد اسلم صاحب سلمہ پنجاب میں ڈپٹی کمشنر تھے (یہ عہدہ مماثل ہے بنگال کے کلکٹر کے عہدہ کے) اور اب ڈسٹرکٹ جج اور سیشن جج ہیں۔

مرحوم قاضی طلا محمد خاں نے **میاں صاحب** کی مدح میں کئی قصیدے عربی اور فارسی میں نہایت ہی سیر لکھے ہیں جس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

قاضی طلا محمد خاں کا پہلا قصیدہ

پہلا قصیدہ

۱	قفا بریاض الشعب خیر المنازل	بدمع عزیز فی الصبابات سائل
۲	اعد ذکر لیلیٰ یا سمیری فذکرھا	یدافع عنی فی الغرام بلابل
۳	الا یا نسیم الصبح روحی لارضها	وقولی سلامی ثم ادی رسائل
۴	رسائل شوق من کئیب متیم	الیٰ شطبۃ ھیفاء ذات خلاخل
۵	سلام کعرف الزھر فی روض بکرۃ	سلام کارواح الحمیٰ فی الاصائل
۶	یحاکی بطیب النشر اخلاق سیدٍ	علیم باخبار النبوۃ حامل
۷	کریم جمیل الخلق والخلق مکرم	من النجباء الصالحین الاماثل
۸	عفیف لطیف راحم متعطف	فهیم وسیم کامل ای کامل
۹	مطاع مطیع ماله من مساھم	جلیل جمیل ماله من مماثل
۱۰	امین ثمین للمناقب والثنا	نظیر حسین فی کرام الخصائل
۱۱	حبیب لبیب زاھد ای زاھد	شریف حنیف فاضل ای فاضل
۱۲	ملاذ ملاث صادق القول بارع	کریم نجیب العرق حلو الشمائل
۱۳	تقی نقی ماجد ای ماجد	وفی سخی طائل ای طائل

اعز الوری علما و حلما و عزۃ	۱۴	و امجد هم اکرم به من حُلاحل
فقیه نبیه اریحیّ مهذب	۱۵	کریم السجایا عالم ثم عامل
ولی حفی صابر متورع	۱۶	عزیز منیع القول جم الفضائل
لقد حاز فی الدین القویم بعلمه	۱۷	مناقب لا تخفی علی کل عاقل
اذا اختلفوا فی معرض الحق والخطا	۱۸	تراه مصیباً فاصلا ای فاصل
موید دین الله عوداً و بدءۃً	۱۹	من العلماء الراسخین الکوامل
اماط عن الدین المتین مفاسداً	۲۰	وطهّر ارض الله عن کل باطل
له شرف فوق الثریاء رفعة	۲۱	یقصر عنه کل عالٍ و سافل
احاط بفن العلم والزهد والتقی	۲۲	وفاق بعون الله کل الافاضل
تبارک من اعطاه علما و سوددا	۲۳	وشرفه بین القروم الفواضل
علیه سلام الله ما حن طائر	۲۴	وجاوب قمریٌّ نشید البلابل

پورا قصیدہ تیس بیتوں کا ہے

دوسرا قصیدہ

دوسرا قصیدہ عربی

ایک سو بارہ (۱۱۲) شعروں کا ہے

یا صاحبی ان دمعی الیوم فی همر	۱	علی الخدود کصوب العارض الخذر
وفی فوادی نار لا انطفاء لها	۲	و مهجتی من لهیب الوجد فی سُعُر
علی انطماس رسوم الدین اکثرها	۳	ثم اختلاف جموع الناس والزُّمر
مراسم البدعات الیوم بادیة	۴	والدین امسی بلا عون ولا وزر
مقاعد الامن بادت و امحت وفنت	۵	طُرّاً فباتت کقفر فاقد الاثر
لله در اصحاب الحدیث فهم	۶	مؤیدون بعون الله ذی القدر
لله رهط اطاعوا الله خالصة	۷	ولا خطوا دارة الاکوان بالعبر
ائمةٌ ایّد الله الکریم بهم	۸	دین النبی بنی الجن و البشر
لولاهم ما عرفنا الدین من سفهٍ	۹	وما اصبنا الهدی صفوا بلا کدر
فرحمة الله والرضوان یتبعها	۱۰	علیهم ما بکی ورق علی سمر

ان رمت فوزاً فخذ وارو حدیث نبی	١١	عن معدن الرشد لا تترک ولا تذر
فمعدن الرشد فی هذا الزمان اری	١٢	هو الهمام امام العصر ذا القدر
محدث العصر احیاء العلوم ومهد	١٣	ی الخلائق فی بدو وفی حضر
اعنی نذیر حسین السید المسند	١٤	العلامة المرتضی من سادة الغرر
وکیف لا وهو من اولاد سیدنا	١٥	المبعوث شافع یوم البؤس والضرر
عون المغیث وشیخی فی الحدیث به	١٦	تغیّبت منکرات البدع فی العصر
ومستقیم علی درس الکتاب کتاب	١٧	الله جل عن الاوهام والفکر
وبعده باحادیث النبی بها	١٨	له الهیام هیام الواله الضجر
وانی الرشاد شدید الرای صائبة	١٩	فخر الکرام کریم الاصل والعصر
اذا تکلم فی التذکیر تحسبه	٢٠	بحرا من العلم ذا جاش وذا ذخر
وصادق القول فی سر وفی علن	٢١	ومظهر الحق فی سهل وفی وعر
فاقت وتیرته طابت سریرته	٢٢	فالعدل سیرته من اکرم السیر
وساهر اللیل بالقرآن مدّکراً	٢٣	وطاهر الذیل عن سوءٍ وعن نکر
کان من منهل العرش العظیم لنا	٢٤	لسانه لزلال العلم کان قری
کان اوقاته بالبر عامرة	٢٥	زرع وسیع ببذر الصالحات ذری
اوانه کریاض الدین غادیة	٢٦	تحیی القفار بمنهلّ ومنهمر
طوبی له من علیم بارع ثقة	٢٧	بسیرة المصطفی المختار مستتر
طابت خلائقه روحاً ورائحة	٢٨	کخالص المسک بالاوراد مختمر
افکاره فی قوام الدین صائبة	٢٩	ورایه فی المعالی ثاقب شمری
الله کرّمه الله عظّمه	٣٠	الله علّمه لتعلیم مقتدر
الله هذّبه الله ادّبه	٣١	الله قرّبه بالعز والامر
الله نوّره الله اظهره	٣٢	الله صیّره ذا الجاه والقدر
الله عرّفه الله ازلفه	٣٣	الله شرّفه بالفوز والظفر
الله اکرمه الله افخمه	٣٤	الله قدّمه فی الورد والصدر
الله جمّله الله کمّله	٣٥	الله فضّله بالعلم والخبر

تغیبت

اللہ زینہ اللہ حسنہ	۳۶	اللہ بینہ فی کل مزدجر
اللہ سددہ اللہ ارشدہ	۳۷	اللہ ایدہ فی العسر والیسر
یارب یا سیدی یا منتہیٰ املی	۳۸	مالی سواک لکشف الضر والضرر
یارب ارحم علی فقری ومسکنتی	۳۹	هب لی ذنوبی وباعدنی عن السقر
یارب فاغفر ﻃﻼ وارحم علیہ فکم	۴۰	عفوت عن مذنب فی الغی مشتغر

تیسرا قصیدہ

تیسرا قصیدہ فارسی

ایک سو اُنہتّر [169] اشعار کا ہے

ما اہل حدیثیم و دغا را نشناسیم	۱	باب الحیل ایں فقہا را نشناسیم
بریاد مئے ناب نہ نوشیم بنبیذے	۲	وز بہر ربا ہیچ وفا را نشناسیم
داریم باخلاص سرے برخطِ تسلیم	۳	با قول نبیؐ چون وچرا را نشناسیم
در ترک حدیث نبوی با دل پرجوش	۴	حیلت نسگالیم و مرا را نشناسیم
از بوے نبی نافۂ بویاست دل ما	۵	مشک ختن و عنبر سارا نشناسیم
جائیکہ رسد عنعنہ تا نشنید مرسل	۶	ما شقشقۂ ایں جہلا را نشناسیم
سرگشتہ بمانیم بہ بیراہۂ تقلید	۷	گر بدرقۂ حدثنا را نشناسیم
داریم نشاطے بہ احادیث پیمبر	۸	نیرنگ قیاس فقہا را نشناسیم
ما فرقۂ اسلام بہ توفیق الٰہی	۹	جز ہدی نبی راہ ہدیٰ را نشناسیم
صد شکر خدا ہست کہ با قول نبیؐ ما	۱۰	از جودت ایماں لم و لا را نشناسیم
جائے کہ حدیث نبوی پردہ کشاید	۱۱	تلفیق بیانِ علما را نشناسیم
صاحب برکاتے کہ بغیر از صلواتش	۱۲	ممنون اثر ہیچ دعا را نشناسیم
ایماں بہ خدا و بہ نبیؐ ہست یکے گر	۱۳	وے را نشناسیم خدا را نشناسیم
جز عز و علاے شہ کیہان رسالت	۱۴	ما در دو جہاں عز و علا را نشناسیم
جز نور ضیاے مہ تابان نبوت	۱۵	در کون و مکاں نور و ضیا را نشناسیم
جز مجد و بہاے دُرِ عمان حقیقت	۱۶	در ہیچ زماں مجد و بہا را نشناسیم
جز مدح و ثناے گل بستان کرامت	۱۷	در نطق و بیاں مدح و ثنا را نشناسیم

جز عشق و ولاے شہ اقلیم شفاعت	۱۸	ما بادگراں عشق و ولا را نشناسیم
جز جود و عطاے یمِ مُلّانِ سخاوت	۱۹	ما ملتمساں جود و عطا را نشناسیم
جز نور و ضیاے گہر کان عبادت	۲۰	ما مقتبساں نور و ضیا را نشناسیم
جز حسن و بہاے مہ کنعان ملاحت	۲۱	ما دل شدگاں حسن و بہا را نشناسیم
گر عقل رسا در صفتش دم نزند بس	۲۲	ما حاصل ایں عقل رسا را نشناسیم
ایں فہم و ذکا صرف مدیحش نشود گر	۲۳	ما فائدۂ فہم و ذکا را نشناسیم
ما عین بقائیم باخلاص و محبت	۲۴	آجال ندانیم و فنا را نشناسیم
جز ذکر خدا از پے مرأت دل زار	۲۵	ما مصقلۂ زنگ زدا را نشناسیم
تا مسجد و محراب بما خندہ نور زد	۲۶	بر ممبرِ تزویر بکار را نشناسیم
ما دست فشاں بر غزل عشق نگریم	۲۷	ما وجد و سماع فقرا را نشناسیم
بفروختہ جانیم بدادار خرد بخش	۲۸	ما بہتر ازیں بیع و شرا را نشناسیم
در کسوت سالوس نجوئیم زر و سیم	۲۹	عمامہ و تسبیح و عصا را نشناسیم
اے اہل ریا چیست کہ با وصف تصنع	۳۰	در روے شما نور و صفا را نشناسیم
ما از پے تسخیر امیرانِ قبا پوش	۳۱	آں خرقۂ صد رنگ و عبا را نشناسیم
در مخدع صبریم بامید شفاعت	۳۲	ما کشمکشِ روز جزا را نشناسیم
در ہجرت و وصل ست شعارم انا لیلیٰ	۳۳	ما مژدہ رساں میر صبا را نشناسیم
بر مجتہداں غیر ثنا ہیچ نہ گوئیم	۳۴	در غیب و لقا روی و قفا را نشناسیم
صد شکر کہ در مدحت لقمان قدم ما	۳۵	ثبت ست و دراں زلتِ پا را نشناسیم
آں عالم علامہ کہ در مجتہدانش	۳۶	از راہ خطا راے و خطا را نشناسیم
از زمرۂ ابرار چو او عادل و منصف	۳۷	در علم یکے از علما را نشناسیم
بر جبہۂ ما فاش بود داغ شقاوت	۳۸	گر آں مہ فرخندہ لقا را نشناسیم
صد شکر کہ ما وقف نذیریم و حسینیم	۳۹	در حضرت او روے ریا را نشناسیم
محتاج و فقیریم و لے بہر گدائی	۴۰	در گاہ جلال اُمرا را نشناسیم
کے دیدۂ ما کسب کند نور بصیرت	۴۱	گر صورت ایں مرد خدا را نشناسیم
بے نور بمانیم بہ دیجور خطا گر	۴۲	آں شمع شبستان تقی را نشناسیم

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
کے قبلۂ مقصود بود پیش نمازم	۴۳	گر گوہر ایں قبلہ نما را نشناسیم
در علم و عمل عقدۂ دشوار گر اُفتد	۴۴	جز وے بخدا عقدہ کشا را نشناسیم
کے صورت اخلاص شود جلوہ نما گر	۴۵	ایں آئینۂ صدق و صفا را نشناسیم
القصہ جز ایں سید ذی مرتبہ دیگر	۴۶	ما قدوۂ ارباب نُہےٰ را نشناسیم
نور ازلی در نظر ماست ز درویش	۴۷	زاں ہست کہ ما ایں من و ما را نشناسیم
از بہر نثارش بود ایں گوہرِ منظوم	۴۸	در خور بجز او دُرِّ ثنا را نشناسیم
در مجلس ابرار کجا راہ بیابیم	۴۹	گر قاعدۂ فقر و فنا را نشناسیم
باآنکہ بلا کیف دریں ظلمت ناسوت	۵۰	بے ہیچ خفا نور خدا را نشناسیم
سر گرم شہودیم دریں ساحت لاہوت	۵۱	مرغِ ملکوتیم و ہوا را نشناسیم
ما جامہ بر آہنگ غزل چاک نسازیم	۵۲	ما وجد ندانیم و غنا را نشناسیم
از یمن تحدث کہ بجاں ساختہ ما وے	۵۳	جز صدق و صفا مکر و دغا را نشناسیم
اے زمرۂ قدسیہ اصحاب احادیث	۵۴	حیف است اگر قدر شما را نشناسیم
از ساغر تحقیق چناں مست الستیم	۵۵	کز شور بلےٰ ارض و سما را نشناسیم
چوں قول نبیؐ پردہ کشاید بعنایت	۵۶	ما طنطنۂ اہل ہوا را نشناسیم
تاویل نہ پرسیم در اخبار نبوت	۵۷	ما دندنۂ ایں جہلا را نشناسیم
راہے ست ازیں غم کدہ تا روضۂ رضواں	۵۸	ما غیر نبی راہ نما را نشناسیم
در عہد الست از سر تصدیق بلا ریب	۵۹	ما متبعاں غیر بلےٰ را نشناسیم
پرسند گر از کیش طا۶ فاش بگوئید	۶۰	ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم
ہر شعر طرازے کہ مدیح اُمرا گفت	۶۱	ما بدتر از و ہیچ گدا را نشناسیم

چوتھا قصیدہ

چوتھا قصیدہ فارسی

چار سو آٹھ ۴۰۸ شعروں کا ہے

مصرع اول	نمبر	مصرع ثانی
عنواں نویس نامۂ لا ریب کبریا	۱	بر کن فکاں چو زد رقم از خامۂ قضا
اوّل رقم چو زد بہ شگرفی و طرفگی	۲	حمد خدا ست مطلع دیوان ابتدا

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
تابندہ نے ز مطلع تقدیر ہیچ نور	۳	بر آسمانِ قدس بجز نور مصطفےٰ
زاں پس ثنا و منقبت اہلِ بیت اوست	۴	منشور افتخار بہ طغرائے انما
وانگہ مدیح زمرۂ اصحاب فیضیاب	۵	حرفے ست خوش مقولہ و قولیست خوش ادا
پستر ز فرقۂ علما تالیان شاں	۶	اہل حدیث را بشمارند بے مرا
جمعے چہ جمع پیش روانِ طریق حق	۷	جمعے چہ جمع راہ برانِ رہ تقےٰ
جمعے چہ جمع ہمچو فلک مطلع نجوم	۸	جمعے چہ جمع ہمچو ملک آسماں گرا
جمعے چہ جمع زیب دبستان شرع و دیں	۹	جمعے چہ جمع شمع شبستان اتقا
جمعے چہ جمع جامع اخبار عرش و فرش	۱۰	جانہا فدا نمودہ بر آثار مصطفےٰ
جمعے چہ جمع ماندہ نہ از حرص جانگداز	۱۱	برخوان منعمانِ جہاں گوش بر صلا
جمعے چہ جمع خاک درِ سید البشر	۱۲	لیکن فراختہ بہ سما پرچم لوا
جمعے چہ جمع حاملِ علمِ پیمبری	۱۳	بے انقضائے سُمعت و بے وصمت ریا
نے ساختہ بہ گریۂ سالوس دیدہ تر	۱۴	نے کردہ بر بدن ز ریا پیرہن قبا
نے رائے شاں ز حرص سیہ کار در ظلام	۱۵	نے چشم شاں ز جہل و غوایات در عمےٰ
نے در خلاب تلوسہ مغمور و خود پرست	۱۶	نے از شراب سفسطہ سر گرم انتشا
لا سیما جناب نذیر حسین کوست	۱۷	امروز در علوم سنن شیخ مقتدا
علامۂ کہ لازم رایش بود صواب	۱۸	چوں ابر را ترشح و چوں برق را سنا
شیخ اجلِ چراغ اہل صادق العمل	۱۹	غوثِ زمیں غیاث زماں پیر با صفا
نورِ مُبین و شیخ مہیں رہنمائے دیں	۲۰	حبل المتین و مؤتمن شرع مصطفےٰ
حرفش ہمہ درایت و طبعش ہمہ سلیم	۲۱	نطقش ہمہ ہدایت و فکرش ہمہ رسا
قطب نجات و عین حیات افسر ثقات	۲۲	والا سمات و مظہر آیات در ذکا
عالی صفات و عین حیات و رہ نجات	۲۳	مفتاح دین و ملت و مصباح اہتدا
بدر جلی صفی و ولی عترۃِ علی	۲۴	دانائے ہر خفی و جلی معدنِ سخا
والا حسب گزیدہ نسب مفخر عرب	۲۵	عالی ہمم دلیلِ عجم تاج اصفیا
عالی سریر و ابر مطیر و مہ منیر	۲۶	روشن ضمیر و بحر کبیر و ستودہ را
چوں او نہ کس بہ وحی خدا واقفِ رموز	۲۷	چوں او نہ کس ز روئے سنن کاشفِ غطا

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
اندر حسب خلاصۂ دیوان ممکنات	۲۸	اندر نسب سلالۂ سلطان انبیا
ہم عاطف عواطف و ہم واقف امور	۲۹	ہم عارف معارف و ہم کاشف خفا
ہم مجمع عوائد و ہم مرجع کرام	۳۰	ہم مطلع محامد و ہم منبع عطا
علامۂ زمانہ و شاقول عقل و نقل	۳۱	دیباچۂ فقاہت و سر لوح اجتبا
برجیس رائے و ماہ لقا آفتاب فضل	۳۲	ناہید نور و ہمسر مریخ در وغا
با فطنت عطارد و با مکنت زحل	۳۳	با رتبت دعائم و با رفعت سُہا
پُر زیب و زین و شمس ہدیٰ نور خافقین	۳۴	آلِ حسین و قرۃ علیین مرتضٰے
آن مرتضٰے علی ولی نیّر جلی	۳۵	وان خوش خرام ساحت مضمار لافتا
آن حیدر مقدم میدان کارزار	۳۶	والاصفات و صاحب آیات ہل اتیٰ
باز آمدم بہ مدحتِ ممدوح نامور	۳۷	در ہر دو کون عاملہ اللہ بالرضا
حبل المتین امام مبین شیخ راستین	۳۸	نور یقین درایت دیں آیتِ خدا
بحرِ کرم ولی نعم جامع الحکم	۳۹	فخر امم حمیدہ شیم کاشف الدجےٰ
ہم بوستانِ ہمت و ہم مخزنِ علوم	۴۰	ہم آسمان رفعت و ہم مامن رضا
خامہ گرفت و بزم جہاں گشت مشک بو	۴۱	نامہ نوشت و دیدۂ دل گشت پر ضیا
ذوالفضل والفخامۃ والمجد والشرف	۴۲	بالعدل والکرامۃ والفہم والذکا
بر روے خاک تابد اگر نور پاک او	۴۳	کوکب بجاے سبزہ عیاں گردد از ثریٰ
او در زمین ہند بیک گوشہ در ولے	۴۴	از صیت اوست لجہ دریں گنبدِ سما
آنجا کہ علم اوست کجا علم دیگراں	۴۵	خود پیش آفتاب چہ پرتو دہد سُہا
آنجا کہ قول اوست نیابد کسے مجال	۴۶	آنجا کہ حکم اوست ندارد کسے ابا
انوار ذکر او ہمہ خواہان آفریں	۴۷	آثار فکر او ہمہ شایان مرحبا
گر دیدہ راز خاکِ درش طوطیا کنند	۴۸	بینند از سجنجل تن صورتِ قوے
تعلیمش از کتاب سماوی نہ از وراق	۴۹	تفہیمش از حدیث نبی نے کہ از مشا
ہم آفتاب علمی و ہم آفتاب دیں	۵۰	اے آفتاب ہر دو ضیائے بکار ما
ارباب علم را بکمالِ تو انتساب	۵۱	اصحاب رائے را ز جلالِ تو انزوا
علم تو سرفراز کلام تو عین راز	۵۲	قولِ تو روح بخش و دلیلِ تو دلکشا

مصرع اول	شمار	مصرع دوم
چوں یاد محفل تو کنم با کمال شوق	۵۳	چوں ذکر مجلس تو نمایم بلا امترا
گوید سپہر طال لہ العمر فی الحبور	۵۴	گوید فرشتہ طاب لہ العز والعلا
تو بر سریر علم زدہ تکیہ وز نیاز	۵۵	ما در دعائے متعک اللہ بالبقا
در صدر مدرسہ چو روایت کنی حدیث	۵۶	گوید سپہر راق لک المجد والبہا
ہم ذہن مستقیم تو نقاد ہر خبر	۵۷	ہم فکرت سلیم تو صراف ہر نبا
علم تو ہمچو بحر محیط ست بیکراں	۵۸	حلم تو ہمچو کوہ گراں سنگ دیر پا
ہر حکم بے رضائے تو مردود اہل دل	۵۹	ہر نکتہ بے قبول تو ناچیز چوں لفا
موقوف بر قبول تو احکام شرع و دیں	۶۰	چوں بر اصول ہندسہ برہان مدعا
اے مندمج بطبع تو احکام کائنات	۶۱	وے مندرج بہ نطق تو اسرار اولیا
ہم عقل را کمالے و ہم نقل را جمال	۶۲	ہم فقہ را جلالی و ہم دھر را جلا
در فضل آفتابی و در علم کامیاب	۶۳	در بحث باصوابی و در رائے بے خطا
ہم درس را تو جانی و ہم روح را رواں	۶۴	ہر رنج را علاجی و ہر درد را دوا
علم تو روح پرور و حلم تو دل پسند	۶۵	نام تو دل پذیر و کلام تو دل ربا
اہل حدیث پیش تو ہر روز مستفید	۶۶	چوں ماہ پیش مہر بدریوزۂ ضیا
عذب البیان و حرز اماں مامنِ جہان	۶۷	رطب اللسان و فرد زمان کامل الوفا
اے از چراغ فکرت تو علم را شعاع	۶۸	وے از فروغ فکرت تو شرع را جلا
تحریر روح بخش تو دل خواہ و دل پذیر	۶۹	تقریر جانفزائے تو دلچسپ و نکتہ زا
ہم فکر بے قرین تو حلال مشکلات	۷۰	ہم عقل پیش بین تو کشاف مدعا
اے سید السند منم ایں کز مدیح تو	۷۱	انگندہ ام بطاق فلک غلغل ثنا
فخرم ہمیں بس ست کہ باشم زرہط تو	۷۲	اے جد امجدت سرو سالار انبیا
مدح و ثنائے تو نہ حد من بود بہ است	۷۳	کانجام ایں ثنا بہ دعا یابد انتہا
ایں مدح نذر محفل اصحاب می کنم	۷۴	دانند قدر و منزلتش جمع اصفیا
ورنہ کجا خران و کجا قدر زعفراں	۷۵	دانند پایۂ سخن بندہ اذکیا
باشد سزا و در خور و شایستہ بے گماں	۷۶	بہر مسیح مائدہ وز بہر خر گیا
ایں لطف ایزدی ست وگرنہ بحسب عقل	۷۷	ایں بندہ از کجا و ہوائے تو از کجا

۷۸ فرخندہ ساعتے کہ در آیم بہ ملک ہند — در دل کمال شوق وبکف جزوے از ثنا
۷۹ ہم سینہ را بہ نور رخت کردہ گلستاں — ہم دیدہ را زخاک درت کردہ طوطیا
۸۰ آیم بپاے بوس تو انگہ بصد نیاز — گویم ترا بشوق کہ روحی لک الفدا
۸۱ سائیم بجاکپاے تو سر پس بذوق وشوق — مدحت بطور نظم دہم عرضہ برملا
۸۲ تا ابر رحمتِ ازلی قطرہ زن شود — بر تارک من از ملک العرش والعلےٰ
۸۳ یارب بحال زار طلا فیض رحمتے — لا تقنطوا دلیل من است اندریں دعا
۸۴ از جود ولطف خویش کنی نقد من رواں — وز عین فضل خویش کنی حاجتم روا

محمد ہاشم سامرودی کا قصیدہ

فاضل جلیل محمد بن ہاشم سامرودی کا قصیدہ عربی ہیں جو اُن کی مادری زبان ہے

۱ الحمد لله العظیم الشان — مولی الموالی المنعم المنان
۲ الواحد المتوحد الفرد العلےٰ — ذی الکبریاء الماجد الحنان
۳ ثم الصلوٰۃ مع السلام علی الذی — قد خصه للجن والانسان
۴ بشرافةٍ ونبوةٍ ورسالةٍ — وختامة من معدن العدنان
۵ وعلی الاولیٰ آلوا الیه فطهروا — من سائر الارجاس والادران
۶ وعلی من اصطحبوه فی احواله — فرضوا علی المولیٰ مع الایمان
۷ حتی انقضیٰ آجالهم فلاجل ذا — فازوا بما حازوا من الرضوان
۸ وعلی من اتبعوا طریق المصطفےٰ — وکتاب مولی الکل بالاحسان
۹ ثم لیصل مکتوب عبد غاشم — نظما الی ذی الفضل والاتقان
۱۰ السید العلامة السند التقی — شیخ المشائخ مقتدی الاعیان
۱۱ من الحق الاحفاد بالاجداد من — تقلیله الاسناد فی الحسبان
۱۲ اعنی نذیر حسین متبع الهدےٰ — بتتبع یکفی به الثقلان
۱۳ لمّا نزلتم فی القفول بمبئی — عن حج بیت الله ذی الارکان

وزیارة المسجد النبوی مع	۱۴	قبر لبانی بدیع ذا البنیان
اذ روضة ما بین منبره الی	۱۵	قبر له ذا من ریاض جنان
وسکنتم اسبوعاً قبالة مسجد	۱۶	ینمی لنواب عساه الباقی
فی الجانب الشرقی منه بمنزل	۱۷	من بین اطباق له فی التالی
صاحبتکم وقد استجزت اجازة	۱۸	منکم لقرب وسائط الاقران
فاجزتمونی بالعموم بقولکم	۱۹	فکذاك ارجوها بفعل بنان
مکتوبة طرق الاسانید التی	۲۰	وصلت الیکم من هداة زمان
لاقیتموهم فی بلاد هند او	۲۱	فی غیرها من سائر البلدان
فاذا هما اجتمعا یؤکد امرها	۲۲	تحریرها تقریرها بلسان
فتفضلوا باجازة مکتوبة	۲۳	بعمومها المقرون بالتبیان
یروی بها کتب الحدیث باسرها	۲۴	والفقه والتفسیر للقرآن
لیس المراد بذا العموم حقیقة	۲۵	لکن بنسبة ما لکم فی الآن
اذ لا یکلف واحد ما لیس فی	۲۶	وُسعٍ له بتکلف الاتیان
ولقد حصلت اجازة مکتوبة	۲۷	بطریقکم لکن بوسط فلان
فارید باستکتابها من عندکم	۲۸	رفع الفلان الواسط الربانی
فالله یغفر ما جنته جوارحی	۲۹	بطشت یدای مشت له الرجلان
او کلمت شفتائی او ان آنست	۳۰	عینائی او اصغت له الاذنان
او مال قلبی نحوه متقلباً	۳۱	او جن جن جنون ذاك جنان
ارجو من الله الکریم لکم ولی	۳۲	ولسائر الاخوات والاخوان
حسن الختام علی اتباع نبیه	۳۳	وصفیه وکتابه الفرقان

نمقه العبد الغاشم ابو علی محمد بن هاشم الساموردی کان الله له

قصیدہ فاضل ادیب مولوی حافظ ابو الصمصام محمد عبد الرحمن بقا غازی پوری کا عربی میں

ظعنت سلیمی فالسرور قبیح	۱	والعین تذرف والفؤاد جریح

الصدر	#	العجز
الصبر في يوم الفراق محرم	٢	اوما ترى ورق الاراك تنوح
لتسعى لعواذل في سلو صبابتي	٣	اوما علمن بانني لجموح
سا موت تبريحا وما من عاشق	٤	الا ويلفني بالجوى و يطوح
العشق امر لو ابوح بسره	٥	تالله لم يك في الدنا مريح
لا عيب فيها غير ان فوادها	٦	اذ قيل جودي بالوصال شحيح
هي شادن احوى وان غذاءها	٧	قلب المشوق المبتلى لا الشيح
شمس بها شمس السماء مضيئة	٨	مسك اذا امرت عليك تفوح
وعيونها من وحش وجرة مطفل	٩	ولها ترائب كالصباح تلوح
في حبها قد جبت قفر اموره	١٠	في ارحل الخزيت فيه بذوح
ما جاء مقو فيه قبلي واحد	١١	لغوى الذياب به ولي تسبيح
يا ويلتي ما فزت قط بمقصدي	١٢	بل مسني من قطعه البريح
لم يسمح الزمن المعاند بالذي	١٣	اغدو له متأسفا واروح
فالآن يا نفسي اشغلي بثناء من	١٤	ذكراه للقلب الحزين مريح
هو ملجاء الفضلاء في الدهلي من	١٥	لب الفتى بكماله مفضوح
هو خير ارباب النهى في عصرنا	١٦	هو عارف ومحدث و يضج
شيخ شريف سيد ذو عزة	١٧	سيف الاله وبابه المفتوح
روحي بذكر خلاله مسرورة	١٨	شعري بوصف جلاله ممدوح
في نشر علم الدين يصرف عمره	١٩	ولقلبه للصالحات جنوح
هذا نذير حسين سيدنا الذي	٢٠	قلب الموحد في هواه ذبيح
تاج الثقات وان كل حديثه	٢١	حق حقيق بالقبول صريح
ببيانه الشافي الرفيع بلاغة	٢٢	لمسائل الدين القويم وضوح
قد عمت الآفاق شهرة فضله	٢٣	هو كالقرنفل في الهواء يفوح
واذا تكلم في مسائل صعبة	٢٤	بهت العقول وكلها مشروح
لا تجسر العلماء تنطق عنده	٢٥	في مبحث وكفى به سبوح
غنم لنا في ذا الزمان وجوده	٢٦	علم الحديث له به التوشيح

الله بارك فی مدام علومه	۲۷	يسقی الجميع وفی الزمان طفوح
الله فضله وعظم قدره	۲۸	حتی بدی للكاشحين كلوح
هذا العدوله وفی سوداته	۲۹	جرح تراه لا يزال يقيح
كم من رجال فائزون بحاجهم	۳۰	لفيوضه وبه الضلال يزيح
لهو البحری بما نظمت منقحا	۳۱	وانا اللسان وها هو الممدوح
لا زال محسودا وطال بقاءه	۳۲	فالعلم جسم وهو فيه روح
ثم الصلوٰة علی النبی وآله	۳۳	ما دار افلاك واشرق يوح
جلب سرورلنا كلامك يا لقا	۳۴	ان اللسان اذا نطقت فصيح

قصیدہ عربی مولوی علی نعمت صاحب

قصيدہ فاضل اديب مولوی
علی نعمت صاحب پھلواروی کا عربی میں

الحب لا يستطيع الصب يكتمه	۱	حل الغرام به ودمعه دمه
وقلبه حزن والعين باكية	۲	تفيض فی الخد هتانا وتسجمه
وان يكن صامتا وليس يظهره	۳	فحاله كل ما يخفی يترجمه
اضناه سقما فما ابقی سوی رمق	۴	منه فراق الحبيب وهو يظلمه
ما زال يبعده عنه ويهجره	۵	فلا يقربه وليس يرحمه
اضحی بذلك كليما هائما قلقا	۶	وان موسی البعاد ظل يكلمه
وعيشه بات مرا فی الهوا فقدا	۷	نهاره مثل ليل جن مظلمه
همس وخوف النهار دام يسهره	۸	ومصبح وسهاد الليل يسقمه
الوحش اصحابه والقفر مربعه	۹	والدمع مونسه والهم محرمه
الهجر يرهقه والشوق يزهقه	۱۰	والحزن يقلقه والغم يزحمه
مه لا قلمه فلم تنظر بناظرة	۱۱	ولا شعرت بما ذا فيه يعلمه
ولم تزق ما يعانی من شدائده	۱۲	فكيف تعذله جهلا وترغمه
فاسمح كريما ودعه لی اسامعه	۱۳	مديح من لو يخب من ذاك مزمه
لعله يستريح من بلابله التی	۱۴	اذابت حشاه وهی تولمه

وهو ملاذ الورى شيخي و مستندي	١٥	الاريحي عظيم الفضل اعظمه
السيد المقتدى ممهد الكرم	١٦	كهف الاتيم اعز الكون اكرمه
فرد الجلال فريد العصر اوحده	١٧	فرد الوجود ابر القلب اسلمه
مستغرق الشرف العريض مصدره	١٨	مستجمع الخلق الاصفى متممه
كنز التقى ثم ورع الاتقياء له	١٩	فمنتهى حسنه فيه واقومه
اعلى لعلى فى العلا قدرا وارفعهم	٢٠	مجدا وقد طاب مرقاه ومسلمه
اذا سئلت الكرام عن معظمهم	٢١	فمن يجيبك عن هذا يقدمه
واضرب له مثلا ان كنت قائله	٢٢	شمس الافق العلا والناس انجمه
فهامة ناقد المنقول متقنه	٢٣	علامة جامع المعقول محكمه
العلم يالفه والجهل يبغضه	٢٤	فالجهل مغرمه والعلم مغنمه
يرى له كل شيى ما حقيقة	٢٥	فالحق يعلمه الحق ويلهمه
عاش نذيرا لاهل البدع قاطبة	٢٦	وكل ما احدث ثوانى الدين يهدمه
لم يبق للبدع عونا يطمئن به	٢٧	فاليوم يندبه بالويل ماتمه
وان حبذا الضلال كلما ومتى	٢٨	قام ينازعه فى الحق يهزمه
وبينهم يظهر الدين وينصره	٢٩	والنصر فى حزب اهل الغى يجزمه
ارسى قواعده اعلى معالمه	٣٠	حينا عفت بيد الاهواء ارسمه
كم من مسالكه الصعاب حل بها	٣١	ولم يخف فيه خطبا مر مطعمه
جاءت به ملة التوحيد ظاهرة	٣٢	والرشد يصمى ثغور الشرك اسهمه
فالارض تبهج من نور الهدى وبه	٣٣	زال الضلال و قد اضاء غيهمه
وها الاهوى اذن سجل مدحته	٣٤	وبالدعاء له بالخير اختمه
واسمى على وارجو الله رحمة	٣٥	وعفوه يوم لا يغنى تندمه

ايضاً

وله القصيدة الثانية فى مدحه

اسفى على طلل درس معالمه	١	من هاجرت هنداته وفواطمه
طورا احن وتارة ابكى اذا	٢	تبكى لهن بذى الاراك حمائمه

قد زال عقلی فی الهوی حتی بدا	۳	ما کنت اخفیه وکنت اکاتمه
یا عاذلی رفقا بصب هائم	۴	ومدنف قد اسقمته لوائمه
فانا الذی لعب الفراق بقلبه	۵	قد قطعته بیضه وصوارمه
ولیس ما یسلیه عن بلباله	۶	الا مدیح الشیخ وهو یدائمه
اعنی نذیر الخلق ذو العزم الذی	۷	قد بجلته عربه واعاجمه
شمس النجابة من ذوابة هاشم	۸	وکریم بیت انجبته کرائمه
وهو الذی نال العلاء ولفضله	۹	خضع الکمال وظللته غمائمه
الرشد فی خضر الریاض لبیعه	۱۰	ازهاره تذکی ویضحک باسمه
والغی خرق ستره فتبلجت	۱۱	ظلماته وظلامه ومظالمه
واضاء مصباح الهدی بضیائه	۱۲	فالدین احکم واستقمن قوائمه
وبه استنار الحق بعد افوله	۱۳	فبدت مطالعه واشرق ناجمه
والعلم قد احیاه حین دروسه	۱۴	طوبی له فیه ارتفعن مراسمه
الجود ناسبه فذاک لزیمه	۱۵	والخیر جاوره فذاک ینادمه
ودثاره تقوی الاله ودرعه	۱۶	توحیده والصالحات عمائمه
یا هی بوطئه وصید حریمه	۱۷	بزادما سحه الفخار ولائمه
عین تفیض زلال کل سعادة	۱۸	بحر تموج بالهدی متلاطمه
لا یستتم مدیحه وما ینفی	۱۹	ما قال ناثره علیه وناظمه
وانما یرجو بذاک علیه	۲۰	ان تنمحی یوم المعاد جرائمه

قصیدہ عربی مولوی عبدالجبار صاحب

قصیده فاضل ادیب
مولوی عبدالجبار عمرپوری

ان الثناء علی رفیع الشان	۱	نور الانام ومفخر دوران
مصباح القان وضوء کرامته	۲	شمس العلوم ومرکز العرفان
بدر لافق الفیض نجم للهدی	۳	قمر تنور لیلة الایقان
لمع لاسلام ضیاء للهدی	۴	در لصدق لؤلؤ الایمان

۵ مرجان فهم جوهر لفطانة — ثمر لدوح الفقه والاحسان

۶ تاج لراس المجد ملك للعلى — ياقوت حلم مخزن الاذعان

۷ هادٍ لارباب النهى طرق الهدى — معلي كلام الحق بالبرهان

۸ نهر تبجس من ينابيع الهدى — يُروي ويشفي غلة العطشان

۹ اعني نذير حسين تاج سراتنا — أُستاذنا وشريفنا ذا الشان

۱۰ هو سيد ذو عزة وجلالة — ومحدث ومفسر القران

۱۱ هو فاضل متوقد افكاره — علامة فهامة ذو الشان

۱۲ سكينه نحر الضلالة والهوى — صمصامه افنى ذوي الطغيان

۱۳ جمع العلوم بقضها وقضيضها — فيضانه قد عم في البلدان

۱۴ غرس الحدائق للعلوم فاينعت — زهر الهدى وفواكه الايمان

۱۵ تذكيره غيث لجدب ضلالة — تفهيمه يروي صدى الظمان

۱۶ فاق الاكابر في التبحر والتقى — ما مثله في هذه الازمان

۱۷ قد ساق عيس العلم في مضماره — في كل علم سابق الاقران

۱۸ ليث بآجام العلوم جميعها — اسد بوادي الفهم والبنيان

۱۹ سيف لعنق الكفر رمح للهوى — سهم لقلب الشرك والطغيان

۲۰ ركن لقصر شريعة بنوية — سقف لدار الفيض والاحسان

۲۱ اجرى علوم الدين بعد عفائها — ومحى رسوم البدع والكفران

۲۲ احيى طريق الحق بعد مماته — ووجوده من آية الرحمن

۲۳ هذا الزمان تراه مفتخرا به — يثني عليه اكابر البلدان

۲۴ اكرم به من عالم متبحر — متفطن لغوامض القرآن

۲۵ احسن به من فائق اقرانه — ما نده في عالم الامكان

۲۶ من مثله في رفع اعلام الهدى — من شبهه في هذه الازمان

۲۷ كل اللسان عن الثناء ووصفه — لا تنفد الاوصاف بالتبيان

۲۸ ادعو له خلاقنا ورحيمنا — بخلوص قلب راسخ الايمان

۲۹ ربي اطيلن عمره وحياته — وادمه بالتذكير والاحسان

ری الدوام لغلة اللهثان	۳۰	مازال من ینبوعه وبحوره
وتوفنی حقا علی الایمان	۳۱	هذا دعائی فاستجب یا ربنا

مولوی عبد الغفور مرحوم

مرحوم کا قصیدہ

مولوی عبد الغفور مرحوم نیّر تخلص بن حاجی شیخ الٰہی بخش داناپوری کا

عربی قصیدہ ساٹھ شعروں کا

ولوعته البین تشوینا وتصلینا	۱	بانت سعاد ونار الجزع یوریتا
وکل ناس قیام فی حوالینا	۲	فھیأت لوداع الصب ھشھشة
وقمت عانقتھا والحزن یبکینا	۳	قامت تودعنی والھجر یمنعھا
اعطاک ربی غداة البین تسکینا	۴	تقول صبرا جمیلا ولا تمت اسفا
وودعتنی وداعا لا تبالینا	۵	فیالھا ترکتنی ھائما قلقا
وشب نار الھوی والدمع یروینا	۶	القلب ملتھب والعین ذارفة
شتان بینی وبین ارض تلقینا	۷	کیف الوصول الی سلمی ومربعھا
دار الکرامته دھلی فیه ھادینا	۸	بلغ سلامی ایاریح الصبا کرما
قد ارسل الله نورا ساطعا فینا	۹	ذاک الامام الذی جلت محاسنه
محدث فاز میراث النبینا	۱۰	حبر ادیب کریم عارف فطن
حبر الزمان رفیع الشان ھادینا	۱۱	بحر العلوم سماء الفضل مقتدر
فاز المحاسن اعزازا وتمکینا	۱۲	حاز الفضائل دانیھا وقاصیھا
حسین من آل زھرا سید فینا	۱۳	نذیرنا عمدة السادات مولانا
به تزنیت الدھلی تزینا	۱۴	تنور الھند من انوار برکته
اھل الحجاز واھل الشرق والصینا	۱۵	یاتونه شتتا من کل ناحیته
محدثا مثله حاز البراھینا	۱۶	ما ان رایت فقیھا ماھرا فطنا
وما عرفنا کتاب الله والدینا	۱۷	لولاه فی الھند ضلوا اھله شتتا
وما رواة سواه لیس یشفینا	۱۸	سواه فی الھند لیس الیوم معتمد
رسوم بدع من الدنیا لیھدینا	۱۹	عفا عن الدھر آثار الھوی ومحی
ویرحم الله عبدا قال آمینا	۲۰	ادامه الله حیا نستفید به

دوسرا قصیدہ اُردو میں ہی چھیالیس بیتوں کا

اُردو قصیدہ مولوی عبد الغفور دانا پوری کا

بِلّٰہ الحمد کہ طالع ہوئی فرخندہ سحر	۱	اب اُٹھایا شب تقلید نے اپنا بستر
مٹ گیا صفحۂ دنیا سے نشانِ تقلید	۲	ہو گئے دفتر آرا و قیاسات ابتر

مطلع دوم

کیسی عالی تیری سرکار ہے اے پاک سیر	۳	آستاں پر تیرے سرکش بھی جھکا دیتے ہیں سر
علما فخر سمجھتے ہیں تیری شاگردی	۴	آرزو رکھتے ہیں خدمت کی تیری اہلِ ہنر
فخر دیں فخر جہاں فخر عرب فخر عجم	۵	آج کل دہر میں کوئی نہیں تیرا ہمسر
مصدر فیض و کرم مورد الطاف اتم	۶	وارث علم نبی بحر شریعت کا گہر
اک زمانے سے جہالت میں گرفتار تھی خلق	۷	دین حق آج تیری ذات سے پھیلا گھر گھر
خس و خاشاک ضلالت سے کیا دین کو صاف	۸	ہند میں تیری کرامت نے دکھایا یہ اثر
ہم غریبوں کو ہوا تجھ سے یہ ایمان نصیب	۹	جانتے ہی نہ تھے پہلے سنن پیغمبر
ہند میں تجھ سے ہوئی رونق علم سنت	۱۰	لشکر ملت اسلام کا تو ہے افسر
قید تقلید سے چھوٹے ہیں بدولت تیری	۱۱	ورنہ اِس دام میں ہم مر ہی چکے تھے پھنس کر
کیوں نہ دربار تیرا مرجع اہلِ حق ہو	۱۲	ہے فقط درس احادیث نبی شام و سحر
جمع ہیں نام میں تیرے جو نذیر اور حسین	۱۳	دونوں لفظوں نے اثر اپنا دکھایا ملکر
ہو تیری عمر دراز اور ہمیشہ رہے فیض	۱۴	ہے یہی شام و سحر حق سے دعاءِ نیّر

فارسی قصیدہ قاضی ابو اسمٰعیل یوسف حسین صابری کا

چالیس ۴۰ شعروں کا

مولوی یوسف حسین صابری کا فارسی قصیدہ

خرابۂ دل تقلیدیاں نشد معمور	۱	کہ نیست ہدی نبی را بران خرابہ عبور
زمانۂ بگذشت اندریں خیال غلط	۲	کہ در چہار مذاہب شدست دیں محصور
یکایک آمدہ ابر مطیر دین ہدے	۳	چناں کہ احمد امی درون شہر مزور
زدود ز آئینہ ہاے نصوص زنگ قیاس	۴	خدا نمود بہ معیار حق کمال و فتور

کرامتے ست کہ تبدیل ماہیات نمود	۵	مجال عقل شدہ پیش سعی او مجبور
زجہد او شدہ پیدا ثبوت حق حقیق	۶	زفیض او شدہ دلہائے مخلصاں مسرور
عساکر سنن مصطفےٰ بہمرہیش	۷	شدند در حق تقلیدیاں چو باد دبور
چو سینہ اش زہدے بود بحر ذخارے	۸	زبا فگند جدل را کینہا و قصور
زغرب تا بمشارق دراست صیت بلند	۹	دل منور او کردہ شرک را مقہور
نماند بدعت و تقلید را بتہ گاہے	۱۰	مگر در افسردہ راندگاں اہل قبور
زدو دمان نبوت چو اوست نجبۂ دہر	۱۱	بگو حسین دگر بارہ کردہ است ظہور
ولے تناسخ ارواح نیست مذہب ما	۱۲	ازیں سبب زچنیں معتقد شدم معذور
ولے نظیر حسین است بالیقیں حقا	۱۳	کہ نیست زاہل عقول سلیم ایں مستور
امام اہل قران و حدیث و فقہ و کلام	۱۴	خطا چو شرق زمغرب زفکرت او دور

مولوی محمد عبدالرحمن سلمہ کا اُردو قصیدہ

اُردو قصیدہ حافظ مولوی محمد عبدالرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ

بقا تخلص غازی پوری کا پینتیس شعروں کا

بغل میں دل ہے کہ جام شراب روحانی	۱	چھلکتے ہی جو کھلے راز ہائے پنہانی
جمال شاہد بزم ازل ہے عکس افگن	۲	برنگ آئینہ سرتاپا ہوں نورانی
فروغ بخش نظر ہے جو نور جلوۂ ناز	۳	نہیں ہے آرزوئے سرمۂ صفاہانی
سناؤں معنی بی یسمع و بی یبصر	۴	کہ سننے والوں نے طرز سخن نہ پہچانی
اُٹھاؤں پردۂ راز فراستہ المومن	۵	کہ ہو ترقی نور نگاہ ایمانی

مطلع دوم

وہ قطرہ ہوں جو ہو سرگرم لاف عمانی	۶	وہ مور ہوں جو کرے دعوی سلیمانی
بقا ہوں پر نہیں نام و نشاں میرا باقی	۷	برنگ ہستی موہوم عالم فانی
میں سب کے دل میں ہوں پنہاں ہوں گو کہ آنکھوں سے	۸	برنگ یاد علیم علوم یزدانی
جناب سید عالی نسب نذیر حسین	۹	چراغ انجمن عالمانِ ربانی
درِ مخازن اسرار علم مصطفوی	۱۰	کلید باب رموز لطیف قرآنی

۱۱ ہمیشہ کعبۂ تسلیم میں وہ سجدہ گزار — کہ ماہ نور وہ ہفتہ ہے داغ پیشانی
۱۲ وہ خضرِ راہِ ہدایت کہ ہے نگہ جس کی — پناہ لطمۂ امواجِ بحرِ طغیانی
۱۳ فروغِ علم و یقین و ہدا ہے سرتاپا — ہے اُس کی خاکِ قدم سرمۂ صفاہانی
۱۴ ہے جن کو شوقِ عروجِ معارجِ تحقیق — ہمیشہ کرتے ہیں وہ اُس کے در کی دربانی
۱۵ صحاحِ ستہ کہ ہے شش جہت میں جس کا شور — ہزاروں لاکھوں کو سمجھا چکا بہ آسانی
۱۶ مٹا کے ظلمتِ بدعات و شرک و فسق و فجور — کیا جہان کو مہرِ یقیں سے نورانی
۱۷ اگرچہ ذکر ہے ہر دم کتاب و سنت کا — ہے پھر بھی واقفِ اسرارِ علمِ یونانی
۱۸ کبھی ہے بحرِ علومِ ریاضی و طبعی — کبھی محیطِ نکات و رموزِ فرقانی
۱۹ خدا جزا دے تجھے اے محدثِ اعظم — رہے تو موردِ الطافِ خاصِ رحمانی
۲۰ دیا حدیث کو اس دہرِ پُرفتن میں رواج — مٹائی ظلمتِ شرک و نفاقِ شیطانی
۲۱ ہوئیں حدیثیں رسولِ کریم کی غالب — عدو جو تھے اُنہیں حاصل ہوئی پشیمانی
۲۲ دعا پر اب میں قصیدہ تمام کرتا ہوں — ہے وقت تنگ نہیں فرصتِ سخن رانی
۲۳ ہمیشہ سایۂ فضلِ خدا رہے تجھ پر — اِدھر لِقا کو مبارک تیری ثنا خوانی

مولوی ابوالخیر محمد ضمیر الحق سلمہ آروی متخلص بہ قیس کا

اُردو قصیدہ چالیس بیتوں کا

مولوی ضمیر الحق سلمہ کا اُردو قصیدہ

۱ ہیں سخن میں نکہتِ گل کی طرح پوشیدہ ہم — شاعرِ عالی دماغ و خوش بیاں رنگیں رقم
۲ کاملِ علمِ سخن ہیں شاعرِ یکتائے عصر — موجبِ بابِ فصاحت نازشِ اہلِ عجم
۳ گرمیٔ فکرِ رسا سے ہے عرق ریزی طبع — جوشِ مضموں سے بنا خامہ میرا ابرِ کرم
۴ ہیں نسیمِ سنتِ احمد کے جھونکے موج خیز — نغمہ زن ہیں عندلیبِ گلشنِ شاہِ اُمم

مطلع دوم

۵ آج میں لکھتا ہوں مدحِ نائبِ شاہِ اُمم — چشمۂ خورشید سے دھولے زباں تو اے قلم
۶ اے سخن وقتِ ادب ہے دیکھ گستاخی نہ ہو — اے قلم میری طرح سے تو بھی کر گردن کو خم
۷ دیکھ اُستادِ جہاں آیا ہے وقتِ امتحاں — ہاں مدد کرنا کہ ہو آسان یہ کارِ اہم

جس کے فیضِ علم سے سارا جہاں پر نور ہے	۸	اُس کے وصفِ پاک میں کرتا ہوں میں بھی کچھ رقم
شیخنا اُستاذنا اُستاد اُستادِ زماں	۹	وارثِ علم نبی و حاجیِ بیت الحرم
شد محمد اسم پاک او ملقب با نذیر	۱۰	بل بہ ترکیب حسین اے سامعانِ ذی ہمم
عالمانِ دہر کو ہے فخر اُس کے نام سے	۱۱	ساکنانِ ہند میں سب اُس کے ممنونِ کرم
اُس کے رعبِ علم سے نام و نشاں تقلید کا	۱۲	ہو گیا اِس صفحۂ دنیا سے کافور ایک دم
خالقِ اکبر نے کی یہ عزت افزائی تیری	۱۳	دشمنِ سرکش بھی آتے ہیں کئے گردن کو خم
ہیں صحاح ستہ ہر ساعت تیرے ورد زباں	۱۴	بانی بانی ہو رہے ہیں سب مقامات اہم

معاصرین علماء معتبرین اور شیوخ کی رائیں

میاں صاحب کے ہم عصر علماء معتبرین تین قسموں میں منقسم تھے

(۱) وہ لوگ جو کہ آپ سے کسی قدر سن میں بڑے یا آپ کے ہم عمر یا کچھ چھوٹے تھے اور اُن کے اور آپ کے درمیان اُستادی شاگردی کا واسطہ نہ تھا جیسے مولانا شاہ فضل رحمٰن[عہ] قدس سرہ گنج مراد آبادی، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا علی احمد نزیل ٹونک، مولانا بشیر الدین قنوجی جن کی ولادت ۱۲۳۴ھ میں ہوئی تھی یہ بزرگ بھوپال میں قاضی القضاۃ تھے اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کے اُستاذ الاستاذ، مولانا شیخ احمد شرقی، شیخ عبداللہ بن ادیس السنوسی الحسینی، شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی، شیخ ابو علی محمد بن ہاشم سامرودی، مولانا سخاوت علی جونپوری، مولوی احمد علی سہارنپوری، شیخ حسین بن محسن الانصاری یمنی، نواب مرحوم کے اُستاذ الحدیث۔

(۲) وہ لوگ جو کہ عمر میں تو میاں صاحب کے تلامذہ قبل غدر سے بھی بہت چھوٹے تھے مگر خاندان اُن کا پشت ہا پشت سے علوم درسیہ متداولہ کی تدریس اور تحریر شروح و حواشی کتب درسیہ میں ممتاز اور مشہور تھا۔ جیسے مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی مرحوم لکھنوی۔ میاں صاحب سے اِن کو نسبت تلمذ نہ تھی مگر آپ

عہ یہ نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۰۸ھ نکلتے ہیں اور وہی سنہ ولادت آپ کا ہے اس حساب سے آپ گیارہ برس عمر میں میاں صاحب سے بڑے تھے ۱۲

اُن کو عزیزانہ نگاہ سے دیکھتے دعا دیتے اور فرماتے "یہ لڑکا بحر العلوم کے خاندان میں آفتاب ہے" اور مولانا مرحوم بھی آپ کی تعظیم بزرگانہ کرتے علی ہذا القیاس مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم جو صاحب تالیف کثیرہ تھے مگر قاضی بشیر الدین مرحوم کے تلمیذ کے تلمیذ اور خود قاضی صاحب مرحوم سے **میاں صاحب** چودہ پندرہ برس بڑے تھے۔

(۳) **میاں صاحب** کے تلامذہ کا سواد اعظم - جو سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں بھی موجود ہے اِس سواد اعظم کے اکثر نامی گرامی حضرات کو بیشتر علماء معاصرین پر ترجیح حاصل ہے مگر بسبب اِس کے کہ وہ لوگ اِس شعر کے تحت میں داخل ہیں ؎

حلقۂ پیر مغانیم ز ازل در گوش ست	ماہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

اِس لئے اِن حضرات کی رایوں کو اپنی جگہ پر چھوڑتے ہیں الا ماشاءاللہ ان میں سے بعض ایسے چیدہ اور برگزیدہ بزرگوار کی تحریر کا حوالہ دیں گے جنہوں نے **میاں صاحب** سے صرف حدیث پڑھی تھی اور وہ بجائے خود مرجع خلایق اور مسلم الثبوت عالم یا درویش تھے اور موجود ہیں رحمہم اللہ تعالےٰ والقاہم - جیسے مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہٗ، حافظ مولانا عبداللہ مدظلہ غازی پوری الملقب بہ اُستاذ الاساتذہ وغیرہ بعض اخص الثقات۔
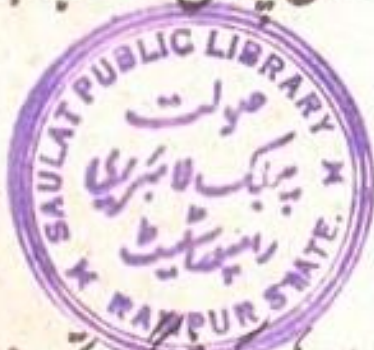
طبقہ اوّل

مولانا شاہ فضل رحمن قدس سرہٗ

مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی قدس سرہٗ جو کہ شاگرد تھے جناب حضرت مولانا شاہ محمد اسحق دہلوی کے اور خلیفہ تھے حضرت شاہ محمد آفاق قدس سرہما کے مولوی قاضی حکیم مظفر احمد لکھتے ہیں کہ ۱۳۰۹ھ میں - میں لکھنؤ سے گنج مراد آباد آیا اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن علیہ الرحمۃ کی جناب میں حاضر ہوا عند التذکرہ **میاں صاحب** کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے کہ "وہ پکے اہل حدیث ہیں" اور بہت کچھ کلمۃ الخیر آپ کی شان میں فرماتے رہے۔

خاکسار راقم کہتا ہے کہ مولوی سید عبدالودود مرحوم جو نہایت متقی صالح اور

ثقہ آدمی تھے اور مولانا شاہ فضل رحمٰن قدس سرہ گنج مراد آبادی کے مرید با اختصاص سال میں کئی بار مولانا کے شرف صحبت وزیارت کے لئے گنج مراد آباد جاتے ایک مرتبہ وہاں سے واپس آتے ہوئے مظفر پور میں میری ملاقات کے لئے ٹھیر گئے اور ضمن بیان واقعات سفر میں کہنے لگے کہ حضرت ترمذی شریف پڑھاتے تھے کسی موقع پر **میاں صاحب** کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے کہ "مولوی نذیر حسین کو چاہیے کوئی کچھ کہے مگر حدیث رسول اللہ صلعم کا فیض جیسا کہ اُن کی ذات سے جاری ہے کسی سے بھی نہ ہوا"

مولانا شیخ محمد تھانوی

مولانا شیخ **محمد تھانوی** جو کہ شاگرد ہیں حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ کے اپنے ایک خط (جس کی نقل بعینہ حاشیہ صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں گذر چکی ہے) میں لکھتے ہیں "و توجہ خاطر اقدس حضرت مولانا محمد اسحٰق قدس سرہٗ جانب جناب مولوی نذیر حسین صاحب از بس بودہ است" دوسری جگہ اسی خط میں لکھتے ہیں "ہر قدر کہ نو آموزان براں ناز می کنند زیادہ ازاں مولوی صاحب موصوف در ذخیرہ خویش نہادہ فراموش کردہ باشند" پھر تیسری جگہ اسی خط میں لکھتے ہیں "لعنۃ من دہلی امروز ازہماں کس عبارت ست دعاے سلامتی اوشاں ضرور است دہلی دو چشم می داشت جناب مولانا قطب الدین صاحب مرحوم و جناب موصوف بالفعل یک چشم ماندہ است کہ آن عبارت از جناب مولوی نذیر حسین صاحب است فقط راقم احقر العباد شیخ محمد فاروقی تھانوی عفی عنہ ۱۲۹۲ھ"

مولانا علی احمد

مولانا علی احمد جو شاگرد ہیں مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ کے اور آٹھ برس تحصیل علوم کے لئے دہلی میں رہے اپنے ایک خط اور ایک اعلان محررہ پانزدہم ربیع الاول ۱۲۹۳ھ (جس کی نقل بعینہ حاشیہ صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں گذر چکی) لکھتے ہیں "مولوی صاحب مستجمع محامد و حمائد معدن علوم نافعہ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ را سند کتب احادیث شریف از مولانا اُستاذنا جامع مناقب و المفاخر حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ حاصل است یا نہ - بلکہ مولوی صاحب ممدوح سلمہ اللہ تعالیٰ بزیارت و خدمت و صحبت حضرت مولانا مبرور نیز مشرف شدہ اند یا نہ - چوں

رفع ایں ہر دو شبہ مستحسن و موجب خلجان مسلمانان است لہذا نوشتہ می شود کہ سند کتب احادیث شریفہ عطا فرمودہ حضرت مولانا مغفور طاب مثواہ بدست مولوی صاحب ممدوح موجود است وحال زیارت وخدمت وصحبت بر اہل شاہ جہان آباد خصوصاً آنانکہ در مجلس شادی کتخدائی مولوی صاحب ممدوح با صبیہ عفیفہ حضرت مولوی صاحب مخدومی مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم و مغفور شریک بودند اظہر من الشمس ست کہ حضرت مولانا مبرور از نماز عشا تا نماز صبح مع جماعت کثیرہ از علماء واہل مدرسہ در مسجد قدیم پنجابی کٹرہ رونق افروز بودند و مجلسے عجیب بابرکت و میمنت ترتیب یافتہ بود و کاتب حروف نیز دراں مجلس حاضر بود" دوسری جگہ اِسی خط میں لکھتے ہیں "پس قریب پانزدہ سال حضرت مولانا و مولوی صاحب ممدوح در دہلی بودند"

اور اعلان میں لکھتے ہیں "مولوی صاحب مستجمع محاسن و فضائل مستتبع محاسن و فواضل مولوی سید نذیر حسین صاحب متوطن حال بلدۂ دہلی" اس کے بعد وہی عبارت مذکورہ بالا لکھ کر لکھتے ہیں "پس اشتباہ عدم صحبت و زیارت بے اصل محض است و اما اشتباہ اسناد کتب احادیث پس چوں اسناد دستخطی حضرت مولانا ممدوح بدست مولوی صاحب موصوف موجود است محل اشتباہ دریں امر نیز باقی نماندہ اللہ تعالیٰ مسلماناں را از جملہ بلاہا محفوظ دارد المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ؂

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

قاضی بشیر الدین

مولانا قاضی بشیر الدین رحمۃ اللہ متکلم اصولی **قنوجی** اُستاذ الاُستاذ نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنی کتاب غایۃ الکلام میں لکھتے ہیں زبدۃ المحققین وعمدۃ المحدثین من اولیاء عصرہ واکابر علماء دھرہ مولانا السید نذیر حسین الدہلوی۔

مولانا شیخ احمد شرقی

مولانا شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسی شرقی ثم المکی اپنے خط مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں لکھتے ہیں "حضرۃ العالم العلامۃ المحدث الفہامۃ قدوۃ اہل الاستقامۃ السید محمد نذیر حسین" اور دوسرے

خط میں لکھتے ہیں "حضرة محبنا القدوة العلامة والعمدة الفهامة حجة اهل الحق والاستقامة السید محمد نذیر حسین"

شیخ عبداللہ بن ادریس

شیخ عبداللہ بن ادریس السنوسی الحسینی ایک خط میں لکھتے ہیں
من عبد اللہ بن ادریس السنوسی الحسینی الی محل والانا العلامة المحدث الفهامة السید محمد نذیر حسین

شیخ احمد بن احمد بن علی تونسی

شیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی - مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب سلمہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں "شیخنا العلامة الزاهد الورع الشیخ احمد بن احمد بن علی التونسی المغربی نزیل مکہ شرفها اللہ ادام اللہ برکاتہ۔

انی لقیتہ فی السنة الحادیة عشر بعد الالف وثلاث مائة فی مکة شرفها اللہ تعالیٰ واجتمعت بہ وحصلت لی منہ الاجازة وھو شدید التوقی فی الروایة لا یجیز لاحد الا ما شاء اللہ ولما تشرفت بزیارتہ فبعد السلام والمصافحة سألنی عن اسمی وعن بلدی فاخبرتہ بہ قال الشیخ انتم شرحتم علی سنن ابی داؤد فقلت نعم یا شیخ فقال الشیخ مرحبا ووصف شرحی وکان الشرح عندہ موجوداً فاخرجہ من بین الکتاب فوضعہ بین یدیہ وسألتہ ھل لقیت الشیخ نذیر حسین المحدث الدھلوی قال نعم فقلت کیف وجدتہ قال لا یوجد مثلہ فی الارض ومدحہ غایة المدح۔

شیخ ابو علی محمد ہاشم سامرودی

شیخ ابو علی محمد بن ہاشم سامرودی ان کا بیٹا مسمی بہ علی احمد سامرود سے دہلی میاں صاحب کے پاس پڑھنے کے لئے بلا اطلاع چلا آیا جب ان کو پتہ لگا کہ دہلی میں ہے تو انہوں نے میاں صاحب کو ایک خط لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من العبد الغاشم ابی علی محمد بن ہاشم - الی مولانا ومن فضل اولانا السید محمد نذیر حسین لم یزل الی منتہی عمرہ ومنقضی امرہ متمسکا

بالثقلین۔ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔ ثم لا یخفی ان الولد علی احمد لما تغیب متسللاً عن مرائی العین متخللاً من البین وتشعب عنا وبارہ لیلة النصف من شعبان غبنا فی غین غمور الغموم وشبنا بشین شرور الشوم من جهة حصول مادة الافتراق بعد دوام الملازمة و الاتفاق وبقینا بما لقینا من تشتت الحال وتفرق البال بذلک البلبال الی ان استبان انه وصل الی عتبة بابکم وحصل صحبة جنابکم فبذلک تبدل الترح بالفرح وتغیر غین الغموم بعین الهموم وتشین شین الشرور بسین السرور والله تعالٰی وهو ولی الامور لما اعلم ان صحبتکم ایاہ اولی وافید من صحبته ایاہ علی انی اعد جنابکم العلی فی عداد عدة المشائخ لی فالمرجو منکم الاحسان الیّ والامتنان علیّ بتفقد حاله وتتبع باله و بالتاکید الاکید له والتشدید الشدید علیه فی ان یعرض علیکم بقیة کتب المنقول ویکمل عند محمد اسحٰق اومن یکون کتب المعقول فی ایام عدیدة بمشقة شدیدة غیر مضیع فی الغفلة مدداً مدیدة ثم لیرجع فائزاً بالمراد وحائزاً ما اراد بعد تفضلکم علیه بالاجازة والاسناد والله تعالٰی هو ولی التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق فقط السلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مولانا سخاوت علی

مولانا سخاوت علی رحمۃ اللہ علیہ **جونپوری** ایک رسالہ مصنفہ مولانا شیخ محمد ساکن مچھلی شہر پر تقریظ لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العلمین نخبۃ العلمین زبدۃ الفاضلین عالم ربانی محقق لاثانی فاضل بے نظیر مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ادامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم“

مولانا احمد علی سہارن پوری

مولانا احمد علی مرحوم **سہارن پوری** نے ایک استفتا کا جواب خود لکھا اور اُس کو اپنے خط کے ساتھ **میاں صاحب** کے پاس مہر و دستخط کے لئے بھیجا اُس خط کی نقل ملخصاً درج ذیل ہے:-

از احمد علی عفی عنہ۔ مولوی صاحب مکرم معظم مولوی سید نذیر حسین صاحب دام فیوضکم

بعد تقدیم مراتب تحیہ وتسلیم واضح باد درینجا خیریت است وعافیت مزاج سامی خواہاں۔ باعث تکلیف دہی آنکہ مہر خود بریں فتوے درج فرمایند ومہر خودہم موقوف برمہر جناب نہادہ ام وشخصے کہ بخدمت می رود مولوی خدا بخش نام نہایت مرد دین دار واز اہل علم است کار خود گذاشتہ بپاس خاطرم سفر کردہ است ویوم جمعہ را یوم تعطیل پنداشتہ روانہ شدہ است بفور رسیدنش انجام کار فرمودہ دہند تا بروز جمعہ واپس آید واز مہرہاے مولوی شریف حسین ودیگر صاحبان مسترشدین جناب مزین کردہ آید وبخیف را مدام از خیر اندیشاں تصور یدہ بدعاے خیر یاد دارند فقط والسلام

احمد علی عفی عنہ ۱۲۔شوال ۱۲۹۵ھ

شیخ حسین انصاری یمنی

شیخ حسین بن القاضی العلامہ محسن بن محمد الیمانی اُستاذ الحدیث نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم اور تلمیذ احمد بن محمد بن علی الشوکانی اپنے خطوط میں **میاں صاحب** کو القاب ذیل سے مخاطب کرتے تھے الی جناب مولانا رئیس المحدثین وعمدۃ المحققین وبقیۃ السلف الصالحین السید نذیر حسین سلمہ اللہ القوی المتین۔

الی جناب مولانا رئیس المحدثین وبقیۃ السلف الصالحین و عمدۃ الابرار المتقین السید الامام محمد نذیر حسین سلمہ القوی المتین السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ موصوف نے اپنے خط کے ساتھ ایک فتوے بھیجا تھا جس کی عبارت یہ ہے:۔

شیخ حسین صاحب کا استفسار

الی جناب السید الامام والکامل الہمام عمدۃ المحققین ورئیس المحدثین السید نذیر حسین صاحب سلمہ ذو المواہب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد لما اعلم من محبتکم لحدیث رسول اللہ ﷺ الذی ھو عماد الدین بعد القرآن المتین وارجو ان لا تنسونا من دعاءکم فان الدعاء للاخ المسلم بظہر الغیب مستجاب کما لا یخفاکم ھذا۔

والموجب لہذا انہ حدثت مسئلۃ وھی ان امرأۃ ادعت علی ورثۃ زوجہا المہر فاجابوا علیہا، بانہا قد عفت عنہ عقب موت زوجہا

وهو علی الجنازة واقاموا بذلك شهوداً والمسئلة محررة حتيما تطلعون عليها وارجو من تفضلاتكم بعد ملاحظتكم لجميع التحرير ان تشرفوا ذلك بما هو الحق في ذلك من غير مراعاة لاحدٍ فالحق احق ان يتبع وليس المقصود الا اظهار الحق لا التمادي على الباطل فانه مذموم وبعد ملاحظتكم لذلك وكتابتكم عليه باللسان الهندي ان تضعوا مهركم الشريف تحته فقط

اور میاں صاحب کے بیٹے مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم کی سند حدیث میں لکھتے ہیں :-

مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم کی سند حدیث

وبعد فان علم الكتاب والسنة افضل ما يتحلى به الانسان واكمل وصف تتكمل به الاعيان وقد ورد في فضله وما هو مقرر مشهور ومعروف بين اهله ومذكور وان ممن ورث منه بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة الاريب والشريف الفاضل النسيب السيد شريف حسين بن مولانا السيد الامام والمحقق الهمام خاتمة المحققين وعمدة المتاخرين المتقين السيد نذير حسين وقد طلب من الحقير الاجازة وكيف يجوز ان اجيز من ذكر وابوه شيخ الاسلام مركز الاستجازة والاجازة والعالم الخبير المبين حقيقة ذلك ومجازه ومن المثل السائر لا يفتى و مالك في المدينة ولا يسند والحاكم ببغداد فلو تجاسرت لضرب المثل السائر اطرق كرا ان النعامة في القرى ولما لم ار بدا اسعفت بمطلوبه تحقيقا لظنه ومرغوبه وان كنت لست اهلاً لذلك ولا ممن يخوض تلك المسالك ولكن تشبها بالائمة الاعلام السابقين الكرام شعر

ارجو التشبه بالذين اجازوا	واذا اجزت مع القصور فانني
سبقوا الى غرف الجنان ففازوا	السابقين الى الحقيقة منهجاً

فاقول قد اجزت السيد شريف حسين بن مولانا السيد نذير حسين اجازة شاملة في كل ما تجوز لي رواية وتنفع دراية من علم الحديث والتفسير واصول الحديث لا سيما الامهات الست وزوائدها و مستخرجاتها وسائر المسانيد والمعاجيم وما في معنى ذلك الخ

طبقہ ثانی

طبقہ ثانی

مولوی محمد عبدالحی مرحوم

مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی مرحوم لکھنوی کا خط بنام مولوی حافظ

عبدالمنان صاحب جو مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اوّل کے صفحہ ۱۱۸ میں درج ہے۔

مولوی صاحب مشفق مہربان عین اعیان مولوی عبدالمنان سلمکم الکریم المنان از فقیر محمد عبدالحی عفا عنہ القوی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہدیہ مرسل است قبول باد۔ شکوک کہ بر تعلیق فقیر بغرض فک آنہا تحریر کردند موجب مسرتم تشد ہر چند فک آں ہر دو شک سہل الحصول بود اگر خود بمعائنہ کتب محققین محنت می فرمودند یا از مولوی نذیر حسین صاحب دام فیضہ استفسار می فرمودند احتیاج استفسار نمی اُفتاد۔ حسب تحریر ہر دو سوال بر کاغذ علیحدہ نویسانیدہ جواب آنہا نوشتہ ملفوف می فرستم از حسن وقبح آں بے تکلف مطلع فرمایند واگر بہ مولوی نذیر حسین صاحب معائنہ کنانیدہ شود خوب است کہ جناب شاں را بر کتب محققین نظرے است وسیع یقین کہ ایشاں پسند خواہند ساخت۔

والسلام۔ ۱۵ رشوال ۱۲۸۸ھ

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم مولانا سید شریف حسین

صاحب کی سند اجازت روایت حدیث میں لکھتے ہیں۔

"وبعد فان علم الکتاب والسنۃ افضل ما یتحلے بہ الانسان واکمل وصف تتکمل بہ الاعیان وقد ورد فی فضلہ ھو مقرر مشھور ومعروف بین اھلہ ومذکور وان ممن ورث منہ بالفرض والتعصیب واخذ بحظ وافر ونصیب السید العلامۃ کریم النجار وعریق المجد والفخار السید شریف حسین بن السید السند نذیر حسین الدھلوی نزیلا حفظھما اللہ تعالے وقد طلب من الحقیر الاجازۃ التی ھی الی کتب الحدیث اجازۃ ولما کان طلب الاجازۃ من الاعلے والمساوی والدون طریقۃ سلکھا من اھل العلم الاولون وتبعھم الآخرون ولھم فی ھذا

المطلب الشريف اصول مقررة فی محلها وفروع محررة عند اهلها فکان السید المذکور لم یتحقق الحال من قول من قال **شعر**

لست باهل ان اجاز فکیف ان	اجیز ولکن الحقائق قد تخفی

کیف وابوه شیخ الاسلام ومرکز علوم الاستجازة والاجازة والعالم الخبیر حقیقة ذلك ومجازه ومن المثل السائر لا یفتی ومالك بالمدینة ولا یسند والحاکم ببغداد فلو تجاسرت لضرب المثل السائر اطرق کرا ان النعامة فی القری ولما لم ادبدا من ذلك اسعفت بمطلوبه تحقیقاً لظنه وان کنت لست اهلاً لذلك ولا ممن یخوض تلك المسالك ولکن تشبها بالائمة الاعلام السابقین الکرام **شعر**

واذا اجزت مع القصور فاننی	ارجو لتشبه بالذین اجازوا
السالکین الی الحقیقة منهجا	سبقوا الی غرف الجنان ففازوا

فاقول قد اجزت السید العلامة شریف حسین بن مولانا السید نذیر حسین امتع الله المسلمین بحیاتهما اجازة شاملة کاملة فی کل ما یجوز لی روایة وتنفع درایة من علم الحدیث واصوله سیما الامهات الست وزوائدها ومستخراتها وسائر المسانید والمعاجم وما فی معنی ذلك

رقمه بقلمه وقاله بفمه العبد الضعیف والمکلف النحیف ابو الطیب صدیق حسن بن علی الحسینی البخاری القنوجی عفا الله عنهم — حرر یوم الثلثاء فی الیوم ۲ من المحرم ۱۳۰۲ من الهجرة النبویة علی صاحبها افضل الصلوٰة والتسلیم والتحیة"

نواب صاحب مرحوم نے **میاں صاحب** کے بیٹے کی سند میں تو اس قدر تعریف **میاں صاحب** کی لکھی

وابوہ شیخ الاسلام ومرکز علوم الاستجازة والاجازة والعالم الخبیر حقیقة ذلك ومجازه ومن المثل السائر لا یفتی ومالك بالمدینة ولا یسند والحاکم ببغداد۔

اور مولانا سید شریف حسین صاحب کی نسبت لکھا۔

وان ممن ورث منه بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة کریم النجار وعريق المجد والفخار السيد شریف حسین بن السيد السند نذیر حسین الخ

مگر تعجب اور سخت تعجب اس بات پر ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے نہ تو **میاں صاحب** کا تذکرہ اپنی کتاب ابجد العلوم میں کیا اور نہ اپنے اُستاذ الاستاذ مولانا قاضی بشیر الدین مرحوم قنوجی کا حالانکہ - اتحاف النبلاء میں خود نواب صاحب مرحوم یہی اعتراض بعینہ ابن خلکان پر کرتے ہیں کہ باوجودے کہ ابن خلکان شاگرد حافظ منذری کا ہے مگر اُن کا ذکر کہیں نہیں کیا اتحاف النبلاء صفحہ ۳۵۰

"عبد العظيم الحافظ الامام زکی الدین ابی محمد المنذری المصری باآنکہ شیخ ابن خلکان است لیکن بہ ترجمہ احوالش در وفیات الاعیان ذکر نہ کردہ باآنکہ نامش در تراجم دیگراں بردہ ایں معنی از غرائب امور ست"

اس بات کے معلوم کرنے کے بعد کہ معاصرین علماء معتبرین اور شیوخ نے **میاں صاحب** کی نسبت کیا لکھا، نواب صاحب کے اُستاذ الاستاذ نے کیا لکھا- شیخ حسین بن محسن یمنی نواب صاحب کے شیخ الحدیث نے کیا لکھا اور خود نواب صاحب مرحوم نے مولانا سید شریف حسین مرحوم کی سند میں کیا لکھا پھر ابجد العلوم وغیرہ نوابی تالیفات میں **میاں صاحب** کا ترجمہ یا تذکرہ نہ لکھنا کیا تعجب خیز نہیں ہے؟ افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے ابن خلکان پر اعتراض کرتے وقت اس مثل کو پیش نظر نہیں رکھا "پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکال تب دوسرے کی آنکھ کے تل کو دیکھ" ورنہ ایسی بین مسامحت اُن سے نہ ہوتی- چراغ کے تلے اندھیرا اور تیز روشنی میں چکا چوند لگ جانے کی بھی یہ نہایت ہی ٹھیک مثال ہے-

طبقۂ ثالث

مولانا عبد اللہ غزنوی قدس سرہٗ جن کے زہد و تقوے اور تصوف سے بہت لوگ واقف ہیں اِن کے دو رویا رصالحہ ان کے صاحبزادے مولانا

عبدالجبار غزنوی کے دست خاص کے لکھے ہوئے ایک یادداشت میں میرے سامنے موجود ہیں وھو ھذا

رویا رصالحہ

"دیدم کہ در تہ خانہ زینہ دار فرو می روم وقتے کہ بہ صحن خانہ رسیدم چراغ روشن یافتم و دراں حالت در بغلم کتاب صحیح بخاری بود پیش چراغ نشستہ کتاب مذکور را وا نمودم می بینم کہ کتاب از اوّل تا آخر سیاہ گشتہ دودۂ دخانیہ چناں براں چسپیدہ کہ حرف بہ نظر نمی آید آخر الامر رومالے برگرفتم و از اوّل کتاب صاف نمودن شروع نمودم و ورق ورق صاف نمودہ قریب آخر رسانیدم اوراق متعددہ باقی ماندہ نہایت ماندہ شدہ نفس سرد کشیدہ گفتم اللہ اکبر چہ قدر تکلیف برداشتم و دراں خواب چہرہ خود بہ نظر می آید می بینم کہ گرد آں کتاب بر اسنانم نمودار می باشد در تعبیر ایں خواب حیران بودم کہ اتفاق سفر دہلی کہ بہ نسبت بلاد ما نہایت زیر است اُفتاد بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمدؐ نذیر حسین رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم دراں میان بلوائے دہلی شروع شد در عین بلوائے شدید کہ ہر کس بغم جان خود بود ومن مشغول بخواندن کتاب مذکور تا حدے کہ نصاریٰ غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند دراں ایام کتاب صحیح بخاری قریب الاختتام بود مگر بسبب پراگندگی اہل بلدہ درمیان من و سید صاحب ہم جدائی اُفتاد و کتاب ناتمام ماند تعبیر خواب ہمیں بود کہ زیر خانہ دہلی بود چراغ سید صاحب مذکور و صاف نمودن صحیح بخاری خواندن آں بود در اعسر اوقات الا اوراق چند کہ بنا بر لاچاری باقی ماند فقط

دوسرا رویا

رویا رصالحہ

دیدم کہ از دہان شیخنا سید محمدؐ نذیر حسین صاحب چشمۂ شربت شیریں جاری ست و آں شربت در ہر دو دست من میریزد و من آں را می نوشم مطلب کہ چشمۂ آں شربت از دہان شیخنا می باشد و مجرائے آن ہر دو دست من و مدخل آں فم من می باشد در تعبیر ایں خواب متحیر بودم کہ اتفاقاً فرزندم عبدالجبار بخدمت شیخ مذکور رسیدہ و تحصیل علم حدیث از ایشاں نمود چشمۂ شیریں علم حدیث است کہ از جناب سامی جاری است و تحصیل علم حدیث فرزندم از جناب ایشاں نوشیدن من است ازاں چشمۂ شیریں کہ فرزند مذکور جزو من است و از باقیات صالحات من خواہد شد انشاء اللہ تعالےٰ۔ فقط

غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد میں میاں صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

غایۃ المقصود کی عبارت

ولو حلفت ما بین الرکن والمقام انی ما رایت بعینی مثلہ (ای الشیخ محمد نذیر حسین) ولا رأی ھو مثل نفسہ فی العلم والعبادۃ والزھد والصبر والکرم والخلق والحلم ما حنثت ولیس ھو بالمعصوم ولکن لو ارفی معناہ مثلہ اضاءت البقاع الھندیۃ بانوار فضائلہ السنیۃ ھو بحر العلوم معدن الحلم شیخ الاسلام مفتی الانام محدث العصر فقیہ الدھر رئیس الاتقیا قدوۃ النجباء الامام الاجل الاکرم شیخ العرب والعجم عمدۃ المفسرین زبدۃ الناسکین ذوالکرامات الظاھرۃ و المقامات الفاخرۃ انتہیٰ

پھر ایک دوسری جگہ اسی کتاب میں ہے

ایضاً:

ولقد منح اللہ تبارک وتعالےٰ من بحر فضلہ العمیم علی ھذا الشیخ العدیم المثل بثلاثۃ امور لا اعلم انہا فی ھذا الزمان قد اجتمعت لغیرہ الاوّل الاتقاء وخشیۃ اللہ تعالےٰ والحلم والصبر والخلق و الزھد والکرم والحیاء۔ الثّانی سعۃ التبحر فی علم التفسیر والحدیث والفقہ والصرف والنحو علی اختلاف اجناسہا واصنافہا۔ والثّالث سعۃ التلامیذ المدققین والنبلاء المحققین ذوی الفضائل الباھرۃ و اولی الکمالات الفاخرۃ وقد نفع اللہ تعالیٰ بعلومہ خلقد لہ منۃ عظیمۃ علیٰ خلق اللہ تعالیٰ۔

نخبۃ التواریخ میں لکھا ہے :۔

نخبۃ التواریخ کی عبارت

سیدنا فی الدارین مولانا نذیر حسین سید حسینی محدث دہلوی شاگرد و مجاز مقتدائے آفاق حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی مہاجر مکی در حدیث شیخ المشائخ و امام وقت ہستند قریب ہفتاد بار[۵] صحیح بخاری از بائے بسم تا تائے تمت درس داد

[۵] مولوی سید عزیز احمد سلمہ کی یادداشت باب سوم مسند درس پر متمکن ہونے کے بیان میں بصفحہ ۵۴ نقل ہو چکی جس میں میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ میری یاد صحیح ہے تو کوئی سو بار پڑھائی ہو گی ۱۲

وہم بریں قیاس سائر کتب صحاح ستہ و بعضے کتب فقہ حنفیہ و در اولی الابصار و اہل الذکر شانے عظیم می دارند و در عمل بظاہر الحدیث ہمچو سلف محدثین ید طولیٰ و در عدم وجوب تقلید شخصی کلام بسیط و من بعد در اکثر مسائل قیاسیہ مختار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ معمول می دارند و در کلیات و جزئیات فقہ مسالک اربعہ عبور تام و در زہد و توکل استقلال تمام و در افاضہ و افادہ باوجود ضعف و پیری بہمہ تن توجہ عام و اشتغال مدام می دارند و شاگردان آں جناب بہ دیار ہند و پنجاب معمور و در دیگر ممالک ہم موجود اند۔

فقہ مذاہب اربعہ پر عبور کامل

استفتا

میاں صاحب کے بارے میں کسی نے استفتا کیا تھا جس کا ایک جواب تو مولانا حافظ عبداللہ صاحب مدظلہ غازی پوری نے لکھا اور دوسرا جواب شیخ حسین بن محسن بن محمد الانصاری الخزرجی نے لکھا۔

نقل استفتا نوشتہ مولانا حافظ عبداللہ صاحب مدظلہٗ غازی پوری

اُستاذ الاساتذہ و مدرس اول مدرسہ احمدیہ آرہ۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیئین شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین محمد و آلہ وصحبہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

امابعد فقد ورد علیٰ سوال عن شیخنا القدوۃ العلامۃ النحریر الفہامۃ فرع الشجرۃ الزکیۃ سلالۃ السلسلۃ المصطفیۃ نخبۃ السادۃ الاشراف من صفوۃ بنی عبد مناف ثمرۃ فواد الرسول خلاصۃ احفاد البتول۔ سیدنا ومولانا السید محمد نذیر حسین المحدث الدہلوی ادام اللہ علاہ ورفع فی الدارین مرقاہ وزین بوجودہ الاسلام ونشر بہ اعلام الھدےٰ ونصر بہ سنۃ خیر الانام ومتع ببقائہ الاسلام والمسلمین واعلیٰ قدرہ ونشر فضلہ فی العالمین۔

آمین آمین لا ارضی بواحدۃ	حتی اضیف الیہا الف آمینا

وھذا نص السوال ما تقولون ایہا السادۃ العلماء فی حق الشیخ نذیر حسین المحدث الدہلوی ھل ھو من کبائر العلماء العصر ومحققیہم وھل عقائدہ

مثل عقائد السلف الصالحين وکیف حال ورعه وتقواه اشتهر ذکره فی آفاق لکن الناس فیه فرقتان فما تقولون فی حقه اظهر وارا یکم الشریف فی هذا الامر یجزکم الله تعالیٰ هذا آخر کلام السائل۔

قال العبد الضعیف عفا الله عنه وعن والدیه واحسن الیهما و الیه معتصماً بحبل التوفیق وبیده ازمة التحقیق عندی ان هذا السوال عن شیخنا اهل هو کذا وکذا ام لا یشبه السوال عن الشمس هل هی ضیاء وسراج وهاج ام لا وهو بین علماء الکرام والفضلاء الفخام کالشمس البازغة فی الکواکب الظاهرة والقمر المنیر فی النجوم الباهرة کیف لا وهو امام اهل الحدیث فی زمانه امیر المومنین فی الحدیث فی آوانه مجتهد عصره و فرید دهره امام اهل السنة ومحققیهم مقتدی اهل الاثر ومدققیهم مجدد معالم الطریق بعد دروسها مظهر آیات التوحید بعد افول اقمارها وشموسها عامر اطلال الکتاب والسنة النبویة بعد عفائها محی اثار المحجة المصطفویة عقب انمحائها قالع اساس البدعة والفسوق والالحاد قاطع عرق الضلالة والفجور والفساد حامی الشریعة الغراء راعی الملة الحنیفیة السمحة البیضاء مشید ارکان اصول الدین موسس اساس العلم والیقین زین الفقهاء المحدثین نخبة الفضلاء المتقین فلك قاموس التحقیق اسد غابة التدقیق موسس مراسم العلوم الدارسة مرصص معالم الفنون الدامثة بقیة السلف الصالحین فخر العلماء الراسخین ملك العلماء الاعلام سید الائمة الفخام فخر الموالی العظام مرجع الخاص والعام ملاذ الافاضل الکرام نعمة الله تعالیٰ فی هذا الزمان علی الانام تاج الاتقیاء علم الاصفیاء قدوة الاولیاء الواصلین عمدة الاتقیاء العارفین صاحب الکشف والتحقیق المرشد بتسلیکه الی اقوم طریق هذا وقد بتبین بما ذکرت اتضح بما کتبت ما سأل السائل من دائی فی الامور المسئول عنها فلا حاجة الی اعادته وتکرار ذکره والامور المذکورة مفروغ عنها

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا کتبہ محمد عبداللہ الغازیفوری حفظہ اللہ تعالیٰ من الشر المعنوی والصوری۔

مہر طغری

محمد عبداللہ

دوسرا جواب
شیخ حسین یمنی
کا

دوسرا جواب شیخ حسین بن محسن الانصاری یمنی کا۔ الحمد للہ الجواب واللہ الموفق والمعین لبیان الحق والصواب ان الذی اعلمہ واعتقدہ واتحققہ فی مولانا السید الامام والفرد الھمام نذیر حسین الدھلوی انہ فرد زمانہ ومسند وقتہ وآوانہ ومن اجل علماء العصر بل لاثانی لہ فی اقلیم الھند فی علمہ وحلمہ وتقواہ وانہ من الھادین والمرشدین الی العمل بالکتاب والسنۃ والمعلمین لھما بل اجل علماء ھذا العصر المحققین فی ارض الھند اکثرھم من تلامذتہ وعقیدتہ موافقۃ لعقیدۃ السلف الموافقۃ للکتب والسنۃ وفی رویۃ الشمس ما یغنیک عن زحل فدع عنک قول الحاسد الغدول والاشر المخذول فان وبال حسدہ راجع علیہ وائل علیہ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فمن قال من ھذا الامام الھادی الی سنۃ خیر الانام فقد باء بالخسران المبین وما احسن ما قال القائل ؎

الا قل لمن کان لی حاسدا	اتدری علی من اساءت الادب
اساءت علی اللہ فی ملکہ	لانک لم ترض لی ما وھب

اللھم زد ھذا الامام شرفاً ومجداً واخذل شانئہ ومعادیہ ولا تبق منھم احداً ھذا ما اعلمہ واتحققہ فی مولانا الامام السید نذیر حسین ابقاہ اللہ واللہ یتولی السرائر واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ بیدہ الحقیر المثنی علی السید المذکور الحقیر الفقیر الی احسان ربہ الکریم الباری حسین بن محسن محمد الانصاری الخزرجی السعدی

الانصاری الیمانی المقیم حالاً فی بلدہ بھوپال عفا اللہ عنہ ۔ مُہر
آمین آمین آمین

الانصاری الیمانی
شیخ حسین بن محسن ۱۳۰۲

اولادو احفاد

مولانا سید شریف حسین

مولانا سید شریف حسین صاحب مرحوم اکلوتے بیٹے میاں صاحب کے تھے جنھوں نے ستانویں برس کی عمر پائی اور آپ کے سفر حج سے واپس آنے کے ساڑھے تین برس بعد اور اپنی والدہ مرحومہ کے انتقال کے سترہ برس بعد ۶۔ جمادی الآخرہ ۱۳۰۴ ہجری مطابق ۲۔ مارچ ۱۸۸۷ء میں آپ کے سامنے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی تعلیم ابتدا سے انتہا تک آپ نے خود بہ نفس نفیس کی تھی اور تا زندگی اُنھوں نے بھی میاں صاحب سے کچھ نہ کچھ پڑھنے کا مشغلہ جاری ہی رکھا۔

آدمی نہایت با استعداد تھے اور اپنے فرد کامل باپ کے ملازم شب و روز اس لئے اُن کی معلومات کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا خصوصاً کتب منقول اور مسائل میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔

تقریباً اپنی وفات کے بیس برس آگے سے فتووں کا جواب آپ ہی لکھتے الاماشاء اللہ جس میں میاں صاحب ہی کی ضرورت ہوتی وہاں آپ خود قلم اُٹھاتے۔ جن لوگوں نے آپ سے پڑھا ہے اُن کا بیان ہے کہ نہایت تحقیق کے ساتھ درس دیتے تھے۔

خط نستعلیق کے بڑے خوش نویس تھے اور میر پنجہ کش کے شاگرد۔ آدمی نہایت مہذب متین، کم سخن، سادگی پسند، اور بے تکلف تھے امامت نماز پنجگانہ کی وہی کرتے اور نماز میں تعدیل ارکان کا خیال اور احسان کا دھیان بہت رکھتے۔ صبح کی نماز تقریباً ۴۵ منٹ میں اور ظہر کی نصف گھنٹہ میں ختم کرتے رکوع وسجود میں مکث طویل فرماتے جناب میاں صاحب بھی اکثر اُن کے

غائبانہ فرماتے کہ میرا سا امام دہلی سے کلکتہ تک نہیں۔

مولوی نواب صدیق حسن خان مرحوم نے بھی آپ کی سند میں آپ کے علم و فضل کا اقرار کیا ہے۔ حیث قال وان ممن ورث منه (علم الکتاب و السنة) بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة کریم النجار عريق المجد والفخار السيد الشريف حسين ابن السيد السند نذير حسين الدهلوى نزيلاً حفظهما الله تعالىٰ۔

اور شیخ حسین بن محسن یمنی لکھتے ہیں۔ وان ممن ورث منه (علم الکتاب والسنة) بالفرض والتعصيب واخذ بحظ وافر ونصيب السيد العلامة الاديب والشريف الفاضل النسيب السيد شريف حسين بن مولانا السيد الامام والمحقق الهمام خاتمة المحققين وعمدة المتاخرين المتقين السيد نذير حسين۔

شکل و شمائل ہڈیاں چوڑی، چہرہ آنکھیں پیشانی سر ناک کان اور قد سب متوسط ڈاڑھی گنجان اور گول بدن بلغمی رنگ مائل بسیاہی سر اور مونچھ منڈاتے۔

لباس نین سکھ کی دوپلی ٹوپی پورے سر میں۔ انگرکھا دلی کی وضع کا شوب خوردہ۔ لینکلاٹ کا پاجامہ اور اسی کا سفید رومال گز ور گز کا ہاتھ میں جاڑوں میں دولائی اور روئی دار دگلہ۔

صاحبزادی

صاحبزادی میاں صاحب کی ایک ہیں جو جناب میر شاہ جہاں صاحب مدظلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔ آپ کی تین بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں ایک بیٹا تھا مسمی بہ بدر الاسلام وہ دس گیارہ برس کی عمر میں قضا کر گیا **میاں صاحب** اس کو بہت پیار کرتے تھے جس کا ذکر خاندان کی محبت کے باب میں مفصل گذرا۔

مولانا شریف حسین صاحب مرحوم کے دو بیٹے ہیں **مولوی حافظ عبد السلام** اور **مولوی سید نور الحسن** سلمہما اللہ تعالےٰ ان کے علاوہ چند بیٹیاں ہیں۔

برادران

برادران

میاں صاحب کے دو بھائی تھے چھوٹے۔ منجھلے کا نام تھا مولوی حافظ سید سجاد حسین جنہوں نے پیری میں قرآن مجید حفظ کیا نہایت نیک بخت، عابد، متقی، متورع، تہجد گذار، زاہد، سیدھے سادھے، منکسر المزاج اور معاملے کے بہت صاف آدمی تھے۔ امانت، دیانت، اور صداقت میں ضرب المثل۔

مولوی حافظ سید سجاد حسین صاحب

دوسرے بھائی کا نام تھا مولوی سید توسل حسین صاحب یہ بھی عجیب فرشتہ خصلت بزرگ تھے۔

مولوی سید توسل حسین صاحب

میاں صاحب کی زندگی میں پہلے انہیں کا انتقال ہوا ان کے بعد منجھلے کا اور میاں صاحب جو سب سے بڑے تھے وہ آخر میں تنہا رہ گئے اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کے اس لطیفے کے مصداق ہو گئے کہ "دنیا ایسی تنگ گلی ہے جو پہلے آتا ہے وہ پیچھے لوٹتا ہے"

میاں صاحب کے فدائی

ظہور خاں

ظہور خاں ایک شخص میرٹھ یا اُس کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے اور ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں جا بسے تھے زمانۂ حج میں میاں صاحب کو صفا و مروہ کے درمیان جو دوڑتے ہوئے دیکھا۔ نگاہ پڑتے ہی شیفتہ ہو گئے اور جب تک میاں صاحب عرب میں رہے برابر ملازم خدمت رہے معاندین چوں کہ ہر وقت جان لینے کی گھات میں رہتے اس لئے ظہور خاں نماز فریضہ حرمین میں بھی میاں صاحب کے دائیں رہتے اور حاجی سلیمان جن کو بنوٹ کے فن میں کمال تھا میاں صاحب کے بائیں رہتے اور دوسری صف میں مولوی تلطف حسین صاحب ٹھیک میاں صاحب کے پیچھے کھڑے ہوتے یہی ترتیب رستہ چلنے میں بھی ملحوظ رہتی۔

حاجی سلیمان

مولوی تلطف حسین

ے آپ چار بھائی تھے پہلے سب سے چھوٹے بھائی نے وفات پائی پھر سنجھلے نے پھر منجھلے نے اخیر میں سب سے بڑے بھائی خود جناب شاہ صاحب رہ گئے تو یہ لطیفہ اکثر کہا کرتے ۱۲

المختصر ظہور خاں کے عشق صادق نے ان کو صرف اسی کی اجازت نہیں دی کہ وہ عرب ہی تک میاں صاحب کے خادم رہیں۔ بلکہ اہل و عیال کو مکہ معظمہ میں چھوڑ کر میاں صاحب کے ساتھ وہ دہلی بھی پہنچے کچھ دنوں کے بعد وہ پھر مکہ معظمہ واپس گئے بعد حج کے پھر طبیعت میں شوق زیارت جو غالب ہوا تو پھر دہلی چلے آئے اور برابر ساتھ رہتے جب کبھی خفا ہو جاتے تو فوراً بے کہے سنے مکہ معظمہ چلدیتے اور چند مہینوں کے بعد جب پھر اشتیاق زیارت قابل ضبط نہ رہتا تو حاضر ہو جاتے۔

ایک دن وہ میاں صاحب کے قریب اس انداز سے آکر بیٹھے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں میاں صاحب نے پوچھا کچھ کہوگے ؟ ظہور خاں جھک کر کان میں کہنے لگے "اجی خاکروب (بھنگی) کو پاتخانہ صاف کرنے کے لئے کیوں مشاہرہ دیتے ہو میں کس دن کے لئے ہوں بھنگی کو موقوف کردو میں مسجد کا پاتخانہ مدرسکا اور مکان کا سب روزانہ صاف کردیا کروں گا" میاں صاحب نے فرمایا کیا سڑی ہوگیا ہے۔ اس پر ظہور خاں روٹھ کر مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ غرض تمام عمر اُن کی یہی حالت رہی آخر میاں صاحب کی حیات ہی میں اُنہوں نے انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ اوّل

تصنیف وتالیف

میاں صاحب کی تصنیف وتالیف کی صحیح تعداد تو غالباً کوئی شخص بتا نہیں سکتا کیوں کہ وفات سے ستائیس برس پہلے فرماتے تھے کہ "اگر میرے کل فتوے کی نقلیں رکھی جاتیں تو چار فتاویٰ عالمگیری کے برابر تو ہوتیں" اور خدا جانے اس ستائیس برس میں کس قدر فتوے لکھے معہذا چند مطبوعہ رسالے اور فتاوے کے نام درج ذیل ہیں۔ جو آپ کے تالیفات کے مقابل میں اندکے از بسیار بلکہ یکے از ہزار کی نسبت رکھتے ہیں۔

[1] الایمان یزید وینقص، [2] جواز ہبہ مشاع، [3] پیری مریدی، [4] سماع وغناو مزامیر، [5] اذان ثالث، [6] توثیق عبادہ بن صامت درقرأۃ فاتحہ خلف امام، [7] تراویح سنت موکدہ، [8] تحقیق حدیث جابر بن سمرہ درباب رفع الیدین، [9] تحقیق رجس انما الخمر والمیسر الآیہ، [10] مولانا اسمٰعیل شہید اور سید احمد علیہما الرحمۃ قابل تعظیم تھے، [11] سبع ارضین، [12] لفظ ما کی تحقیق نسبت ما اهل به لغير الله، [13] جمع بین الاختین کی تردید، [14] جواب جانور منذور لغیر اللہ، [15] جواب مسئلہ استوا، [16] تقویۃ الایمان (مصنفہ مولانا شہید کی توثیق، [17] دیہاتوں میں جمعہ کی نماز، [18] تحقیق اشارہ ما تقول لهذا الرجل، [19] سوال منکر نکیر، [20] دیدار الٰہی بعین البصر اولیاء اللہ را در دنیا می شود یا نہ، [21] طلاق مشروع، [22] چلتی ہوئی ریل گاڑی میں نماز، [23] ناجوازی عبادت شاقہ،

تقسیم[25] بدعات، قراۃ فاتحہ[26] خلف الامام کی تحقیق بحوالہ محلی شرح موطا شیخ سلام اللہ حنفی، عمل[27] حرمین حجت شرعیہ نہیں، حدیث[28] اعلان نکاح من وجہ ضعیف، ہنڈوی[29] پر زکوٰۃ نہیں، تحقیق[30] خروج بضعہ، قبالہ[31]، حرمت[32] نفع بذریعہ قرض، انتقال[33] مسجد، فضائل[34] مکہ معظمہ و مدینہ منورہ، مکہ[35] معظمہ میں چار مصلے، مجلس[36] میلاد اور قیام، مصرف[37] مال زکوٰۃ، الشرط[38] من الجانبین، حدیث[39] شرط ابوداؤد، نیچری[40]، قدم رسول[41]، حدیث[42] مصراط، اذا اقیمت[43] الصلوٰۃ، افضل[44] البضاعۃ فی حقیقۃ الشفاعۃ، جواب[45] چند مسائل مال تجارت پر زکوٰۃ شحم خنزیر وغیرہ، قنوت[46] نازلہ، مسائل[47] اربعہ، دلیل[48] محکم فی نفی اثر القدم، تعزیہ[49] پرستی، گیارہ[50] سوالات کے جواب، زیور[51]، ثبوت[52] الحق الحقیق، واقعۃ[53] الفتویٰ، واقعۃ[54] البلویٰ (رد تقلید)، واقعۃ[55] الفتویٰ در بیان ادائے سنت فجر، فلاح[56] الولی باتباع النبی، معیار[57] الحق،

مذکورہ بالا رسائل وفتاوے پر ریویو کرنا تو بیشتر ناظرین کے لئے تطویل مملّ ہی کا باعث ہوگا مگر آپ کی معرکۃ الآرا کتاب معیار الحق کا ذکر نہ کرنا بھی کسی طرح مناسب نہیں کیوں کہ یہ کتاب جزئیات فقہ پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اصول تقلید کی کتاب ہے جس کا دیکھنا اور سمجھنا ضرور ہے۔

کتاب معیار الحق پر ریویو کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اقسام اختلاف اسلام اور تقلید کی تاریخ پہلے مختصراً ہدیۂ ناظرین کر دی جائے۔

اسلام میں اختلاف

یہ بات بیشتر لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلام میں بھی مثل دیگر مذاہب کے مختلف مذاہب ہیں جن میں باہم اختلافات ہیں۔ مگر ان اختلافات کے اقسام کے جاننے والے اور ان میں امتیاز کرنے والے غالباً کم ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کر دی جائے۔

مذاہب اسلامیہ میں اختلاف کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک[1] وہ جو باعث مغائرت نہ ہو اور دوسری[2] وہ جو موجب مغائرت ہو۔

اوّل کی مثال اختلاف ہفت قراءت قرآن ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ حجاز

میں اہل لسان قبائل عرب کے اطلاقات سات وضع پر تھے اور قرآن مجید نازل ہوا۔ اُسی حجازی لغت میں اسی لئے ملک یوم الدین، مالک یوم الدین، شَدُّ الوثاق، شدّ الوثاق، احسن کلشئ خلقہ، احسن کل شئ خلقہ وغیرہ وغیرہ سب صحیح ہیں اور اِس ہفت قرأت کے سبب سے قرآن مجید سات نہیں کہا گیا۔ بلکہ ایک ہی سمجھا گیا۔

اِسی قسم میں داخل ہیں اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جزئیات مسائل فقہیہ میں جو نہ موجب فرقہ بندی ٹھیرے نہ باعث انتساب مذاہب اور نہ صحابہ اُس حدیث کے مورد قرار پائے جس میں تہتر فرقہ کی پیشین گوئی تھی۔

نیز اِسی میں داخل ہیں حنفی شافعی مالکی حنبلی اور اہل حدیث کے باہمی اختلافات جو موضوع ہیں علم فقہ کے جس میں بحث کی جاتی ہے اعمال جزئیہ سے۔

دوسری قسم اختلافات کی جو باعث مغائرت ہو وہ اختلافات ہیں جو سنی، شیعہ، معتزلی، خارجی، مرجیہ، قدریہ، وغیرہ کے درمیان ہیں اور وہی موضوع ہیں علم کلام کے جس میں بحث کی جاتی ہے عقائد سے۔

اِس کی بنا ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہؓ کی جنگ و پیکار اور تحکیم پر۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور جانب مخالف کی طرف سے عمرو بن عاص حکم مقرر ہوئے اور یہ ایک ایسی پولیٹکل چال چلے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُسی وقت اسلام میں تین فرقے ہو گئے۔

(۱) خوارج جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سخت دشمن اور مخالف ہو گئے۔

(۲) خوارج کا مد مقابل غالی جو شیعہ کہلائے۔

(۳) اہل سنت والجماعت جو اپنی حالت سابقہ پر علی حالہ قائم رہے۔

خوارج اور شیعہ میں دو قسم کے اختلاف پیدا ہوے (۱) اصول و عقائد میں (۲) امور امامت میں۔

آخر قرن اولیٰ میں معبد جہنی، غیلان دمشقی اور یونس اسواری ہوئے جنھوں نے قدر وغیرہ مسائل میں اختلاف کیا۔ پھر واصل بن عطا (امام

حسن بصری کے منحرف شاگرد) نے معتزلی مذہب کا فونڈیشن (سنگ بنیاد) اپنے ہاتھ سے رکھا اور اسی اعتزال (اُستاد سے کنارہ کشی) کے سبب اِس مذہب کا نام معتزلی رکھا گیا۔ پھر اِسی سے مرجیہ نکلے جنھوں نے ایمان وکفر کی حقیقت مومن وکافر کے اطلاق اور وعید وغیرہ میں کلام کیا۔

بالجملہ اہل سنت والجماعت کے علاوہ صحابہ وتابعین کے زمانہ ہی میں چار فرقے خوارج، شیعہ، معتزلی، اور مرجیہ پیدا ہوگئے اور انہیں چار کے انشعاب سے تہتر تک کی تعداد پوری ہوگئی۔

جس کی تفصیل امام ابن حزم کی کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" اور "الملل والنحل" مصنفہ علامہ عبدالکریم شہرستانی وغیرہ میں موجود ہے۔

تہتر فرقے کی نسبت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشن گوئی کی کہ اُن میں اہل حق صرف ایک ہی طریقے والے ہوں گے تو صحابہؓ نے عرض کی کہ وہ کون ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا ما انا علیہ واصحابی اہل سنت کے نزدیک ما انا علیہ سے مراد سنت ہے اور اصحابی سے جماعت۔ نیز اس کی تائید اُن روایتوں سے بھی ہوتی ہے جن میں جماعت کا لفظ وارد ہوا ہے اِسی لئے شیخ الشیوخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں السنۃ ما سنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اصول کا اختلاف (توحید، ایمان، عدل، وعد، وعید، سمع وعقل جناب باری تعالیٰ میں جو اختلاف ہے) وہ باعث تفریق فرقہ ہے اور فروع یعنی اعمال جزئیہ فقہیہ کا اختلاف باعث فرقہ بندی نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک حیثیت سے اہل سنت کی افراد سے خارج ہو اور دوسری حیثیت سے اُسی کی فردوں میں داخل جیسے فتوے قنیہ (جو حنفی مذہب میں متداول ہے) کا مصنف زاہدی جو اصولاً معتزلی ہے اور

فروع اعمال فقہیہ میں حنفی یا جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف۔

فروع اعمال جزئیہ فقہیہ کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے باہمی اختلافات جو باعث مغائرت و مخالفت نہ تھے بلکہ ہر شخص اپنے کو اہل سنت والجماعۃ ہی کی فرد سمجھتا تھا اسی لئے نہ مذاہب ایک دوسرے سے ممیز تھے اور نہ اُن کے نام جداگانہ۔

مدتوں کے بعد حالات گرد و پیش کے اعتبار سے کسی پریسیڈنسی (احاطہ) میں کسی امام کے مذہب کو فروغ ہوا اور کسی دوسرے احاطہ میں کسی دوسرے امام کے مذہب کو مقبولیت حاصل ہوئی اور قانوناً مذہب کو رواج دیا گیا۔ یہی قانون فی الحقیقت تقلید کی جڑ ہے جس کا منشا بیجا نہ تھا۔

بغداد میں امام ابو یوسف[عہ] کا قاضی القضاۃ ہونا عراق ماوراء النہر اور فارس میں مذہب حنفی کی نشو و نما کا باعث ہوا۔

امام شافعی کا اثر حجاز اور حرمین میں مذہب شافعی کی ترقی کا ضامن ہوا۔ جس نے سلطان صلاح الدین کے وقت میں قانونی صورت اختیار کی۔ مگر بایں ہمہ چوتھی صدی کے قبل تک تقلید شخصی کا وجود نہ تھا چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں اعلم ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذھب واحد بعینہ[عہ] فتنۂ چنگیزیہ کے بعد مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی پابندی غلو کے ساتھ ہونے لگی۔ جیسا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں لکھتے ہیں۔ "تا انقراض دولت شام ہیچ کس خود را حنفی شافعی نمی گفت"

بایں ہمہ وہ سب افراد ہیں اہل سنت والجماعت کے اور فی الواقع ائمہ

عہ تاریخ ابن خلکان ۱۲

عہ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں "القول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحکایۃ له فی کل شیء والتفقہ علی مذھبہ محدث لم یکن الناس قدیما علی ذلک فی القرن الاول والثانی ۱۲ صفحہ ۵۹ المطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ بمصر سنۃ ۱۳۱۰ ہجریہ ۱۲"

اہل سنت کا دو ہی طریقہ رہا (۱) اہل حدیث (۲) اہل الرائے۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی کتاب "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں "المجتهدون من ائمة الامة محصورون فی صنفین لا یعدون الی ثالث اصحاب[عہ] الحدیث واصحاب[عہ] الرائے"

عہ امام ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اصحاب الحدیث کی تحت میں ایک سو نام لکھے ہیں (۱) شعبہ (۲) خالد حذاء (۳) المهزم (۴) جریر بن حازم (۵) حماد بن زید (۶) حماد بن سلمہ (۷) ابو عوانہ (۸) ہشام بن سعد (۹) ابو معشر نجیح (۱۰) ابو معشر زیاد (۱۱) ثور بن یزید (۱۲) ابن لہیعہ (۱۳) لیس بن سعد (۱۴) معمر (۱۵) ہشیم (۱۶) سفیان بن عیینہ (۱۷) اسمٰعیل بن علیہ (۱۸) وکیع بن الجراح (۱۹) سعید بن عروبہ (۲۰) زید بن زریع (۲۱) عاصم احول (۲۲) شریک (۲۳) حسن بن صالح (۲۴) ابو الاحوص (۲۵) ابوبکر بن عیاش (۲۶) محمد بن فضیل (۲۷) حفص ابن غیاث (۲۸) ابو معاویہ (۲۹) عبداللہ بن ادریس (۳۰) زنجی بن خالد (۳۱) داؤد بن عبدالرحمٰن (۳۲) فضیل بن عیاض (۳۳) عبداللہ بن مبارک (۳۴) ابو ہلال راسی (۳۵) ہشام دستوائی (۳۶) عبدالوارث بن سعید (۳۷) عبّاد بن عبّاد (۳۸) معاذ بن معاذ (۳۹) بشر بن مفضل (۴۰) ازہر سمان (۴۱) غندر (۴۲) عبدالواحد بن زیاد (۴۳) عبدالرحمٰن بن مہدی (۴۴) عبدالوہاب بن عبدالمجید (۴۵) یحییٰ بن سعید قطان (۴۶) یحییٰ ابن سعید ابن ابان (۴۷) ابو اسحاق فزاری (۴۸) داؤد طائی (۴۹) درآوردی (۵۰) یزید بن ہارون (۵۱) علی بن عاصم (۵۲) عبداللہ بن بکر (۵۳) ابو البختری (۵۴) یحییٰ بن آدم (۵۵) ابو اسامہ (۵۶) یعلی بن عُبید (۵۷) محمد بن عُبید (۵۸) جعفر ابن عون (۵۹) زید بن حباب (۶۰) ابو احمد زبیری (۶۱) واقدی قاضی بغداد (۶۲) قاضی عوفی (۶۳) معاویہ بن عمر ازدی (۶۴) ہوزہ (۶۵) عبداللہ بن موسیٰ (۶۶) ابو عبدالرحمٰن مقری (۶۷) عبدالرزاق (۶۸) محمد بن عبداللہ الانصاری (۶۹) عبداللہ بن داؤد (۷۰) ابو عاصم نبیل (۷۱) ابو داؤد طیالسی (۷۲) ابو عامر عقدی (۷۳) ابو الولید طیالسی (۷۴) حبّان بن ہلال (۷۵) بشر بن عمر زہرانی (۷۶) مطرف بن مازن (۷۷) حجاج انماطی (۷۸) مسلم بن ابراہیم (۷۹) موسیٰ بن مسعود (۸۰) عازم بن فضل (۸۱) ابو سلمہ (۸۲) معلی بن اسد (۸۳) ابو عمر حوضی (۸۴) ابن عائشہ (۸۵) عبداللہ بن مسلمہ قعنبی (۸۶) آدم عسقلانی (۸۷) عبداللہ صالح (۸۸) عفان بن مسلم (۸۹) خالد بن خداش (۹۰) بشر حافی (۹۱) علی بن الجعد (۹۲) عبدالمنعم (۹۳) ابو نعیم (۹۴) قبیصہ بن عقبہ (۹۵) حمیدی (۹۶) سلیمان بن حرب (۹۷) مسدد (۹۸) ابو الربیع زہرانی (۹۹) شبابہ بن اسوار فزاری (۱۰۰) مرحوم عطار

عہ معارف میں اہل الرائے کے عنوان کے تحت میں صرف نو آدمیوں کے نام لکھے ہیں (۱) ابن ابی لیلیٰ (۲) ابو حنیفہ صاحب الرائے (۳) ربیعہ صاحب الرائے (۴) زفر صاحب الرائے (۵) اوزاعی (۶) سفیان ثوری (۷) مالک ابن انس (۸) قاضی ابو یوسف (۹) محمد بن حسن فقیہ (امام محمد)

اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب "مصفیٰ شرح موطا" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتاوے بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن واحادیث وآثار صحابہ جمع می کردند واز آں جا استنباط می نمودند وایں اصل راہ محدثین است ودیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں از ہماں قواعد طلب می کردند وایں اصل راہ فقہاست"

شیخ ابوطالب مکی قوت القلوب میں لعنوان "ذکر ما احدث الناس من القول والفعل فیما بینھم مما لم یکن السلف" لکھتے ہیں "وقد ابتدع الناس علوما لم تکن تعرف فیما سلف منھا علم الکلام والجدل وعلوم المقائیس والنظر والاستدلال علی سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادلۃ الراے والمعقول ومنھا ایثار علم العقل والراے والقیاس علی ظواھر القرآن وعلی الاخبار"

شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی اپنی کتاب "سیرۃ النعمان" میں اِس لقب اہل الراے کی تحقیق اور وجہ تسمیہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ "یہ لقب سب سے پہلے ربیعۃ الراے (جو امام مالک کے اُستاذ اور شیخ الحدیث تھے) کو دیا گیا۔

میرے نزدیک اس اجمال کی کچھ زیادہ تفصیل کرنی مناسب تھی۔

پھر اسی موقع پر آپ لکھتے ہیں "علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے قاضی ابویوسف کے ذکر میں لکھا ہے کہ اہل حدیث میں سے ایک گروہ نے اُن کی روایت سے اِس بنا پر احتراز کیا ہے کہ اُن پر راے غالب تھی اور فروع احکام کی تفریع کرتے اور ان باتوں کے علاوہ بادشاہ کی صحبت میں رہتے تھے اگر فروع احکام کا استنباط بھی جرم ہے تو بے شبہ امام ابوحنیفہ قاضی ابویوسف سے زیادہ مجرم ہیں"

جناب موصوف نے علامہ ابوجعفر کے منقولہ تین وجوہ (غلبۂ راے۔ فروع احکام کی تفریع۔ بادشاہ کی صحبت) میں سے صرف ایک ہی وجہ فروع احکام کی تفریع پر تعریض کرکے بقیہ دو وجوہ سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

حالانکہ اہل حدیث اور اصحاب الرائے میں زیادہ وجہ اختلاف غلبہ رائے ہے چنانچہ عبدالکریم شہرستانی کتاب "الملل والنحل" میں اصحاب الرائے کی وجہ تسمیہ کے بیان میں لکھتے ہیں "انما سموا اصحاب الرائے لان عنایتهم متحصل وجه من القیاس والمعنی المستنبط من الاحکام وبناء الحوادث علیها وهی بما یقدمون القیاس الجلی علی آحاد الاخبار وقد قال ابو حنیفه رحمة الله هذا رائی وهوا حسن ما قدرنا علیه فمن قدر علی غیر ذلك فله ماری ولنا ما رأیناه"

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل حدیث کے احتراز کی وجہ اہل الرائے سے تفریع پر تفریع ہے یعنی فروع احکام سے تفریع کرنی ورنہ اصول سے فروع احکام کی تفریع تو خود اہل حدیث ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی لاجواب کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں "منها انی وجدت بعضهم یزعم ان هنالك فرقتین لا ثالث لهما اهل الظاهر واهل الرائے وان کل من قاس واستنبط فهو من اهل الرائے کلا والله بل لیس المراد بالرائے نفس الفهم والعقل فان ذلك لا ینفك من احد من العلماء ولا الرائے الذی لا یعتمد علی سنة اصلا فانه لا ینتحله مسلم البتة ولا لقدرة علی الاستنباط والقیاس فان احمد واسحق بل الشافعی ایضاً لیسوا من اهل الرائے بالاتفاق وهم یستنبطون ویقیسون بل المراد من اهل الرائے قوم توجهوا بعد المسائل المجمع علیها من المسلمین او بین جمهورهم الی التخریج علی اصل رجل من المتقدمین وکان حمل النظیر علی النظیر والرد الی اصل من الاصول ولا تتبع الاحادیث والآثار والظاهری من لا یقول بالقیاس ولا بآثار الصحابة والتابعین کداؤد وابن حزم وبینهما المحققون من اهل السنة کاحمد واسحق۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر کی توضیح بطور مثال کے کردی جاوے۔

(۱) مسافر امام نے پوری نماز پڑھی قصر نہیں کی اور مقیم نے اُس کی اقتدا کی تو بنا بر قاعدہ کلیہ فقہا مقتدی کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ امام پچھلی دونوں رکعتوں

میں متنفل تھا اور چونکہ قوی کی بنا ضعیف پر ہو نہیں سکتی اس لئے مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے جائز نہیں۔

اہل حدیث کے نزدیک مفترض مقتدی کی نماز متنفل امام کے پیچھے صحیح ہے اس لئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ معاذ بن جبلؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھ کر پھر اپنے محلہ کی مسجد میں جاکر امام ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود علم کے امامت سے منع نہیں فرمایا بلکہ مقتدیوں کی تکلیف کے خیال سے طویل سورہ کے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۲) نماز صبح ایک رکعت پڑھنے کے بعد سورج نکل گیا تو بنا بر قاعدہ کلیہ فقہا الحاق ناقص کا ساتھ کامل کے جائز نہیں اس لئے نماز نہیں ہوئی۔

اہل حدیث کے نزدیک بنا بر حدیث صحیح من ادرک رکعۃ من الفجر قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الفجر نماز ہو گئی۔

یہی حال ہے معاملات میں۔ مثلاً مبیع کی نسبت جب بائع نے کہہ دیا کہ ہم نے بیچا اور خریدار نے کہہ دیا کہ ہم نے خرید کیا۔ تو بنا بر قاعدہ کلیہ فقہا خریدار اور بائع دونوں میں سے کسی کو واپس دینے یا لینے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کا ابطال لازم آئے گا جو عقود سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے فقہا کے نزدیک بائع اور مشتری میں سے کسی کو فسخ بیع کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اہل حدیث کے نزدیک بفحوائے حدیث صحیح البیعان بالخیار ما لم یتفرقا وکانا جمیعاً صحیح مسلم جب تک بائع اور مشتری اُسی جگہ موجود ہیں دونوں کو واپس لینے اور دینے کا حق حاصل ہے۔ علی ہذا القیاس اس قسم کے بہتیرے مسائل موجود ہیں جس سے اہل حدیث اور اہل الرائے میں صریح امتیاز موجود ہے۔

بایں ہمہ اسلاف محدثین ثقات اہل الرائے (جیسے ربیعۃ الرائے) سے اخذ روایت کرتے تھے۔

اور جس طرح حالات گرد و پیش کے اعتبار سے خاص خاص پریسیڈنسیوں میں خاص خاص مذہب کا رواج ہوا اندلس اور قرطبہ میں اہل حدیث کا مذہب بھی بڑے آب و تاب سے چمکا اور سلاطین مغرب میں یوسف بن عبد المومن اور یعقوب بن

یوسف نے پوری اس مذہب کی حمایت کی چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی اپنی کتاب "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں "ابو بکر بن جدانہ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین یوسف کے ہاں پہلے پہل جو گیا۔ تو دیکھا کہ سامنے ایک فقہ کی کتاب رکھی ہے مجھ سے خلیفہ نے کہا کہ ذرا دیکھئے تو سہی اس کتاب میں رائیں کس کثرت سے ہیں مسئلہ پیچھے چار چار پانچ پانچ اقوال ہیں خدا جانے ان میں حق کون ہے اور مقلد کس کو اختیار کرے اس پر میں کچھ کلام کرنے لگا خلیفہ نے میری بات کاٹ کر قرآن مجید سنن ابو داؤد اور تلوار (جو سامنے موجود تھے) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سوائے اِن تین چیزوں کے اَور کچھ نہیں۔

اِسی کتاب (تاریخ الاسلام) میں خلیفہ یعقوب[عہ] بن یوسف بن عبد المومن کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ " اِس کے زمانہ میں فروع کا علم یعنی فقہ بند ہو گئی تھی۔ فقہا اُس سے ڈرتے تھے اُس نے حکم دیا تھا کہ مذہب کی کتابوں میں سے حدیثیں چھانٹ کر بقیہ کو جلا دو، فقہ میں اشتغال اور خوض کرنے سے منع کرتا تھا۔ اور محدثین کو حکم دیا تھا۔ صحاح ستہ مسند ابو بکر بن ابی شیبہ مسند بزار سنن دار قطنی سنن بیہقی اور اِس کے متعلقات (اسماء الرجال وغیرہ) مہیا کریں۔ چنانچہ حدیث کی کتابیں جمع کی گئیں، خلیفہ خود بھی حدیث پڑھاتا تھا۔ طلبہ کا ہجوم ہوا جو طالب العلم حافظ الحدیث ہوتا تھا خلعت وانعام پاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے اکثر علما اہل حدیث ہوئے امام ابن حزم اور علامہ قرطبی بھی وہیں کے تھے۔ حدیث کو وہاں اُسی طرح قانوناً رواج دیا جس طرح بغداد، عرب اور مصر میں فقہ کو۔

علامہ ابن[عہ] خلکان اِس خلیفہ کے حال میں لکھتے ہیں " امر برفض فروع الفقہ وان الفقہاء لا یفتون الا بالکتاب والسنۃ النبویۃ ولا یقلدون احداً من الائمۃ المجتہدین المتقدمین بل تکون احکامہم بما یودی الیہ اجتہادھم من استنباطھم القضایا من الکتاب والحدیث والاجماع والقیاس ولقد ادرکنا جماعۃ من مشائخ المغرب وصلوا الینا بالبلاد

عہ خلیفہ یعقوب کا سنہ ولادت ۵۵۴ھ اور سنہ وفات ۵۹۵ھ ہے ۱۲

عہ ابن خلکان کا سنہ ولادت ۶۰۸ھ اور سنہ وفات ۶۸۱ھ ہے ۱۲

وهم علی ذالك الطریق مثل ابی الخطاب بن دحیه واخیه ابی عمرو و
محی الدین بن العربی نزیل دمشق وغیرهم"

ناظرین کو یہاں پہنچ کر مذاہب کے رواج کا پتہ لگ گیا ہوگا اور تقلید کی تاریخ پر
سرسری نظر پڑ گئی ہوگی کہ کب سے شروع ہوئی۔ اور کیوں کر شروع ہوئی۔ اور کس طرح
قانون کے زیر حمایت اِس نے نشوونما پائی۔ اب مناسب ہے کہ اقسام تقلید کی
بھی کسی قدر تفصیل کر دی جائے۔

تقلید کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی رسم ورواج کا پابند ہوتا ہے اور جو
دستور یا عمل درآمد اُس کے خانداں کا ہوتا ہے اُس کو نہیں چھوڑتا اِس کی دو
قسمیں ہیں:

(۱) عادات ومعاشرت میں۔ واضح رہے کہ یہاں سوسائٹی (اہم رتبہ جماعت)
کی طاقت کل دوسری طاقتوں پر غالب رہتی ہے اور میری رائے میں جب تک منکرات
کی آمیزش ان میں نہ ہو اس کو چھوڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

(۲) عبادات وطریقہ عبادات میں۔ پھر اس میں بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اُن مسائل جزئیات فقہ پر عمل درآمد جو اُس کے خاندان میں پہلے سے جاری
ہے اور وہ مسائل مختلف فیہ ہیں خود اہل سنت کے درمیان۔ اِس قسم کے اکثر
اختلافات ناشی ہیں اختلافات صحابہ سے۔

(۲) وجوب تقلید شخصی کا اعتقاد اور قرآن وحدیث کے مقابل میں تقلید پر جمود
یہ تقلید بے شک داخل ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من
دون اللہ کی تحت میں چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لا یتخذ
بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "من ھھنا یظھر
انه اذا صح عند احد حدیث مرفوع من النبی صلی اللہ علیه وسلم سالماً
عن المعارضة ولم یظھر له ناسخ وکان فتوے ابی حنیفة رحمة اللہ مثلاً
خلافه وقد ذھب علی وفق الحدیث احد من الائمة الاربعة یجب
علیه اتباع الحدیث الثابت ولا یمنعه الجمود علی مذھبه من ذالك
کیلا یلزم اتخاذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ"

ہندوستان میں حدیث کا رواج

سلطان محمود غزنوی کے ساتھ عجم سے ہندوستان میں اسلام آیا اور مذاہب اسلامی کے دو فرقے اپنے ساتھ لایا ایک سنی دوسرا شیعہ۔

عجم کے سنی المذہب چوں کہ عموماً حنفی تھے اس لئے مذاہب اہل سنت میں سے صرف حنفی مذہب ہی یہاں رائج ہوا۔

ظاہرا ہندوستان سے طلب حدیث کے لئے تین بزرگ زمانۂ مختلفہ میں عرب گئے

(۱) ملا طاہر علیہ الرحمۃ صاحب مجمع البحار جن کی مفید کتاب مجمع بحار الانوار موجود ہے

(۲) سلطان سلیم (جہانگیر) کے زمانہ میں شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ جن کا فیض اپنے خاندان ہی تک محدود رہا البتہ اُن کے پوتے شیخ سلام اللہ صاحب محلی (شرح موطا) پر حدیث کا رنگ چڑھ گیا تھا جس کا پتہ اُن کی تصنیف سے لگتا ہے شیخ علیہ الرحمۃ مثل دیگر علماے احناف مذہب حنفی کے سرگرم حامی رہے چنانچہ شرح سفر السعادۃ میں آپ نے خود بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے۔

(۳) جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ اِس میں شک نہیں کہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے خدمت حدیث کا حق بخوبی ادا کیا درس سے بھی اور تصانیف عدیدہ مفیدہ سے بھی۔ تقلید پر بھی مختلف رسالے لکھے جیسے کہ "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید"، "انصاف فی بیان سبب الاختلاف" اور اپنی لاجواب کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" اور "مصفّٰی" شرح موطا میں متعدد مضامین تحریر فرمائے۔

پھر آپ کے تلامذہ میں سے آپ کے خلف الصدق جناب شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں نہایت ہی واضح طور پر جمود تقلید سے سرزنش کی اور آپ کے شاگرد شیخ محمد حسین سندھی نے تو اپنی بے نظیر کتاب "دراساۃ اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" میں بحیثیت ایک مسلم الثبوت اصولی ہونے کے کوئی کسر ہی باقی نہ رکھی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے جو کچھ اپنی کتاب شرح سفر السعادۃ میں لکھا تھا سب کی تردید کردی۔

مولانا اسمٰعیل شہید نے علاوہ "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" رسالہ لکھنے کے عملاً نظیر قائم کر کے ایک جماعت کو عامل بالحدیث بنا دیا اور جو مقصد اُن کے دادا جناب شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا تھا اُس میں کامیاب ہوئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد آپ کی اولاد حضرت شاہ عبد العزیز صاحب۔ شاہ عبد القادر صاحب۔ شاہ رفیع الدین صاحب اور اُن کے بعد شاہ اسحٰق صاحب قدس اسرارہم قرآن و حدیث کا درس مدت مدید تک دیتے رہے اور بعد ہجرت جناب شاہ اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ کے حبیب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب علیہ الرحمۃ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے باوجود عمر طویل پانے کے نہ صرف قرآن و حدیث کے درس ہی پر قناعت کی اور نہ صرف یہی کہ بیشمار لوگوں کو حدیث پڑھائی بلکہ اپنے طرز عمل سے ایک سواد اعظم ہندوستان کو قولاً وفعلاً وعملاً اہل حدیث بنا دیا اور آج جو کچھ حدیث نبوی کا جلوہ اور اہل حدیث کی کامیابی ہندوستان میں ہے اُسی ذات بابرکات سے وابستہ ہے۔ جزئیات مسائل کی چھان بین اور ہر موقع پر حدیث سے استنباط کرنے کو اس حد تک پہنچا دیا کہ اس اثر سے مقلدین بھی متاثر ہوے یعنی اُن کو بھی اب درس حدیث کی طرف میلان ہے اور فتاوے میں بھی قرآن وحدیث سے سند لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

معیار الحق پر ریویو

ہم ابھی لکھ آئے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شہید نے رسالہ "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" لکھا اُس رسالہ کی تردید مولوی محمد شاہ پاک پٹنی پنجابی (میاں صاحب کے شاگرد) نے کی جس کا نام تنویر الحق رکھا اور نواب قطب الدین خان مرحوم کی طرف سے اُس کو شایع کیا۔

میاں صاحب رسالہ تنویر الحق کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ تحریر نواب صاحب کی نہیں ہے بلکہ محمد شاہ کی کارستانی ہے چنانچہ میاں صاحب خود دیباچہ میں معیار الحق کے لکھتے ہیں کہ "ایضاح الحق اور تنویر العینین مصنفہ مولانا

اسمٰعیل شہید کے جواب میں کچھ مزخرفات محمد شاہ پنجابی (میرے شاگرد نے جو چار برس میرے ساتھ رہا تھا) جمع کرکے اُس کا نام تنویر الحق رکھ کر نواب قطب الدین خانصاحب کے نام سے شائع کرایا اور اس پر استدلال احادیث واہیہ موضوعہ سے کیا جس کی روایت کے حرام ہونے پر حفاظ محققین کی نص صریح موجود ہے۔ یہ حال تو ہے باب اوّل کا اور باب ثانی مخالف ہے اُس کے جس کی تصریح امامنا وسیدنا ابوحنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شآبیب العفو والغفران اور صاحبین (ابویوسف ومحمد) اور جمہور فقہا واصولین متقدمین ومتاخرین حنفیہ نے کی ہے"

معیار الحق کی خصوصیت

اس کتاب کے لکھنے میں نہایت ہی تنقید سے کام لیا گیا ہے اور رطب ویابس سے قطعاً احتراز کیا گیا ہے۔ جن کتابوں سے استشہاد کیا گیا ہے وہ اُنہیں ماہرین فن کی کتابیں ہیں جن کو اُس فن خاص میں خاص ملکہ حاصل تھا اور جو اپنے فن کے مسلم امام ہیں۔ محدث ہوں یا فقیہ ائمہ رجال ہوں یا اصولی صوفی ہوں یا ادیب سب اپنے فن خاص کے منتخب اور مسلم الثبوت امام ہیں۔

کتاب کی ابتدا حمد ونعت سے کی گئی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں۔ نحمدک[ع] یامن بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتک ویزکیهم ویطهرهم تطهیرا ونصلی علی نبیک محمدن الذی اوجبت لنا اتباعه وجعلته لنا هادیا وسراجا منیرا وعلی آله وصحبه الملتزمین بهدیه المستنین لبسنته

[ع] ترجمہ خداوندا ہم تیری حمد کرتے ہیں کہ تو نے اَن پڑھوں میں ایک بنا رسول بھیجا جو اُن کے سامنے تیری آئتیں پڑھتا ہے اور اُن کو طاہر و مطہر بناتا ہے اور ہم درود بھیجتے ہیں تیرے نبی محمد پر جن کی پیروی کو تو نے ہم لوگوں پر واجب کر دیا ہے اور اُن کو میرا ہادی اور میرے لئے چراغ ہدایت بنایا ہے اور اُن کے آل و اصحاب پر جنہوں نے اُن کی سیرت اختیار کی اور اُن کے طریقے پر چلے اُن سب کو تو نے آفتاب ہدایت اور دین کا یاور بنایا اور پھر اُن کی ساری اُمت پر خصوصاً چاروں امام (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) پر جو قوام دین کے لئے مثل چاروں عنصر (آب، آتش، خاک، باد) کے ہیں اور اہل عناد کے سوا اس امر سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اُن میں کا ہر شخص دین کا معاون اور پشت پناہ ہے ۱۲

الذین جعلت کلا منہا شمس الھدیٰ وللدین نصیرا وعلی سائر امۃ سیما الائمۃ الاربعۃ الذین ھم لقوام دینہ کالعناصر الاربعۃ ولاینکر غیر المعاند کون کل واحد منھم لہ معوانا وظہیرا۔

انتباہ

مخالفین جو بے سروپا تہمتیں شیخ پر لگاتے تھے کہ وہ ائمہ اربعہ کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ منہا ان حضرات کو برا بھلا کہتے ہیں اب ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ جو شخص اپنی ایسی کتاب میں جس کو اپنے نام سے شائع کرے اور اس کے لاکھوں اتباع ہوں اور اس کے پاس کافی وجوہ اس بات کے باور کرنے کے ہوں کہ اس کی یہ کتاب تقریباً اس کے سارے اتباع کے ہاتھ میں پڑے گی ائمہ اربعہ کو اگر ایسا ہی نہیں سمجھتا جیسا کہ لکھا ہے تو ہرگز ایسا فقرہ اس کے قلم سے نہ نکلتا جو ہمیشہ ہمیشہ اس کے اتباع کے سامنے بطور سند کے پیش کیا جاسکے عناصر اربعہ کے ساتھ ائمہ اربعہ کی تشبیہ قوام دین کے لئے یہ ایک ایسی اچھوتی تشبیہ ہے جس کو غالباً شیخ کے پہلے کسی نے نہیں لکھا۔

آخر خطبہ میں ایک طرح کی تحلیف موجود ہے کہ ائمہ اربعہ کے دین کے مددگار او پشت پناہ ہونے کا انکار سوائے معاند کے دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جو شخص امام اعظم رحمۃ اللہ کو امامنا وسیدنا ابو حنیفۃ النعمان لکھے وہ کبھی ان کی اساءت ادب کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

معیار الحق کی تردید مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رام پوری نے انتصار الحق لکھی جس کی چار تردیدیں میاں صاحب کے تلامذہ نے لکھیں (۱) براہین اثنا عشر (۲) تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار (۳) اختیار الحق (۴) بحر ذخار۔ پہلا رسالہ براہین اثنا عشر مولانا سید امیر حسن مرحوم سہسوانی نے قلم برداشتہ انتصار الحق کی اشاعت کے ایک ہی دن بعد شائع کیا۔ کیونکہ انتصار الحق میں دعوے کیا گیا تھا کہ جو کوئی ان بارہ دلائل مفصلہ ذیل کی تردید کر دے گا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے ساری کتاب کی تردید کر دی مولف انتصار نے

اُن دلائل کو اِس قدر مستحکم خیال کیا تھا کہ اُن کا توڑنا محالات سے ہے۔ مولانا سید امیر حسن مرحوم نے براہین اثنا عشر شائع کر کے ایک کاپی اُس کی جناب مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی مرحوم لکھنوی کے پاس بھی بھیج دی چنانچہ مولانا ممدوح اپنے خط میں لکھتے ہیں "از محمد عبدالحی بمولوی صاحب مکرم معظم مجمع بحرین المعقول والمنقول منبع نہرین الفروع والاصول مولوی سید امیر حسن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ لطف شمامہ مورخہ ۲۰۔ ماہ رواں بورود خود ممتاز ساختہ وبراہین اثنا عشر رسیدہ اغلاط اسامی کتب ومولفین در انحصار لاتعد ہستند شاید بنظر اختصار برچند کفایت شدہ"

خطبہ کے بعد سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے جس کا ذکر اوپر گذر چکا اُس کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت کی بحث صفحہ ۵ سے صفحہ ۱۹ تک ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ "امام صاحب کے وہ فضائل جو واقعی اور سند صحیح سے ثابت ہوں میرے لئے عین باعث عزت وفخر ہیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے پیشوا تھے اور ہم امور حق میں اُن کے پیرو ہیں مگر جو فضائل حسب شرائط مذکورہ نہ ہوں اُن کی احادیث موضوعہ اور واہیات قصص سے تائید کرنی علماء محققین کی شان کے خلاف ضرور ہے اور اس میں نہ تو امام صاحب کی کسر شان ہے نہ مذمت۔ کیوں کہ آپ کا مجتہد متبع سنت متقی اور پرہیزگار ہونا ہی آپ کی فضیلت کے لئے کافی ہے اور آیۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کی بشارت آپ کے لئے خود قرآن مجید میں موجود ہے مگر اکثر اہل نقل حضرت کی تابعیت کے قائل نہیں ہیں اس لئے تابعیت کا دعوے کرنا فضول ہے۔

صفحہ ۱۹ سے ۲۹ تک تقلید کی بحث ہے جو موضوع کتاب اور کتاب کی جان ہے۔ تنویر الحق کے لئے **ت** اور معیار الحق کے لئے **م** بطور نشان کے ہم نے اختیار کیا ہے۔ تنویر الحق کے دعووں کا خلاصہ اُس کے بعد معیار الحق کا ماحصل لکھا جائے گا۔

ت (۱) تقلید محض ائمہ اہل سنت وجماعت کی واجب ہے بفحوائے آیۃ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

م (۱) مطلق تقلید کسی غیر معین مجتہد اہل سنت کی واجب اور صحیح ہے بالاتفاق امت اس طرح پر کہ مقلد کا عمل اُس مجتہد کے قول پر ہو بطور شرط کے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کئے جاؤں گا اور جب معلوم ہو جائے گا کہ مخالف ہے سنت کے تو ترک کر دوں گا۔

ت (۲) یہ آیۃ مخصص ہے بالاجماع اور ظنی الدلالۃ اس سے جتنی تخصیص چاہیں کر سکتے ہیں جس سے ثابت ہو جائے گی تخصیص ایک مذہب خاص کی۔

م (۲) یہ آیۃ نہ مخصص ہے بالاجماع نہ ظنی الدلالۃ کیوں کہ لفظ اہل کا اپنے عموم پر ہے جس کی تخصیص پر کتاب اللہ حدیث متواتر مشہور خبر واحد اور کسی مجتہد کے قیاس صحیح سے نہ کوئی دلیل شرعی ہے نہ کوئی قرینۂ عقلی اس پر دلالت کرتا ہے۔ جس سے عموم میں آیۃ کے استحالہ معلوم ہوتا ہو ایسی صورت میں اگر تخصیص ہوگی تو بلا مخصص کے جس سے لازم آئے گا نسخ کتاب اللہ کا اور یہ ممنوع ہے باتفاق امت محمدیہ۔

صدر الشریعۃ توضیح میں لکھتے ہیں عہ "لو جاز ارادۃ البعض بلا قرینۃ لارتفع الامان عن اللغۃ والشرع بالکلیۃ لان خطاب الشرع عامۃ"

علامہ تفتازانی تلویح میں لکھتے ہیں عہ "فتقریرہ انہ لو جاز ارادۃ لبعض مسمیات العام من غیر قرینۃ لارتفع الامان عن اللغۃ لان کل ما وقع فی کلام العرب من الالفاظ العامۃ یحتمل الخصوص فلا یستقیم ما یفهمہ السامعون من العموم وعن الشرع لان عامۃ خطابات الشرع عامۃ فلو جوزنا ارادۃ البعض من غیر قرینۃ لما صح فہم الاحکام۔

عہ اگر بغیر قرینہ کے لفظ عام سے بعض فرد مراد لینا جائز ہوتا تو نہ لغت ٹھیک رہتی نہ شریعت کیوں کہ خطابات شرعیہ عام ہی ہوتے ہیں ۱۲

عہ اس مضمون کا بیان یوں ہے کہ اگر لفظ عام سے بعض مسمیٰ مراد لینا بغیر کسی قرینہ کے جائز ہوتا تو لغت ٹھیک نہ رہتی کیوں کہ کلام عرب میں جتنے الفاظ عام واقع ہیں وہ خصوص کو محتمل ہوتے تو اُن الفاظ کے سننے والے جو معنے سمجھیں گے وہ ٹھیک نہ ہوگا اور شریعت بھی ٹھیک نہیں رہے گی کیوں کہ خطابات شرعیہ بھی عام ہوتے ہیں تو اگر بلا قرینہ بعض مسمیٰ مراد لینا جائز ہو تو لفظ عام سے احکام کا سمجھنا صحیح نہ ہو ۱۲

بصیغۃ العموم"

مسلمانوں کا ہر فرقہ لفظ ذکر کے ساتھ حق کی قید لگا کر اس کو اپنے ہی مذہب میں منحصر کرتا ہے اور اپنے ہی فرقۂ خاص کو اہل ذکر ٹھیراتا ہے اِس طرح پر کہ اہل اپنے عموم پر رہے یعنی وہ کہتا ہے کہ ہمارے ذکر کے (جو کہ حق ہے) سب اہل قابل اتباع کے ہیں۔ اِس سے ہر سمجھ دار آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اتباع کی اجازت نہ دینا کسی فرقہ کا اپنے فرقہ مخالف کو لفظ اہل کے لئے مستلزم تخصیص نہ ہوا جس سے یہ آیۃ ظنی الدلالۃ نہ ٹھیری۔

ت (۳) ؏۱ مراد اھل الذکر سے ائمہ اربعہ ہیں۔ ؏۲ اس سے واجب ہوئی تقلید ایک کی ان چار سے اور اِس پر اجماع ہے۔

م (۳) اِس میں دو دعوے ہیں پہلا تو اس لئے غلط ہے کہ مؤلف تنویر کے سوا آج تک کسی نے بھی نہیں کہا کہ اھل ذکر سے مراد ائمہ اربعہ ہیں چہ جائے کہ اجماع۔ اجماع کی تعریف سارے اہل اصول یہ لکھتے ہیں ؏ ھو اتفاق المجتھدین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی عصر واحد علی امر شرعی۔
دوسرا اس لئے غلط ہے کہ وہ بجنسہ ایسا ہی ہے کہ چار کے جفت ہونے سے ایک کا جفت ہونا لازم ہے۔

ت (۴) اجتہاد آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا اُن کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا

م (۴) محض غلط ہے مولانا نظام الدین لکھنوی (بانی درس نظامیہ) شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ؏ "اعلم ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتھاد المطلق علی الائمۃ الاربعۃ ولم یوجد مجتھد مطلق بعدھم والاجتھاد فی المذھب اختتم علی العلامۃ النسفی صاحب الکنز ولم یوجد

؏ ایک زمانہ کے سارے مجتہدین امت محمدیہ کا کسی امر شرعی پر اتفاق کرنے کو اجماع کہتے ہیں ۱۲

؏ بعض متعصبوں نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق چار اماموں پر ختم ہو گیا اور اُن کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہ ہوا اور اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی پر ختم ہوا اور کوئی مجتہد فی المذہب بعد اُن کے نہ ہوا یہ غلط بات ہے اگر پوچھا جائے کہ یہ بات تم کو کیوں کر معلوم ہوئی تو ہرگز کوئی دلیل نہ دے سکیں گے علاوہ یہ غیب کی خبر دینی اور قدرت الٰہی پر زبردستی حکم لگانا ہے کہاں سے معلوم ہوا کہ قیامت تک کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو خدائے پاک اپنے فضل سے درجۂ اجتہاد کو پہنچائے اِس قسم کی تعصب کی باتوں سے کنارے رہنا چاہیے ۱۲

مجتهد فی المذہب بعدہ وھذا اغلط ورجم بالغیب فان سئل من این علمتم ھذا لایقدرون علیٰ ایراد دلیل اصلا ثم ھو اخبار بالغیب وتحکم علیٰ قدرۃ اللہ تعالیٰ ثم من این یحصل علم ان لا یوجد الیٰ یوم القیمۃ احد یتفضل اللہ علیہ بنیلہ مقام الاجتھاد فاجتنب عن مثل ھذا التعصبات

اور مولانا عبد العلی بحر العلوم اسی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں :-

عہ ثم ان من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامۃ النسفی واختتم الاجتھاد وعنوا الاجتھاد فی المذہب واما الاجتھاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتیٰ وجبوا تقلید واحد من ھؤلاء علی الامۃ وھذا کلھم ھوس من ھوساتھم لم یاتوا بدلیل ولا یعبأ بکلامھم وانما ھم من الذین حکم الحدیث انھم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ولم یفھموا ان ھذا اخبار بالغیب فی خمسٍ لا یعلمھن الا اللہ تعالیٰ

اور حق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد بہت لوگ مجتہد مستقل متبوع المذہب ہوئے ہیں ازاں جملہ ایک امام ابو ثور ہیں جن کے مقلد تھے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ اور پانچویں صدی تک بکثرت اُن کے مقلد تھے۔ ایسا ہی لکھا ہے کتاب اسماء الفقہا میں اور اُن کے مجتہد مطلق ہونے کے قائل ہیں حافظ الحدیث ذہبی، امام نسائی صاحب صحیح ابن حبان، امام نووی صاحب تہذیب، امام یافعی صاحب مرأۃ الجنان۔

دوسرے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری صاحب صحیح۔ علاوہ اِس کے کہ اُن کے مجتہد مطلق ہونے پر خود اُن کی کتاب "صحیح بخاری" ایسی زندہ شاہد موجود

عہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ علامہ نسفی کے بعد ضرور زمانہ خالی ہوگیا اور اجتہاد فی المذہب ختم ہوگیا اور اجتہاد مطلق کی نسبت تو اُن کا قول ہے کہ چار اماموں پر ختم ہوگیا اسی بنا پر وہ لوگ ان چار میں سے ایک کی تقلید کو واجب بتاتے ہیں اور یہ سب اُن کی من گھڑت باتیں ہیں جس کی کوئی دلیل نہیں لا سکتے اور نہ اُن کا کلام قابل شمار ہے یہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت حدیث میں وارد ہوا کہ بے علم فتوے دیویں اور گمراہ ہوں اور گمراہ کریں ان لوگوں نے اتنا نہ سمجھا کہ یہ غیب کی خبر تو اس قسم کی بات ہے منجملہ اُن پانچ کے جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ۱۲

ہے جو قیامت تک زندہ رہے گی اُن کے مجتہد مطلق ہونے کے قائل ہیں علامہ علی حافظ ابن حجر عسقلانی ناقلاً عن مصعب کہ امام بخاری علم فقہ وحدیث میں امام احمد بن حنبلؒ سے زیادہ اور امام مالکؒ کے برابر ہیں۔ قتیبہ اور قتادہ کا قول ہے کہ "محمد بن اسمٰعیل بخاری کو امام احمد، اسحٰق ابن راہویہ علی بن مدینی سمجھنا چاہیے"

تیسرے مجتہد مطلق ہیں داؤد ظاہری صاحب مذہب مستقل واتباع کثیرہ (جن کی ولادت ہے سنہ۲۰۲ھ میں اور وفات ہے ۲۷۰ھ میں) جس کے قائل ہیں امام یافعی صاحب مرأۃ الجنان۔ ابو اسحاق شیرازی صاحب طبقات قاضی ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان۔ علامہ محلی شارح جمع الجوامع بلقانی صاحب شرح جوہرہ، عینی حنفی شارح بخاری، ابو العباس احمد بن یحییٰ،

چوتھے امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری جن کی ولادت ۲۲۴ھ اور وفات ہے سنہ۳۱۰ھ میں یہ بھی مجتہد مطلق متبوع المذہب تھے جس کے قائل ہیں امام یافعی قاضی ابن خلکان، ابو محمد بن خرم، خطیب بغدادی، ابن الفرج معاف بن ذکریا نیروانی المعروف بہ ابن ظراز اور شیخ جلال الدین سیوطی جو لکھتے ہیں کہ "محمد بن جریر کو حاصل تھا مرتبہ اجتہاد مطلق کا اور مدون کیا اُنہوں نے اپنا مذہب مستقل اُن کے مقلد بہت لوگ ہوئے جنہوں نے جاری کیا قضا اور فتاوے اُنہیں کے مذہب پر وہ لوگ جریریہ کہلاتے تھے۔

پانچویں مجتہد مطلق ہیں شیخ عز الدین بن عبد السلام چھٹے ابن دقیق العید ان دونوں کو ابو اسحٰق شیرازی نے طبقات میں اور ملا حبیب قندھاری نے مغتنم الحصول میں مجتہد مطلق تسلیم کیا ہے۔

اب اِس کی دوسری شق کو لو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مجتہد تو ائمہ اربعہ کے سوا اور بھی بہت ہوئے ہیں مگر تقلید کسی کی ان چار کے سوا جائز نہیں۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اِس قسم کا حصر نسخ کرتا ہے کتاب اللہ کو اور رد کرتا ہے حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اور حدیث ابن مسعود کو۔

علامہ ابن خرم اپنی کتاب "ابطال تقلید" میں لکھتے ہیں :-

”فما الذی[5] خص ابا حنیفة ومالکا والشافعی بان یقلد وادون ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابن عباس وعایشة ودون سعید بن المسیب والزھری والنخعی والشعبی وعطاء وطاؤس والحسن البصری رضی اللہ عنھم۔

اور بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں ”فان المقلد[5] ان فھم مراد الصحابی عمل والا سئال عن مجتھد آخر“ اور شرح تحریر میں لکھتے ہیں۔ الصحابة[5] احقاء بالتقلید فانھم اقرب الی اخذ الاحکام من صاحب الوحی“

ت (۵) ائمہ اربعہ کا اِس بات پر اجماع مرکب ہے کہ جو بات اِن چاروں کے خلاف ہو وہ باطل ہے اِس لئے اِن چار کے سوا دوسرے کی تقلید منع ہے اور ان چاروں اماموں کی مخالفت کرنے والا مخالف ہے اجماع کا۔

م (۵) یہ بھی غلط ہے نہ اس پر اجماع بسیط ہوا ہے نہ اجماع مرکب اور نہ کبھی قیامت تک ہو سکتا ہے۔ صدر الشریعہ نے اجماع بسیط کی تعریف یوں کی ہے ”الاجماع ھو اتفاق المجتھدین من امة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عصر علی حکم شرعی“ چاروں امام ایک زمانہ میں نہ تھے اور قید ہے فی عصر کی۔ اور اگر ان کے مقلدین اہل اجماع قرار دئے جائیں تو اتفاق المجتھدین کجا۔ تیسری شکل اگر یہ کہی جائے کہ ائمہ اربعہ کے سوا دوسرے مجتہدین نے ائمہ اربعہ کے قول مخالف کے بطلان پر اجماع کیا ہے تو یہ بھی غلط۔ کیوں کہ اِس سے لازم آئے گا بطلان خود اُن کے اقاویل مخالفہ کا اور یہ بات محض خلاف عقل ہے کہ کوئی مجتہد اپنے قول کو باطل کہے اور دوسرے مجتہد کی تقلید کو جو حرام ہے اُس کے حق میں اختیار کرے اور اُن کے اقوال کی اتباع کو واجب کہے۔

---

[5] کون وجہ ہے کہ ابو حنیفہ مالک شافعی کی تقلید کی جائے اور ابو بکر عمر عثمان علی ابن مسعود ابن عباس عائشہ اور سعید بن مسیب زہری نخعی شعبی عطا طاؤس اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کی تقلید نہ کی جائے ۱۲

[5] اگر مقلد صحابی کی مراد سمجھ لے تو اِس پر عمل کرے نہ سمجھے تو دوسرے مجتہد سے پوچھے ۱۲

[5] اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر تقلید کے مستحق ہیں کیوں کہ صاحب وحی (رسول اللہ صلعم) کی شاگردی میں وہ لوگ سب سے آگے ہیں ۱۲

اجماع مرکب نام ہے اختلاف کا تو اختلاف ائمہ اربعہ جب کہ مبطل ٹھیرایا گیا قول مخالف کا تو اِس اختلاف کو اجماع دوسرے مجتہدوں کا کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجماع بسیط ہو یا مرکب اہل اجماع کے لئے اتحاد زمانہ ضرور ہے اور اجماع مرکب میں ضرور تر۔ کیوں کہ وہ عبارت ہے اختلاف سے اِسی لئے اِس میں اختلاف کرنے والوں کے زمانہ کا متحد ہونا لازم ہے ورنہ قیامت تک انعقاد اجماع محال ہے۔

جامع اوراق کہتا ہے کہ خاتم الولایۃ المحمدیہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں جو تعریف اجماع کی کی ہے وہ نہایت ہی جامع ومانع تعریف ہے وہ فرماتے ہیں۔ ؎

والاجماع اجماع الصحابة بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا غير وما بعد عصرهم فليس باجماع يحكم به وصورة الاجماع ان يعلم ان المسئلة قد بلغت لكل واحد من الصحابة فقال فيها بذالك الحكم الذى قال به الآخر الى ان لم يبق منهم احد الا وقد وصل اليه ذالك الامر وقال فيه بذالك الحكم فان نقل عن واحد خلاف فى ذالك الحكم فليس باجماع او نقل عنه سكوت فليس باجماع واذا وقع الخلاف فى شيئ وجب رد الحكم فيه الى الكتاب والخبر النبوى فانه خير واحسن تاويلا ولا يجوز ان يدان الله بالرأى وهو القول بغير حجة ولا برهان لا من كتاب ولا من سنة ولا من اجماع،

اب پھر ہم معیار الحق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

؎ فتوحات مکیہ جلد ثانی صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ مصر ۱۲۔ ترجمہ اجماع اصحاب رسول اللہ صلعم کا اجماع ہے اور صحابہ کے بعد جو اجماع ہوا وہ اجماع شرعی نہیں۔ اور اجماع کی صورت یہ ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ مسئلہ ہر صحابی کے سامنے پیش ہوا اور اُنھوں نے وہی کہا جو دوسروں نے کہا تھا اور کوئی صحابی باقی نہ رہا جس کو یہ خبر نہ پہونچی ہو اور اُس نے وہی حکم نہ کیا ہو۔ اگر ایک سے بھی اس حکم کے خلاف یا اس حکم پر سکوت منقول ہو تو وہ اجماع نہیں ہے اور اگر کسی چیز کے بارے میں خلاف واقع ہو تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا واجب ہے یہی خیر ہے اور اچھا طریقہ اور رائے سے اللہ کی عبادت جائز نہیں وہ تو بے دلیل بات ہے نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ اجماع سے ۱۲

م یہ بات جب ثابت ہوگئی کہ تقلید مذاہب اربعہ پر دونوں قسم کے اجماع کا ہونا محال ہے تو ائمہ اربعہ کے سوا دوسرے مجتہدوں کی تقلید کیوں جائز نہ ہوگی اسی لئے تو بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں اور فاضل قندھاری نے مغتنم الحصول میں لکھا ہے۔ کہ کوئی وجہ اس کی معلوم نہیں ہوتی کہ ائمہ اربعہ کے سوا دوسرے مجتہدین کی تقلید کیوں جائز نہ ہوگی۔ ہاں مانعین کے منع کی بنا اِس پر ہوگی کہ دوسرے مجتہدوں کے مذاہب کی روایت اِس وقت محفوظ نہیں ہے۔ مگر جب کسی مجتہد سے کوئی روایت صحیحہ مل جائے تو بے شک اُس پر عمل کرنا جائز ہے جیساکہ متاخرین فقہا نے مسئلہ تحلیف شہود (جو چاروں مذہب کے خلاف ہے) میں ابن ابی لیلےٰ کے مذہب پر فتوےٰ دیا۔

ت (۶) اسی اجماع سے یہ قول بھی باطل ہو جاتا ہے کہ خدا نے ابوحنیفہ یا دوسرے ائمہ کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

م (۶) اجماع کی حقیقت کا راز تو کھُل گیا کجا اجماع۔

ت (۷) اجماع مذکور سے ثابت ہوئی تقلید مذہب معین کی اور باطل ہوئی تقلید بطریق عدم تعیئن کیوں کہ منعقد ہوا ہے اِس پر اجماع اہل سنت وجماعت اور نیز ائمہ اربعہ کا اور تقلید مذہب معین اُن دونوں افراد کی ایک فرد ہے۔

م (۷) جس اجماع کا حوالہ دیا گیا ہے اُس کی تو جڑ ہی کٹ گئی اب وہ کیا برگ وبار لا سکتا ہے۔ ہاں اِس کے خلاف پر بے شک سارے صحابہ کرام کا اجماع البتہ ہوا ہے کیوں کہ اُن کے مقلدین کسی ایک صحابی مجتہد کی تقلید نہیں کرتے تھے اور نہ تقلید مجتہد معین کو واجب ولازم جانتے تھے جیساکہ جناب مولانا حیدر علی مقیم ریاست ٹونک شاگرد رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے ایک فتوے میں لکھا ہے جس کی عبارت آگے آئے گی۔

ت (۸) جو لوگ کہتے ہیں کہ تقلید شرک ہے بفحواے لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ اور اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ اُن کا یہ قول باطل ہے بسبب اِس اجماع کے۔

م (۸) اجماع کا محال ہونا تو بطور ابدہ البدیہیات کے ظاہر ہو گیا مگر اس دفعہ میں صاحب تنویر نے خلط مبحث کیا ہے

حق یہ ہے کہ تقلید کی چار قسمیں ہیں (۱) **واجب** جس کا بیان ہو چکا۔

(۲) **مباح** اور وہ تقلید شخصی یا تقلید مذہب معین ہے۔ بشرطے کہ مقلد اِس تعیئین کو امر شرعی نہ سمجھے اور صرف اِس نظر سے تعیئین کرلے کہ اِس میں ایک تو سہولت ہے دوسرے آیۃ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون میں لفظ اھل الذکر عام ہے اِس لئے جس مذہب معین کی تقلید کریں گے اُس سے اِس آیۃ پر عمل ہو جائے گا۔ مگر اسی کے ساتھ کسی دوسرے مذہب کے محقق مسئلہ پر اگر عمل کر سکے تو اُس سے انکار نہ کرے یا کم سے کم اُس پر عمل کرنے والوں کو بُرا نہ جانے

(۳) تقلید شخصی جو کہ واجب سمجھ کر کی جاے وہ بدعت اور حرام ہے۔

(۴) قرآن و حدیث صحیح کے مقابل میں تقلید شرک ہے اور یہی دونوں قسمیں تیسری اور چوتھی معرکۃ الآرا اور محط الانظار ہیں جس کا مفصل بیان عن قریب آتا ہے۔

قسم ثانی مباح کی نسبت خاکسار سوانح نگار التماس کرتا ہے کہ شیخ نے سنہ ۱۲۹۶ھ میں ایک استفتا کے جواب میں ایک تحریر لکھی جس کا نام تاریخی ہے "**ثبوت الحق التحقیق**" اُس میں لکھتے ہیں کہ قسم ثانی تقلید کی جس کو میں نے معیار الحق میں مباح لکھا ہے اُس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

اباحۃ کی تعریف ائمہ اصولیین یہ کرتے ہیں لان[بمہ] الاباحۃ ای ما یکون فعلہ وترکہ متساویین حکم شرعی لان الاباحۃ من الاحکام ولاحکم الا بالشرع فثبت کون الاباحۃ حکماً شرعیاً لانہ ای الاباحۃ خطاب الشرع والخطاب حکم الشرعی تخیٖرا ای من الخطاب التخییری کذا فی مسلم الثبوت وشرحہ۔

بمہ اباحت (یعنی جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو) حکم شرعی ہے کیوں کہ اباحت بھی ایک حکم ہے اور حکم شریعت ہی سے ہوتا ہے تو اباحت کا حکم شرعی ہونا ثابت ہوا کیوں کہ اباحت خطاب شرعی ہے اور خطاب کون اختیار دینے کا حکم یعنی خطاب تخئیری (یعنی چاہے کرچاہے نہ کر)

توجب تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل نہ ہوئی نہ اقتضاءً نہ تخییراً تو لا محالہ بدعت ہو گی اسی لئے ملا عبد العظیم بن فروخ مکی نے قول سدید میں لکھا ہے "اعلموا ان اللہ لم یکلف احداً من عبادہ ان یکون حنفیاً اومالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل اوجب علیھم الایمان بما بعث بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والعمل بشریعتہ"[1]

راقم کے خیال میں جو تقسیم معیار الحق میں اختیار کی گئی ہے وہی اولیٰ بالصواب ہے۔ کیوں کہ آیۃ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی تحت میں تقلید شخصی بھی آجاتی ہے علی سبیل الاباحۃ لا علی سبیل الوجوب اور قول سدید کی عبارت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ لم یکلف احد اکہا لا یجوز لاحد نہیں کہا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیۃ اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد تو کوئی مسلمان قرآن مجید اور حدیث صحیح کے مقابل میں کسی امام کی تقلید کر ہی نہیں سکتا زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ آیۃ کی تاویل کرکے اُس کو اپنے مذہب کے ڈھب کی بنا دے ایسی حالت میں ماوّلین ایک حد تک معذور سمجھے جا سکتے ہیں۔ کیوں کہ کم و بیش یہ بات ہر مذہب میں پائی جاتی ہے۔ ہاں تاویل اگر نیک نیتی سے نہیں کی گئی جس سے دو مختلف آیتوں، دو مختلف حدیثوں یا آیتوں اور حدیثوں میں تطبیق مقصود ہو تو پھر انما الاعمال بالنیات ہی اِس کے لئے قول فیصل ہے۔

اور حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب خاص کے مقابل میں تقلید کئے جانا اور اُس تقلید پر اصرار کرنا ہر چند مقلد اپنی زبان سے اُس تقلید کو واجب نہ کہے مگر اُس کا طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ وہ تقلید شخصی کو واجب جانتا ہے جو داخل ہے قسم ثالث کی تحت میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ فتووں کے جواب دئے جاتے ہیں حالت اور زمانہ کے

---

[1] یہ خوب سمجھ لو کہ اللہ نے کسی بندے کو اس کی تکلیف نہیں دی ہے کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہو البتہ اللہ نے فرض کیا ہے ایمان لانا اُس پر جس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کی شریعت پر عمل کرنا فرض کیا ۱۲

اعتبار سے۔ جس زمانہ میں رسالہ ثبوت الحق الحقیق لکھا گیا اُس زمانہ میں احناف اور اہل حدیث کے درمیان بکثرت مقدمات عدالت دیوانی اور فوجداری میں دائر تھے اور وہ زمانہ اُس زمانہ سے کچھ کم پرآشوب نہ تھا جب کہ حنفیوں اور شافعیوں کے درمیان آتش عداوت نیشاپور میں مشتعل تھی جس میں بڑے بڑے کتب خانے آگ میں جلا دیے گئے۔

فریقین کے درمیان سخت عداوت کا ہونا اُس استفتا کے سوال سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

جو شیخ کے پاس لکھنے کے لئے مرشد آباد سے آیا تھا اور جس فتوے کا نام "واقعۃ الفتوے دافعۃ البلوے" رکھا گیا۔ اُس کا سوال یہ ہے:۔

"اضعف العباد نجم الدین مرشد آبادی بحکم آیۃ کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل علماء دین محمدی سے سوال کرتا ہے کہ عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں مقلدوں سے نہایت ایذا پاکر مضطر ہوکر سوال کرتا ہے"

معیار الحق چوں کہ ایک اصول کی کتاب ہے اس لئے ضرور تھا کہ ہر زمانہ ماضی و حال و مستقبل کے مناسب حال ہو۔ اور ثبوت الحق الحقیق یا واقعۃ الفتوے دافعۃ البلوے چوں کہ فتوے ہے اور مفتی کے لئے مناسب وقت فتوے دینا ضرور ہے اس لئے اس میں رعایت زمانہ حال ملحوظ رکھی گئی اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ شیخ کو پچھلے زمانہ میں سید الطائفہ حضرت شیخ اکبر محی الدین بن العربی رضی اللہ عنہ کا ہی مسلک راجح معلوم ہوا جیسا کہ فتوحات مکیہ جلد ثانی صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے۔ والتقلید فی دین اللہ لا یجوز عندنا لا تقلید حی ولا میت ویتعین علی السائل اذا سأل العالم ان یقول له ارید حکم

ع اللہ کے دین میں ہمارے ہاں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے زندہ کی نہ مردہ کی۔ سائل کو یہی کرنا ہے کہ جب کسی عالم سے پوچھے تو یوں کہے کہ اس مسئلہ میں اللہ و رسول کا حکم بتائیے اگر وہ عالم یوں کہے کہ اللہ کا یا رسول کا یہ حکم ہو تو اُس کو اختیار کرنا ضرور ہے کیوں کہ وہ عالم اللہ و رسول کے حکم کا ناقل ہے جس کو قبول کرنا مامور بہ ہے اور سائل سوائے اہل ذکر کے کسی دوسرے سے نہ پوچھے اور اہل ذکر قرآن کے جاننے والے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (میں نے ذکر اُتارا ہے اور میں اُس کا محافظ ہوں) اور اہل ذکر حدیث والے ہیں ۱۲

الله او حکم رسوله فی هذه المسئلة فان قال له المسئول هذا حکم الله فی المسئلة او حکم رسوله تعین علیه الاخذ به فان المسئول هنا ناقل حکم الله تعالیٰ وحکم رسوله الذی امرنا بالاخذ وبتعین علےٰ مسلم ان لا یسئل الا اهل الذکر وهم اهل القرآن قال تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون واهل الحدیث - فان علم[1] السائل ان هذا المسئول صاحب رائے وقیاس فیترکه ویسئال صاحب الحدیث فان المسئول صاحب رای وقیاس وحدیث فیسئاله فاذا افتاه تعین علیه ان یقول له هذا الحکم عن رای اوقیاس اوعن حدیث فان قال هو عن رای او قیاس ترکه وان قال عن خبر اخذ به -

انتباہ

پچھلی چوتھائی صدی زندگی میں میاں صاحب کی رائے بھی ضعف قویٰ کے سبب سے ضعیف ہوگئی تھی - اور بیشتر تلامذہ اکثر فتووں کے جواب لکھتے وقت یا تو اُن کو اپنا ہمرائے بنا لیتے تھے یا اُن کی لاعلمی میں اُن کی مُہر (جو عموماً طلبہ کی کی تحویل میں نہایت ہی بے پروائی اور بے احتیاطی کے ساتھ مسجد میں پڑی رہتی تھی) کر دیتے تھے -

اِس قسم کی کمزوری اگرچہ قابلِ افسوس ہے مگر جب ہم دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے سوانح پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی عمر میں اس قسم کی بہتیری کمزوریاں پاتے ہیں -

میری رائے میں میاں صاحب کے پچھلی ربع صدی کے فتوے جو فتاوائے ماسبق کے خلاف ہوں اُس کو اُن کی ذاتی رائے نہیں سمجھنا چاہئے - بلکہ تصانیف وفتاوائے ماسبق ہی کو ترجیح دینی مناسب ہے -

[1] پس اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مولوی رائے اور قیاس والا ہے تو اُس کو چھوڑ دے اور حدیث جاننے والے سے پوچھے اور اگر وہ عالم رائے قیاس اور حدیث سب کا عالم ہو تو اُس سے پوچھے اور اس کے فتوی دینے پر ضرور پوچھ لے کہ یہ رائے قیاس کا حکم ہے یا حدیث کا اگر وہ عالم کہے کہ رائے قیاس کا مسئلہ ہے تو اُس کو چھوڑ دے اور اگر وہ کہے کہ حدیث کا مسئلہ ہے تو اُس کو اختیار کرے ۱۲

دوسری بات اِس سے بھی زیادہ افسوس کے قابل یہ ہے کہ تقلید اور عدم تقلید کی ناگوار بحث نے اس قدر طول کھینچا کہ مناظرہ سے مناقشہ اور مناقشہ سے مجادلہ اور مجادلہ سے منازعت تک نوبت پہنچی۔ ایک فریق دوسرے فریق کی تکفیر کرنے لگا اور انگریزی عدالت دیوانی و فوجداری میں بہ کثرت مقدمات دائر ہوئے اور اب تک ہوتے جاتے ہیں بلکہ بعض حضرات تو اِس قسم کی مقدمہ بازی کو غالباً جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں۔ بیشتر مقدمے سب ڈویژن اور ضلع سے گذر کر ہائی کورٹ الہ آباد و کلکتہ تک پہنچے اور ایک مقدمہ تو پریوی کونسل لندن تک لڑا جس میں غیر مقلدین کامیاب ہوے۔

بایں ہمہ ابھی تک جھگڑا طے نہیں ہوا اور آئے دن ایک نہ ایک مقدمہ کے دائر کرنے کا عزم بالجزم رہتا ہی ہے اور سال میں ایک درجن مقدمات مختلف اضلاع میں دائر ہی رہتے ہیں۔ جس کی پیروی میں فریقین نہی عن المنکر (تعلیم گواہ حلف دروغ وغیرہ جس کی حرمت نص قرآنی میں موجود ہے) کی مطلق پروا نہیں کرتے۔

خداوندا کاش یہ لوگ اب بھی سمجھیں اور سوچیں کہ اِس سے اِنہیں کو خود نقصان پہنچ رہا ہے اور روز بروز اِن کی قوم ضعیف، ذلیل اور مفلس ہوتی جاتی ہے یا کوئی ایسا زبردست شخص ان لوگوں میں پیدا کر دے جو اُن کی ساری قوتوں کو ایک مرکز پر لا جماوے۔

میں نے بارہا ان کے لیڈروں (پیشواؤں) کی جناب میں عرض کی کہ اعلےٰ کیرکٹر (چال چلن) سے آپ لوگ اپنی زندہ نظیر قائم کریں اور عمدہ محقق غیر متعصبانہ (جس میں نہ کسی کی دل شکنی ہو نہ خلاف تہذیب طعن و تشنیع) پند آمیز غیر مناظرانہ تالیف و تصنیف سے لوگوں کے وحشی اور نفور دلوں کو مانوس کر کے اُن پر قبضہ کر لیں تو جو عمدہ حقیقی اور لازوال اثر اس طریقہ سے ہو سکتا ہے وہ مناظرے اور مجادلے سے محض ناممکن ہے۔ ہر چند میری اس التماس کا ابھی تک تو کوئی اثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہونے کی اُمید ہے مگر برگزیدہ حضرات علما میں سے چند بزرگ بھی اگر اس طرف توجہ کریں تو ع

شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پر و بال

اب ہم پھر معیار الحق کے ریویو کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

بقیہ بحث تقلید مباح

یہ تقلید مباح بھی اُن علما کے لئے ہے جو مجتہد نہ ہوں جہلا، عامی اور حرف شناس لوگوں کو اِس سے تعلق نہیں ان کو صرف اِسی قدر لازم ہے کہ وہ کسی مذہب کے عالم سے بوقت ضرورت مسئلہ پوچھ لیں جو حکم وہ دے اُس کے مطابق عمل کریں۔ ملا علی قاری شرح عین العلم میں لکھتے ہیں۔ "من المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما کلف احداً ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفھم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء ویقلدوا علماء اِن کانوا جھلاء"

اور رد المحتار حاشیہ در المختار میں تو علامہ شامی نے یہاں تک لکھ دیا کہ "عامی کو مذہب سے کیا علاقہ۔ مذہب تو ہوتا ہے اُس کے لئے جس کو کچھ بصیرت مذہب میں ہو کسی عامی کا اپنے کو حنفی یا شافعی کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ اپنے کو نحوی کہے" ع لکھے نہ پڑھے نام محمدؐ فاضل۔

یہ تقلید بسبب شرط ان کنتم لا تعلمون کے مختص ہے حالت لاعلمی کے ساتھ کیوں کہ جب کسی مسلمان کو قرآن وحدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز پنجگانہ ہر مکلف پر فرض ہے تو وہ اس مسئلہ خاص میں مقلد نہیں رہا کیوں کہ دلیل معلوم ہو گئی اب چاہے وہ زبان سے کہے یا نہ کہے۔ اسی لئے ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن کے اتباع سے ایسی حالت میں امتناع کی شہادتیں موجود ہیں شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب الرد علیٰ من اخلد الی الارض میں لکھتے ہیں۔ "ھل اباح مالک وابوحنیفۃ والشافعی رضی اللہ عنھم لاحد تقلیدھم حاشا للہ منھم بل انھم قد نھوا عن ذالک ولم یفسحوا لاحد فیہ۔ امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت و الجواہر میں لکھتے ہیں۔ "وکان الامام احمد یقول لیس لاحد مع اللہ و رسولہ کلام لا تقلدنی ولا تقلدن مالکاً ولا الاوزاعی ولا النخعی وغیرھم

ے یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ خدائے پاک نے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی بلکہ علما کو سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا اور جاہلوں کو علما کی تقلید کا ۱۲

ومَأخذِ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة"

فاضل محب اللہ بہاری مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔ العدول عن الدلیل الی التقلید خلاف المعقول کیف وفیه ریب وقد امرنا بترکه فی الحدیث المنقول۔

تاج الدین عثمانی جامع الفواد میں لکھتے ہیں من یعمل[1] بقول المجتہدین فهو مثاب فی الدنیا والآخرة مالم یجد الحدیث الصحیح المتصل الاسناد واذا وجد یعمل بالحدیث۔ اسی قسم کی نہی نکیر مجد الدین فیروز آبادی اور قاضی عضد شارح مختصر الاصول سے بھی منقول ہے مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز اپنی کتاب تفسیر فتح العزیز میں بہ تحت آیۃ لئن اتبعت اهواءهم بعد الذی جاءك من العلم لکھتے ہیں "ازیں آیة معلوم شد کہ بعداز وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل ست"

اِس سے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم بالحدیث کو مسائل منصوصہ میں کسی مجتہد کی تقلید مناسب نہیں اگرچہ اُس مجتہد کا قول بھی موافق اُس حدیث کے ہو۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث پر عمل کرنا بہت دشوار ہے حالانکہ یہ خیال اُن کا محض بے بنیاد ہے جس پر غور نہیں کیا گیا۔

حافظ الفقہ والحدیث عبد الرحمن بن اسمٰعیل ابوشامہ اپنی مقبول کتاب اصول میں فرماتے ہیں۔ وقد حرم[2] الفقهاء فی زماننا النظر فی کتب الحدیث

---

[1] جو مجتہدوں کے قول پر عمل کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں ثواب پائے گا مگر جبھی تک ہے کہ حدیث صحیح متصل الاسناد نہیں ملی ہے اور جب مل گئی تو حدیث ہی پر عمل کرتا ہے ۱۲

[2] ہمارے زمانہ کے فقہانے حدیث و آثار کی کتابیں دیکھنی اور اُن کے فقہ اور معانی کی بحث اور اُن کی شرحوں کا مطالعہ حرام کر دیا۔ بلکہ عمر بھر اپنے اگلے فقہاے متاخرین کے قول پر فتوے دیتے رہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ (جو وحی کے وقت موجود تھے اور رسول خدا کو دیکھا تھا اور شریعت کی خوب خوب باتوں کو سمجھتے تھے) کے آثار کو چھوڑ بیٹھے ان لوگوں نے اجتہاد کو حرام ہی کر دیا اور باپ دادوں کے مقلد رہ گئے اور صدر اول کے علما جو نامعلوم حدیث پر عمل نہ کر سکے تو وہ معذور تھے کیوں کہ اُن دنوں حدیث جمع نہیں ہوئی تھی علما کی زبان سے لوگ سیکھتے تھے اور علما بھی ایک جگہ نہ تھے یہ عذر الحمد للہ کہ اب جاتا رہا کیوں کہ حدیثیں کتابوں میں جمع ہو گئیں اور اُن کے ابواب اور تقسیمیں ہو گئیں اور راہ آسان ہو گئی اور صحت وضعف کا بیان بھی ہو گیا اور جرح و تعدیل اور بیان علل بھی ہو چکا۔ غرض عمل کرنے والے کے لئے (دیکھو صفحہ ۳۱۱)

والآثار والبحث عن فقهها ومعانيها ومطالعة الكتب النفيسة المصنفة فی شروحها وغریبها بل افنوا زمانهم وعمرهم فی النظر فی اقوال من سبقهم من متاخری الفقهاء وترکوا النظر فی نصوص نبیهم المعصوم من الخطاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآثار الصحابة الذی شهدوا الوحی وعاینوا المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفهموا نفائس الشریعة فلاجرم حرم هٰؤلاء رتبة الاجتهاد وبقوا مقلدین علی الآباء وقد کانت العلماء فی الصدد الاول معذورین فی ترک ما لم یقفوا علیه من الحدیث لکون الاحادیث لم تکن حینئذٍ فیما بینهم مدونة انما کانت تلقی من افواه العلماء وهم یتفرقون فی البلدان وقد زال ذالک العذر ولله الحمد بجمع الاحادیث المجتمع بها فی کتب وبوبوها وقسموها وسهلوا الطریق الیها وبینوا ضعف کثیر منها وصحته وتکلموا فی عدالة الرجال وجرح المجروح وفی علل الاحادیث ولم یدعوا للمستعمل ما یتعلل به وفسروا القرآن وتکلموا فی غریبها وفقهها وکل ما یتعلق بهما فی مصنفات عدیدة جلیلة والآلات متهیات لذی طلب صادق وذکاء وفطانة وکذا اللغة وصناعة العربیة کل ذالک فقد حررہ اهله وحققوه فالتوصل الی الاجتهاد بعد الجمع والنظر فی الکتب المعتمدة اذا رزق الانسان الحفظ والفهم ومعرفة اللسان اسهل منه قبل ذالک۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں ومن اعجب العجائب ان[۵]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰) کوئی علت باقی نہ رہی اور محدثین نے قرآن کی تفسیر اور غرابت اور فقاہت اور اُن کے متعلقات بڑی بڑی کتابوں میں لکھ دیئے اور سارے سامان تیار ہو گئے اب طلب صادق اور ذہن و فہم چاہئے ایسا ہی لغت اور علم عربیت اس کے محققین لکھ گئے اب تو اگر خدا نے حافظہ اور فہم اور زباندانی دی ہے تو کتابیں جمع کر کے اور مطالعہ کر کے مرتبہ اجتہاد کو پہنچنا پہلے سے بہت آسان ہے ۱۲

[۵] سب سے بڑھ کر تعجب خیز تو یہ ہے کہ بعض فقہائے مقلدین اپنے امام کی دلیل کا ضعف جانتے ہیں جس کا کوئی جواب اُن کے پاس نہیں ہے اور ساتھ اِس کے اُس میں تقلید کئے جاتے ہیں اور جس پر قرآن و حدیث شاہد ہے اُس کو ترک کرتے ہیں۔ اور ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو مستبعد ہیں ۱۲

الفقهاء المقلدين يقف احدهم على اضعف ماخذ امام بحيث لا يجد لضعفه مدفعًا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد له الكتب والسنة ويتاولهما بالتاويلات البعيدة۔

قسم ثالث تقلید شخصی کی جو واجب سمجھ کر کی جاوے وہ بدعت اور حرام ہے مولانا بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں۔ ولو التزم[1] مذہبًا معينًا اى عهد من عند نفسه انه على هذا المذهب كمذهب ابى حنيفة اوغيره من غير ان يكون هذا الالتزام بمعرفة دليل كل مسئلة وظنه راجحًا على دلائل المذاهب الاخير المعلومة مفصلا بل انما يكون العهد من نفسه بظن الفضل به اجمالا او لسبب اخر فهل يلزم الاستمرار عليه ام لا فقيل نعم يجب الاستمرار ويحرم الانتقال من مذهب الى آخر حتى شدد بعض المتاخرين المتكلفين وقالوا الحنفى اذا صار شافعيا يعذر وهذا التشريع من عند انفسهم لان الالتزام لا يخلوا عن اعتقاد عليه

[1] جس نے ایک مذہب کا التزام کیا یعنی جی میں عہد کیا کہ وہ اِس مذہب پر رہے گا جیسے ابو حنیفہ کا مذہب یا اور کسی کا اور یہ عہد اس نے اس وجہ سے نہیں کیا کہ اس مذہب کے ہر مسئلہ کو بدلیل سمجھا اور دوسرے مذہبوں سے راجح گمان کیا بلکہ یہ عہد صرف حسن ظن پر مبنی تھا تو کیا ایسے شخص پر ضرور ہے اس عہد کا قائم رکھنا یا نہیں اِس سوال کے جواب میں بعض نے کہا ہے ہاں اس عہد پر قائم رہنا واجب ہے اور دوسرا مذہب اختیار کرنا حرام ہے اور بعض متاخرین کا تو یہ تشدد ہے کہ اگر حنفی شافعی ہو جاوے تو قابل تعزیر ہے یہ اُن کی من گھڑی شریعت ہے اس بنا پر کہ وہ عہد بنابر اعتقاد حقیت اس مذہب کے ہوگا تو نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم اس کو نہیں تسلیم کرتے کیوں کہ بعض اوقات اب بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص دو امر متساوی میں سے کوئی امر اس لئے اختیار کر لیتا ہے کہ فی الحال اُس کی سمجھ میں وہی بات آئی یا اس لئے کہ دفع حرج ہو جاوے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے تو یہ اعتقاد کسی دلیل شرعی سے پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ معتقد کی ذاتی ہوس ہے اور ہوس پر قائم رہنا واجب نہیں اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اُس پر قائم رہنا واجب نہیں ہے بلکہ اُس سے انتقال کرنا صحیح ہے اور یہی مذہب حق ہے اور اسی پر اعتقاد رکھنا چاہئے ہاں البتہ یہ انتقال ازراہ بازی نہ ہو کیوں کہ بازی ولہو قطعاً حرام ہے مذہب میں ہو یا غیر مذہب میں۔ اور واجب تو وہی ہے جس کو اللہ جل شانہ نے واجب کیا اور حکم اُسی کا ہے اور اُس نے کسی فرد بشر پر یہ واجب نہیں کیا کہ ائمہ میں سے کسی کا مذہب وہ ضرور اختیار کرے پس اس کو واجب کرنا ایک جدید شریعت قائم کرنا ہے اور اس پر استدلال یوں کرنا چاہئے کہ علما کا اختلاف ازروے نص رحمت اور خلق اللہ کے حق میں رفاہ ہے اگر کسی مذہب کا التزام کرے تو یہ تشدد ہے ۱۲

الحقیه فیه فلا یترک قلنا لا نسلم ذالک فان الشخص قد یلتزم من المتساویین امراً لتفقه له فی الحال ودفع الحرج عن نفسه ولو سلم فهذا الاعتقاد لم ینشاء بدلیل شرعی بل هو هوس من هوسیات المعتقد ولا یجب الاستمرار علی هوسه فافهم وتثبت وقیل لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وهذا هو الحق الذی ینبغی ان یومن ویعتقد به لاکن لا ینبغی ان یکون الانتقال للتلہی فان التلہی حرام قطعاً فی المذہب کان او فی غیرہ اذ لا واجب الا ما اوجب اللہ تعالیٰ والحکم له ولم یوجب علےٰ احد ان یتمذہب بمذہب رجل من الائمۃ فایجابه تشریع شرع جدید ولک ان یستدل علیه بان اختلاف العلماء رحمۃ بالنص وترفیه فی حق الخلق فلو التزم العمل بمذہب کان ھذا نقمۃ وشدۃ"

خاتم الولایۃ المحمدیہ شیخ اکبر۔ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں اذا صح الحدیث[1] وعارضه قول صاحب او امام فلا سبیل الی العدول عن الحدیث ویترک قول ذالک الامام والصاحب للخبر ثم قال ولا یجوز ترک آیۃ او خبر بقول صاحب او امام ومن یفعل ذالک فقد ضل ضلالاً مبینا وخرج عن دین اللہ۔

شیخ المشائخ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ کہ فکر کرو اللہ کی کتاب ورسولؐ اللہ کی حدیث میں اور فریب مت کھاؤ کسی قول ضعیف یا قوی سے یعنی حدیث کے مقابل اور مخالف کسی کا قول مت مانو۔

ان سب تحریروں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ واجب سمجھ کر تقلید شخصی کرنی نئی شریعت گھڑنی ہے پھر بدعت میں اُس سے زیادہ ہوتا ہی کیا ہے۔

قسم رابع تقلید کی شرک ہے جو قرآن وحدیث صحیح کے مقابل کی جائے۔

[1] جب حدیث صحیح مل جاوے اور کسی صاحب یا امام کا قول اُس کے معارض ہو تو حدیث کے چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اُس امام اور اس شخص کے قول کو حدیث کے مقابل میں چھوڑ دینا چاہئے اور پھر فرماتے ہیں کہ کسی آیۃ یا کسی حدیث کا چھوڑنا اور کسی امام یا کسی صاحب کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے ایسا کیا وہ صاف صاف گمراہ ہوا اور اللہ کے دین سے نکل گیا ۱۲

ہر چند یہ بحث اصل کتاب **معیار الحق** میں دیکھے بغیر پوری طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتی اور سوانح نگار اگر اس کو ناظرین کے ذہن نشین کرانا چاہے تو کتاب کا معتدبہ حصہ اُس کو نقل کرنا پڑے گا مگر بہ مصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اُن بعض بعض حوالوں کا نقل کر دینا خالی از دلچسپی نہیں ہے جو محققین کی کتابوں سے دیا گیا ہے۔

اِس دعوے کے ثبوت میں **حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید** جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ تفسیر **فتح العزیز** جناب شاہ **عبد العزیز** محدث دہلوی **تنویر العینین** جناب مولانا شہید کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ پھر **تفسیر مظہری** قاضی ثناء اللہ حنفی مجددی پانی پتی کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ الآیہ ومن ھٰھنا یظھر انہ اذا صح عند احد حدیث مرفوع من النبی صلعم سالماً عن المعارضۃ ولم یظھر بہ ناسخ وکان فتوے ابو حنیفۃ رح مثلاً خلافہ وقد ذھب علی وفق الحدیث احد من الائمۃ الاربعۃ یجب علیہ اتباع الحدیث الثابتۃ ولا یمنعہ الجمود علی مذھبہ من ذالک لان لا یلزم اتخاذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔

صاحب ہدایہ امام زندویسی کی کتاب **روضۃ العلماء** سے نقل کرتے ہیں انہ یعنی ابا حنیفۃ سئل اذا قلت وکتاب اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی

تم کہو اے کتاب والو ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یعنی ہم نہ پوجیں کسی کو سوا اللہ کے اور نہ شریک ٹھیرائیں اُس کا کسی شے کو اور آپس میں اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائیں الآیۃ اِس سے ظاہر ہوا کہ کسی شخص کو آنحضرت صلعم کی کوئی حدیث مرفوع مل جاوے اور وہ معارضہ سے بچی ہوئی ہو اور اُس کا کوئی ناسخ بھی نہ ہو اور مثلاً امام ابو حنیفہ رح کا فتوے اس حدیث کے خلاف ہو اور آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب اُس حدیث کے موافق ہو تو اُس شخص پر اس حدیث کی اتباع واجب ہے اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہب پر نہ اڑا رہے تاکہ اتخاذ ارباباً من دون اللہ لازم نہ آوے ۱۲

امام ابو حنیفہ رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کسی مسئلہ میں کچھ فرمایا اور کتاب اللہ اُس کے مخالف ہو تو کیا کرنا چاہیے اُنھوں نے جواب دیا کہ ہمارے قول کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ پر عمل کرو پھر اُس شخص نے پوچھا اگر رسول اللہ صلعم کی حدیث اس کے مخالف ہو تو کیا کریں کہا حدیث کے مقابلہ میں ہمارے قول کو چھوڑ دو پھر اُس نے پوچھا اگر صحابہ کا قول آپ کے قول کے مخالف ہو کہا صحابہ کے قول کے مقابلہ میں ہمارے قول کو چھوڑ دو ۱۲

بکتاب اللہ وقیل اذا کان خبر الرسول صلعم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول صلعم قیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ۔

مدخل میں بیہقی نے لکھا ہے قال عبد اللہ بن مبارکؒ[۱] سمعت ابا حنیفۃ اذا جاء عن النبی صلعم فعلی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلعم نختار قولھم واذا جاء عن التابعین زاحمنا ھم۔

یواقیت والجواہر میں امام شعرانی فرماتے ہیں وکان[۲] امام مالکؒ یقول ما من احد الا وما خوذ من کلامہ ومردود علیہ ھو الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحب نہایہ امام الحرمین کا قول نقل کرتے ہیں قال[۳] الشافعی اذا بلغکم خبر صحیحٌ یخالف مذھبی فاتبعوہ واعلموا انہ ھو مذھبی۔

اور امام احمد بن حنبل کا قول تو پہلے ہی گذر چکا لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام الخ

امام شعرانی نے اپنی کتاب مشارق الانوار القدسیہ میں علی نبتی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بچو حدیث صحیح کے مقابل میں کسی رائے کی پیروی کرنے سے یہ کہہ کر کہ میرے امام کا قول ہے کیوں کہ ان سب ائمہ نے اپنی برأت کرلی ہے اپنے اُس قول سے کہ جب وہ مخالف ہو صریح سنت کے پھر جب تم مقلد ہو اُن اماموں کے تو اس قول میں اُن کی تقلید کیوں نہیں کرتے“

حافظ ابو محمد ابن حزم اپنی کتاب نبذ الکافیہ میں لکھتے ہیں۔کہ ایسی تقلید کے حرام ہونے پر اجماع ہے کل صحابہ کل تابعین اور کل تبع تابعین کا کہ تمام اقوال پر امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد کے آدمی عمل کرے اور اُن کے اتباع کے

---

[۱] عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ہم نے امام ابو حنیفہ رح کو یہ کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلعم کی باتیں تو ہماری سر آنکھوں پر ہیں اور صحابہ رض کی باتیں مختار ہیں اور تابعین کی باتوں میں البتہ مزاحمت ہے ۱۲

[۲] امام مالک رح فرماتے تھے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا بعض کلام مقبول اور بعض مردود نہ ہو سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۱۲

[۳] امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ جس وقت تم کو کوئی حدیث صحیح مل جائے جو ہمارے مذہب کے مخالف ہو تو حدیث ہی پر عمل کرو اور سمجھ لو کہ وہی ہمارا بھی مذہب ہے ۱۲

قول کے مقابل میں بھی کسی دوسرے کا قول نہ مانے اور نہ قرآن و حدیث ہی پر اعتماد کرے تو ایسا کرنے والا یقینی مخالف ہے اجماع اُمت اوّلین اور آخرین کا۔

مگر شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید میں اس قول کی نسبت فرماتے ہیں کہ ابن حزم کا یہ قول تمام ہوتا ہے اُس کے حق میں جو کچھ بھی اجتہاد کر سکتا ہے وہ اجتہاد اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں ہو اور اُس کے حق میں جس پر صاف صاف ظاہر ہو جاے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کام کے لئے حکم دیا ہے اور اس سے منع کیا ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے چاہے یہ بات تتبع احادیث اور اقوال مخالف و موافق سے ثابت ہو جاے چاہے اُس پر غور کرنے سے کہ علماے متبحرین کا ایک جم غفیر اِس طرف گیا ہے اور مخالف کے پاس سواے قیاس اور استنباط کے کوئی دوسری سند نہیں ہے تو ایسی حالت میں مخالفت حدیث کے لئے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ہے سواے نفاق خفی اور حماقت جلی کے اس کے سوا شیخ ابن الہمام حنفی، علامہ ابن امیر حاج، علامہ سید بادشاہ، شیخ ابن الحاجب، قاضی عضد الملۃ، محب اللہ بہاری، بحر العلوم، فاضل قندھاری اور ان کے سواے بہتیرے علماے سلف اور خلف کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو حکم نہیں دیا کہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہی امام کی تقلید کرے۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ ”علماے مذاہب کا بڑا گروہ عمل کرتا اور فتوے دیتا تھا مذاہب مختلفہ پر بغیر التزام کسی مذہب معین کے زمانہ اصحاب مذاہب سے اپنے زمانہ تک اور یہ طریقہ علماء متقدمین و متاخرین میں برابر جاری رہا اِس طرح پر کہ وہ متفق علیہ اور سبیل مؤمنین ٹھیر گیا۔ جس کا خلاف صحیح نہیں ہے“

محقق ابن الہمام حنفی تحریر میں فرماتے ہیں ”لا یرجع عما قلد فیہ اتفاقاً وھل یقلد غیرہ فی غیرہ المختار نعم للقطع بانھم کانوا یستفتون مرۃ واحداً ومرۃ غیرہ غیر ملتزمین مفتیاً واحداً فلو التزم مذھباً معیناً کابی حنیفۃ والشافعی فقیل یلزم وقیل لا وقیل مثل من لم یلتزم وھو الغالب علی الظن“

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں کوئی تقلیداً عمل کر چکا ہے تو اُس سے رجوع نہ کرے رہی یہ بات کہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے کی تقلید کرے یا نہ کرے تو مختار

یہی ہے کہ کرے کیوں کہ یہ امر یقینی ہے کہ پہلے لوگ ایک مرتبہ ایک عالم سے پوچھتے تھے دوسری بار دوسرے سے بغیر التزام کسی مفتی کے پھر اگر کوئی شخص التزام کرے کسی مذہب معین کا مثل ابی حنیفہ اور شافعی کے تو اِس خصوص میں تین اقوال ہیں:-
(۱) التزام لازم ہے (۲) نہیں لازم ہے (۳) التزام اور عدم التزام دونوں برابر ہیں اور یہی بات جی کو لگتی ہے۔

فائدہ جس مسئلہ میں کوئی تقلیداً عمل کر چکا ہے اُس سے رجوع نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُسی مسئلہ میں دوسرے حادثہ میں دوسرے وقت بھی رجوع نہ کرے جیسا کہ **سید علی سمہودی، سید زین العابدین، سید احمد طحطاوی، سید بادشاہ**، شارح تحریر اور **فاضل قندھاری** نے **مغتنم الحصول** میں نہایت ہی پُرزور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اور ایسا ہی **شرح تحریر** مختصر الشرح ابن امیر حاج **تجیر** شرح تحریر **مختصر الاصول** شیخ ابن الحاجب مالکی، **شرح مختصر** عضد الملۃ والدین شافعی **مسلم الثبوت** ملا محب اللہ بہاری **تقریر الاصول** صاحب عنایہ حاشیہ ہدایہ **عقد الفرید** ملا حسن **شرنبلالی حنفی** اور **طوالع الانوار** حاشیہ در المختار ملا عابد سندھی میں اور مولانا **بحر العلوم** شرح **مسلم الثبوت** اور نیز شرح تحریر میں لکھتے ہیں "اعلم انك قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوے مجتهد علی التخییر وتخصیص العمل بفتوی مجتهد دون مجتهد تحکم لا یلتفت الیه بل هو تغیر لحکم الشارع من دون برهان وحجر رحمة الله الواسعة"[عہ]

ملا علی قاری اپنی کتاب "**سم القوارض**" میں فرماتے ہیں "لا یجب علے[عہ] احد من هذه الامة ان یکون حنفیا او شافعیا او مالکیا او حنبلیا بل یجب

عہ اِس سے معلوم ہو گیا کہ شارع نے کسی مجتہد کے فتوے پر عمل کرنے کی تکلیف بجسب تخئیر دی ہے اور کسی ایک مجتہد کے فتوے پر عمل کی تخصیص تو تحکم ہے اس کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہئے بلکہ وہ تو حکم شارع کے خلاف بغیر برہان بات ہے اور رحمت الٰہی سے کنارہ کشی کرنی ہے ۱۲

عہ اِس امت میں سے کسی پر یہ واجب نہیں کہ حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہو بلکہ لوگوں پر یہ واجب ہے کہ اگر وہ خود مجتہد نہ ہوں تو اُن بڑے لوگوں میں سے کسی کی تقلید کر لیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فاسئلوا اهل الذکر الخ اور بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ جس نے کسی عالم کی پیروی کی وہ سالم رہا ۱۲

علیٰ آحاد الناس اذا لم یکن مجتھدا ان یقلد احدا من ھؤلاء الاعلام لقولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ویقول بعض مشائخنا من تبع عالماً لقی سالماً"۔

مولانا حیدر علی ساکن ریاست ٹونک شاگرد رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ "صیانۃ الاناس" میں لکھتے ہیں کہ قید ایک مذہب کی اکثر لوگوں کے حق میں اکثر احوال میں اولیٰ اور مستحسن بلکہ ضرور ہوتی ہے کیوں کہ دین پر چلنا سہل ہو جاتا ہے لیکن ہر شخص کے واسطے ضرور نہیں جس کو اللہ تعالیٰ مرتبہ تحقیق کا دے وہ کیوں تقلید کرے پھر تقلید ایک شخص معین کی اس پر اگر کوئی دلیل ادلۂ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ تقلید تو بے علم کے لئے ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

سید شریف حاشیہ حکمۃ العین میں لکھتے ہیں۔ کہ اولاد رسول ایک صلبی ہیں جن کو سادات کہتے ہیں اُن پر صدقہ حرام ہے اور دوسری اولاد روحی علماء عظام ہیں جن پر دوسرے عالم کی تقلید حرام ہے کیوں کہ وہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے دوسرے عالم کا۔

اسی عدم وجوب تقلید معین کے سبب علماء حنفیہ عراق اور ماوراء النہر نے زوج مفقود کے باب میں زوجہ کے نکاح ثانی کر لینے کا فتوے امام مالکؒ اور شافعیؒ کے قول پر دیا۔

اور علماء حنفیہ خوارزم نے قرأت غلط کے مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب پر فتوے دیا اور اُس پر طرہ یہ کیا کہ جب اُن سے کہا گیا کہ شافعی کا مذہب سورۂ فاتحہ کے سوا دوسری سورتوں اور آیتوں کے بارے میں ایسا ہے کہ قرأت غلط سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ تو جواب میں علماء حنفیہ نے کہا کہ ہم نے اُن کے مذہب سے صرف اطلاق کو لے لیا اور تقئید کو چھوڑ دیا۔

ناظرین انصاف کریں کہ یہ کس قسم کی تقلید ہوئی نہ پوری امام اعظم کی نہ پوری امام شافعی کی تحلیف شہود کے مسئلہ میں متاخرین احناف کرام نے چاروں مذہب کے خلاف ابن ابی لیلی کے مذہب پر فتوے دیا۔

مجموع النوازل میں منقول ہے کہ شیخ الاسلام **عطا** ابن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص اگر اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح بشہادت فساق کسی نابالغ لڑکے سے کردے تو بسبب شہادت فساق ابطال نکاح کے لئے کیا حنفی مذہب کا قاضی شافعی المذہب قاضی کے پاس اس مقدمہ کو بھیج سکتا ہے؟ کہ وہ نکاح کو باطل کردے فرمایا کہ "ہاں جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ حنفی قاضی خود ہی اُس نکاح کو باطل کردے بموجب مذہب شافعی کے اگرچہ وہ حنفی ہے"

امام سید **شریف علی** سمہودی نقل کرتے ہیں کتاب **حازم** سے کہ ایک مرتبہ امامت نماز جمعہ میں **ابوالطیب طبری** تکبیر تحریمہ کہنا چاہتے تھے کہ اُن پر ایک چڑیا نے بیٹ کردی امام موصوف یہ کہہ کر کہ ہم اس وقت حنبلی ہیں تکبیر کہہ کر نماز شروع کردی حالاں کہ وہ تھے شافعی المذہب جس مذہب میں اجتناب کیا جاتا ہے چڑیوں کی بیٹ کے پڑجانے سے۔

پھر امام موصوف ہی ایک دوسری حکایت بیان کرتے ہیں کہ قاضی **ابوعاصم** عامری حنفی مغرب کی نماز کے وقت **قفال** شافعی کی مسجد میں نماز کو گئے تو **قفال** نے اُنہیں کو امام بنایا اور موذن کو حکم دیا کہ تکبیر میں دو دو کلمے کہے مطابق مذہب حنفی کے خلافاً للشافعی **ابوعاصم** قاضی حنفی امام نے قرأت میں بسملہ بھی بجہر پڑھا اور رفع یدین وغیرہ شافعی مذہب کے مطابق کیا۔

خاکسار مولف کہتا ہے کہ یہ ہیں اسلام کے برکات اور بغیر لوث نفسانیت کے سچی مسلمانی نہ یہ کہ امامت اور دخل یابی مسجد کے لئے اہل حدیث اور مقلدین آپس میں ہمیشہ دست وگریباں رہیں اور مقدمہ جائے بنگالی بابوؤں اور انگریز صاحبوں کے پاس فیصلہ کے لئے جس میں فریقین سے انواع منکرات کا صدور ہو۔

ت (۹) کسی کا اپنے کو محمدی کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ معتزلہ اپنے کو اہل توحید کہتے ہیں۔

م (۹) غلط بلکہ وہ اہل سنت وجماعت ہے چنانچہ مولانا **حیدر علی** ساکن ریاست ٹونک تلمیذ رشید مولانا شاہ **عبدالعزیز** محدث دہلوی کے پاس کسی نے ایک استفتا بھیجا تھا جس کا سوال یہ تھا کہ "جو مومن باللہ والرسول بلا تقلید کسی مذہب کے

مذاہب اربعہ میں سے احکام شرعیہ کی اتباع کرتا ہے اور اپنے کو محمدی کہتا ہے اور ائمہ اربعہ وغیرہم ائمہ اہل سنت کو بھی حق پر سمجھتا ہے وہ سنی مومن صحیح الایمان ہے یا نہیں؟"

اِس کا **جواب** جو آپ نے لکھا ہے اُس پر سارے **علما** و نامی ریاست ٹونک کی **مہریں** موجود ہیں۔

جواب "کسی خاص مجتہد کی تقلید واجب نہیں ہے اور جو تعین کسی مجتہد کی نہیں کرتا وہ گمراہ نہیں ہے ایسے شخص کو کافر یا مشرک کہنا حسب ارشاد نبوی صلعم جائز نہیں بلکہ کہنے والا کافر ہوتا ہے۔ صحیح بخاری، ترمذی اور طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص اگر اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو وہ کفر دونوں میں سے ایک کی طرف رجوع کرے گا اگر فی الحقیقت وہ کافر ہے جس کو کافر کہا ہے تو اُس کی طرف ورنہ کہنے والے کی طرف۔ صحابہ کرام میں سے معدود چند صحابہ مجتہد تھے اور باقی سب مقلد مگر کسی ایک صحابی مجتہد کی تقلید وہ لوگ نہیں کرتے تھے اور تقلید مجتہد معین کو واجب و لازم نہیں جانتے تھے کیوں کہ یہ امر خود اجماع صحابہ کے خلاف تھا اسی لئے ہر مسلمان اتباع احکام شرعیہ اور اخذ میں اُس کے مجاز ہے کہ جس مجتہد سے چاہے لے بلا تقلید کسی مذہب کے مذاہب اربعہ میں سے اور یہ جائز ہے باجماع صحابہؓ پس منکر اور مخالف اس کا منکر اور مخالف ہے اجماع صحابہ کا۔ پھر جو لوگ کہ باوجود بے علمی کے اپنے کو اہل علم میں شمار کرتے ہیں اُنھوں نے لامذہب کے جو معنے قرار دے رکھے ہیں وہ معنی تو اکثر صحابہ میں باعتبار عمل کے اور کل صحابہ میں باعتبار اعتقاد کے متحقق تھا۔

متاخرین حنفیہ نے تحلیف شہود میں ابن ابی لیلیٰ کا مذہب اختیار کیا حالاں کہ تحلیف شہود چاروں مذہب میں ناجائز ہے تو اُن لوگوں کی نسبت جن کا ذکر اوپر ہوا لامذہب کا لفظ کہدینا نعوذ باللہ منہا ایسی جرح و قدح ہے جو صحابہ کرام سفتیان اور قضاۃ علماء متاخرین حنفیہ پر ہوتی ہے۔

میں خود حنفی مذہب کا مقلد ہوں اگر کوئی اُس مذہب پر طعن کرے تو میں سینہ سپر ہو کر کلہ بہ کلہ جواب دینے کو موجود ہوں لیکن حق بات کے کہنے سے چارہ نہیں ہے الساکت عن الحق شیطان اخرس عوام اور اُمیوں کو تو شیطان اپنے دام

فریب میں لاتا ہی ہے اہل علم کے ساتھ دوسرا کھیل کھیل جاتا ہے اور اُن میں سے کوئی تو محدثین کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے اور کوئی مجتہدین کے ساتھ نعوذ باللہ منہا،،

اِس کے بعد شیخ لکھتے ہیں کہ منصف مزاج مقلدین کے لئے اس قدر سند اور دلائل کی نقل کافی ہے اور متعصبین کے لئے سب بیکار مگر اہل بصیرت جو قرآن و حدیث کے سمجھنے کا قصد رکھتے ہیں اور اُسی کو مقصود اصلی اور کافی سمجھتے ہیں اُن کے لئے دلائل شرعیہ کا بیان کر دینا ضرور ہے۔ پہلی دلیل قول اللہ تعالیٰ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا اور اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم الآیہ اِس کے بعد چھ مقدمے ممہد کئے ہیں۔

(۱) جو شے واجب ہو بحکم الٰہی اُس کا ترک حرام ہے۔

(۲) ائمہ اربعہ کے مذاہب حق ہیں علی سبیل الدوران یعنی حق دائر ہے درمیان چار کے۔ یہ مقدمہ جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

(۳) بعض ائمہ کا کسی حدیث کو ترک کرنا اُن کی تحقیق کی فرع ہے کہ اپنے نزدیک بخیال نسخ یا ضعف قابل عمل نہیں سمجھا نہ یہ کہ قابل عمل سمجھ کر ترک کر دیا حاشا اللہ عنہم۔

(۴) جو مقلد محض حدیث کو قبول نہ کرے تو یہ ترک حدیث ہوگا نہ فرع تحقیق مثل ائمہ اربعہ کے

(۵) متعصبین احادیث میں تاویل اور نسخ و ضعف کا دعوئے بے دلیل جو محض بہ پابندی قول امام کرتے ہیں اُن کی حالت اُن ائمہ کے مشابہ نہیں ہے کیوں کہ وہ لوگ خالصاً لتحقیق دین اللہ یا جمعاً بین الادلہ ایسا کرتے تھے اور یہ مراعاۃً لقول الامام کرتے ہیں۔

(۶) مقلدین ائمہ کو لازم ہے کہ چاروں اماموں کو برابر سمجھیں۔

بعد اس کے ان مقدمات پر نہایت مفصل اور معقول بحث کر کے اپنے دعوی کو نہایت ہی لاجواب دلائل اور اسناد کتب معتبرہ اہل مذاہب سے ایسا ہی ثابت کیا ہے جس کی اُمید مولف معیار الحق سے کی جا سکتی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے عدم التزام مذہب معین کو ثابت کر دیا چار دلائل اور پینتیس[۳۵] روایات سلف و

خلف سے جو سب مدلل بدلائل ہیں اور نیز اجماع امت سے۔ اور عدم وجود دلیل وجوب تعین کو عموم آیۃ قرآنی اور قواعد اصولیہ اجماعیہ سے۔

خاکسار سوانح نگار بعض عبارتیں **فتوحات مکیہ** حضرت **شیخ اکبر** رضی اللہ عنہ کی (جن کی نسبت مولانا **عبد العلی** بحر العلوم لکھتے ہیں خاتم الولایۃ المحمدیہ قال فی الفتوحات المکیہ) جو مناسب محل اور نہایت ہی دلچسپ ہیں اپنی طرف سے ایزاد کرتا ہے۔

جلد ثالث صـ ۷۰ مطبوعہ مصر

الباب الثامن عشر وثلث مائۃ فی معرفۃ منزل نسخ الشریعۃ المحمدیۃ الخ

"فلیعلم[عہ] ان الشیطان قد مکّنہ اللہ من حضرۃ الخیال وجعل لہ سلطاناً فیہا فاذا رای ان الفقیہ یمیل الی ہوی یعرف انہ یرضی عند اللہ زین لہ سوء عملہ بتاویل غریب یمہد لہ فیہ وجہا یحسنہ فی نظرہ ویقول لہ ان الصدر الاول فد دانوا اللہ بالرای وقاس العلماء فی الاحکام واستنبطوا العلل للاشیاء فطردوھا وحکموا فی المسکوت عنہ بما حکموا بہ فی المنصوص علیہ للعلۃ الجامعۃ بینہما والعلۃ من

عہ معلوم رہے کہ شیطان کو اللہ نے عالم خیال پر قدرت اور اس میں اُس کو غلبہ عطا فرمایا پھر جب اُس نے یہ دیکھا کہ فقیہ کا میلان حرص وہوا کی طرف ہی اور سمجھتا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہے اُس کے اعمال سیہ کو عجیب وغریب تاویلات و وجوہات ممہد کر کے اس کی نگاہ میں حسنہ کر دکھاتا ہے اور یہ وسوسہ دل میں ڈالتا ہے کہ صدر اول کے علما تو اپنی رائے ہی سے اللہ تک پہنچے اور علمانے احکام میں قیاس سے کام لیا اور ہر شے کے لئے علت نکالی اور اُس کو جاری کیا اور مسکوت عنہ پر وہی حکم لگایا جو منصوص علیہ کا حکم تھا کیوں کہ دونوں میں ایک ہی علت پائی جاتی ہے حالاں کہ وہ علت شیطانی ہی کے استنباطات سے ہوتی ہے۔ جب یہ صورتیں قائم ہو گئیں تو فقیہ اپنی لذات نفسانی کے حصول کی طرف مائل ہوتا ہی اور اپنے زعم باطل میں کوئی وجہ شرعی قائم کر لیتا ہے اور اپنے ہر امر میں ہوائے نفس کی پیروی یوں ہی کرتا چلا جاتا ہے۔ احادیث نبویہ کو رد کرتا ہے اور یوں کہتا ہی کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی اور اگر حدیث صحیح ہوئی تو کہتا ہے کہ اس حدیث کی ناسخ اور معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی تو حضرت امام شافعیؒ ضرور اس کا ذکر فرماتے اگر یہ فقیہ شافعی ہے اور اگر حنفی ہے تو یوں کہتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ ضرور اس کا ذکر فرماتے اور ان ائمہ کے اتباع کے اقوال اسی قسم کے ہوا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حدیث اور اس پر عمل کرنا فضول ہے اور ان ائمہ اور اُن کے امثال کی تقلید واجب ہے اور اگر ان کے اقوال احادیث کے معارض ہوں تو اُن کے اقوال ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور حدیث اور کتاب اور سنت کو ترک کر دینا چاہیے ۱۲

استنباطه فاذا مهّد له هذا السبيل جنح الى نيل هواه وشهوته بوجه شرعي في زعمه فلا يزال هكذا فعله في كل ماله او لسلطانه فيه هوى نفس ويرد الاحاديث النبوية ويقول لوان هذا الحديث يكون صحيحاً وان كان صحيحاً يقول لو لم يكن له خبر آخر يعارضه وهو نا سخ له نقال به الشافعي ان كان هذا الفقيه شافعيا اوقال به ابو حنيفة ان كان الرجل حنفيا وهكذا اقول اتباع هٰؤلاء الائمة كلهم ويرون ان الحديث والاخذ به فضله وان الواجب تقليد هٰؤلاء الائمة وامثالهم فيما حكموا وان عارضت اقوالهم الاخبار النبوية فالاولى الرجوع الى اقاويلهم وترك الاخذ بالاخبار والكتاب والسنة فان قلت[ع] لهم قد روينا عن الشافعي رحمة الله انه قال اذا اتاكم الحديث يعارض قولي فاضربوا بقولي الحائط وخذوا بالحديث فان مذهبي الحديث وقد روينا

[ع] جب ان سے میں نے یہ کہا کہ شافعی رح سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا جب تم کو کوئی ایسی حدیث مل جائے جو ہمارے قول کے معارض ہو تو ہمارے قول کو دیوار پر دے مارو اور حدیث پر عمل کرو کیوں کہ ہمارا مذہب حدیث ہی ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے میں نے روایت کیا کہ اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمارے کلام سے جس نے فتوے دیا اگر وہ ہماری دلیل نہیں جانتا تو اُس پر فتوے حرام ہے اور ابو حنیفہ رح سے جو کچھ میں نے روایت کیا وہ حنفیوں ہی کے طریقہ پر اور شافعی سے شافعیوں ہی کے طریقہ پر اور اسی طرح امام مالک رح اور امام حنبل رح نے اُن کے اتباع ہی کے طریقہ پر روایت کیا اور جب ان کو بولنے کی جگہ نہ رہی تو بھاگ کھڑے ہوئے اور چپ ہو رہے اور مشرق اور مغرب میں مجھ کو بارہا ان کے ساتھ اس کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس امام کے مذہب پر ہو تا وہ اپنے زعم باطل میں سمجھ رہا ہے وہ فی الحقیقت اس کے مذہب پر ہو بس حرص و ہوا سے شریعت تو گئی گذری گرچہ صحاح ہی کی حدیثیں کیوں نہ ہوں کیوں کہ صحاح کی حدیثیں تو کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں اور کتب تواریخ جرح و تعدیل سے بھری ہوئی ہیں اور اسانید میں کوئی تغیر و تبدل ہوا نہیں یہ تو مانا لیکن جب اس پر لوگوں نے عمل ہی کرنا چھوڑ دیا اور اپنی رائے کو دخل دینے لگے اور متقدمین کے فتاویٰ کا اپنے کو خوگر بنا لیا حالانکہ احادیث صحیحہ ان کے معارض ہیں تو حدیثیں جیسی رہیں ویسی نہ رہیں کیوں کہ اُن کے نزدیک تو حدیثوں کا کوئی حکم ہی باقی نہ رہا اب اس سے بڑھ کر اور کیا نسخ ہوگا اور اگر ان میں سے کسی شخص کے ساتھ اس باب میں گفتگو کرو تو کہے گا کہ یہی ہمارا مذہب ہے حالاں کہ خدا کی قسم وہ جھوٹا ہے کیوں کہ صاحب مذہب نے تو یہ کہا کہ اگر حدیث ہمارے کلام کے معارض ہو تو حدیث ہی کو لو اور ہمارے کلام کو کوڑے میں ڈال دو کیوں کہ ہمارا مذہب حدیث ہی ہے پس از روے انصاف امام شافعی رح کے مذہب پر تو وہ شخص ہے جو اُن کے کلام کو حدیث معارض کے مقابلہ میں ترک کر دے اللہ ان سب سے مواخذہ کرے گا ۱۲

عن ابی حنیفۃ انہ قال لاصحابہ حرام علی کل افتیٰ بکلامی ما لم یعرف دلیلی وما روینا شیئاً من ھذا عن ابی حنیفۃ الا من طریق الحنیفین ولا عن الشافعی الا من طریق الشافعیہ وکذالک المالکیۃ والحنابلۃ فاذا ضایقتھم فی مجال الکلام ھربوا وسکتوا وقد جریٰ لنا ھذا معھم مراراً بالمغرب وبالمشرق فما منھم احد علیٰ مذھب من یزعم انہ علی مذھبہ فقد انتسخت الشریعۃ بالاھواء وان کانت الاخبار انہ الاحادیث الصحاح فالاحادیث الصحاح موجودۃ مسطرۃ فی الکتب الصحاح وکتب التواریخ بالتخریج والتعدیل موجودۃ والاسانید محفوظۃ مصئونۃ من التغییر والتبدیل ولکن اذا ترک العمل بھا واشتغل الناس بالرای ودانوا انفسھم بفتاوی المتقدمین مع معارضۃ الاخبار الصحاح لھا فلا فرق بین عدمھا ووجودھا اذ لم یبق لھا حکم عندھم وای نسخ اعظم من ھذا واذا قلت لاحدھم فی ذالک شیئاً یقول لک ھذا ھو المذھب وھو واللہ کاذب فان صاحب المذھب قال لہ ان عارض الخبر کلامی فخذ بالحدیث واترک کلامی فی الحش فان مذھبی الحدیث فلو انصف لکان علی مذھب الشافعی من ترک کلام الشافعی للحدیث المعارض فاللہ یاخذ بید جمیع ۔"

پھر جلد رابع فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مصر وصیتہ والذی[عہ]

عہ جس بات کی تم کو وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تم عالم ہو تو دلیل سے جو ثابت ہو اُس کے خلاف عمل کرنا حرام ہے اور حصول دلیل کی قدرت رکھنے کے ساتھ غیر کی تقلید حرام ہے اگر تم کو یہ درجہ حاصل نہ ہو اور تم مقلد ہو تو خبردار کسی مذہب معین پر بعینہ اڑے نہ رہو بلکہ اللہ کے حکم پر عمل کرو اور اللہ نے تم کو اہل ذکر سے پوچھنے کا حکم دیا ہے اگر تم نہیں جانتے ہو اہل ذکر وہی علما ہیں جو کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں اور ذکر قرآن ہے اگر کوئی بات آپڑے تو اس میں حتی الوسع رفع حرج کی کوشش کرو کیوں کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ دین میں تمہارے اوپر کوئی سختی یا تنگی نہیں کی اور نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ کا دین آسان ہے پس مسئلہ میں رخصت کی جستجو کرو اور جب رخصت مل جائے تو اُس پر عمل کرو اگر تم سے مفتی کہے کہ تمہارے مسئلہ میں یہ اللہ و رسول کا حکم ہے تو اس کو لے لو اور اگر کہے کہ یہ ہماری رائے ہے تو مت لو اور کسی دوسرے سے پوچھو۔ اگر نوازل میں تم کو عزائم کا ارادہ ہو تو کر سکتے ہو لیکن ان امور میں جو تم سے مخصوص ہوں حالانکہ رفع حرج ہی سنت ہے جب تم کو علوم شرعیہ سے کوئی علم معلوم ہو جائے تو جو نہیں جانتے ہیں اُن کو پہنچا دو گویا تم اُن کے لئے حامل علم ہو اور خبردار کسی کے خوف سے جو باتیں اللہ نے اُتاری ہیں اور تم جانتے ہو اُن کو مت چھپاؤ ۱۲

اوصيك به ان كنت عالماً فحرام عليك ان يعمل بخلاف ما اعطاك دليلك ويحرم عليك تقليد غيرك مع تمكنك من حصول الدليل وان لم تكن لك هذه الدرجة وكنت مقلداً فاياك ان تلتزم مذهبا معيناً بعينه بل اعمل كما امرك الله فان الله امرك ان تسئال اهل الذكر ان كنت لا تعلم واهل الذكر هم العلماء بالكتاب والسنة فان الذكر القران النص واطلب رفع الحرج فى نازلتك ما استطعت فان الله يقول سبحانه ما جعل عليكم فى الدين من حرج وقال النبى صلى الله عليه وسلم دين الله يسر فاً سئال عن الرخصة فى المسئلة حتى تجدها فاذا وجدتها اعمل بها وان قال لك المفتى هذا حكم الله او حكم رسوله فى مسئلتك فخذ به وان قال لك هذا رائى فلا تاخذ به وسئال غيره وان اردت ان تاخذ بالعزائم فى نوازلك فافعل ولكن فيما يختص بك ورفع الحرج هو السنة واذا علمت علماً من علوم الشريعة فبلغه من لا يعلمه تكن من حملة العلم لمن لا يعلم واياك ان تكتم ما انزل الله من البينات للناس اذا علمت ذالك۔

ت (۱۰) تقلید نہ کرنے سے احتمال ہے پڑنے کا خلاف اجماعیات میں مثلاً وضو کیا اُس پانی سے جو قلتین سے کم ہو بموجب مذہب امام مالکؒ کے پھر مسح کیا چند بالوں پر بموجب مذہب شافعیؒ کے تو یہ نماز چاروں مذہب میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہو گی۔

م (۱۰) اجماع کی قلعی تو خوب کھل چکی یہاں ایک بات اَور ہے کہ اجماع کے لئے اتحادِ مسئلہ شرط ہے اور یہاں مسائل مقلد فیہا مختلف ہیں پانی کا مسئلہ علیحدہ ہے اور مسح کا علیحدہ دیکھو کتب اصول شرح مسلم بحر العلوم میں اور فاضل قندھاری مغتنم الحصول میں لکھتے ہیں۔ ثم ما يتعلق به بعض المتفقهة فى المنع بين المذهبين ولو فى مسئلتين من انه خلاف الاجماع المركب مردود

ع بعض فقہا منع بین المذہبین کو گرچہ وہ دو مسئلہ میں کیوں نہ ہو خلاف اجماع مرکب کہتے ہیں لیکن ان کا یہ قول مقبول نہیں۔ کیوں کہ ترکب اجماع میں اتحاد مسئلہ کی شرط ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو مفتی کا استفسار بعینہ سارے مسائل میں لازم آوے گا اور یہ بالاجماع باطل ہے ۱۲

بان الشرط ترکب الاجماع اتحاد المسئلة وایضاً لوتم لزم استفتاء مفت بعینه فی جمیع المسائل قد عرفت بطلانه بالاجماع" کذا فی المسلم

ت (۱۱) رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنے کے ممنوع ہے بالاتفاق بموجب قول شیخ ابن الحاجب اور آمدی کے۔

م (۱۱) رجوع بعد العمل ممنوع نہیں ہے البتہ دو شخص شیخ ابن حاجب اور آمدی اس کے قائل ہیں اس پر بالاتفاق کہہ دینا طرفہ ماجرا ہے مغتنم الحصول میں ہے وفی التقریر الاتفاق ذکرہ الآمدی وابن الحاجب وتعقبہ الزرکشی بان کلام غیرھما یقتضی الاختلاف بعد العمل ایضاً وکیف یمتنع الرجوع اذا اعتقد صحة غیرہ۔ اور ایسا ہی کہتے ہیں ملا حسن شرنبلالی حنفی، محب اللہ بہاری، فاضل اکمل صاحب عنایہ، شیخ امام تقی الدین سبکی، سید شریف علی سمہودی، محقق شامی اور مولانا بحر العلوم شرح سلم الثبوت میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابن الہمام مختصر اور تحریر میں تو لکھتے ہیں لایرجع المقلد عما عمل بہ من حکم جزئی اتفاقاً مگر فتح القدیر میں فرماتے ہیں اس کے خلاف لکن کلامہ فی فتح القدیر مشعر بالخلاف بعد العمل"

ت (۱۲) مذاہب کی رخصتوں کا تلاش کرنا ممنوع ہے بالاجماع۔

م (۱۲) ہرگز ممنوع نہیں ہے اور نہ اجماع اس پر ہے شیخ ابن الہمام حنفی تحریر میں لکھتے ہیں۔ ویتخرج منہ جواز اتباع رخص المذاہب ولا یمنع منہ مانع شرعی اذ للانسان ان یسلک الاخف علیہ اذا کان لہ الیہ سبیل بان لم یکن عمل فیہ بآخر وکان علیہ السلام یحب ما خفف علیھم"

ع اتفاق کی نسبت آمدی اور ابن حاجب نے ذکر کیا ہے اور زرکشی نے یوں اس کی تردید کی ہے کہ ان دونوں کے سوا اوروں کے کلام عمل کے بعد اختلاف کو مقتضی ہیں اور رجوع ممتنع ہوگا تو کیوں کر جب کہ مذہب غیر کا صحیح ہونا مان لیا گیا ۱۲

عہ مقلد عمل کرنے کے بعد از روے حکم جزئی بالاتفاق رجوع نہیں کر سکتا ۱۲

سہ لیکن فتح القدیر میں ان کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ خلاف بعد از عمل بھی جائز ہے ۱۲

للعہ اور اس سے مذاہب کی رخصتوں کی اتباع کا جواز نکلتا ہے اور کوئی مانع شرعی اس سے منع نہیں کرتا کیوں کر انسان کو مناسب ہے کہ اگر ممکن ہو تو آسان سے آسان طریقہ اختیار کرے۔ اور آنحضرت صلعم اُمت پر جو بات آسان ہوتی تھی اُس کو پسند فرماتے تھے ۱۲

سید بادشاہ شرح تحریر میں لکھتے ہیں۔ "وکانﷺ صلی اللہ علیہ وسلم یحب ما خفف علیہم فی صحیح البخاری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا بلفظ عنہم و فی روایۃ بلفظ ما یخفف عنہم ای امۃ وذکر واعدۃ احادیث صحیحۃ دالۃ علی ھذا المعنی قلت وذالک لقولہ تعالیٰ یرید بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وروی الشیخان وغیرھما حدیث انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین ولاحمد بسند صحیح خیر دینکم الیسرہ وروی الشیخ النصر المقدسی فی کتاب الحجۃ مرفوعًا اختلاف امتی رحمۃ ونقلہ ابن الاثیر فی مقدمۃ جامعۃ من قول مالک وفی المدخل للبیہقی عن القاسم ابی محمد انہ قال اختلاف امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ ویترجح ما قالہ بعضہم علی اجملۃ الاختلاف فی الاحکام بما فی مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعًا اختلاف اصحابی لکم رحمۃ لان فی المدخل للبیہقی عن عمر بن عبدالعزیز قال ما یسرلی ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا لانہم لو لم یختلفوا لم تکن رخصۃ واخرج بیہقی فی حدیث لابن عباس رضی اللہ عنہما قال فیہ ان اصحابی بمنزلۃ النجوم فایما اخذتم بہ اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ قلت واختلاف الصحابۃ ھو منشاء اختلاف الامۃ

ﷺ اور آنحضرت صلعم امت پر جو عمل آسان ہوتا تھا اُس کو پسند فرماتے تھے صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بلفظ عنہم اور دوسرے راویوں سے بلفظ ما یخفف عنہم روایت ہے یعنی امت پر جو آسان ہوتا تھا یا اُن پر سے مشکلات آسان کر دیتا تھا متعدد حدیثیں اس باب میں مروی ہیں اور یہ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں دین کو تم پر آسان کرنا چاہتا ہوں دشوار کرنا نہیں چاہتا۔ شیخین اور دوسرے محدثوں نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ تم کو دین آسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دشوار کرنے کا نہیں اور امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سب سے اچھا دین وہ ہے جو آسان ہو اور شیخ نصر المقدسی نے کتاب حجت میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہماری اُمت کا اختلاف رحمت ہے اور ابن اثیر نے مقدمہ جامعہ میں مالک کے قول سے اور مدخل میں بیہقی نے قاسم ابو محمدؒ سے روایت کیا ہے کہ کہا محمد صلعم کی امت کا اختلاف رحمت ہے اور بعض کا قول جس نے اختلاف کو احکام میں محمول کیا ہے از روئے اس حدیث کے جو مسند الفردوس میں مرفوعاً ابن عباس سے روایت ہے قول مرجح ہے یعنی ہمارے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔ مدخل میں بیہقی نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت کیا ہے کہ کہا اگر اصحاب محمد صلعم کے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو ہم پر دین آسان نہ ہوتا کیوں کہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو ہم کو رخصت نہ ملتی اور بیہقی نے ایک حدیث میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اصحاب بمنزلہ نجوم کے ہیں چاہے کسی کی تم پیروی کرو ہدایت پاؤ گے اور ہمارے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔ میں کہتا ہوں صحابہ کا اختلاف منشا ہے امت کے اختلاف کا

وَلَمَّا اَرَادَ هَارُونُ الرَّشِيدُ[عہ] حَمْلَ النَّاسِ عَلٰى مُوَطَّاءِ الْاِمَامِ مَالِكٍ كَمَا حَمَلَ عُثْمَانُ رض النَّاسَ عَلَى الْقُرْآنِ قَالَ لَهُ مَالِكٌ لَيْسَ اِلٰى ذَالِكَ سَبِيْلٌ لِاَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقُوْا بَعْدَهٗ فِى الْاَمْصَارِ فَحَدَّثُوْا عِنْدَ اَهْلِ كُلِّ مِصْرٍ عِلْمَهٗ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتِلَافُ اُمَّتِىْ رَحْمَةٌ وَهٰذَا كَالصَّرِيْحِ فِىْ اَنَّ الْمُرَادَ الْاِخْتِلَافُ فِى الْاَحْكَامِ قَالَهُ السَّيِّدُ عَلِىُّ السَّمْهُوْدِىُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَ الْكَمَالُ فِىْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ فِىْ بَابِ الْاِعْتِكَافِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاِمَاعَةَ وَالرِّفْقَ فِىْ كُلِّ شَيْئٍ حَتّٰى طَلَبَهٗ فِى الْمَشْىِ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاِنْ كَانَ ذَالِكَ يُفَوِّتُ بَعْضَهَا مَعَهٗ بِالْجَمَاعَةِ وَكَرِهَ الْاِسْرَاعَ وَنَهٰى عَنْهُ وَاِنْ كَانَ مُحَصِّلًا لَهَا كُلِّهَا بِالْجَمَاعَةِ تَحْصِيْلًا لِفَضِيْلَةِ الْخُشُوْعِ اِذْ هُوَ يَذْهَبُ بِالسُّرْعَةِ انتهى۔ قُلْتُ وَهُوَ مَعْنٰى حَدِيْثٍ فِى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِلسُّيُوْطِىْ عَنْ عُمَرَ مَرْفُوْعًا "اَفْضَلُ اُمَّتِى الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِالرُّخَصِ"

علامہ شرنبلالی نے عقد الفرید میں سید بادشاہ شارح تحریر کی عبارت نقل کی ہے وَمَا نُقِلَ[عہ] عَنِ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ لِلْعَامِّىْ تَتَبُّعُ الرُّخَصِ اِجْمَاعًا فَلَا نُسَلِّمُ صِحَّةَ النَّقْلِ عَنْهُ وَلَوْ سَلِمَ فَلَا نُسَلِّمُ صِحَّتَهٗ دَعْوَى الْاِجْمَاعِ كَيْفَ وَفِىْ تَفْسِيْقِ مُتَتَبِّعِ الرُّخَصِ رِوَايَتَانِ عَنْ اَحْمَدَ۔

عہ اور جب خلیفہ ہارون رشید نے لوگوں سے موطا امام مالک پر عمل کرنے کا ارادہ کیا جیسا کہ عثمان رض نے قرآن پاک پر تو امام مالک رح نے اس سے کہا کہ یہ غیر ممکن ہے کیوں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت نبوی کے بعد بلاد میں منتشر ہوگئے اور اہل شہر سے حدیثیں روایت کیں اور آنحضرت صلعم نے خود فرمایا ہے ہماری امت کا اختلاف رحمت ہے اور اس سے صریح طور پر ثابت ہے کہ اختلاف فی الاحکام مراد ہے کہا سید علی سمہودی رح نے اور فتح القدیر میں کمال رح نے باب اعتکاف میں فرمایا ہی کہ اللہ آسانی اور نرمی کو دوست رکھتا ہی ہر شے میں یہاں تک کہ نماز کے لئے چلنے میں بھی اس کو طلب کیا گرچہ نماز جماعت میں سے بعض فوت ہی کیوں نہ ہو جاے اور جلدی کرنے کو مکروہ بتایا اور اُس سے منع فرمایا گرچہ جلدی کرنے سے ساری نماز جماعت کے ساتھ ملے اس لئے کہ اس سے خشوع وخضوع حاصل ہو جو جلدی کرنے سے جاتا رہے گا میں کہتا ہوں یہی معنی ہی اُس حدیث کے جو سیوطی نے جامع صغیر میں عمر رض سے مرفوعاً روایت کی ہے ہماری امت میں افضل وہ لوگ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں ۱۲۔

عہ ابن عبد البر سے منقول ہے کہ عامی کے لئے رخصتوں کا تتبع اجماعاً جائز نہیں ہے لیکن ہم نقل کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے اور اگر یہ مان بھی لیا جاے تو اجماع کا دعوی صحیح نہیں ہے اور کیوں نہ ہو رخصتوں کے تتبع کی تفسیق میں دو روائتیں امام احمد سے ہیں ۱۲۔

اور ایسا ہی لکھتے ہیں فاضل محب اللہ بہاری مسلم ہیں، فاضل قندھاری مغتنم الحصول ہیں، مولانا بحر العلوم شرح مسلم ہیں اور ابن امیر حاج شرح تحریر میں۔

ت (۱۲) تلفیق (بعض اعمال وضو اور نماز میں ایک امام کے مذہب پر عمل کرنا اور بعض میں دوسرے امام کے مذہب پر) باطل ہے بالاجماع۔

م (۱۲) ع سخن شناس نہ گشتی مگر خطا ایں جاست،، تلفیق مختلف فیہ ہے بعض جائز کہتے ہیں بعض ناجائز پھر اجماع چہ معنی دارد طحطاوی نے کہا ہے قولہ باطل بالاجماع[عہ] لعلہ لم یعتبر القول بجوازہ اور پھر کہا وھو باطل[عہ] خلافا لابن الھمام افادہ ابو السعود ملا فروخ مکی حنفی قول سدید میں لکھتے ہیں ولم[سہ] اجد علی امتناع ذالک (ای التلفیق) برھانا بل قد اشار الی عدم منعہ ابن الھمام فی التحریر اور ایسا ہی کہتے ہیں شارح تحریر سید بادشاہ اور ابن نجیم صاحب بحر الرائق رسالہ "بیع الوقف لا علی وجہ الاستبدال" میں لکھتے ہیں ومن[لعہ] ان یوخذ صحتہ الاستبدال من قول ابی یوسف رح وصحتہ البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفۃ رح بناءً علیٰ جواز التلفیق فی الحکم بین القولین۔

جواز تلفیق میں مذکورہ بالا روائتیں الزاماً نقل کی گئی ہیں ورنہ دلائل تحقیقی میرے نزدیک تو وہی ہیں جو بطلان تقلید شخصی اور حقیقۃ تقلید غیر معین پر نقل کی گئی ہیں اس لئے کہ ان دلائل سے تخصیص وجوب باطل ہوتی ہے حادثہ واحدہ میں ہو یا حوادث مختلفہ میں۔

ت (۱۴) انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف اجتہاد و برہان کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

عہ باطل ہے بالاجماع شاید اس نے جواز تلفیق کو معتبر نہیں مانا ۱۲

عہ اور وہ باطل ہے خلاف رائے ابن ہمام کے ابو سعود نے اس کا افادہ کیا ۱۲

سہ تلفیق کے امتناع پر کوئی برہان میں نے نہیں پایا بلکہ ابن ہمام نے تحریر میں اس کے عدم امتناع پر اشارہ کیا ہے ۱۲

لعہ اور یہ ممکن کہ صحت استبدال امام ابو یوسف رح کے قول سے اخذ کی جائے اور صحت بیع غبن فاحش کے ساتھ امام ابو حنیفہ رح کے قول سے بنا بر جواز تلفیق بین القولین اخذ کیا جائے ۱۲

م (۱۴) یہ عبارت نقل تو کی گئی فتح القدیر سے مگر ٹھیک اُسی طور پر جیسا کسی نے کہا ہے

لاتقربوا الصلوٰۃ زنہیم بخاطرست   وازامر یاد ماند کلوا واشربوا مرا

شیخ ابن الہمام نے اِس قول کو نقل کرکے خود ہی رد بھی کر دیا ہے کہ "یہ تشدیدات محض الزامات ہیں یعنی کوئی امر شرعی اور حجت دینی نہیں ہے"

علامہ اکمل صاحب عنایہ امام علائی سے نقل کرتے ہیں کہ "جب کسی مقلد کو دوسرا مذہب موافق حدیث کے معلوم ہو اور اپنا مذہب مخالف حدیث کے تو اُس کو لازم ہے انتقال اپنے مذہب سے اُسی مذہب کی طرف جو حدیث کے موافق ہو"

قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری، مالابدمنہ اور اپنے ایک رسالہ "عمل بالحدیث" میں لکھتے ہیں "ان کان الرجل متبعًا لابی حنیفۃ اومالک اوالشافعی اواحمد رضی اللہ عنہم ورأی فی البعض المسائل ان مذہب غیرہ اقوی منہ فاتبعہ کان قد احسن فی ذالک ولم یقدح ذالک فی دینہ ولا فی عدالتہ بلانزاع بل ھذا اولیٰ بالحق واحبّ الی اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن بتعصب لواحدٍ معین غیرالرسول ویری ان قولہ ھوالصواب الذی یجب اتباعہ دون الائمۃ الآخرین فھوضال جاھل غایۃ مایقال انہ یسوغ اویجب علی العامی ان یقلد واحدا من الائمۃ من غیرتعین زید ولاعمر"[ع]

ت (۱۵) جس نے ایک مذہب اختیار کر لیا ہے ہمیشہ اس پر استمرار لازم ہے۔

م (۱۵) ہرگز لازم نہیں مولانا بحر العلوم شرح مسلم میں لکھتے ہیں :۔

ع اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد رضی اللہ عنہم کا متبع ہو اور بعض مسائل میں وہ یہ دیکھے کہ غیر کا مذہب اقوی ہے اور اُس نے اس مذہب کی پیروی کی تو اُس نے بہت اچھا کیا اور اُس سے اُس کے دین اور عدالت میں کوئی بُرائی نہیں آئے گی بلکہ یہ اولی بالحق ہے اور اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک نہایت ہی پسندیدہ ہے پس جو شخص پیروی کرے کسی ایک شخص معین کی سوا رسول اللہ صلعم کے اور یہ سمجھے کہ بس اسی کا قول صواب ہے اور اُسی کی پیروی واجب ہے اور دوسرے ائمہ کی نہیں تو وہ شخص نہایت ہی گمراہ اور جاہل ہے اور کہا جاتا ہے کہ عامی پر یہ آسان اور واجب ہے کہ ائمہ میں سے وہ کسی ایک کی پیروی بغیر تعین زید و عمر کے کرے ۱۲

ولو التزم مذهبا معيناً فهل يلزم الاستمرار عليه ام لا فقيل نعم وقيل لا يجب الاستمرار ويصح الانتقال وهذا هو الحق الذی ینبغی ان یومن ویعتقد به۔

ت (۱۶) حدیث قلتین صحیح نہیں ہے۔

م (۱۶) بلاشبہ صحیح ہے روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں اور امام طحاوی حنفی اپنی کتاب معانی الآثار میں اس کی صحت کے قائل ہیں " خبر القلتين صحيح واسناده ثابت لكن انما تركناه لانا لا نعلم ما القلتان " شیخ سلام اللہ حنفی محلے میں لکھتے ہیں اس حدیث کی تصحیح کی ہے ابن خزیمہ، ابن حبان اور دار قطنی نے " وصححه ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني واعترف الطحاوی لصحته "

امام شافعی، امام احمد، اسحٰق اور ابو ثور سے بھی اس کی صحت مروی ہے۔

بلوغ المرام میں ہے " وصححه ابن خزيمة وابن حبان "

محلے میں ہے " وقال ابن معين جيد وقال البيهقي موصول صحيح وقال المنذری اسناده جيد لا غبار عليه "

بحر الرائق میں ہے " قد صححه ابن ماجه وابن خزيمه والحاكم وجماعة من اهل الحديث " شیخ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں " الفصل بالقلتين اقوى لصحة الحديث وقد اعترف الطحاوى من الحنفيه بذالك "

ع اگر کسی نے التزام کسی خاص مذہب کا کر لیا تو ہمیشہ اُسی مذہب پر قائم رہنا لازم ہے یا نہیں؟ کسی نے کہا کہ اس لازم ہے اور کسی نے کہا کہ نہیں لازم ہے اور صحیح ہے انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف اور یہی بات حق ہے اسی پر آدمی کو ایمان اور اعتقاد رکھنا چاہیئے ۱۲

عہ قلتین والی حدیث صحیح ہے اور اس کی سندیں ثابت ہیں لیکن ہم نے جو اس کو چھوڑ دیا تو صرف اس لئے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ قلتین کیا شے ہے ۱۲

سے اس حدیث کو ابن خزیمہ ابن حبان اور دار قطنی نے صحیح کہا ہے اور طحاوی اُس کی صحت کا قائل ہے ۱۲

لله ابن معین نے کہا جید ہے اور بیہقی نے کہا موصول صحیح ہے اور منذری نے کہا اس کے اسناد جید بلاشبہ ہیں ۱۲

ے ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور حاکم اور اہل حدیث سے ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے ۱۲

ے قلتین کی فصل صحت حدیث کے لئے اقوی ہے اور حنفیہ سے طحاوی اس کا معترف ہے ۱۲

المختصر چودہ شہادتیں ائمہ حدیث کی اس کی صحت پر موجود ہیں۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحٰقؒ، امام ابو عبیدہؒ، امام ابو ثورؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام ابن حبانؒ، امام ابن ماجہؒ، امام دار قطنیؒ، امام بیہقیؒ، امام حاکمؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، علامہ منذریؒ، اور امام طحاویؒ حنفی کی۔

ت (۱۷) حدیث قلتین معارض ہے اُن احادیث صحیحہ کے جو پانی کی نجاست کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔

م (۱۷) ہرگز معارض نہیں ہے اِس لئے کہ اُن میں حکم فقط باسن (انار) کے پانی کا ہے اور حوض کو کسی زبان میں باسن نہیں کہتے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں وخرج بذکر الاناء البرك والحیاض لا تغیر بغمس الید فیھا علی تقدیر نجاستھا فلا تنیاولہا النھی۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں وکانت عادتھم استعمال الاوانی الصغیرۃ التی تقصر عن القلتین بل لا تقاربھا۔

ت (۱۸) حدیث قلتین مخالف ہے اجماع صحابہ کے جو عبد اللہ ابن عباس نے زمزم کا سارا پانی نکالنے کا حکم دیا ایک حبشی کے گر کر مر جانے سے اور حضرت علی سے سوال کیا گیا کوئیں میں پیشاب کر دینے سے تو فرمایا کہ سب پانی نکال دیا جائے۔

م (۱۸) عبد اللہ ابن عباس یا حضرت علی کے اثر سے (بشرطیکہ وہ صحیح ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے) اصولاً اہل سنت کے نزدیک اجماع کا ثبوت محال ہے۔

سنن کبرے بیہقی میں مسلسل روایت ہے سفیان ابن عینیہ سے کہ "میں ستر برس مکہ میں رہا اور کسی چھوٹے بڑے کو نہ دیکھا کہ حبشی والی حدیث (زمزم میں گر کر مرنے والے کو) جانتا ہو" محدث سلام اللہ حنفی نے محلے میں لکھا ہے "ونقل عن ابن عینیہ انا بمکۃ منذ سبعین سنۃ لم ار صغیرا وکبیرا یعرف

لے باسن کے ذکر سے حوض وتالاب اس سے خارج ہو گئے اگر ہاتھ نجس بھی ہو تو ڈوبانے سے اُن کا پانی متغیر نہ ہو گا پس نہی اس کو شامل نہیں ہے ۱۲

لے اور اُن کی عادت یہ تھی کہ چھوٹے باسنوں کو استعمال کرتے تھے جن میں قلتین سے کم پانی آتا تھا بلکہ قلتین سے کہیں چھوٹے ہوتے تھے ۱۲

لے ابن عینیہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں ستر برس رہے لیکن چھوٹے بڑے کسی کو نہ دیکھا کہ وہ زنگی والی حدیث جانتا ہو اور نہ کسی کو یہ کہتے سُنا کہ زمزم کا سارا پانی نکال دیا گیا تھا ۱۲

حدیث الزنجی وما سمعت احدا یقول نزحت زمزم“

ملا ابن طاہر حنفی مجمع البحار میں لکھتے ہیں ”وما روی[عہ] ابن ابی شیبہ ان زنجیا وقع فی بیر زمزم فنزح الماء ضعفہا البیہقی وروی عن سفیان بن عیینہ قال انا بمکۃ سبعین سنۃ لم ار احدا صغیرا ولا کبیرا یعرف حدیث الزنجی۔

خاکسار سوانح نگار کہتا ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے اکھتر برس کی عمر میں ۶۸ھ میں وفات پائی اور سفیان بن عیینہ[عہ] نے اکانوے برس کی عمر میں۔ اُن کی ولادت ۲۹ برس بعد وفات عبد اللہ بن عباسؓ کے ہوئی طبقہ تبع تابعین میں اُن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں۔ اور اُسی مکہ معظمہ میں جو مولد و موطن و مدفن عبد اللہ بن عباسؓ کا ہے رہے ستر برس۔

اس تاریخی واقعات کو پڑھنے کے بعد کیا ایک منٹ کے لئے کوئی شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ سفیان بن عیینہ کا سا شخص ایسے قریب زمانہ میں ستر برس مکہ معظمہ میں رہے اور اُس سے یہ روایت مخفی رہ جاوے؟ عقل سلیم تو اِس کے تسلیم کرنے سے ابا کرتی ہے۔ اور حضرت علیؓ کے اثر کا جواب خود محلے میں مذکور ہے واجاب[عہ] الشافعیۃ عن حدیث النھی عن البول بانہ انما نھی عنہ لئلا یکون منجرا الی تنجس الماء وتغیرہ باقتداء الناس بذالک الرجل ولئلا ینفر عنہ طبعا لا شرعا۔

ت (۱۹) لفظ قلہ کا مشترک ہے درمیان معنی کثیرہ کے اس لئے لایق عمل نہیں۔

عہ ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ ایک زنگی چاہ زمزم میں گر پڑا تھا اور اُس کا پانی نکال کر پھینک دیا گیا تھا بیہقی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں ستر برس رہے چھوٹے بڑے میں سے کسی کو نہ دیکھا کہ زنگی والی حدیث جانتا ہو ۱۲

عہ تقریب التہذیب ۱۲

عہ کوئیں میں پیشاب کرنے کی نہی والی حدیث کا جواب شافعیہ یوں دیتے ہیں کہ صرف اس لئے منع کیا گیا تاکہ پہلے شخص کا اقتدا اور لوگ بھی کریں گے اور اس سبب سے پانی متغیر اور نجس ہو جائے گا اور اس لئے بھی کہ اس سے شرعی نہیں تو طبعی نفرت تو ضرور ہوگی ۱۲

م (۱۹) قلہ کے معنی اتنے ہیں (۱) ٹیلہ (۲) بلندی کوہ (۳) جس کو اونٹ ہلکا جانے (۴) پانی پینے کا ظرف (۵) بڑا مٹکہ (۶) ٹھلیا (۷) مشک - پہلا دوسرا اور تیسرا معنی تو ہو نہیں سکتا کیوں کہ کوئی قرینہ اِس پر دال نہیں ہے جیسا کہ فیھا عین جاریہ میں چشمہ کے سوا آنکھ نہیں مُراد لی گئی ہے وہ معنی جن کا تعلق ہے پانی کے ساتھ تو مسند امام شافعی میں قلہ کے ساتھ قلال ہجر کا لفظ بھی داخل حدیث ہے یعنی ہجر (گانوں) کا مٹکہ - پانی پینے کا برتن ٹھلیا اور مشک میں سب سے بڑا وہی ہوتا ہے ابن جُریج کہتے ہیں کہ "میں نے ہجر کا مٹکہ دیکھا اُس میں دو مشک سے کچھ اوپر پانی آتا ہے" امام شافعی کہتے ہیں کہ "احتیاطاً میں نے ڈھائی مشک اختیار کی تو قلتین میں پانچ مشک پانی آتا ہے" شیخ عبدالحق حنفی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں قلال بکسر القاف والمراد ھھنا قلال الھجر بفتحتین کما جاء صریحاً فی بعض روایات ھذا الحدیث وایضاً کان المعروف فی ذالک الزمان فالظاھر وقوع التحدید بہ والھجر اسم قریۃ ینسب الیہ القلال وقال ابن جریج رأیت قلال الھجر کان کل قلۃ منھا قربتین او قربتین وشیئاً وقال الشافعی کان ذالک الشی مبھماً فاخذنا نصفاً احتیاطاً وکان القلتان خمس قرب -

ت (۲۰) دہ دردہ کی تقدیر جو مذہب ہے امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا صحیح ہے -

م (۲۰) اکابر حنفیہ سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا مذہب رائے مبتلٰی بہ کی ہے (یعنی پانی استعمال کرنے والے کو اگر اس بات کا یقین ہو کہ نجاست اِس تمام پانی میں جس میں وضو کرتا ہے ملی ہوئی ہے تو وضو وغیرہ نہ کرے

ف قلال بکسر قاف ہے اور مراد اس سے ہے قلال ہجر بفتحتین جیسا کہ اس حدیث کے بعض روایات میں صریح طور پر آیا ہے اور اُس زمانہ میں معروف بھی یہی تھا پس تحدید کی وجہ ظاہر ہے اور ہجر ایک گانوں کا نام ہے جس کی طرف قلال کی نسبت ہے ابن جریج نے کہا کہ ہجر کے قلال کو میں نے دیکھا اُن میں سے ہر ایک قلہ دو قربہ یا دو قربہ سے کسی قدر بڑھ کر تھا امام شافعی نے کہا یہ چیز مبہم تھی اِس لئے میں نے نصف احتیاطاً اختیار کیا اور دو قلہ پانچ قربہ کے برابر ہوتا ہے (قربہ کہتے ہیں مشک کو)

اور اگر ایسا ہو کہ نجاست ایک جانب میں پانی کے پڑی ہے اور اس کا اثر دوسری جانب نہیں پہنچا تو اُس دوسرے جانب میں وضو یا غسل کرنا اُس کو درست ہے اور اس جانب کا پانی پاک ہے) اِن کا مذہب دہ در دہ نہیں اور اسی کی طرف رجوع کیا ہے امام محمدؒ نے جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں لکھتے ہیں "قال ابو حنیفة[۱] فی ظاهر الروایة عنه یعتبر فیه اکبر رای المبتلی ان غلب علی ظنه انه بحیث تصل النجاسة الی الجانب الاخر لا یجوز الوضوء والا جاز وممن نص علی انه ظاهر المذهب شمس الائمة السرخسی فی المبسوط وقال انه الاصح"، کذا فی البحر الرائق۔

خاکسار مؤلف کہتا ہے غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ متاخرین احناف نے دہ در دہ کی تحدید کی ہے جس کی بنا صرف رائے پر ہے اور اس کے مقابل ائمہ اربعہ میں سے دو امام شافعی اور احمد بن حنبل کا مذہب حدیث صحیح کی بنا پر ہے اور بحث تقلید میں ثابت ہو چکا کہ ہر مذہب کا مقلد دوسرے امام کی تقلید کر سکتا ہے پھر اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ احناف حدیث قلتین پر عمل کرنے سے حنفی نہ رہیں گے۔ خصوصاً جب کہ قاضی ابو یوسف نے اسی پانی کے مسئلہ میں مدینہ والوں کی تقلید کی ہے "قال[۲] فی البزازیة انه روی عن ابی یوسف رح انه صلی الجمعة مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارة میتة فی بیر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اهل المدینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا" کذا فی رد المختار هکذا فی الطحطاوی وغیرهما۔ قلتین کی بحث معیار الحق میں ہے صـ ۱۲۹ سے صـ ۱۶۸ تک۔

ت (۲۱) مستحب وقت نماز فجر کا ہے جب خوب صاف ہو جائے۔

---

[۱] امام ابو حنیفہ رح نے ظاہر الروایہ میں فرمایا کہ اس میں رائے مبتلی کی معتبر ہے اگر اُس کو گمان غالب ہو کہ نجاست دوسری جانب بھی پہنچ جائے گی تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور جس نے اس پر نص کیا کہ یہ ظاہر مذہب ہے شمس الائمہ سرخسی ہیں اور کہا کہ یہی مذہب اصح ہے ۱۲

[۲] بزازیہ میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اُنھوں نے جمعہ کی نماز حمام میں غسل کرکے ادا کی اس کے بعد کسی نے خبر دیا کہ حمام کے کنوئیں میں ایک چوہا مردہ ہے اُنھوں نے کہا کہ میں اس بات میں مدینہ والے بھائیوں کی پیروی کرتا ہوں کہ جب پانی قلتین تک پہنچتا ہے تو میلا پن کا حامل نہیں ہوتا ۱۲

م (۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ فجر کی نماز اکثر غلس میں پڑھا کرتے تھے اور غلس والی حدیث مروی ہے ایک جم غفیر صحابہؓ سے جو بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں یعنی ابن عمر، انس ابن مالک، جابر، ابوہریرہ، سہل بن سعد، علی مرتضیٰ، عائشہ صدیقہ، ام سلمہ اور قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے - حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "کن[1] نساء المومنات یشھدن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الفجر متلفقات بمروطھن ثم ینقلن الیٰ بیوتھن حین تقضین الصلوٰۃ لا یعرفھن احد من الغلس اس حدیث کو روایت کی بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اور ابوداؤد کی ایک حدیث میں آیا ہے انہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم اسفر بالصبح مرۃ ثم کانت صلوٰتہ بعد بالغلس حتی مات اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلس میں نماز فجر پڑھنے کی مواظبت تھی الا ماشاء اللہ کبھی اسفار میں بھی پڑھا -

غلس[3] کے معنی ہیں تاریکی آخر شب کی ملی ہوئی صبح کی روشنی سے محلّٰی میں ہے فالغلس بقایا ظلمۃ اللیل یخالطھا بیاض الفجر نقلہ عیاض اور اسفار کے معنی ہیں کہ صبح کے ہونے میں شک نہ باقی رہے نقل کیا ترمذی نے شافعی، احمد، اسحٰق سے "ان[4] معنی الاسفار ان تضح الفجر فلا شک فیہ ولم یروان معنی الاسفار تاخیر الصلوٰۃ" معیار الحق میں غلس واسفار

---

[1] مومنہ عورتیں رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز فجر میں حاضر رہتی تھیں اور اپنی چادروں کے ساتھ لپٹی آتی تھیں اور بعد ادائے نماز اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتی تھیں اور اندھیرے کے سبب سے کوئی اُن کو پہچانتا نہ تھا ۱۲

[2] رسول خدا صلعم نے ایک مرتبہ فجر کی نماز پھر پچھے ہونے پر پڑھی پھر ہمیشہ تادم رحلت اندھیرے میں پڑھتے تھے ۱۲

[3] غلس رات کی بقیہ تاریکی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ فجر کی سپیدی مخلوط ہو جائے ۱۲

[4] اسفار کی معنی یہ ہے کہ خوب پھر چھا ہو جائے تاکہ شک نہ رہے اور اسفار کی معنی یہ نہیں ہے کہ نماز میں تاخیر کی جائے ۱۲

کی بحث ص۱۶۸ سے ص۱۷۹ تک ہے۔

خاکسار مؤلف کہتا ہے کہ غلس واسفار محض نزاع لفظی ہے غلس سے مراد ہے طلوع فجر کیوں کہ قبل از وقت نماز ادا نہیں ہوسکتی ہے اور اسفار سے مراد ہے تبین قال البیہقی "والطریق الصحیح ان یحمل حدیث الاسفار علی تبین الفجر وان کان یجوز الدخول فیہا من القیم بالاجتہاد قبل التبین"۔

قرآن مجید میں آیا ہے حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ جو تبیں وہاں مراد ہے وہی اسفار سے مراد ہے بعد طلوع صبح صادق جب سے صائم کے لئے کھانا پینا حرام ہے۔ وہی وقت فجر کا بھی ہے اور اسی طرح تطبیق ہوجاتی ہے دونوں حدیثوں میں۔ یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر شروع کرتے غلس میں اور وہ نماز ختم ہوتی اسفار میں کیوں کہ نماز صبح میں آپ قرأت طویلہ کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز ظہر کے وقت مستحب اور وقت اخیر کا اور عصر کے ابتدا وقت کا بیان ہے صفحہ ۱۷۹ سے ۲۱۳ تک۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل وقت نماز ظہر ادا فرماتے تھے اور گرمیوں میں کسی قدر دیر کرکے اور ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے یعنی جب سایہ ہر چیز کا اُس کے برابر ہوجاے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی جن کو جناب شاہ عبد العزیز صاحب بیہقی وقت کہا کرتے تھے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں "واما آخر وقت الظہر فلم یوجد فی حدیث صحیح ولا ضعیف انہ یبقی بعد مصیر ظل کل شیی مثلہ ولذا خالف ابا حنیفۃ فی ہذہ المسئلۃ صاحباہ ووافق الجمہور۔

امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بھی ظہر کا وقت ایک ہی مثل تک ہے اور اسی کو

---

[۱] اور طریق صحیح یہ ہے کہ اسفار والی حدیث کو تبین فجر پر محمول کیا جاے اور جائز ہے صاحب اجتہاد کو کہ وہ قبل تبیں بھی نماز کے اندر داخل ہو ۱۲

[۲] یہاں تک کہ فجر کا سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے تم کو صاف ممتاز معلوم ہو ۱۲

[۳] کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں یہ پایا نہیں گیا کہ آخر وقت ظہر اُس کے بعد بھی باقی رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اُس کے مثل ہوجاے اور اسی لئے صاحبین نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رح سے خلاف کیا ہے اور جمہور سے اتفاق کیا ۱۲

اختیار کیا ہے امام طحاوی حنفی نے جیسا کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلے میں نقل کیا ہے روی[1] عن ابی حنیفة ان وقت الظهر الی المثل کما قال الثلاثة الباقیة والجمهور وفی البدائع هو الصحیح المذکور فی الاصل وفی غایة البیان بها اخذ ابو حنیفة وهو مشهور عنه وفی الینابیع هو الصحیح عن ابی حنیفة وفی الدر المختار هو قولهما وزفر وقال الطحاوی وبه ناخذ وفی غرر الاذکار وهو الماخوذ به وفی البرهان هو الاظهر لبیان جبرئیل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی۔

یہ بحث بھی نہایت طول طویل ہے میں نے صرف ماحصل عرض کر دیا ناظرین اگر چاہیں تو اصل کتاب معیار الحق ملاحظہ فرماویں۔

اس کے بعد جمع بین الصلوٰتین فی السفر کی بحث ہے صفحہ ۲۱۳ سے صفحہ ۲۴۶ تک یعنی ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ سفر میں پڑھنی اور مغرب و عشا کی ایک ساتھ۔ حنفیہ اس کو جمع صوری پر حمل کرتے ہیں۔ یعنی ظہر و مغرب کی نماز پڑھے آخر وقت میں اور عصر و عشا کی اول وقت میں۔ مگر ائمہ ثلاثہ اور محدثین جمع حقیقی پر حمل کرتے ہیں صحیح بخاری میں روایت ہے "خرج[2] علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالهاجرة فصلی بالبطحاء الظهر والعصر رکعتین ونصب بین یدیه عنزة"

صحیح مسلم میں ہے بطریق حکم بن عقبہ کے ابو جحیفہ سے

---

[1] ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ ظہر کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اُس کے مثل ہوتا ہے جیسا کہ باقی تینوں ائمہ اور جمہور کی رائے ہے۔ کتاب بدائع میں ہے وہی صحیح ہے جو فی الاصل مذکور ہے اور غایۃ البیان میں ہے امام ابو حنیفہ رح نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اُن سے یہی مشہور ہے اور ینابیع میں ہے امام ابو حنیفہ رح سے یہی مذہب صحیح منقول ہے اور در مختار میں ہے یہی قول اُن دونوں اور زفر کا اور کہا طحاوی نے اسی پر ہمارا عمل ہے اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی مذہب معمول بہ ہے اور برہان میں ہے کہ حضرت جبرئیل کے بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور اس باب میں وہ نص ہے اور کتاب فیض میں ہے کہ اسی پر آج کل لوگوں کا عمل ہے اور یہی فتوے دیا جاتا ہے ۱۲

[2] حضرت رسول اللہ صلعم ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے اور بطحا میں ظہر اور عصر دو دو رکعتیں پڑھیں اور اُن کے سامنے نیزہ نصب کیا ہوا تھا ۱۲

"قال[1] خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ فصلی الظھر رکعتین والعصر رکعتین وبین یدیہ عنزۃ"

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں فیہ[2] دلیل علی القصر والجمع فی السفر وفیہ ان الافضل لمن اراد الجمع وھو نازل فی وقت الاولی ان یقدم الثانیۃ الی الاولی۔

اور شیخ سلام اللہ حنفی محلے میں لکھتے ہیں "وظاھرہ[3] تقدیم العصر فی وقت الظھر"

ابوداؤد اور ترمذی میں بسند صحیح متصل روایت ہے معاذ بن جبل سے[4] "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل زیغ الشمس اخر الظھر الی ان یجمعھا الی العصر فیصلیھا جمیعًا واذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجّل العصر الی الظھر وصلی الظھر والعصر جمیعًا ثم سار وکان اذا ارتحل قبل المغرب اخّر المغرب حتی یصلیھا مع العشاء واذا ارتحل بعد المغرب عجّل العشاء فیصلیھا مع المغرب"

یہ بحث بھی بہت ہی مطول ہے اور بخیال تطویل ممل ہم نے خلاصہ درج کر دیا جو حضرات زیادہ تحقیق چاہیں وہ کتاب معیار الحق میں دیکھیں کیوں کہ وہ کتاب اپنی جمیع مالہ و ماعلیہ کے لئے تشفی کی ضامن ہے اور اسی بحث پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

---

[1] حضرت رسول خدا صلعم دوپہر کے وقت بطحی کی طرف تشریف فرما ہوئے پس وضو کیا اور دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر کی پڑھی اور اُن کے سامنے نیزہ نصب کیا ہوا تھا ۱۲

[2] اس میں دلیل ہے قصر اور جمع کرکے پڑھنے کی سفر میں اور یہ کہ افضل ہے اُس شخص کے لئے جو ارادہ کرے جمع کا اور وہ نازل ہو وقت اولی میں کہ مقدم کرے ثانیہ کو طرف اولیٰ کے ۱۲

[3] اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ مقدم کرے عصر کو وقت ظہر میں ۱۲

[4] حضرت رسول خدا صلعم غزوہ تبوک میں جب چلتے تھے قبل جھکنے آفتاب کے تو تاخیر کرتے تھے ظہر میں اس قدر کہ ملاتے تھے اس کو عصر کے ساتھ اور پڑھتے تھے دونوں ساتھ ساتھ اور جب چلتے تھے بعد جھکنے آفتاب کے تو مقدم کرتے تھے عصر کو اور پڑھتے تھے دونوں نمازیں یعنی ظہر اور عصر ساتھ ساتھ پھر روانہ ہوتے تھے اور جب چلتے تھے قبل مغرب کے تو تاخیر کرتے تھے مغرب میں اور پڑھتے تھے اُس کو عشا کے ساتھ اور جب چلتے تھے بعد مغرب کے تو جلدی کرتے تھے عشا میں اور پڑھتے تھے اُس کو مغرب کے ساتھ ۱۲

ضمیمۂ دوم

مختصر فہرست تلامذہ

بعض بعض امور جو میاں صاحب کی ذات کے ساتھ مختص ہیں اُن میں سے ایک تلامذہ کی کثرت بھی ہے اور شاگرد بھی کیسے کہ بیشتر اُن میں سے صاحب فضل و کمال جن کی شاگردی پر معاصرین علما فخر کر سکتے ہیں۔

دہلی، نواح دہلی اور صرف ہندوستان ہی میں آپ کے تلامذہ کی تعداد محدود نہیں ہے بلکہ یہ لوگ کرۂ زمین کے معتدبہ حصّہ کو گھیرے ہوئے ہیں جن کی تعداد صحیحہ کے معلوم کرنے کے لئے یہ مصرع حسب حال ہے ع

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

کیوں کہ ہندوستان اور کابل کے سوا عرب، یمن، نجد، حجاز، سنوس، جشستان افریقہ، عجم، چین، کوچین، اور تبت وغیرہ بھی آپ کے شاگردوں کے وجود سے خالی نہیں ہے۔

ہندوستان اور کابل کے صوبجات اور مقامات کا نام بطور مشتے نمونہ از خروارے درج ذیل ہے۔

صوبۂ بہار

ضلع شاہ آباد، ضلع پٹنہ، ضلع سارن، ضلع مظفرپور، ضلع موتیہاری، ضلع دربھنگہ اور ضلع مُنگیر۔

ضلع شاہ آباد میں آرہ اور مضافات آرہ۔

ضلع پٹنہ میں سب ڈویژن بہار، نگرنہسہ، لعل پورہ، شکرانواں، مہدانواں دانا پور، محی الدین پور، گیلانی، ڈیانواں، اوگانواں، بڑاکر، پھلواری، کاکو، پٹھانان اور نبی نگر۔

ضلع سارن میں چھپرہ، سیواں اور کوپا سموتا۔
ضلع مظفر پور میں مظفر پور، حاجی پور اور اموا
ضلع موتیہاری میں بتیا۔
ضلع دربھنگہ میں دیگرا، رحیم آباد، بریول اور بندھولی۔
ضلع مُنگیر میں مُنگیر اور سورج گڈھ۔ ضلع صاحب گنج گیا۔

صوبہ بنگال میں

دیناج پور، رام پور بولیا، راج شاہی، مرشد آباد، بگوڑا، رنگ پور، کٹنی کول، اسلام آباد، بردوان، کلکتہ، ڈھاکہ، نصیر آباد، جسر، بالیشور، سلہٹ، آسام برھما اور اوڑیسہ۔

بمبئی میں سندھ، سورت، گجرات اور ناگور۔

پنجاب میں امرت سر، بٹالہ، گرداس پور، پاک پٹن، لکھوک، کرانا، خان پور، شاہ پور، فیروز پور، گوجروالہ، قلعہ میاں سنگر، لودھیانہ، وزیر آباد، ہوشیار پور، جھیلم، دہلی، دوجانہ، پانی پت، ڈیرہ اسمٰعیل خان، سرسہ، کلانور، قصور، وجھونگ، پشاور، ہزارہ اور ملتان۔

مدراس میں بنگلور، بندر کوچیں اور حیدر آباد۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں

اعظم گڈھ، جے راج پور، مئو، کوپا، چاندپارہ، گھوسی، مبارک پور، امروہہ، بنارس، جون پور، کان پور، الہ آباد، اکبر آباد، بدایوں، بریلی، بجنور، بلند شہر، جلیسر، سہسوان، سہارن پور، شاہ جہاں پور، غازی پور، فتح پور، فتح گڈھ، فرخ آباد، مراد آباد، مظفر نگر، میرٹھ، ناگ پور، رام پور، لکھنؤ اور ملیح آباد۔

راجپوتانہ اجمیر، ٹونک اور بھوپال۔

حیدر آباد

ولایت کابل میں باجور، بخارا، سمرقند، غزنی، قندھار، قوقند، قہستان

کاشغر، ہرات اور یاغستان،
چین میں تبت۔

صوبہ بہار

فہرست تلامذہ بقید سکونت

آرہ ضلع شاہ آباد

۱- مولانا الحاج حافظ ابو محمد ابراہیم نور اللہ مرقدہ مہاجر، فی الاحرام موتاً و مکی مدفناً فدائی اسلام و بانی اسلام فدائی قوم و ملت واعظ قیامت کار۔

۱۳۱۸ھ میں حج ثالث کے بعد تقریباً ایک برس روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مجاور رہے آخر ذیقعدہ میں بقصد حج رابع مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آتے تھے ایک منزل مکہ معظمہ سے اِدھر ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور دوسرے دن ۷، ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ کو مکہ معظمہ پہنچ کر بحالت احرام وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدرسہ احمدیہ آرہ اُن کی زندہ یادگار ہے۔

افسوس کہ اُن کی بے وقت موت سے مسلمانوں میں نہ صرف ایک عدد کی کمی ہوگئی بلکہ قوم کو من حیث القوم سخت نقصان پہنچا۔ کیوں کہ آدمی نہایت ہی با اخلاص، نیک نیت، سچے اور جوشیلے تھے، جس وقت جو امر حق اُن کے ذہن میں ثابت ہوگیا ایک منٹ کے لئے بھی اُس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے اور نہ اِس کی پرواکرتے کہ لوگ مضحکہ اُڑائیں گے یا متلون المزاج کہیں گے اِسی لئے اُن کی نماز اور اُن کا وعظ ایسا پر اثر تھا کہ اب اُن کو نہ صرف آنکھیں بلکہ دل ڈھونڈھتا ہے۔ آخر عمر میں طبیعت کا رجحان تصوف کی طرف زیادہ ہوگیا تھا۔ عن قریب تبلیغ اسلام کے لئے یورپ افریقہ اور امریکہ جانے والے تھے اور تبلیغ احکام کے لئے مصر شام روم اور عراق کا سفر کرنے والے۔

اِس نقصان کی تلافی اب خدا ہی کے ہاتھ ہے کہ پھر ویسی جوشیلی طبیعت اور مضبوط ارادہ کا کوئی خاص بندہ پیدا کردے وما ذالک علی اللہ بعزیز

صوبہ بہار

آرہ

۲ مولوی محب العلی

۳ مولوی عبدالوہاب

۴ مولوی شاہ نعمت اللہ

۵ مولوی حافظ نذیر حسن عرف زین العابدین

۶ مولوی اسمٰعیل مرحوم بن حاجی رضی الدین مظلہ

۷ مولوی عبدالحکیم

۸ مولوی عبداللطیف

۹ مولوی ادریس برادر خورد مولانا ابراہیم

۱۰ مولوی حکیم ضمیر الحق

۱۱ مولوی محمد قاسم منتظم مدرسہ عالیہ کلکتہ

ضلع پٹنہ

۱۲ مولوی حکیم علیم الدین حسین مرحوم نگرنہسوی بڑے علامہ، مدرس، مؤلف، اور واعظ تھے۔

۱۳ مولوی حکیم عبدالباری مرحوم

۱۴ مولوی عاشق محی الدین مرحوم بہاری

۱۵ مولوی محمد اسمٰعیل بہاری

۱۶ مولوی عبدالغنی مرحوم لعل پوری

۱۷ مولانا لطف علی مرحوم بہاری بڑے عالم ومدرس تھے۔

۱۸ مولوی امیر حسن بہاری

۱۹ مولوی نظیر حسن بہاری

۲۰ مولوی ابوالحسنات عبدالغفور داناپوری

ضلع پٹنہ

۲۱ مولوی محمد رفیع الدین شکرانواں

۲۲ مولوی ابراہیم بن مولوی رفیع الدین

۲۳ مولوی حافظ ضیاء الدین بن مولوی رفیع الدین موصوف۔

۲۴ خاکسار سوانح نگار فضل حسین ساکن مہدانواں ضلع پٹنہ متوطن مظفرپور جس کا نام تاریخی غلام منعم تاریخ ولادت ۲۷ محرم ۱۲۷۱ھ مطابق ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۵۴ء ہے اور جس نے اس سوانح نگاری کے سوا ذی شعور ہونے سے لے کر اس وقت تک کوئی کار خیر نہیں کیا ؎

گناہ آں قدر ہا بروں از شمار
کہ رنجد سروش یسار از یسار ؎

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

باایں ہمہ امیدوار رحمت پروردگار ہے ؎

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

۲۵ مولوی ابوالنصر عبدالغفار مرحوم مہدانواں المتخلص بہ نشر المتوفی ۱۳۱۵ھ خاکسار کے حقیقی چچیرے بھائی اور عمر میں دس مہینے مجھ سے بڑے تھے اُن کی

صوبہ بہار

ضلع پٹنہ

تالیف ایک کتاب "سلیقہ" ترجمہ "ادب المفرد" امام بخاری ہے۔
تصوف اور اتباع سنت کی جانب میلان زیادہ تھا۔ اُردو اور فارسی زبان میں اکثر عمدہ اشعار بھی موزوں کرتے اور فن شاعری میں بہت ہی اچھا مذاق رکھتے۔ اہل حدیث ضلع سارن کے متفق علیہ مقتدا تھے بہت زمانہ سے چھپرہ ہی میں رہتے اور وہیں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۶ مولوی عبدالرؤف مہدانواں

۲۷ مولوی فضل حق بہاری

۲۸ مولوی عبدالغفور مرحوم داناپوری متخلص بہ نیّر

۲۹ مولوی نورالحسن داناپوری

۳۰ مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق ڈیانواں سلمہ اللہ تعالیٰ۔
ان کی کتاب "عون المعبود" شرح صغیر ابی داؤد چار ضخیم جلدوں میں چھپکر شائع ہو چکی ہے اور "غایۃ المقصود" شرح کبیر ابی داؤد کی پہلی جلد صرف پہلے پارہ کی طبع ہو چکی ہے اور بقیہ کی تکمیل میں مصروف ہیں یہ کتاب شاید تیس جلدوں میں تمام ہو گی دونوں شرحیں صغیر وکبیر عربی زبان میں ہیں اور اُن کے سوا بیشتر

ضلع پٹنہ

رسالے اور کتابیں عربی زبان میں اور بعض فارسی میں آپ سے یادگار ہیں۔

۳۱ مولوی محمد اشرف ڈیانواں برادر خورد مومی الیہ۔

۳۲ مولوی نوراحمد بن مولوی گوہر علی مرحوم ڈیانواں

۳۳ مولوی نصیرالحق ڈیانواں

۳۴ حافظ مولوی محمد عبدالقیوم ڈیانواں

۳۵ مولوی محمد زبیر ڈیانواں

۳۶ مولوی تلطف حسین محی الدین پوری جو تقریباً چھبیس ۲۶ برس شیخ کے ملازم خدمت رہے اور زمانہ طالب علمی سے قبر تک ساتھ نہ چھوڑا۔ سفر حج میں بھی ساتھ تھے جس کا تذکرہ سفر حج کے بیان میں گذر چکا دھن کے پورے اور ارادے کے پکے آدمی ہیں

۳۷ مولوی عبدالرحمٰن بہاری

۳۸ مولوی محمد احسن استھانوی بہاری

۳۹ مولوی سخاوت حسین پنواڑ

۴۰ مولوی عبدالصمد اُگانواں

۴۱ مولوی محمد شیر گیلانی

۴۲ مولوی الٰہی بخش خاں بڑاکری

۴۳ مولوی عبدالکریم باڑہ

۴۴ مولانا شاہ محمد عین الحق صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

صوبہ بہار

ضلع پٹنہ

خانقاہ پھلواری ضلع پٹنہ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ اپنے طبقہ میں پہلے شخص ہیں جو کر جوش اتباع سنت میں خلوت سے نکل کر حج وزیارت کو گئے اور حج سے واپس آکر ترک خلوت نشینی کرکے وعظ وہدایت عام خلق اللہ میں مشغول ہوگئے یہ شعر حسب حال ہے ؎

کہ ترا بگفت جاناں کہ بروں زخلوت آئی
سر انجمن نشینی دل عالمے ربائی

پہلے حج کے بعد اس وقت تک دو حج اور کئے آدمی سنجیدہ اور فہمیدہ ہے۔ ہیں

۴۵ مولوی علی نعمت پھلواری جناب مسبوق الذکر کے اُستاد۔

۴۶ مولوی تنظیر حسن پھلواری

۴۷ مولوی محمد سلیمان پھلواری

۴۸ مولوی مولا بخش بڑاکری

۴۹ مولوی ادریس خلف مولانا محمد شمس الحق

۵۰ مولوی فیاض الدین عظیم آبادی محدث

۵۱ مولوی ابراہیم بن مولانا لطف علی بہاری دھنچوہی

۵۲ مولوی محمد ابراہیم ڈیانواں

۵۳ مولوی عبدالجبار مرحوم ڈیانواں

۵۴ مولوی نذیر الدین نگرنہسہ

ضلع پٹنہ

۵۵ مولوی عبدالعزیز مرحوم نگرنہسہ

۵۶ مولانا عبداللہ پنجابی گیلانی

۵۷ مولانا سعادت حسین بہاری سابق مدرس مدرسہ احمدیہ آرہ و مدرسہ عالیہ کلکتہ

۵۸ مولوی حکیم محمد احسن عظیم آبادی افسر الاطبا بھوپال

۵۹ مولوی حافظ عبداللہ صاحب بازیدپوری شاگرد قبل غدر

۶۰ شاہ عبدالصمد کاکو

۶۱ مولوی عبداللہ کاکو

۶۲ مولوی عبدالحی عظیم آبادی

۶۳ مولوی نورالحق ایضاً

۶۴ مولوی نجم الدین بہاری

۶۵ مولوی محمد بہاری

۶۶ مولوی ادریس عظیم آبادی

۶۷ مولوی بشارت کریم مرحوم دسنوی بہاری

۶۸ مولوی فضل کریم بدوسری

۶۹ مولوی اسحٰق عظیم آبادی

۷۰ مولوی امیر علی ایضاً

۷۱ مولوی مجو ایضاً

۷۲ مولوی عبداللہ ایضاً

۷۳ مولوی محمد اصغر بہاری

۷۴ مولوی محمد اسحٰق ایضاً

صوبہ بہار

ضلع پٹنہ

۷۵ مولوی ابوالحسن بہاری شاگرد قبل غدر
۷۶ مولوی محمد عبدالوہاب بہاری سنرہیدی
۷۷ مولوی شہود الحق مرحوم پھٹاناں مولف "بحر زخار"، ردانتصار الحق
۷۸ مولوی محمد حیات بہاری
۷۹ مولوی محمد عظیم آبادی
۸۰ مولوی سید محمد عبدالودود
۸۱ مولوی عبدالحکیم بن مولوی عظمت اللہ منیری بہ پورہ
۸۲ مولوی محمد صادق بہاری
۸۳ مولوی محمد ابراہیم بیاپوری
۸۴ مولوی عبدالرحمن اُگانواں

ضلع سارن

۸۵ مولوی احسان اللہ شاگرد قبل غدر
۸۶ مولوی حکیم محمد احسن سیواں
۸۷ مولوی امیر حسن
۸۸ مولوی محمد احسن سیواں
۸۹ مولوی حسن الدین ایضاً
۹۰ مولوی حکیم عبدالعزیز مرحوم ایضاً
۹۱ مولوی حافظ عبداللہ کوپا سموتا نزیل کلکتہ
۹۲ مولوی عبدالخالق

ضلع مظفرپور

۹۳ مولوی محمد علی امواں

ضلع مظفرپور

۹۴ مولوی حکیم حافظ محمد حسن ضریر البصر پنجابی حاجی پوری
۹۵ مولوی زکریا مرحوم مدرس

موتیہاری

۹۶ مولوی عبدالرشید بتیا

ضلع دربھنگہ

۹۷ مولانا حافظ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ رحیم آبادی مؤلف حسن البیان مقتدائے اہل حدیث مظفرپور و دربھنگہ و دیناج پور وغیرہ حصص بنگالہ، فن مناظرہ کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہیں مگر نہایت ہی زندہ دل، خلیق، ملنسار، ہم درد، دوستی کے پکے، ارادے کے مضبوط، دھن کے پورے اور جفاکش آدمی ہیں
۹۸ مولوی عبدالرحیم رحیم آبادی برادر کلاں موصی الیہ
۹۹ مولوی محمد یٰسین مرحوم رحیم آبادی المتوفی ۱۳۰۸ھ برادر خورد موصی الیہ
۱۰۰ مولوی محمود بن مولوی عبدالرحیم رحیم آبادی
۱۰۱ مولوی محمود مرحوم دیگرا
۱۰۲ مولوی عبدالنور ایضاً
۱۰۳ مولوی الطاف حسین فاضل پور
۱۰۴ مولوی محمد صالح بندھولی

صوبہ بہار

ضلع دربھنگہ	ضلع مُنگیر
۱۰۵ مولوی ابوالسعادات عبدالمجید مرحوم بریول	۱۰۹ مولوی ابوعمران عطاء الحق نبی نگر
۱۰۶ مولوی ابوالبرکات فیض الحسن ایضاً	صاحب گنج گیا
ضلع مُنگیر	۱۱۰ مولوی محمد اسحٰق مرحوم مدرس مدرسہ بنگلور
۱۰۷ مولوی سید عبدالحفیظ ابن مولوی سید توسل حسین مرحوم برادر خورد شیخ سورج گڈھ	۱۱۱ مولوی تبارک حسین
	۱۱۲ مولوی شیر محمد
	۱۱۳ مولوی محمد ذاکر
۱۰۸ مولوی سید انور حسین مُنگیر	۱۱۴ مولوی عبدالستار

بنگال

اسمائے ذیل کے آگے صرف لفظ "بنگالی" لکھا ہوا ہے اس لئے اسی جگہ سب کو اکٹھے درج کئے دیتے ہیں اُس کے بعد ضلع وار فہرست ہوگی۔

بنگال	بنگال
۱۱۵ مولوی مستفیض الرحمٰن	۱۲۶ مولوی عبدالغفور مولف "الکلام المتکفل شرح الطہر المتخلل"
۱۱۶ مولوی غلام رحمٰن	۱۲۷ مولوی عبدالبہاری
۱۱۷ مولوی نسیم الدین	۱۲۸ مولوی سلیمان
۱۱۸ مولوی عبدالرحمٰن	۱۲۹ مولوی عبدالمجید
۱۱۹ مولوی عبدالعزیز	۱۳۰ مولوی شیر الدین
۱۲۰ مولوی لطف الرحمٰن	۱۳۱ مولوی منیر الدین
۱۲۱ مولوی ظہیر الدین	۱۳۲ مولوی گلزار علی
۱۲۲ مولوی عبدالسبحان	۱۳۳ مولوی محمد سیف اللہ
۱۲۳ مولوی امیر حسن	۱۳۴ مولوی عین الدین
۱۲۴ مولوی مستفیض الدین	۱۳۵ مولوی رفاعت اللہ
۱۲۵ مولوی عبدالقادر	

بنگال

ضلع بردوان

۱۳۶ مولوی محمدؐ بن مولوی ظل الرحیم مرحوم تلمیذ مولانا شہید علیہ الرحمۃ

۱۳۷ مولوی اسحٰق

۱۳۸ مولوی عبدالرحمٰن بن ظل الرحیم

۱۳۹ مولوی احسان کریم

۱۴۰ مولوی عبدالرحیم

۱۴۱ مولوی فضل کریم ہیڈ مولوی مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

۱۴۲ مولوی نعمت اللہ

ضلع چاٹ گام

۱۴۳ مولوی بخشش علی

۱۴۴ مولوی حیدر علی اسلام آبادی مہاجر

۱۴۵ مولوی اسد علی

۱۴۶ مولوی حسن الزماں

۱۴۷ مولوی عبدالفتاح

۱۴۸ مولوی بخشش علی

۱۴۹ مولوی منیرالدین بن مولوی حسن علی مرحوم اسلام آبادی

ضلع دیناج پور

۱۵۰ مولوی عبدالباسط

۱۵۱ مولوی عبدالحمید

۱۵۲ مولوی امانت اللہ

۱۵۳ مولوی محمدؐ حسین

۱۵۴ مولوی عیسیٰ

ضلع دیناج پور

۱۵۵ مولوی عبدالمالک

۱۵۶ مولوی ابوسعید

ضلع ڈھاکہ

۱۵۷ مولوی نصیرالدین

۱۵۸ مولوی عبداللہ

۱۵۹ مولوی عبدالغفور

۱۶۰ مولوی ابراہیم

۱۶۱ مولوی حیدر علی

ضلع رام پور لولیہ

۱۶۲ مولوی شریعت اللہ

۱۶۳ مولوی عنایت علی

۱۶۴ مولوی فخر

ضلع راج شاہی

۱۶۵ مولوی محمدؐ ابن مولوی کرامت اللہ

۱۶۶ مولوی رحیم بخش

۱۶۷ مولوی اصغر علی

۱۶۸ مولوی مولائی

ضلع رنگ پور

۱۶۹ مولوی عبدالحلیم

۱۷۰ مولوی عبدالہادی

۱۷۱ مولوی ظہیرالدین

۱۷۲ مولوی عطاء اللہ

" "

بنگال

ضلع سلہٹ

۱۷۳ مولوی محمد طاہر مدرس
۱۷۴ مولوی حسن علی
۱۷۵ مولوی عبدالباری
۱۷۶ مولوی محمد یعقوب

کلکتہ

۱۷۷ مولوی عین الدین مٹیابرج

ضلع مرشد آباد

۱۷۸ مولوی سلیم الدین
۱۷۹ مولوی عبدالعزیز

ضلع مرشد آباد

۱۸۰ مولوی نجم الدین
۱۸۱ مولوی یعقوب علی
۱۸۲ مولوی ابو محمد حفاظت اللہ
۱۸۳ مولوی ابراہیم دیپ گنڈ

ضلع ندیہ

۱۸۴ مولوی محمد اسحٰق بن مولوی خواجہ احمد
۱۸۵ مولوی تراب علی عرف خاکی شاہ

ضلع نصیر آباد

۱۸۶ مولوی سید خواجہ احمد

آسام

۱۸۷- مولوی سعد اللہ شاگرد قبل غدر

برھما

۱۸۸ مولوی محمد عمر
۱۸۹ مولوی امیر الدین

بمبئی

سندھ

۱۹۰ مولوی محمد حیات
۱۹۱ مولوی قدرت اللہ
۱۹۲ مولوی عبدالواحد
۱۹۳ مولوی سید السند ابو تراب رشد اللہ

سورت

۱۹۴ مولوی محمد بن غلام رسول

گجرات

۱۹۵ مولوی ابو احمد محمد
۱۹۶ مولوی حافظ قطب دین بکتوی گجراتی

ناگور

۱۹۷ مولوی عبدالرحیم شاگرد قبل غدر
۱۹۸ مولوی عبدالکریم ایضاً
۱۹۹ مولوی عبدالحی

مدراس

۲۰۰ مولوی عبدالرحیم بن مسلم احمد اسحٰق پٹن
۲۰۱ مولوی محمد فضل اللہ بنگلوری

پنجاب

اسمائے مفصلہ ذیل کے آگے صرف "پنجابی" کا لفظ لکھا ہوا ہے ضلع کا نام معلوم نہیں۔ اس کے بعد ضلع وار فہرست ہوگی۔

پنجاب

۲۰۲ مولوی شمس الدین شاگرد قبل غدر
۲۰۳ مولوی جلال الدین ایضاً
۲۰۴ مولوی امام الدین دوجانوی ایضاً
۲۰۵ مولوی عبدالقدوس نحوی مکھنڈی
۲۰۶ مولوی عبیداللہ صاحب تحفۃ الہندو تحفۃ الاخوان وغیرہ
۲۰۷ مولوی عبدالحق
۲۰۸ مولوی حافظ الہ دین
۲۰۹ مولوی عبدالرحمٰن سرسوی
۲۱۰ مولوی عبدالباسط
۲۱۱ مولوی محمد عبدالحکیم کلانوری
۲۱۲ مولوی غلام احمد
۲۱۳ مولوی عبدالوہاب
۲۱۴ مولوی عبدالمجید
۲۱۵ مولوی عبدالرحیم
۲۱۶ مولوی حافظ الہ دیا ضریرالبصر
۲۱۷ مولوی بدرالدین
۲۱۸ مولوی احمداللہ
۲۱۹ مولوی محمد یوسف
۲۲۰ مولوی حافظ عبدالوہاب ضریرالبصر

پنجاب

۲۲۱ مولوی صوبہ
۲۲۲ مولوی فخرالدین
۲۲۳ مولوی شیخ احمد ضریرالبصر پنجابی دہلوی
۲۲۴ مولوی حافظ بخش اللہ ضریرالبصر پنجابی دہلوی
۲۲۵ مولوی ولی محمد
۲۲۶ مولوی عظیم اللہ
۲۲۷ مولوی عبدالخالق
۲۲۸ مولوی احمد سعید
۲۲۹ مولوی آلہ داد
۲۳۰ مولوی قدرت اللہ
۲۳۱ مولوی عبدالقادر
۲۳۲ مولوی ابوعبدالرحمٰن محمد مرحوم نومسلم
۲۳۳ مولوی عبدالحمید کرانوی
۲۳۴ مولوی احمد
۲۳۵ مولوی علی محمد
۲۳۶ مولوی ابوداؤد عبداللہ بیری پنجابی
۲۳۷ مولوی محمد حسن دھرم کوٹ
۲۳۸ مولوی محمد حسین بنیوی
۲۳۹ مولوی اسمٰعیل دلادسی

پنجاب

ضلع امرت سر

۲۴۰ مولانا محمد اعظم بن محمد بن محمد بن محمد المشہیر بعبد اللہ الغزنوی امرت سری المتوفی لیلۃ الثلثاء ۱۵ ربیع الاولیٰ سنہ ۱۲۹۸ھ

آپ صوفی محدث تھے

تیرھویں صدی ہجری میں اگر کوئی شخص تصوف نبوی کا نمونہ دیکھنا چاہتا تو اُس کے لئے آپ کی ذات بابرکات کے برابر کوئی دوسرا نمونہ نہیں مل سکتا تھا آپ کے دو رویاے صالحہ جناب مولوی عبدالجبار صاحب (آپ کے صاحبزادے) کے دست خاص کے لکھے ہوئے اس وقت میرے سامنے رکھے ہوئے ہیں جن کی نقل خالی ازدلچسپی نہیں ہے۔

(۱) دیدم کہ در تہ خانہ زینہ دار فرو می روم وقتے کہ بہ صحن خانہ رسیدم چراغ روشن یافتم و دراں حالت در بغلم کتاب "صحیح بخاری" بود پیش چراغ نشستہ کتاب مذکور وا نمودم می بینم کہ کتاب از اول تا آخر سیاہ گشتہ دودہ دُخانیہ چناں بداں

ضلع امرت سر

چسپیدہ کہ حروف بہ نظر نمی آید آخر الامر رومالے را گرفتم و از اول کتاب صاف نمودن شروع نمودم ورق ورق صاف نمودہ قریب آخر رسانیدم اوراق متعددہ باقی ماند نہایت ماندہ شدہ نفس سرد کشیدہ گفتم اللہ اکبر چہ قدر تکلیف برداشتم و دراں خواب چہرہ خود بہ نظر می آید می بینم کہ گرد آں کتاب بر اسنانم نمودار می باشد در تعبیر ایں خواب حیران بودم کہ اتفاق سفر دہلی کہ بہ نسبت بلاد ما نہایت زیر است اُفتاد و بخدمت خاتم المحدثین شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب رسیدم و کتاب صحیح بخاری شروع نمودم دراں سیاں بلواے دہلی شروع شد در عین بلواے شدید کہ ہر کس بغم جان خود بود من مشغول بہ خواندن کتاب مذکور تا حدے کہ نصاریٰ غالب آمدند و اہل بلدہ را متفرق نمودند دراں ایام کتاب صحیح بخاری قریب الاختتام بود مگر بسبب پراگندگی اہل بلدہ در میان من

عہ میاں صاحب فرماتے تھے کہ توپ کے گولے دنادن شہر میں برستے تھے اور میری مسجد واقع پنجابی کٹرہ پر سے بھی گذرتے تھے ایک گولہ میری مسجد کے صحن میں بھی گرا مگر ہم اور عبداللہ صاحب سارے دن صحیح بخاری کے پڑھانے اور پڑھنے میں مشغول رہتے تھے ۱۲

پنجاب

ضلع امرت سر

وسید صاحب (شیخ) ہم جدائی اُفتاد وکتاب ناتمام ماند تعبیر خواب ہمیں بود کہ زیرِ خانہ دہلی بود وچراغ سید صاحب مذکور وصاف نمودن صحیح بخاری آں بود در اعسر اوقات الا اوراق چند کہ بنابر لاچاری باقی ماند فقط

(۲) دیدم کہ از دہان شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب چشمہ شیریں جاری است وآں شربت در ہر دو دست من می ریزد ومن آں رامی نوشم مطلب کہ چشمہ آں شربت از دہان شیخنا می باشد ومجرائے آں ہر دو دست من ومدخل آں فم من می باشد در تعبیر ایں خواب متحیر بودم کہ اتفاقاً فرزندم عبد الجبار بخدمت شیخ مذکور رسیدہ وتحصیل علم حدیث از ایشاں نمود۔ چشمہ شیریں علم حدیث است کہ از جناب سامی جاری است وتحصیل علم حدیث فرزندم از جناب ایشاں نوشیدن من است از آں چشمہ شیریں کہ فرزند مذکور جزو من است واز باقیات صالحات من خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ نے اپنے چار صاحب زادوں کو تحصیل علم حدیث کے لئے جناب میاں صاحب

ضلع امرت سر

کے حضور میں دہلی بھیجا اور چاروں دہلی سے کامیاب ہوکر اپنے بے نظیر باپ کی جناب میں حاضر ہوئے۔

۲۴۱ مولانا محمد غزنوی امرت سری خلف اکبر جناب ممدوح المتوفی ۱۲۹۶ھ آپ نے اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں وفات کی تفسیر جامع البیان پر اُن کا حاشیہ ہے

۲۴۲ مولانا عبد الجبار رحمہ اللہ تعالیٰ غزنوی امرت سری جانشین والد ماجد قدس سرہٗ

۲۴۳ مولانا عبد الواحد بن عبد اللہ غزنوی امرت سری

۲۴۴ مولانا عبد اللہ بن عبد اللہ غزنوی

۲۴۵ مولوی عبد الاول بن محمد عبد اللہ الغزنوی امرت سری

۲۴۶ مولوی عبد القدوس بن عبد اللہ غزنوی رح

۲۴۷ مولوی عبد الغفور بن محمد غزنوی رح

۲۴۸ مولوی عبد الاعلیٰ بن عبد العزیز غزنوی رح

۲۴۹ مولوی عبد الحق بن عبد العزیز غزنوی

۲۵۰ مولوی ابو الوفا ثناء اللہ مؤلف تفسیر ثنائی وایڈیٹر ماہوار رسالہ "اہل حدیث" امرت سر

۲۵۱ مولوی جمال بن حافظ محمود

۲۵۲ مولوی محمد علی واعظ

پنجاب

ضلع پانی پت

۲۵۳ قاضی محفوظ اللہ نبیرۂ قاضی ثناءاللہ صاحب تفسیر مظہری

۲۵۴ مولوی عبدالغنی

۲۵۵ مولوی عبدالحکیم

پاک پٹن

۲۵۶ مولوی محمد شاہ صاحب تنویرالحق

پشاور

۲۵۷ قاضی طلا محمد خان المتوفی سنہ ۱۳۱۰ھ فی المکۃ المعظمۃ۔

یہ بزرگ علاوہ فاضل، فقیہ اور محدث ہونے کے بہت بڑے فصیح و بلیغ شاعر عربی و فارسی کے تھے آپ کے بعض قصائد کا انتخاب "باب ہفتم شعرائے علام کے قصائد شیخ کی مدح میں" درج ہو چکا ہے اور اسی باب میں آپ کا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے۔

۲۵۸ ملا صدیق مدظلہ عالم، فاضل، فقیہ اور محدث ہونے کے علاوہ یہ بزرگ بہت بڑے اصولی ہیں۔ نورالانوار، توضیح و تلویح، مسلم الثبوت، شرح مسلم الثبوت، اشباہ و نظائر، مصفےٰ امام غزالی، محصول امام رازی،

پشاور

حسامی وغیرہ وغیرہ اصول کی کتابوں کے نہ صرف مضامین ہی پر وسیع نظر رکھتے بلکہ کتب اصول کی معتدبہ حصہ عبارتیں ازبر ہیں۔ اور مغتنم الحصول فی علم الاصول و مسلم الثبوت کے تو حافظ ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب اور ملا صاحب کے درمیان تقلید کا مسئلہ چھڑ گیا۔ مولوی صاحب نے مسلم الثبوت کی عبارت مستند المقلد قول المجتهد لاظنہ ولا ظنہ پڑھی۔

ملا صاحب نے حسب عادت اپنی فرمایا ارے مسلم ساری حفظ۔ مسلم کو لاؤ نہ میں تم کو بتاؤں۔ مولوی صاحب نے مسلم پیش کی۔

ملا صاحب نے فرمایا کہ یہ مضمون تفریع ہے فقہ کی تعریف کی۔ وہاں سے دیکھو تب تمھاری سمجھ میں اس کا مطلب آئے گا یہ کہہ کر مسلم کی عبارت الفقہ حکمۃ فرعیۃ شرعیۃ سے شروع کیا اس موقع کی تقریر، فقہ کی تعریف کے اجزا کی بحث اور قیود کے فوائد کا

پنجاب

پشاور

بیان سننے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔
طرہ اُس پر یہ تھا کہ اختلافات تعریف
بعض اہل اصول (جیسے امام غزالی کا
احتراز عن التصوف والکلام کی غرض
سے قیود بڑھانے) کے متعلق جو تقریر
فرماتے تھے اُس میں اعلیٰ درجہ کے
مصنفین اور اُن کے تصانیف (جو
اِس زمانہ میں متداول نہیں ہیں) کے

پشاور

نام بتاتے جاتے تھے۔

۲۵۹ مولوی عبد الصمد نزیل بھوپال
۲۶۰ مولوی عبد اللہ بن قاضی منصور خاں
۲۶۱ ملا عبد المجید
۲۶۲ ملا محمد عارف نزیل ڈھاکہ

جہلم

۲۶۳ مولوی حافظ قطب الدین
۲۶۴ مولوی عظیم اللہ

پنجاب

ضلع دہلی

۲۶۵ مولانا سید شریف حسین المتوفی
سنہ ۱۳۰۴ھ شیخ کے بیٹے

آپ کے نام نامی کو تو اِس فہرست
میں سب سے پہلے لکھنا مناسب تھا
مگر بسبب پابندی ترتیب صوبجات و
اضلاع میرے قلم کو اس بات کا شرف
اب حاصل ہوا ہے با ایں ہمہ ع
صدر ہر جا کہ نشیند صدر است
اور فی الواقع اس اولیت کی اولویت
نہ صرف اِس لئے ہے کہ نامور باپ کے
بیٹے تھے بل کہ اس لئے کہ آپ کی
صلاح و تقویٰ کی نظیر تیرھویں صدی

ضلع دہلی

میں ملنی دشوار تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ سے زیادہ
میاں صاحب کا فیض کسی دوسرے
شاگرد کو نہیں پہنچا کیوں کہ پانچ برس
کی عمر سے پچپن برس کی عمر تک
(پچاس برس) کچھ نہ کچھ پڑھتے ہی رہے
اور ابتدا سے انتہا تک جو کچھ پڑھا اپنے
اُسی نامور باپ سے پڑھا۔

جس کے شاگردوں کے اسمار کی
یہ نہایت ہی مختصر اور غیر قابل تشفی
فہرست ہے (کیوں کہ جناب مولوی
تلطف حسین صاحب اور حافظ محمد حسین

پنجاب

ضلع دہلی

صاحب کے بیان کے مطابق شاگردوں کی تعداد کم سے کم بیس ہزار ہوگی اور اتباع کی تعداد اسّی لاکھ تک بیان کی جاتی ہے۔

میں بہ تقریب کارونیشن یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو جب دہلی گیا تو جناب مولوی تلطف حسین صاحب سے دریافت کیا کہ آپ پچیس ۲۵ چھبیس برس تک سفر و حضر میں برابر **میاں صاحب** کے ساتھ رہے آپ نے کوئی فہرست تلامذہ کی مرتب کی ہے یا نہیں؟

اِس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ میرے متعلق جب طلبہ کے کھانے کا انتظام تھا اُس وقت میں نے ایک رجسٹر بنایا تھا اور تین برس تک لکھنے کا انتظام کیا اِس رجسٹر میں بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ نام درج ہوئے تھے پھر کثرت اشتغال و تجارت کے سبب میں اس انتظام کو قائم نہ رکھ سکا۔

اُس کے بعد ۲۰ رفروری ۱۹۰۳ء کو مجھ سے مولوی حافظ محمد حسین ضریر البصر پنجابی سے ملاقات ہوئی تو اُن سے میں نے اُن کے تلمذ کی نسبت سوال

ضلع دہلی

کرنا شروع کیا۔ بغیر اس کے کہ میں اپنے دہلی جانے اور مولوی تلطف حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کروں۔ اُنہوں نے اپنی نسبت کہا کہ میں جس وقت پڑھنے کے لئے دہلی گیا تھا تو میرا نمبر بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ تھا اور اُس وقت ایک رجسٹر بھی بنمبر شمار کا وہاں تھا)

مولانا سید شریف حسین مرحوم نے **میاں صاحب** کے اکثر فتاوے کی نقل کر لی تھی اور جب سے اُن کو نقل فتاوے کا خیال ہوا (اگرچہ مدت مدید کے بعد ہوا کیوں کہ میں نے خود **میاں صاحب** سے بلاواسطہ سنا ہے کہ "میرے فتوے اس وقت اگر مدون رہتے تو چار فتاوے عالمگیری کے برابر تو ہوتے") اُس وقت سے تو کوئی فتوے قبل از نقل جاری ہوتا ہی نہ تھا۔

وفات سے بہت برسوں پہلے آپ گھر پر علوم درسیہ، فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس دیتے اور بطور خود افتا کا کام بھی کرتے **میاں صاحب** کی خواہش تھی کہ طلبہ اُن سے

پنجاب

ضلع دہلی

پڑھیں مگر جو لوگ کہ میاں صاحب
سے پڑھنے کے شوق میں جاتے تھے
اُن لوگوں کے دل پر یہ بات گراں گزرتی
اور میاں صاحب کسی کی دل شکنی
روا نہ رکھتے اس سبب سے اُن کے
درس کو جیسا فروغ ہونا چاہتا تھا نہ ہوا
با ایں ہمہ جن لوگوں نے آپ سے
پڑھا ہے اُن کا بیان ہے کہ "حدیث
پڑھاتے وقت سبق والی حدیث
کے متعلق بہ کثرت احادیث مختلفہ کا
حوالہ کتب مختلفہ سے دیتے اُس پر
جرح و تعدیل حسب اصول حدیث
کرکے ضعیف، حسن یا صحیح ثابت
کرتے۔ پھر مذاہب مختلفہ ائمہ و علما
سے "حدیث باب" کے متعلق بحث
کرکے فیصلہ کر دیتے۔ اور جزئیات
پر تو ایسی نظر تھی کہ شاید و باید"

آپ کی تعزیت میں جب کہ مولوی
عبدالغفار مرحوم نے میاں صاحب
کے حضور میں تعزیت نامہ لکھا۔ تو اُس کے
جواب میں جو خط شیخ نے لکھا اُس کے
سرنامہ پر یہ شعر تھا ؎

راہ چپ کرد حریفانہ بہار از چمنم

ضلع دہلی

غنچۂ من ماندم و ہنگام شگفتن بگذشت

امامت نماز پنجگانہ کی آپ ہی کرتے اور
کوئی نماز آدھے گھنٹے سے کم میں تمام نہ کرتے
بلکہ صبح و ظہر کی نماز میں تو کبھی
پورا گھنٹہ بھی ختم ہو جاتا۔

شیخ ہمیشہ فرماتے "میرا جیسا
امام دہلی سے کلکتہ تک نہیں" مولانا
مرحوم کے مزاج میں سادگی حد سے
زیادہ تھی بے تکلف سودا بازار
سے خرید لاتے اور سلام کرنے میں
ہمیشہ سبقت کرتے۔ آپ بہت بڑے
خوش نویس تھے اور اس فن کو
میر پنجہ کش سے حاصل کیا تھا۔

آپ کے دو صاحبزادے جوان ہیں

۲۶۶ بڑے کا نام حافظ مولوی عبدالسلام

۲۶۷ اور چھوٹے کا نام مولوی سید ابوالحسن ہے
خدا ان دونوں کو زندہ رکھے اور
ایسی توفیق خیر عنایت فرمائے کہ
اپنے نامور دادا کے باقیات الصالحات
کہے جا سکیں۔

۲۶۸ مولوی سید احمد حسن مؤلف
"تلخیص الانظار فیما بنی علیہ الانتصار"
یہ مختصر رسالہ قابل دید ہے جس میں

پنجاب

ضلع دہلی

انتصار الحق کی تردید بطور معقول ایسی مسکت لکھی ہے۔ کہ باوجود اشتہار مؤلف کے ابھی تک اس معقولی رسالے کا جواب لکھنے پر نہ کسی اہل قلم نے ہمت کی نہ کوئی قلم اُٹھا۔ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ انتصار الحق آٹھ برسوں کی محنت کا نتیجہ تھا اور یہ رسالہ ایسی جلدی میں چھاپ کر شائع کیا گیا کہ ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۰ھ میں انتصار اُن کے ہاتھ لگی اور ۲۵ جمادی الثانی سنہ صدر کو (دس دنوں میں) اُس کا جواب طبع کرا کے صاحب انتصار الحق کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔

اس پر دو تقریظیں ہیں۔ ایک مولانا محمد بشیر صاحب مدظلہ سہسوانی کی اور دوسری مرزا محمد عبداللہ صاحب حنفی دہلوی کی۔

۲۶۹ مولوی محمد کامل

۲۷۰ مولوی محمد حسین

۲۷۱ مولوی حافظ عبدالغفار

۲۷۲ مولوی حافظ عبدالرحمٰن

۲۷۳ مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی

ضلع دہلی

۲۷۴ مولوی حفیظ اللہ خاں واعظ

۲۷۵ مولوی عبدالرب مرحوم واعظ

۲۷۶ شمس العلما مولوی نذیر احمد ال ال ڈی بجنوری دہلوی۔ مترجم قرآن مجید و مصنف "توبۃ النصوح" "بنات النعش" وغیرہ وغیرہ

۲۷۷ مولوی یوسف نقشہ نویس

۲۷۸ مولوی عبدالقادر امام مسجد کلاں عرف کالی مسجد

۲۷۹ مولوی میر محمد امام جامع مسجد دہلی

۲۸۰ مولوی رحیم بخش امام مسجد فتحپوری

۲۸۱ حافظ احمد

۲۸۲ حکیم محمد عبدالمجید خان مرحوم حاذق الملک

۲۸۳ حافظ مولوی عبدالوہاب ضریر البصر

۲۸۴ حافظ مولوی بخش اللہ ضریر البصر

۲۸۵ حافظ مولوی غلام اکبر خان المتخلص بہ مسلم صاحب دیوان مسلم

۲۸۶ حافظ مولوی محمد اکبر واعظ

ڈیرہ اسمٰعیل خان

۲۸۷ مولوی عبدالعد

راولپنڈی

۲۸۸ مولوی عبداللہ فتح جنگی راولپنڈی

پنجاب

راولپنڈی

۲۸۹ مولوی عبدالصمد البرنانوی راولپنڈی

۲۹۰ مولوی ہدایت اللہ ایضاً

ضلع سیالکوٹ

۲۹۱ مولوی محمدؐ بنانوالی سیالکوٹی

۲۹۲ مولوی محمدؐ ابراہیم "

۲۹۳ مولوی خدابخش "

۲۹۴ مولوی ابوالحسن

۲۹۵ مولوی ابراہیم حمیدپوری

شاہ پور

۱۹۶ مولوی غلام حسین شاگرد قبل غدر

مولوی فقیر اللہ مدرس بنگلور ایضاً

فیروزپور

۲۹۸ مولوی عبدالعزیز

۲۹۹ مولوی محمدؐ حسین بن مولوی محمدؐ بن بارک اللہ لکھوکی ایضاً

۳۰۰ مولوی محمدؐ شاگرد قبل غدر

۳۰۱ مولوی محمدؐ یوسف بن ابراہیم البگیلوی

فروکہ

۳۰۲ مولوی غلام محی الدین وجھوکی

کشمیر

۳۰۳ مولوی عبدالعظیم جموں

ضلع گرداس پور

بٹالہ

۳۰۴ مولانا ابوسعید محمدؐ حسین مدظلہ۔ مشہور ماہوار رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کے مالک اور ایڈیٹر ہیں۔ شیخ کے حضور میں ایک مدت مدید تک تحصیل علوم میں مصروف رہے بلکہ شیخ کی آخر عمر تک کسب فیض اور عقد ہائے مالاینحل کو حل کرتے رہے آپ کے مستفیدین اور تلامذہ بھی بہت ہیں اور پنجاب کے مشہور تر بزرگ ہیں۔ "منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری" بھی آپ ہی کی تالیفات لطیفہ سے ہے

۳۰۵ مولوی میر حسن شاہ

۳۰۶ مولوی محمدؐ عثمان بن مولوی نظام الدین فتح گڈھی ایضاً

۳۰۷ مولوی محمدؐ اعظم بن مولوی نظام الدین ایضاً ایضاً

۳۰۸ مولوی محمدؐ فاضل بن مولوی محمدؐ اعظم ایضاً ایضاً

ضلع گوجروالہ

۳۰۹ مولوی عبدالحمید بن عبداللہ سوہدری

۳۱۰ مولوی غلام نبی سوہدری

۳۱۱ مولوی احمد علی

پنجاب

ضلع گوجروالہ

٣١٢ مولوی عبداللہ غلام رسول (قلعہ میاں سنگھ)

٣١٣ مولوی علاؤالدین

٣١٤ مولوی محمدؐ عثمان داماد مولوی غلام رسول موصوف

٣١٥ مولوی شہاب الدین

٣١٦ مولوی محمدؐ (قلعہ میاں سنگھ)

لاہور

٣١٧ مولوی فضل حق

٣١٨ مولوی رحیم بخش

٣١٩ مولوی غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ

٣٢٠ مولوی فاضل عبدالحکیم مدرس

٣٢١ مولوی حافظ ولی اللہ واعظ

٣٢٢ مولوی اسمٰعیل

٣٢٣ مولوی ابراہیم بیگ پوری

٣٢٤ مولوی عبداللہ بیر کھانوی

٣٢٥ مولوی محمد کھڈیانوی

٣٢٦ مولوی قاضی ظفرالدین نائب مدرس دارالعلوم لاہور

٣٢٧ مولوی عبدالحکیم پروفیسر دارالعلوم لاہور

ضلع لودھیانہ

٣٢٨ مولوی محمدؐ اسحٰق باڑی والے

٣٢٩ مسماۃ فضیلت زوجہ محمدؐ اسحٰق موصوف

ضلع لودھیانہ

٣٣٠ مسماۃ ام سلمہ بنت محمدؐ اسحٰق موصوف

٣٣١ مولوی عبدالودود بن محمدؐ اسحٰق موصوف

٣٣٢ مولوی عبداللہ

٣٣٣ مولوی حافظ محمدؐ داؤد کوٹلوی

مظفر آباد

٣٣٤ مولوی سکندر

ملتان

٣٣٥ مولوی شیخ محمدؐ شاگرد قبل غدر۔

٣٣٦ مولوی نور محمدؐ

٣٣٧ مولوی محمدؐ عبدالوہاب

٣٣٨ مولوی عبدالقیوم

٣٣٩ مولوی عبدالتواب

٣٤٠ مولوی عبدالعزیز بن محمود

٣٤١ مولوی عبدالحق بن محمود

وزیر آباد

٣٤٢ مولوی محمدؐ حیدر علی

٣٤٣ مولوی عبدالقادر

٣٤٤ مولوی حافظ عبدالمنان بڑے محدث مدرس اور صاحب فضل وکمال ہیں۔

ہزارہ

٣٤٥ ملا محمدؐ حسین بن عبدالستار مولف شرح الشرح نخبہ وغیرہ پکلوی

٣٤٦ مولوی عبدالخالق

پنجاب

ہزارہ

۳۴۷ مولوی سید عطاء اللہ نبیرہ مولانا حسن شاہ

۳۴۸ مولوی ابو اسمٰعیل یوسف حسین خان پوری قابل، فاضل اور ادیب ہیں۔

۳۴۹ مولوی محمد خان پوری

۳۵۰ مولوی قاضی عبد الاحد خان پوری

ہزارہ

۳۵۱ مولوی عبد اللہ خان پوری

۳۵۲ مولوی محمد یٰسین ہزاروی

۳۵۳ مولوی محمد یعقوب ہزاروی

ہوشیار پور

۳۵۴ مولوی حافظ عمر الدین

۳۵۵ مولوی محمد خلیل

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

ضلع اعظم گڈھ

۳۵۶ مولوی محمد حسین

۳۵۷ قاضی مولانا بخشش احمد قاضی پوری

۳۵۸ مولوی حفیظ اللہ

۳۵۹ مولوی عبد العزیز

۳۶۰ مولوی سعد اللہ بن حکیم رکن الدین مئو

۳۶۱ مولوی سلامت اللہ جے راج پور

۳۶۲ مولوی عبد الغفور

۳۶۳ مولوی کامل

۳۶۴ مولوی حبیب اللہ چاند پاری

۳۶۵ مولوی محمد اسحٰق بن شیخ نعمت اللہ مرحوم قصبہ کوپا گنج

۳۶۶ مولوی عبد الکریم

۳۶۷ مولوی ابو تراب حیدر علی چاند پاری

۳۶۸ مولوی محمد اکبر

ضلع اعظم گڈھ

۳۶۹ مولوی محمد جمیل

۳۷۰ مولوی سلیم اللہ

۳۷۱ مولوی ابو المکارم محمد علی مئو بن مولوی فیض اللہ

۳۷۲ مولوی حافظ محمد یعقوب قصبہ گھوسی

۳۷۳ مولوی محمد حامد مئو

۳۷۴ مولوی محمد نعمان مئو

۳۷۵ مولوی حافظ خادم حسین

۳۷۶ مولوی محمد شفیع

۳۷۷ مولوی اکبر خان

۳۷۸ مولوی محمد سعد عرف جہانگیر کوپا مئو

۳۷۹ مولوی توکل شاہ

۳۸۰ مولوی محمد عبد السبحان مئو شمس آباد

۳۸۱ مولوی عبد اللہ مئو

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

ضلع اعظم گڈھ

۳۸۲ مولوی محمد عبدالرحمن بن حافظ عبدالرحیم مبارک پوری

۳۸۳ مولوی حافظ محمد عبدالقادر مئو

۳۸۴ مولوی علی حسین خاں

۳۸۵ مولوی نور محمد

۳۸۶ مولوی رحیم اللہ

۳۸۷ مولوی فصیح

۳۸۸ مولوی عبداللہ مدرس جیراج پوری

۳۸۹ مولوی خلیل الرحمن مئو

۳۹۰ مولوی ابوالمعالی محمد علی بن حسام الدین

۳۹۱ مولوی ابوالنعمان عبدالرحمن بن حافظ عبدالرزاق

۳۹۲ مولوی احمد بن حسام الدین

۳۹۳ مولوی عبدالسلام بن خان محمد مبارک پوری

۳۹۴ مولوی عبدالرحمن مرحوم بن حکیم باب اللہ مئو بنارسی

۳۹۵ مولوی عبداللہ احسن مرحوم مئو

اکبر آباد

۳۹۶ مولوی عبدالغفور

۳۹۷ مولوی عبدالغنی

۳۹۸ مولوی عبداللہ ولایتی

.. ..

اجمیر راجپوتانہ

۳۹۹ مولوی حافظ عبدالعزیز

الہ آباد

۴۰۰ مولوی احمد اللہ

امروہہ

۴۰۱ مولوی آل حسن مؤلف نخبۃ التواریخ

بجنور

۴۰۲ مولوی محمد حسین

۴۰۳ مولوی عبدالصمد

۴۰۴ مولوی علی احمد

۴۰۵ مولوی وصیت علی مرحوم

بدایوں

۴۰۶ مولوی الطاف الغنی

بلند شہر

۴۰۷ مولوی عبدالحق

بلیا

۴۰۸ مولوی لطف علی ریوتی

بنارس

۴۰۹ مولوی سید نذیر الدین احمد مدرس و مترجم شفاء قاضی عیاض و تواریخ تیمور وغیرہ

۴۱۰ مولوی حیات محمد

۴۱۱ مولوی محمد سعید مرحوم

۴۱۲ مولوی حافظ عبدالمجید

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

بنارس

۴۱۳ مولوی عبدالرحمٰن

پیلی بھیت

۴۱۴ مولوی محمدؐ بن امیر الدین ساکن دبکا

ٹونک راجپوتانہ

۴۱۵ مولوی سید محمدؐ عرفان نواسہ جناب سید احمد قدس سرہٗ، ادیب و صالح آدمی ہیں۔

۴۱۶ مولوی سید محمدؐ مصطفےٰ محدث و منطقی

۴۱۷ مولوی حافظ محمدؐ

۴۱۸ مولوی محمدؐ اعرج

۴۱۹ مولوی حافظ عبداللہ بڑے ادیب ہیں۔

جون پور

۴۲۰ مولوی شبلی ابن علامہ سخاوت علی رحؒ

۴۲۱ مولوی حافظ محمدؐ اکبر خان

۴۲۲ مولوی احمد

۴۲۳ مولوی سراج الدین

۴۲۴ مولوی الطاف حسین مرحوم

جلیسر

۴۲۵ مولوی حمایت اللہ

۴۲۶ مولوی عبدالقادر

۴۲۷ مولوی عبدالحمید

خُرجہ

۴۲۸ مولوی حسین خاں۔ آپ نہایت ہی قدیم تلامذہ میں ہیں۔ میزان سے لے کر ساری کتب درسیہ و صحاح وغیرہ ذالک خود جناب **میاں صاحب** سے پڑھی ہیں

۴۲۹ مولوی ابو عبد عبدالرحمٰن

سہسوان

۴۳۰ مولانا امیر حسن مرحوم شیخ کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ اور آپ دونوں کا برتاؤ باپ بیٹے کا سا تھا۔ اکثر **میاں صاحب** آپ کا ذکر آخر عمر تک حسرت و افسوس کے ساتھ کیا کرتے "براہین اثنا عشر رد انتصار الحق" آپ ہی کی تصنیف لطیف ہے۔

۴۳۱ شمس العلما مولانا امیر احمد مرحوم خلف الصدق جناب مسبوق الذکر آگرہ میں مدرس تھے وہ اکثر جناب **میاں صاحب** کی زیارت کو دہلی آتے اور دادا کہتے۔ **میاں صاحب** کا برتاؤ اُن کے ساتھ دادا پوتے کا سا تھا۔ نہایت ذہین، ذکی اور قوی الحافظہ تھے۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

سہسوان

جن کی نظیر بہت کم ہے صحاح کے
بیشتر مقامات علی الخصوص صحیحین کا
معتدبہ حصہ اسناد سمیت ازبر تھا
اور منطق معقول فلسفہ کا مذاق
بھی بہت ہی اچھا تھا - میں نے
چند بار اُن کو دہلی میں دیکھا آدمی
نہایت وضع دار تھے اور لباس کی
قطع برید خاص دلی والوں کی سی تھی -

۴۳۲ مولانا محمد بشیر مدظلہ علم حدیث
کے علاوہ آپ عربی کے بہت بڑے
ادیب ہیں - مولانا عبدالحی مرحوم
لکھنوی سے خوب خوب مناظرے
تحریری رہے "مذہب ماثور" اور
تبصرۃ الناقد میں مناظرہ کی خوبی
کے علاوہ ادب بھی قابل دید ہے -
میاں صاحب سے آپ نے
اپنے مناظرہ کے موضوع پر دریافت
کیا کہ متقدمین میں کسی نے اس موضوع
پر کوئی کتاب لکھی ہے یا نہیں ؟
میاں صاحب نے برجستہ فرمایا
"صادم منکی علی اصل دابن السبکی"
میں اس کی پوری بحث ہے - غدر
سے پیشتر میرے پاس تھی غدر میں

سہسوان

لٹ گئی - ہندوستان میں نہیں
ملے گی عرب سے منگوالو - چنانچہ وہ
کتاب جب عرب سے آئی اور
مولانا موصوف اپنے تحریری مناظرے
میں اُس کا حوالہ دینے لگے - تو خود
جناب مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی
مرحوم نے فرمایا کہ "صادم" اگر مولوی
محمد بشیر صاحب کو نہ ملتی تو وہ میری
کتاب کا جواب نہ لکھ سکتے -
آپ بھوپال میں تشریف رکھتے
تھے مگر جناب میاں صاحب
کی وفات کے بعد آپ دہلی چلے آئے
اور وہیں آپ نے اپنا درس جاری
کردیا اور فی الواقع حضرت میاں
صاحب کے بعد اِس کی ضرورت
بھی بہت تھی -
صیانۃ الاُناس ایک مبسوط کتاب
بزبان عربی رد شرک میں آپ نے
لکھی ہے اور تلامذہ کی بھی تعداد
آپ کے بہت ہے -

۴۳۳ مولوی عبدالواحد

۴۳۴ حکیم مولوی بدرالحسن

۴۳۵ مولوی سید عبدالودود

ممالک متحدہ آگرہ واودھ

سہسوان

۴۳۶ مولوی اختر حسن بن مولوی بدر الحسن

سہارن پور

۴۳۷ حافظ عبد اللہ

شاہ جہاں پور

۴۳۸ مولوی ابو یحییٰ محمد بن کفایت اللہ بڑے قابل آدمی تھے۔

۴۳۹ مولوی محمد حسن

۴۴۰ مولوی حکیم ہدایت علی

۴۴۱ مولوی محمد حسین

۴۴۲ مولوی کفایت اللہ

غازی پور

۴۴۳ مولانا حافظ عبد اللہ مد ظلہ جن کا صحیح لقب اُستاذ الاساتذہ ہے کیوں کہ اساتذۂ عصر کی ایک تعداد کثیر اور جم غفیر کو نہ صرف آپ کے تلمذ کا شرف حاصل ہے بلکہ زیادہ تعداد اُنہیں لوگوں کی ہے جن کو آپ نے میزان سے لے کر شمس بازغہ، صدرا، ھدایہ، توضیح تلویح، بیضاوی اور صحاح ستہ تک سبقاً سبقاً بلا مشارکت غیرے پڑھایا ہے۔ آپ خود بھی طبیب ہیں اور طبقۂ اطبا میں بھی آپ کے اکثر طبیب شاگرد ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ شیخ کے مسند درس پر بیٹھنے کے لئے اور تقویٰ زہد اور صحابہ وشی کا نمونہ دکھانے کے لئے آپ سے بہتر تو کیا! برابر کا جوڑ بھی ہندوستان میں مل نہیں سکتا۔ آپ نہایت ہی قلیل الغذا ہیں۔ کئی برس ہوئے میں نے پوچھا تھا؟ کہ حضور ایک سیر آٹا کَے دن میں کھا سکتے ہیں تو فرمایا کہ "برابر اگر کھائیں تو پچاس روز ہوتا ہے" آپ کی لڑکیاں بھی عالمہ ہیں۔

۴۴۴ حافظ مولوی عبد الرحمٰن بقاؔ

۴۴۵ حافظ مولوی عبد المنان وفاؔ

(یہ دونوں بھانجے ہیں جناب حافظ عبد اللہ صاحب مد ظلہ کے)

۴۴۶ مولوی عبد العزیز مجری آبادی

فتح پور

۴۴۷ مولوی عبد الصمد

فرخ آباد

۴۴۸ مولوی سید عبد العزیز عرف عزیز احمد بن مولانا منظور احمد صمدنی مؤلف عزیز التاریخ۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

فرخ آباد

۴۴۹ مولوی عبدالسبحان خان

۴۵۰ مولوی عبدالصمد خاں

کان پور

۴۵۱ مولوی سید احمد

گورکھ پور

۴۵۲ مولوی وزیر علی مرحوم ہڈ مولوی ضلع اسکول مظفر پور و اجمیر

لکھنؤ و اودھ

۴۵۳ مولوی عبدالحلیم شرر

۴۵۴ مولوی محمد بدیع الزماں مرحوم بن مسیح الزماں مرحوم المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ آپ کی تالیفات بہت ہیں منجملہ اُن کے "کشف المغطا" ترجمہ موطا کا ترجمہ ترمذی اور فہرست مضامین قرآن مجید وغیرہ ہیں۔

۴۵۵ مولوی محمد وحید الزماں بن مسیح الزماں آپ کی تالیفات بھی بہت میں پہلے آپ نے شرح وقایہ کا ترجمہ اُردو میں کیا بعدہ کتب صحاح کا ترجمہ کیا ہندوستان میں اُن کا فیض بھی عام ہے۔

۴۵۶ مولوی حکیم محمد یحییٰ قبل غدر

۴۵۷ مولوی عبدالعزیز

لکھنؤ و اودھ

۴۵۸ نواب قدرت اللہ خان مرحوم

۴۵۹ مولوی سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تصانیف جلیلہ

مچھلی شہر

۴۶۰ مولانا شیخ محمد انصاری بڑے پایہ کے محدث ہیں۔

مراد آباد

۴۶۱ مولانا جان علی مرحوم بڑے محدث و مدرس تھے۔

۴۶۲ مولوی محمد حسین

۴۶۳ مولوی عبدالعزیز

۴۶۴ قاضی احتشام الدین مولف "اختیار الحق" رد انتصار الحق

مظفر نگر

۴۶۵ مولوی حافظ داؤد

میرٹھ

۴۶۶ مولوی عبدالجبار عمر پوری

۴۶۷ مولوی ضیاء الرحمٰن ایضاً

رام پور

۴۶۸ مولوی شاہ ولی خاں

۴۶۹ مولوی محمد اسحٰق

۴۷۰ مولوی محمد یعقوب

.. . ..

حیدر آباد

۴۷۱ مولوی عبدالحی

چین تبت

مولوی ابو عمران عطاء الحق کی تحریر سے معلوم ہوا کہ اُن کی تحصیل حدیث
۴۷۲ کے زمانہ میں ایک آدمی تبت کا تھا جس کا نام معلوم نہیں ہے اور مولوی شمس الحق صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ
۴۷۳ کے دو شاگردان تبت سے
۴۷۴ ہم سے ملاقات ہوئی بلکہ بعض خطوط بھی اُن کے میرے پاس آئے ہیں۔

ولایت کابل

کابل

۴۷۵ مولوی عبدالحمید

۴۷۶ مولوی اخوان

۴۷۷ مولوی شہاب الدین

۴۷۸ مولوی عبدالرحیم اُستاد مولوی محمد عظیم پنجابی عظیم آبادی

باجور

۴۷۹ مولوی زین العابدین شاگرد قبل غدر

یاغستان

۴۸۰ مولوی محمد حسین

بخارا

۴۸۱ ملا رجب شاگرد قبل غدر

سمر قند

۴۸۲ ملا جلال الدین شاگرد قبل غدر

غزنی

۴۸۳ ملا شہاب الدین غزنوی۔ علاوہ اُن کے عبداللہ صاحب اور اُن کے خاندان کے نام امرت سر میں گذر چکے

قندھار

۴۸۴ ملا عبدالرحمٰن

قوقند

۴۸۵ ملا ضیاء الدین مرحوم المتوفی ۱۲۹۵ھ

کاشغر

۴۸۶ ملا نور الدین قہستانی شاگرد قبل غدر

۴۸۷ ملا عبدالنور 〃

۴۸۸ ملا میر عالم

ہرات

۴۸۹ ملا عزیز الدین

۴۹۰ ملا سید محمد

جزیرہ جبشان

۴۹۱ محمد ابراہیم

حجاز

۴۹۲ عبدالرحمن محمد بن عون نعمانی

سامرود

۴۹۳ محمد بن ہاشم بہت بڑے ذی علم ہیں

۴۹۴ علی احمد ولد مسبوق الذکر

سنوس

۴۹۵ عبداللہ بن ادریس الحسینی مغربی بڑے عالم تھے انہوں نے زمانہ تک مکہ معظمہ میں درس حدیث کا دیا تھا۔

نجد

۴۹۶ اسحٰق بن عبدالرحمن۔ بڑے ذی علم و صالح تھے۔

۴۹۷ علی بن ماضی

۴۹۸ سید عبداللہ بن سعد عبدالعزیز دھیش

۴۹۹ قاضی محمد بن ناصر بن مبارک

۵۰۰ قاضی سعد بن حمد بن عتیق

یہ ایک نہایت ہی مختصر فہرست ۵۰۰ تلامذہ کی ہے مگر جن لوگوں کے نام درج فہرست کئے گئے ہیں اکثر ان میں سے منتخب و مشاہیر ہیں پھر ان میں کا ایک معتدبہ حصہ ایسا ہے جن کا وجود باعث فخر ملک و ملت ہے۔

تمت

بحمد اللہ تعالے